جدید تخریج شدہ ایڈیشن

۳۵۰ عنوانات پر مشتمل نظامِ عفت و عصمت کی
جامعیت و اہمیت پر پہلی محققانہ کتاب

اسلام کا نظامِ عفت و عصمت

تالیف
مولانا مفتی محمد ظہیر الدین مفتاحی ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مرتب فتاویٰ دار العلوم دیوبند انڈیا

تبصرہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مد ظلہم

ترتیب جدید، مقدمہ
تخریج و تحقیق

مولانا محمد نعمان صاحب
استاذ الحدیث جامعہ انوار العلوم، مہران ٹاؤن، کورنگی کراچی

حضرت مولانا محمد نعمان صاحب کی کتابیں اور بیانات واٹس ایپ پر حاصل کرنے کے لیے اس نمبر پر رابطہ کریں 0311-2645500

ادارۃ المعارف کراچی

اسلام کا نظامِ عفت وعصمت

عنوانات | صفحہ نمبر

تبصرہ از شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہٗ ٢١
مقدمہ از مولانا محمد نعمان صاحب ٢٢
عرضِ مؤلف ٩٤
رحمتِ الٰہی ٩٧
نظامِ نسل انسانی ٩٨

اسلام سے پہلے عورت کی حیثیت

عورتوں کی مظلومیت ٩٩
بچیوں کی پیدائش کا باپ پر اثر ٩٩
بچیوں کا بے رحمانہ قتل ١٠١
عفت وعصمت کی بربادی ١٠٢
جاہلیت کے نکاح ١٠٣
نسوانی ناموس کا حشر غیر اقوام میں ١٠٤
یہودی قانون ١٠٥
ہندو قانون ١٠٦
مسیحی قانون ١٠٨

عورت سے متعلق مروجہ فقرے ۱۰۸
غیر مذاہب میں ازدواجی تعلقات ۱۰۹

عورتوں کے حق میں اسلام کی اصلاحی جدوجہد

عورتوں کی حیثیت کا اعلان ۱۱۰
عورتوں کا مقصد ۱۱۲
قتل کی روک تھام ۱۱۳
لڑکیوں سے حسنِ سلوک کی ترغیب ۱۱۴
میراث میں عورتوں کا حصہ ۱۱۷
ماں کی حیثیت سے ۱۱۹
بیوی کی حیثیت سے ۱۱۹
عورت خسارہ میں نہیں ۱۲۰
ماں کے روپ میں عورت کا احترام ۱۲۰

اسلام میں عورت کی عفت وعصمت کا تحفظ

انسانیت سوز رواج کا خاتمہ ۱۲۲
زنا اور اس کے مفاسد ۱۲۳
ایک نوجوان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت ۱۲۵
زنا کائنات کی مرکزی طاقت سے تصادم ہے ۱۲۶
عفت پر بیعت ۱۲۷
زنا جرمِ عظیم ہے ۱۲۸
شرک کے بعد بڑا گناہ زنا ہے ۱۲۸

بوقتِ زنا ایمان کی حالت ۱۳۰
غیرت حق ۱۳۱
یوسف علیہ السلام کا اعلانِ حق ۱۳۳
زنا مظالم کی جڑ ۱۳۵
زنا پر کال کوٹھڑی کو ترجیح ۱۳۷
زنا کے سلسلہ میں ارشاداتِ نبوی ۱۳۷
زنا کی ہلاکتیں ۱۳۹
مصیبت ۱۳۹
کثرتِ موت اور طاعون ۱۴۰
خشک سالی ۱۴۱

اسلامی تعلیم سے روگردانی کا انجام

امریکہ میں زنا اور اس کے نتائج ۱۴۲
آتشک، سوزاک اور دوسری برائیاں ۱۴۳
کنسے رپورٹ ۱۴۴
انگلستان میں زنا کی وبا ۱۴۵
فرانس میں بدکاری ۱۴۵

تحفظِ عفت وعصمت اور شادی

نکاح کا حکم ۱۴۷
نکاح فقہاء کی نظر میں ۱۴۸
نکاح میں تحفظِ عفت ۱۴۹

نکاح اور افزائشِ نسل ١٤٩
نکاح اور پاکدامنی ١٥٠
نکاح رسولوں کی سنت ہے ١٥٢
غیر شادی شدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں ١٥٢
رہبانیت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں ١٥٣
پاکیزہ نفس عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں ١٥٦
ترغیبِ نکاح کے ساتھ وعدۂ غناء ١٥٧
فقر وفاقہ کے شکوک وشبہات کا حل ١٥٩
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تاثر ١٦٠
حالتِ فقر میں اجازتِ نکاح ١٦٢
نکاح سے بالکل مجبوری کی حالت میں عفت کی تاکید ١٦٣

شادی سے اجتناب اور اس کے نقصانات

مقاصد نکاح ١٦٤
مادۂ تولید اور اس کا اخراج ١٦٥
مادۂ تولید کا حبس اور اس کے نقصانات ١٦٦
آوارگی اور زنا کا راستہ ١٦٧
ہم بستری کے فائدے ١٦٨
جائز ہم بستری اور تزکیۂ قلب ١٦٨
ہم بستری میں اعتدال ١٦٩
جائز راستوں کا ترک اور اس کا عبرت ناک انجام ١٧٠

غیر فطری طریقوں میں نقصانات ۱۷۰
غیر فطری راستوں سے تکمیل شہوت اسلام کی نظر میں ۱۷۲
اجتماعی حیثیت سے نکاح کی افادیت ۱۷۴

شادی روشن خیال مفکرین کی نظر میں

بھارتی مفکرین کا بیان ۱۷۵
ایک انگریز عورت کی رائے ۱۷۵
مغربی مفکر کا مشورہ ۱۷۵

مقاصد نکاح اور عفت وعصمت

نکاح میں چار ضروری شرطیں ۱۷۷
نکاح سے حصولِ عفت ۱۷۸
عفت وعصمت کی اہمیت ۱۷۹
محبت ورحمت ۱۸۰
ہیجانی کیفیت کا علاج ۱۸۱
یارانہ شادی ۱۸۳

عفت وعصمت کی اسلام میں اہمیت

کامل فلاح کی بشارت ۱۸۴
حضراتِ انبیاء علیہم السلام اور عفت وعصمت ۱۸۵
پاکیزہ نفس کا مرتبہ ۱۸۷
عورتوں سے عفت وعصمت پر بیعت ۱۸۸
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال بسلسلۂ عفت ۱۸۸

پاکدامنی کی تبلیغ ۱۸۹
عفیف پر ظلِ رحمانی ۱۸۹
عفیف کے لئے جنت کی ضمانت ۱۹۰
روداد عفت اور اس کا اثر ۱۹۱
عفت کی نیت سے بیوی کے پاس جانا صدقہ ہے ۱۹۲
صحابہ کرام کا جذبۂ عفت ۱۹۳
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور دعائے عفت ۱۹۴
دشمنِ عفت پر عذاب الٰہی ۱۹۶

عفت وعصمت اور تعدد ازدواج

تعدد ازدواج کی اجازت عدل کی شرط کے ساتھ ۱۹۷
عدل ومساوات ۱۹۸
عدل میں اندیشہ کے وقت صرف ایک کا حکم ۱۹۹

اسلام کا قانونِ تعدد ازدواج اور مخالفین

اہلِ یورپ کا اعترافِ حق ۲۰۰
ایک بصیرت افروز واقعہ ۲۰۱
قانونِ اسلام سے روگردانی کا نتیجہ ۲۰۲
ہندوؤں کا اعترافِ حق ۲۰۳
تعدد ازدواج میں عدل ومساوات ۲۰۳
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری لمحاتِ حیات میں عدل ومساوات ۲۰۴
مانوس کرنے کے لئے نئی بیوی کے ساتھ رعایت ۲۰۵

سفر میں لے جانے کے لئے قرعہ ٢٠٥
اپنے حصہ کا ہبہ اور ملنے کی آزادی ٢٠٦
بیوی کی خوشنودی ٢٠٧
عدم مساوات کا نتیجہ ٢٠٨
سارے قوانین کا ماحصل عفت وعصمت ٢٠٩
بیک وقت چار بیویوں سے زیادہ کی اجازت نہیں ٢٠٩

شادی کرنے والوں کے اختیارات وفرائض

حق انتخاب ٢١١
ظلم وجور کی بیخ کنی ٢١٢
ولی کو مشورہ کا حق ٢١٢
عورتوں کو شوہر کے انتخاب میں اختیار ٢١٣
ولی کا فریضہ ٢١٤
عورت کی عدمِ رضا سے نکاح کا رد عہد نبوی میں ٢١٥
باپ کو بھی جبر کا اختیار نہیں ٢١٥
ولی کو حق مشورہ اور اس کا لحاظ ٢١٦
اختلاف کے وقت عورت کی پسند قابلِ ترجیح ٢١٧
امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا اصول اور فیصلہ ٢١٨
محدث الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تائید ٢٢٠
امام نووی رحمہ اللہ کی رائے ٢٢٠
ہر حال میں بالغہ لڑکی کی رائے قابلِ ترجیح ہے ٢٢١

مردوں کو اختیارات ۲۲۲
عورت کے انتخاب میں ہدایتِ نبوی ۲۲۲
محض دولت پرستی ۲۲۳
نسل ونسب کے بت پر جان دینا ۲۲۴
حسن پرستی ۲۲۴
معیار دینداری اور ذاتی صلاحیت ہو ۲۲۵
اخلاق واعمال سے صرفِ نظر اور اس کا نتیجہ ۲۲۶
بیوی کا انتخاب اور فقہائے کرام ۲۲۷
شوہر کا انتخاب ۲۲۸
ہم عمری کا لحاظ ۲۲۹
سیرت کے ساتھ صورت کا لحاظ ۲۳۰
نوجوان عورت ۲۳۱
نوجوان عورت کی خصوصیات ۲۳۲
دین اور حسن کا اجتماع ۲۳۳
خوبصورتی کا معیار ۲۳۳
بیوہ عورت سے شادی ۲۳۴
بیوہ سے شادی عہد نبوی اور عہد صحابہ میں ۲۳۴

شادی سے پہلے عورت کو دیکھنا

دیکھنے کے لئے مشورۂ نبوی ۲۳۶
امام نووی رحمہ اللہ کی شرح ۲۳۷

دیکھنے میں اخلاص واعتدال ۲۳۸
شادی سے پہلے دیکھنا مستحب ہے ۲۳۹
دیکھنے کا شرعی طریقہ ۲۴۰
عشق ومحبت علامہ رشید رضا مصری کے تجربہ کی روشنی میں ۲۴۲

بلوغ کے بعد شادی کا حکم اور دیگر ہدایات

بلوغ کے بعد شادی کی تاکید ۲۴۴
لڑکے اور لڑکی کی شادی کا بار والدین پر ۲۴۵
شادی کی اہمیت ۲۴۶
رشتۂ ازدواج میں استواری ۲۴۷
مسئلہ کفایت ۲۴۸
نسبی کفو زیادہ قابلِ اعتماد نہیں ۲۴۹
نسبی کفو کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور آپ کے عہد کا عمل ۲۵۰
نکاح کا اعلان ۲۵۱
اعلان کی ضرورت ۲۵۲
نکاح کی شہرت بذریعہ دعوتِ ولیمہ ۲۵۲
دعوتِ ولیمہ کا قبول کرنا ۲۵۳
مفلس کو بھی دعوت دی جائے ۲۵۴

جائز لطف اندوزی کی اجازت

صرف سال کے کچھ حصوں میں ممانعت ۲۵۵
حیض ونفاس ۲۵۶

عورتوں سے تمتع کا بلیغ بیان ۲۵۷
اغلام بازی کی حرمت ۲۵۷
پیار ومحبت ۲۵۹
بیوی بچوں کی محبت اور اس پر تنبیہ ۲۵۹

شوہر کے فرائض واختیارات

صبر وتحمل ۲۶۱
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ۲۶۲
رفق وملاطفت ۲۶۴
عورت کی تلون مزاجی ۲۶۵
جدید تحقیقات اور عورت ۲۶۶
عورت کے عضلات ۲۶۶
عورت میں خوبیاں ۲۶۷
ظلم وتعدی کی ممانعت ۲۶۸
عورت میں ہیجان ۲۶۹
زد وکوب کی ممانعت ۲۶۹
سرزنش کی اجازت اور اس کا مطلب ۲۷۰
خطبہ حجۃ الوداع میں عورتوں کے متعلق ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ۲۷۱
عورتوں سے حسنِ سلوک احادیث کی روشنی میں ۲۷۳
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات میں ۲۷۵
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے محبت ۲۷۶

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی بیویوں سے محبت ۲۷۷
بیوی کے حقوق کی اہمیت ۲۷۹
بیوی کے لئے نظافت کا اہتمام ۲۷۹
بیویوں کے لئے سامان ۲۸۰
عورت کی مصیبت میں اظہار وفاداری ۲۸۲
بیوی کے جذبات کا پاس ۲۸۳
بیوی پر اعتماد ۲۸۴
بیوی کی رازداری ۲۸۵
بیوی کا نفقہ ۲۸۶
مقدار نفقہ ۲۸۷
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نظم نفقہ ۲۸۷
بیوی کو والدین سے ملنے کی اجازت ۲۸۸
زن وشو میں اختلاف کے وقت حکم ۲۸۹

بیوی کے فرائض واختیارات

قانون کا کمال ۲۹۱
نظام منزلی کی صدارت ۲۹۱
مرد کی صدارت کی وجہ ۲۹۲
جدید تحقیق میں مرد کی حیثیت ۲۹۲
عورت کا دماغ ۲۹۳
مرد کی صدارت کے باوجود دونوں حقوق میں برابر ہیں ۲۹۴

ایک فلاسفر کا قول ۲۹۵
صدارت کے باوجود عورت سے مشورہ کا حکم ۲۹۵
موجودہ دور میں تعطل ۲۹۶
نیک عورت اور اس کا فریضہ ۲۹۷
شوہر کی تعظیم وتکریم ۲۹۸
اطاعت وفرماں برداری ۲۹۹
شوہر کی ناجائز بات میں اطاعت نہیں ۳۰۰
شوہر کی خوشنودی ۳۰۱
جنسی میلان میں حکم کی بجا آوری ۳۰۲
شوہر کی خوشنودی خیر القرون میں ۳۰۴
ازواجِ مطہرات کی آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ۳۰۴
صحابیات کی اپنے شوہروں سے محبت ۳۰۵
شوہر کا خیر مقدم خندہ روئی سے ۳۰۶
شوہر اور گھر کی خدمت ۳۰۷
ضد اور ہٹ دھرمی سے پرہیز ۳۰۸

عفت وعصمت کے تحفظ کے لئے چند ضروری قوانین

میاں بیوی کی محبت میں حائل ہونے کی مذمت ۳۰۹
میاں بیوی کی تفریق سے شیطان کی مسرت ۳۰۹
زوجین کے درمیان تعلقات بگاڑنے کی مذمت ۳۱۰
رشتۂ نکاح کے ختم کرنے کی اجازت ۳۱۱

ناگہانی مصائب ۳۱۲
شوہر کا نامرد ہونا ۳۱۲
شوہر کا مجبوب ہونا ۳۱۳
خصی شوہر کا حکم ۳۱۴
حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کا ارشاد ۳۱۴
اسلام کا قانونِ خلع ۳۱۵
عہد نبوی میں خلع ۳۱۶
مفقود الخبر کی بیوی کا حکم ۳۱۸

اسلام کا قانونِ طلاق اور عفت وعصمت کی حفاظت

طلاق کا قانون یہود میں ۳۱۹
قانونِ طلاق عیسائیوں میں ۳۲۰
قانونِ طلاق کی اصلاح ۳۲۱
رپورٹ شاہی کمیشن ۳۲۱
انسانی قانون کا انجام ۳۲۲
جاہلیت کا قانونِ طلاق ۳۲۳
اسلام کا قانونِ طلاق ۳۲۳
طلاق فقہائے کرام کی نظر میں ۳۲۴
طلاق کی باگ ڈور مرد کے ہاتھ میں ۳۲۵
طلاقِ رجعی اور مسئلہ عدت ۳۲۵
لعان ۳۲۶

عفت وعصمت کے لوازم

شرم وحیاء اسلام میں ٣٢٨
بے باک نگاہ اور اس کے متعلق ہدایات ٣٢٩
عورتوں کو ہدایت ٣٣٢
نگاہ کی حفاظت کا حکم ٣٣٤
نگاہ کے فتنے ٣٣٥
پست نگاہ کی تاکید ٣٣٧
نگاہ پست رکھنے کے فائدے ٣٤٢
جاہلی بے پردگی کی ممانعت ٣٤٣
نزولِ حکم حجاب ٣٤٤
عورتوں سے استفادہ پردہ کی اوٹ سے ٣٤٥
مخلوط سوسائٹی مضر ہے ٣٤٦
مخلوط تعلیم کا اثر عفت وعصمت پر ٣٤٧

پاکیزہ نفس اور پاکدامنی عورتوں کے امتیاز کی ضرورت

عہد نبوی میں امتیازی لباس کا حکم ٣٤٩
گھر سے باہر آنے کے آداب ٣٥٠
دوپٹہ اوڑھنے کا طریقہ ٣٥١
اظہار زینت وغیرہ کی ممانعت ٣٥١
خوشبو لگا کر نکلنے کی ممانعت ٣٥٣
عام گزرگاہ سے اجتناب کا حکم ٣٥٥

اسلام میں احترامِ عفت ۳۵۶
بات کرنے میں نرمی نہ ہو ۳۵۶
محرم کے لئے رعایت ۳۵۷
جن کے سامنے زینت ظاہر کرنے کی اجازت ہے ۳۵۸
مخنث عورتوں کے پاس نہ آئے ۳۵۹
قریب البلوغ کے لئے ہدایات ۳۵۹
شوہر کے عزیز و اقارب سے اجتناب ۳۶۰
کسی مرد سے تنہائی میں نہ ملے ۳۶۰
جن کے شوہر گھر میں نہیں ان سے بچو ۳۶۱
جدید تحقیقات ہماری تائید میں ۳۶۲
عورتوں کی بے پردگی کا نتیجہ ۳۶۳
مرد و عورت کے آزادانہ میل جول کا انجام ۳۶۴
عورت اپنے جنسی فرائض سے آگے ۳۶۵
سماج کا فریضہ ۳۶۶
عورتوں کی آزادی ..... خود ان کے حق میں ۳۶۶
عورتوں کی آزادی ..... مردوں کے حق میں ۳۶۷
عورت کہاں سے کہاں پہنچتی ہے؟ ۳۶۷
پردہ میں ضعفِ اعصاب کا شکوہ غلط ہے ۳۶۸
غیر عورت کی حالت مرد سے بیان نہ کی جائے ۳۶۹
مرد اپنی بیوی کا راز ظاہر نہ کرے ۳۶۹

ہیجانی کیفیت پیدا کرنے والی باتوں سے اجتناب ۳۷۰
ایک ساتھ دو مرد یا دو عورتیں نہ لیٹیں ۳۷۱
ستر اور اس کی پردہ پوشی ۳۷۲
عورت تنہا سفر نہ کرے ۳۷۳
سفر میں جاتے ہوئے گھر کی حفاظت ۳۷۵
مجاہدین کے گھروں کی عفت کا خیال ۳۷۶

قوانینِ استئذان

گھروں میں داخلہ ۳۷۷
گھروں میں بغیر اجازت داخلہ ممنوع ۳۷۷
طلبِ اجازت کا شرعی طریقہ ۳۷۸
اجازت طلب کرنے کی حکمت ۳۷۹
طلبِ اذن کی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تعلیم ۳۸۰
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ۳۸۱
دروازے پر تاک جھانک کی ممانعت ۳۸۲
طلبِ اذن کے وقت اپنا مشہور نام بتائے ۳۸۳
محرم بھی اجازت حاصل کرے ۳۸۴
ماں سے بھی طلبِ اذن ۳۸۵
سلفِ صالحین کا طریقہ ۳۸۵
عفت کا اسلام میں لحاظ ۳۸۶
موجودہ دور میں غفلت ۳۸۶
خاص اوقات میں سب کے لئے استئذان ۳۸۷

نابالغ بعد بلوغ اجازت لیں ۳۹۰
مَـا ظَهَرَ کی تفسیر ۳۹۲
چہرہ چھپانے کا حکم ۳۹۲
باریک کپڑے کا استعمال احادیث کی روشنی میں ۳۹۴

دشمنانِ عفت و عصمت اسلام کی نظر میں

تہمت لگانا ۳۹۶
تہمت لگانے کی سزا ۳۹۷
مسلمان کی عزت اسلام کی نظر میں ۳۹۸
اسلام میں سزا کی نوعیت ۳۹۹
زنا کی سزا اور جرم کی نوعیت ۴۰۰
زنا کار کی سزا ۴۰۱
زنا کار کی سزا کی تشہیر ۴۰۲
بے حیا عورت پر پابندی ۴۰۲
اسلام کا قانونِ رجم ۴۰۴
رجم کی حقانیت ۴۰۵
رجم کا طریقہ ۴۰۶
زبردستی زنا اور اس کا حکم ۴۰۷
پاگل کا حکم ۴۰۸

قومِ لوط کا عمل

وطی فی الدبر ۴۰۹

استلذاذ بالمثل ۴۱۰
قومِ لوط اور اس کا انجام ۴۱۱
قومِ لوط کے بعد ۴۱۲
استلذاذ بالمثل اسلام کی نظر میں ۴۱۳
لوطی نقل وعقل کی روشنی میں ۴۱۴
لوطی کی سزا ۴۱۵
سزا عقل کی روشنی میں ۴۱۶
عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک واقعہ ۴۱۷
بچنے کی تدبیر ۴۱۷
امرد سے پرہیز ۴۱۸
امرد کا چہرہ دیکھنا ۴۱۹
دو مردوں کا ایک ساتھ لیٹنا اور سونا ۴۲۰

تبصرہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہٗ

عفت وعصمت اسلام کے ان بنیادی مقاصد میں سے ہے جن کے لئے اس نے بہت سے اخلاقی اور قانونی احکام وضع کئے ہیں، فاضل مؤلف نے اس کتاب میں اسی قسم کے احکام اور ان کی حکمتوں کو بڑے جامع انداز اور دل نشین پیرایہ میں بیان فرمایا ہے، اور موضوع کے ہر گوشے پر نظر ڈالنے سے مباحث کی نوعیت کا اندازہ ہو سکے گا۔

اسلام سے پہلے عورتوں کی حیثیت اور ان کی عفت وعصمت کی بربادی، اسلام کی اصلاحی جدوجہد عورتوں کے حق میں، عورتوں کی عصمت وعفت کا تحفظ اسلام میں، اسلامی تعلیم سے روگردانی کا انجام، تحفظِ عفت وعصمت اور شادی، شادی سے اجتناب اور اس کے نقصانات، مقاصدِ نکاح وعفت وعصمت، عفت وعصمت کی اہمیت اسلام میں، عصمت وعفت اور تعدّدِ ازواج، شادی کرنے والوں کے اختیارات وفرائض، شادی سے پہلے عورت کو دیکھنا، بلوغ کے بعد شادی کا حکم اور دیگر ہدایات، جائز لطف واندوزی کی آزادی، شوہر کے فرائض واختیارات، بیوی کے فرائض واختیارات، عفت وعصمت کے تحفظ کے لئے چند ضروری قوانین، اسلام کا قانونِ طلاق اور عفت وعصمت کی حفاظت، عفت وعصمت کے لوازمات، قوانین استیذان، دشمنانِ عفت وعصمت اسلام کی نظر میں، قومِ لوط کا عمل۔

فاضل مؤلف نے مندرجہ بالا تمام عنوانات پر بڑی جامعیت اور سلامتِ فکر سے بحث کی ہے، اور ہر عنوان کے تحت قرآن وحدیث کے ارشادات، تاریخِ اسلام کے واقعات، حکماء اور فلاسفہ کی آراء ذکر کی ہیں، اور نئی مغربی تہذیب پر بھرپور تنقید کا التزام کیا ہے، ہماری نظر میں یہ کتاب انتہائی مفید ہے اور ہر مسلمان نوجوان کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

(ماہنامہ البلاغ رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ/ تبصرے: ص ۴۸، ناشر: مکتبہ معارف القرآن کراچی)

مقدمہ

شرم وحیاء و پاکدامنی انبیاء ومرسلینِ کرام، نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور صالحین کی ایک عمدہ صفت ہے، یہ اللہ تعالی کی نعمتِ عظیمہ ہے، حیاء انسان کے اندر پائی جانے والی وہ خوبی یا صفت ہے جو بندے کو برے رذائل، خلافِ شریعت اعمال وافعال واقوال سے روکتی ہے، اعمالِ حسنہ پر آمادہ کرتی، اور کسی کی بھی حق تلفی سے باز رکھتی ہے، کیونکہ حیاء ان فحش اموراور منکرات کے انجام دینے میں سدّ راہ ہے جو انسان کے دامنِ عفت کو داغدار کرتے ہیں، حیاء ایمان کا حصہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيمَانِ. ❶

ایمان کے ساٹھ سے زیادہ شعبے ہیں، اور حیاء بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

شرم وحیاء ہر بھلائی کی کنجی اور دائمی خیر کا سبب ہے، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ. ❷

حیاء ساری کی ساری خیر وبھلائی ہے۔

حیاء زینت، اچھائی اور خوبصورتی ہے، جبکہ بے حیائی عیب ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ الْفُحْشُ فِي شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ، وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ. ❸

بے حیائی جس چیز میں ہوتی ہے اُسے عیب دار بناتی ہے، جبکہ حیاء جس چیز میں ہوتی ہے اُسے مزین کردیتی ہے۔

---

❶صحيح البخاري: كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان، ج ١ ص ١١، رقم الحديث: ٩ ❷صحيح مسلم: كتاب الإيمان، باب شعب الإيمان، ج ١ ص ٦٤، رقم الحديث: ٣٧ ❸سنن الترمذي: أبواب البر والصلة، باب ما جاء في الفحش والتفحش، ج ٤ ص ٣٤٩، رقم الحديث: ١٩٧٤

جب اقوال واعمال حیاء پر مبنی ہوتے ہیں تو پھر ان میں زیب وزینت ہوتی ہے، اور جب کوئی چیز حیاء سے خالی ہوجائے تو وہ معیوب ہوجاتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے حیاء دار تھے اور یہ چیز آپ کے اعلیٰ مکارمِ اخلاق میں سے ہے، جب کوئی بات قلبِ اطہر پر ناگوار گزرتی تو ناگواری کا اظہار چہرہ مبارک سے ہوجاتا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ العَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا، فَإِذَا رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ عَرَفْنَاهُ فِي وَجْهِهِ. ❶

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نشین کنواری عورت سے بھی زیادہ حیاء فرمانے والے تھے، اور جب کوئی بات آپ کو ناگوار گزرتی تو اس کا اثر ہم آپ کے چہرے سے جان لیا کرتے تھے۔

ہر سلیم الفطرت انسان میں فطری طور پر حیاء کا مادہ پایا جاتا ہے، جو بندے کو اچھے اور پسندیدہ کاموں پر آمادہ کرتا ہے، بندۂ مؤمن ہر ظاہری وباطنی گناہ وبرائی سے ہمیشہ بچتا رہتا ہے، اور جب بتقاضائے بشریت نفس وشیطان کے مکروفریب کا شکار ہونے لگتا ہے تو یہ سوچ کر کہ مجھے خالقِ کائنات دیکھ رہا ہے گناہ سے رک جاتا ہے۔ اللہ تعالی سے شرم وحیاء کی بہت زیادہ تاکید کی گئی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الحَيَاءِ. ❷

اللہ تعالی سے حیاء کرو، جیسا حیاء کرنے کا حق ہے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! الحمدللہ ہم تو حیاء کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ

---

❶ صحيح البخاري: كتاب الأدب، باب من لم يواجه الناس بالعتاب، ج٨ ص ٢٦، رقم الحديث: ٦١٠٢ ❷ سنن الترمذي: أبواب صفة القيامة، باب منه، ج۴ ص٦٣٧، رقم الحديث: ٢۴٥٨

وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ ذَاكَ، وَلَكِنَّ الِاسْتِحْيَاءَ مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الحَيَاءِ أَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا وَعَى، وَالبَطْنَ وَمَا حَوَى، وَلْتَذْكُرِ الْمَوْتَ وَالْبِلَى، وَمَنْ أَرَادَ الآخِرَةَ تَرَكَ زِينَةَ الدُّنْيَا، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدِ اسْتَحْيَا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الحَيَاءِ. ❶

یہ حیاء نہیں، بلکہ حیاء یہ ہے کہ تم اپنے سر اور ناک، کان، آنکھ وغیرہ کی حفاظت کرو گناہوں سے، پیٹ اور ستر وقدم وغیرہ کی حفاظت کرو گناہوں سے، موت اور قبر کے احوال یاد رکھو، اور جو کوئی آخرت کا ارادہ رکھتا ہے وہ دنیا کی چمک دمک سے بے نیاز رہتا ہے، اور جس نے ایسا کیا اس نے اللہ تعالی سے کما حقہ حیاء کی۔

یعنی سر کو اللہ تعالی کے سوا کسی کے سامنے جھکا کر ذلیل نہ کرو، زبان کو غیبت، چغلی، گالی گلوچ، جھوٹ سے، آنکھ کو بدنگاہی، فلمیں، ڈرامے اور نامحرم کو دیکھنے سے، کان کو غیبت وبری باتیں سننے سے، پیٹ کو حرام ومشتبہ چیزیں کھانے وغیرہ سے بچائے۔ نیز پیٹ کے متعلقات ہاتھ، دل، ستر اور پاؤں ہیں، یعنی ہاتھ سے کسی کو ایذاء پہنچانے اور حرام کو ہاتھ لگانے سے، دل کو برے عقیدے وگندے خیالات ووسوسوں سے، ستر کو بدکاری وحرام کاری سے، پاؤں کو حرام کی طرف اُٹھنے سے بچائے، الغرض تمام اعضاء کو ہمیشہ گناہ وناجائز کاموں سے بچاتا رہے۔

شرم وحیاء سلیم الفطرت لوگوں کا عظیم خُلق وشعار، مکارِم اخلاق کی بنیاد، تمام فضائل کا منبع وسَر چشمہ، اور انتہائی عمدہ خصال میں سے ہے، جو بے حیائی اور بُرے اعمال واقوال سے انسان کو بچاتی ہے، اس بہترین خصلت کے سبب انسان اللہ ورسول کا محبوب بن جاتا ہے۔

جنابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم یافتہ صحابہ کرام وصحابیات اور اولیائے کاملین

---

❶سنن الترمذي: أبواب صفة القيامة، باب منه، ج۴ ص۶۳۷، رقم الحديث: ۲۴۵۸

وصالحین تقوی وپرہیزگاری اور شرم وحیاء کے پیکر ہوا کرتے تھے، ان حضراتِ قدسیہ کی حیاء داری ضرب المثل ہے، امہات المؤمنین اور دیگر نیک خواتین کی شرم وحیاء کا یہ عالم تھا کہ وہ کبھی بغیر اجازتِ شرعی گھر سے باہر نہ نکلیں، اُم المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے جب نفلی حج وعمرہ کے لئے عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا:

قَدْ حَجَجْتُ وَاعْتَمَرْتُ وَأَمَرَنِی اللّٰهُ أَنْ أَقَرَّ فِیْ بَیْتِیْ، فَوَ اللّٰهِ لَا أَخْرُجُ مِنْ بَیْتِی حَتّٰی أَمُوْتَ. ❶

میں فرض حج اور عمرہ کر چکی ہوں، میرے رب نے مجھے گھر میں رہنے کا حکم فرمایا ہے، اللہ کی قسم! اب میں مرنے پر ہی اپنے گھر سے نکلوں گی۔

حیاء سے مراد وہ جھجک یا نفسیاتی رکاوٹ نہیں ہے جس کا باعث عام طور پر ہمارا خارج ہوتا ہے، بلکہ حیاء انسان کے اندر پائی جانے والی وہ خوبی یا صفت ہے جس کی وجہ سے وہ غیر معروف اعمال سرانجام دینے میں انقباض (گھٹن) محسوس کرتا ہے۔

آدم وحوا علیہما السلام سے خطاء سرزد ہو جانے کے نتیجے میں جب ان پر ان کی شرم گاہیں کھل گئیں تو وہ اس فطری حیاء ہی کی وجہ سے خود کو پتوں سے ڈھانکنے لگے تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ. (الأعراف: ۲۲)

ترجمہ: پھر جب انہوں نے اس درخت کا پھل چکھ لیا تو ان کی شرم گاہیں ان کے سامنے بے پردہ ہوگئیں اور وہ اپنے آپ کو باغ کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔

شرم گاہوں کو چھپانے کا یہ اضطراری عمل اس فطری حیاء ہی کا ظہور تھا، اس لئے کہ انسان فطری طور پر یہ جانتا ہے کہ شرم گاہیں چھپانے کی چیز ہیں۔

---

❶ الدر المنثور: سورة الأحزاب، آیت نمبر ۳۳ کے تحت، ج ٦ ص ۵۹۹

موسیٰ علیہ السلام نے مدین کے کنویں پر جن دولڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلایا تھا، ان میں سے ایک جب انہیں اپنے باپ کے پاس لے جانے کے لئے بلانے آئی تو اس وقت اس کے آنے میں حیاء کی جو صفت نمایاں تھی، قرآن نے درج ذیل الفاظ میں اس کا ذکر کیا ہے:

فَجَآءَ تۡهُ اِحۡدٰهُمَا تَمۡشِىۡ عَلَى اسۡتِحۡيَآءٍ قَالَتۡ اِنَّ اَبِىۡ يَدۡعُوۡكَ لِيَجۡزِيَكَ اَجۡرَ مَا سَقَيۡتَ لَنَا. (القصص: ۲۵)

ترجمہ: پس ان میں سے ایک شرماتی ہوئی آئی، کہا کہ میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ جو پانی آپ نے ہماری خاطر پلایا ہے اس کا آپ کو صلہ دیں۔

قرآن نے یہاں ایک کنواری عورت کی اس فطری حیاء کا ذکر کیا ہے جو اسے کسی غیر محرم مرد سے بات کرتے ہوئے محسوس ہوسکتی ہے۔

اسی طرح ایک کریم النفس آدمی دوسرے کی عزتِ نفس کا خیال کرتے ہوئے بعض اوقات اس سے اپنا حق وصول کرنے میں بھی حیاء محسوس کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لٰكِنۡ اِذَا دُعِيۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡا فَاِذَا طَعِمۡتُمۡ فَانۡتَشِرُوۡا وَ لَا مُسۡتَاۡنِسِيۡنَ لِحَدِيۡثٍ اِنَّ ذٰ لِكُمۡ كَانَ يُؤۡذِى النَّبِىَّ فَيَسۡتَحۡىٖ مِنۡكُمۡ وَاللّٰهُ لَا يَسۡتَحۡىٖ مِنَ الۡحَقِّ. (الأحزاب: ۵۳)

ترجمہ: ہاں جب تمہیں (نبی کے گھر میں) کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ، پھر جب کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں لگے ہوئے بیٹھے نہ رہو، یہ باتیں نبی کو تکلیف دیتی ہیں، مگر وہ تم سے کہتے ہوئے شرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حق کے اظہار میں نہیں شرماتا۔

یہ شرمانا دراصل دوسرے کی عزتِ نفس کا خیال کرتے ہوئے اس کا لحاظ کرنا ہے، چنانچہ اس حوالے سے بھی ایک کریم النفس آدمی کئی جگہوں پر شرم محسوس کرتا ہے، خدا ظاہر ہے کہ انسان کا رب اور معبود ہے، چنانچہ وہ اس سے بہت بالا ہے کہ کسی انسان کی عزتِ نفس

اُسے اپنا یا کسی دوسرے کا کوئی حق بیان کرنے سے روک دے۔

قرآن وسنت کی تعلیمات میں عفت وعصمت کی بڑی تاکید ہے، اس لئے قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والے مردوں اور عورتوں کو نگاہ وشرمگاہ کی حفاظت کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ. (النور: ۳۰. ۳۱)

ترجمہ: ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے پاکیزہ تر ہوگا اور تم جو کرتے ہو اللہ اس کو بخوبی جانتا ہے، اور مؤمن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

جب اللہ تعالیٰ کسی حکم کو بندوں پر فرض کرتا ہے تو ان وسائل کو بھی لازم قرار دیتا ہے جو اس کام کا ذریعہ ہوتے ہیں، مثال کے طور پر جب پانچ وقت کی نمازیں فرض ہوئیں تو ان کے ساتھ ساتھ طہارت، سترِ عورت اور استقبالِ قبلہ کو بھی فرض قرار دیا۔ اسی طرح جب کسی چیز کو حرام ٹھہراتا ہے تو ان چیزوں کو بھی حرام کر دیتا ہے جو اس کا وسیلہ اور ذریعہ ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ نے شراب کو حرام کیا تو اس کے ساتھ ان تمام لوگوں پر لعنت بھیجی گئی جو اس میں کسی طرح کا بھی حصہ لیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس (۱۰) آدمیوں پر لعنت کی:

لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمْرِ عَشَرَةً عَاصِرَهَا، وَمُعْتَصِرَهَا، وَشَارِبَهَا، وَحَامِلَهَا، وَالْمَحْمُولَةُ إِلَيْهِ، وَسَاقِيَهَا، وَبَائِعَهَا، وَآكِلَ ثَمَنِهَا، وَالْمُشْتَرِي لَهَا، وَالْمُشْتَرَاةُ لَهُ. ❶

❶ سنن الترمذي: أبواب البيوع، باب النهي أن يتخذ الخمر خلا، ج۳ ص ۵۸۱، رقم الحديث: ۱۲۹۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے سلسلے میں دس اشخاص کوملعون قرار دیا۔ ا...... نچوڑنے والا۔ ۲...... نچڑوانے والا۔ ۳...... پینے والا۔ ۴...... اٹھانے والا۔ ۵...... جس کے لئے اٹھا کر لائی جائے۔ ۶...... پلانے والا۔ ۷...... بیچنے والا۔ ۸...... اس کی قیمت کھانے والا۔ ۹...... شراب خریدنے والا۔ ۱۰...... جس کے لئے خریدا جائے۔

اسی طرح کسی کا مال چھیننا حرام بتایا تو انہیں بے جا قید کرنا قتل کرنا، یا کسی ایسی طرح سے اذیت دینا بھی حرام ٹھہرایا جس سے ظالم لوگوں کو ستاتے ہیں، اور ظلم کرنے والوں کی اعانت اور مدد ہوتی ہے۔

چونکہ زنا کاری تمام مذاہب میں حرام ہے، اس کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے اور اسلامی نقطہ نظر سے اس کی حرمت سے ہر خاص وعام واقف ہے، لہذا زنا کے وہ اسباب اور ذرائع بھی حرام ہوں گے جو زنا کی دعوت دیتے ہیں، جیسے کسی مرد کا اجنبی عورت کو دیکھنا یا کسی عورت کا اجنبی مرد کو دیکھنا زنا کا باعث ہوتا ہے، اس لئے قرآن کریم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ. (النور: ۳۰)

ترجمہ: ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

امام رازی رحمہ اللہ (متوفی ۶۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اس آیت میں مردوں کو نگاہ جھکانے اور شرمگاہ کی حفاظت کا حکم دیا ہے، اسی طرح عورتوں کو بھی مردوں کے مثل انہی دونوں کاموں یعنی نگاہیں جھکانے اور شرمگاہ کی حفاظت کا حکم ہے:

وَاعْلَمْ أَنَّهُ سُبْحَانَهُ أَمَرَ الرِّجَالَ بِغَضِّ الْبَصَرِ وَحِفْظِ الْفَرْجِ، وَأَمَرَ النِّسَاءَ بِمِثْلِ مَا أَمَرَ بِهِ الرِّجَالَ. ❶

---

❶ التفسير الكبير: سورۂ نور آیت نمبر ۳۰ کے تحت، ج ۲۳ ص ۳۶۰

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۱ھ) نے اسی نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے:

فلما كان غض البصر أصلا لحفظ الفرج بدأ بذكره ولما كان تحريمه تحريم الوسائل فيباح للمصلحة الراجحة ويحرم إذا خيف منه الفساد ولم يعارضه مصلحة أرجح من تلك المفسدة لم يأمر سبحانه بغضه مطلقا بل أمر بالغض منه وأما حفظ الفرج فواجب بكل حال لا يباح إلا بحقه فلذلك عم الأمر بحفظه وقد جعل الله سبحانه العين مرآة القلب فإذا غض العبد بصره غض القلب شهوته وإرادته وإذا أطلق بصره أطلق القلب شهوته وفي الصحيح أن الفضل بن عباس رضي الله عنهما كان رديف رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم النحر من مزدلفة إلى منى فمرت ظعن يجرين فطفق الفضل ينظر إليهن فحول رسول الله صلى الله عليه وسلم رأسه إلى الشق الآخر وهذا منع وإنكار بالفعل فلو كان النظر جائزا لأقره عليه. ❶

شرم گاہ کی حفاظت کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ نگاہوں کی حفاظت کی جائے، اس لئے قرآن پاک نے سب سے پہلے اس کا ذکر کیا، اور چونکہ اس آیت میں زنا کے وسائل کی حرمت مقصود تھی اس لئے عام حالتوں میں نظر بازی کو حرام قرار دیا، لیکن جہاں راجح مصلحت کا تقاضا تھا وہاں اس کی اجازت بھی دی گئی، لیکن اگر کوئی مصلحت نہ ہو اور فساد کا اندیشہ ہو اور فساد قوی تر ہو، تب دیکھنے کی بھی اجازت نہیں ہوگی۔ بہرکیف نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم مطلقاً نہیں ہے بلکہ اس کی علت مفاسد سے تحفظ ہے، لیکن شرم گاہ کی حفاظت ہر حال میں واجب ہے اور حق کے علاوہ کسی ناحق صورت کے لئے اس کی اجازت نہیں ہے۔ اسی لئے اس

❶ روضة المحبين ونزهة المشتاقين: الباب السادس في أحكام النظر، ص ۹۲، ۹۳

کی حفاظت کا حکم عام ہے، اور اللہ تعالی نے آنکھ کو دل کا آئینہ قرار دیا ہے، چنانچہ جب بندہ نگاہیں جھکاتا ہے تو اس کا دل شہوت اور ہوس سے گریز کرتا ہے، لیکن جب نگاہ کو چھوٹ دے دی جاتی ہے تو دل میں شہوت موجزن ہوتی ہے۔

ایک صحیح حدیث میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے متعلق منقول ہے کہ حج کے موقعہ پر مزدلفہ سے منی جاتے ہوئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے، اتنے میں کچھ کجاوہ نشینوں کا ادھر سے گزر ہوا، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ انہیں دیکھنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ان کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا، ممانعت اور نکیر کرنے کی یہ عملی صورت تھی، اگر دیکھنا جائز ہوتا تو آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیتے۔

صحیح بخاری میں روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا، أَدْرَكَ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ، فَزِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ، وَزِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ، وَالنَّفْسُ تَمَنَّى وَتَشْتَهِي، وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذٰلِكَ كُلَّهُ وَيُكَذِّبُهُ. ❶

یہ حقیقت ہے کہ اللہ رب العزت نے ابن آدم پر اس حصے کا زنا لکھ دیا ہے جس کو وہ لامحالہ کر کے رہتا ہے، چنانچہ آنکھ زنا کرتی ہے اور اس کا زنا کرنا دیکھنا ہے، زبان زنا کرتی ہے اس کا زنا بولنا ہے، پاؤں زنا کرتا ہے اس کا زنا چلنا ہے، ہاتھ زنا کرتا ہے اس کا زنا کرنا پکڑنا ہے، اور دل مائل ہوتا اور خواہش مند ہوتا ہے، اور شرمگاہ اس کی تصدیق کر ڈالتی ہے یا جھٹلا دیتی ہے۔

❶ صحيح البخاري: كتاب الاستئذان، باب زنا الجوارح دون الفرج، ج۸ ص ۵۴، رقم الحديث: ۶۲۴۳

مذکورہ حدیث کی ابتداء میں آنکھ کے زنا کا ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ ہاتھ، پاؤں، دل اور شرم گاہ کے زنا کا سرچشمہ یہی آنکھ ہے، زبان کے زنا سے منہ کے زنا یعنی بوس وکنار کی طرف اشارہ کیا، اور اگر زنا عمل میں آیا تو اس کا اظہار اس سے کیا کہ شرمگاہ نے اس کی تصدیق کی اور اگر عمل میں نہیں تو یہ کہا کہ شرمگاہ نے اس کی تکذیب کی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنکھ کی معصیت بدنظری ہے اور یہ آنکھ کا گناہ ہے، یہ حدیث ان لوگوں کے لئے مُسکت جواب ہے جو بدنظری کو گناہ نہیں سمجھتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ، فَإِنَّ لَكَ الْأُولَى وَ لَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ. ❶

اے علی! ایک بار دیکھنے کے بعد دوبارہ مت دیکھو، تمہارے لئے پہلی بار دیکھنے کی (رعایت تھی) دوسری بار کی اجازت نہیں۔

اللہ تعالی نے مذکورہ آیت میں اہلِ ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی نظروں کو ان چیزوں سے بچا کر رکھیں جو ان پر حرام کر دی گئی ہیں، اور ان چیزوں کے علاوہ کسی چیز کو نہ دیکھیں جو کہ اللہ تعالی نے ان کے لئے مباح کر دی ہیں، اور جب اچانک نظر کسی حرام چیز پر پڑ جائے تو انسان کو چاہیئے کہ فوراً اپنی نگاہ جھکا لے۔

نظریں جھکائے رکھنے کا حکم شرمگاہ کی حفاظت کے حکم سے پہلے دیا گیا ہے، اس میں حکمت یہ ہے کہ نظر زنا کے لئے ایک ڈاک ہے۔ ❷

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

وَالنَّظَرُ أَصْلُ عَامَّةِ الْحَوَادِثِ الَّتِي تُصِيبُ الْإِنْسَانَ، فَالنَّظْرَةُ تُوَلِّدُ خَطْرَةً، ثُمَّ تُوَلِّدُ الْخَطْرَةُ فِكْرَةً، ثُمَّ تُوَلِّدُ الْفِكْرَةُ شَهْوَةً، ثُمَّ تُوَلِّدُ الشَّهْوَةُ إِرَادَةً،

---

❶ سنن أبي داود: كتاب النكاح، باب ما يؤمر به من غض البصر، ج۲ ص۲۴۶، رقم الحديث: ۲۱۶۹ ❷ روضة المحبين: الباب السادس في أحكام النظر، ص۹۳

ثُمَّ تَقْوَى فَتَصِيرُ عَزِيمَةً جَازِمَةً، فَيَقَعُ الْفِعْلُ وَلَا بُدَّ، مَا لَمْ يَمْنَعْ مِنْهُ مَانِعٌ.

عموماً نظر ہی ان تمام حوادث کی اصل اور بنیاد ہے جو انسان کے ساتھ پیش آتے ہیں، اس لئے کہ خطرات نظر سے ہی جنم لیتے ہیں، ان خطرات سے افکار جنم لیتے ہیں، ان افکار سے شہوات جنم لیتی ہیں، شہوات سے ارادے بنتے ہیں، یہ ارادے پختہ ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ عزم مصمم بن جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں لازمی طور پر فعل واقع ہو جاتا ہے جب تک کہ اس میں کوئی معمولی رکاوٹ نہ پیش آجائے۔ اسی بارے میں کہا گیا ہے:

الصَّبْرُ عَلَى غَضِّ الْبَصَرِ أَيْسَرُ مِنَ الصَّبْرِ عَلَى أَلَمِ مَا بَعْدَهُ.

نظر کو جھکانے پر صبر کرنا بہت آسان ہے بہ نسبت اس دکھ اور تکلیف کے جو کہ نظر پڑنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

اسی لئے شاعر نے کہا ہے:

كُلُّ الْحَوَادِثِ مَبْدَاهَا مِنَ النَّظَرِ وَمُعْظَمُ النَّارِ مِنْ مُسْتَصْغَرِ الشَّرَرِ
كَمْ نَظْرَةٌ بَلَغَتْ فِي قَلْبِ صَاحِبِهَا كَمَبْلَغِ السَّهْمِ بَيْنَ الْقَوْسِ وَ الْوَتَرِ
وَالْعَبْدُ مَا دَامَ ذَا طَرْفٍ يُقَلِّبُهُ فِي أَعْيُنِ الْعِينِ مَوْقُوفٌ عَلَى الْخَطَرِ
يَسُرُّ مُقْلَتَهُ مَا ضَرَّ مُهْجَتَهُ لَا مَرْحَبًا بِسُرُورٍ عَادَ بِالضَّرَرِ

تمام حوادثات کی بنیاد نظر پر ہوتی ہے، اور بڑی آگ چھوٹی سی چنگاری سے شروع ہوتی ہے، اور کتنی ہی نظریں ایسی ہوتی ہیں جو دیکھنے والے کے دل میں ایسے لگتی ہیں جیسے تیر کمان سے نکل کر اپنے ہدف پر پہنچ جاتا ہے، اور انسان جب تک اپنی نظروں کو گھماتا رہتا ہے وہ خطرے پر کھڑا رہتا ہے، اس کا دیکھنا اسے خوش کرتا ہے اور نگاہ کا پلٹنا اس کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے، ایسی خوشی کے لئے کوئی خوش آمدید نہ ہو جو کہ نقصان لے کر پلٹتی ہو۔

بدنظری کی آفات میں سے یہ بھی ہے کہ یہ اپنے پیچھے حسرت والم چھوڑ جاتی ہے، اس لئے کہ انسان بعض اوقات ایسی چیز دیکھتا ہے جس کے حاصل کرنے پر اُسے کوئی قدرت بھی نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ اس کے بغیر صبر کرسکتا ہے۔ ❶

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهَـذَا مِـنْ أَعْـظَـمِ الْـعَذَابِ، أَنْ تَرَى مَا لَا صَبْرَ لَکَ عَنْ بَعْضِهِ، وَلَا قُدْرَةَ عَلَى بَعْضِهِ.

یہ انسان کے لئے سب سے بڑا عذاب ہے کہ آپ ایسی چیز دیکھیں جس سے آپ صبر نہیں کرسکتے اور نہ ہی اس کا کچھ حصہ آپ کو کفایت کرسکتا ہے اور نہ ہی آپ اس کو حاصل کرنے پر قادر ہیں۔

اسی کے بارے میں شاعر نے کہا ہے:

وَكُنْتُ مَتَى أَرْسَلْتَ طَرْفَکَ رَائِدًا لِقَلْبِکَ يَوْمًا أَتْعَبَتْکَ الْمَنَاظِرُ
رَأَيْتَ الَّذِی لَا كُلُّهُ أَنْتَ قَادِرٌ عَلَيْهِ وَلَا عَنْ بَعْضِهِ أَنْتَ صَابِرُ

اور جب تم نے اپنی نگاہ کا پیغام میری طرف بھیجا، میں بھی تیرے دل کا ہم پلہ تھا جس دن کے مناظر نے تجھے تھکا دیا، تو نے وہ کچھ دیکھا جس کو مکمل حاصل کرنے پر بھی تو قدرت نہیں رکھتا تھا، اور نہ ہی اس کے بعض پر صبر کر سکتا تھا۔

کتنے ہی نگاہوں کو ڈھیلا چھوڑنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کی نظر واپس آتی ہے تو وہ کسی مقتول کے خون میں لتھڑی ہوئی ہوتی ہے، جیسا کہ کہا گیا ہے:

يَا نَاظِرًا مَا أَقْلَعَتْ لَحَظَاتُهُ حَتَّى تَشَحَّطَ بَيْنَهُنَّ قَتِيلًا

اے دیکھنے والے! کیا اس کی نظریں نہیں بھریں گی یہاں تک کہ وہ کسی قتل کو اپنے سامنے خون میں لتھڑا ہوا چھوڑ دیں۔

---

❶ الجواب الكافي لمن سأل عن الداء الشافي: فصل: مدخل المعاصي، ص ۱۵۲

اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ نظر کا زخم ہمیشہ دل میں لگتا ہے اور پھر اس کے بعد زخم لگتے ہی جاتے ہیں، پھر ان زخموں کی تکلیف بار ہا ایسی ہی چیزوں کی طلب کرتی ہے اور کوئی چیز اس کے لئے رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ شاعر کہتا ہے:

مَا زِلْتَ تُتْبِعُ نَظْرَةً فِی نَظْرَةٍ　فِی إِثْرِ كُلِّ مَلِيحَةٍ وَ مَلِيحِ
وَتَظُنُّ ذَاکَ دَوَاءَ جُرْحِکَ وَهُوَ فِی　التَّحْقِيقِ تَجْرِيحٌ عَلَى تَجْرِيحِ
فَذَبَحْتَ طَرْفَکَ بِاللِّحَاظِ وَبِالْبُكَا　فَالْقَلْبُ مِنْکَ ذَبِيحٌ أَیُّ ذَبِيحِ

تو برابر نظر کے پیچھے نظر دوڑاتا رہا، اور ہر ایک خوبصورت مرد اور عورت کو دیکھتا رہا، اور تو یہ سمجھتا رہا کہ ایسے دیکھنا تیرے زخموں کی دوا ہے، حقیقت میں وہ تو زخم پر ایک زخم ہے، تو نے نظریں لڑا کر اور رو رو کر اپنی نظر کو ذبح کر ڈالا، اور تیرا دل تو بری طرح ذبح ہو کر رہ گیا ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا:

إِنَّ حَبْسَ اللَّحَظَاتِ أَيْسَرُ مِنْ دَوَامِ الْحَسَرَاتِ. (1)

نظر کو کچھ دیر کے لئے قابو میں کرنا ہمیشہ کے لئے حسرت والم کی آگ میں جلنے سے بہتر ہے۔

بے شک جو آدمی حرام کی طرف دیکھتا ہے اس کا حال اس انسان کا سا ہے جو سمندر سے پانی پیتا ہے، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس کی پیاس بجھ سکتی ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ وہ جتنا بھی پیئے گا اس کی پیاس اتنی ہی بڑھے گی، ایسے ہی شہوت کی نظر سے دیکھنے پر طلب اور زیادہ بڑھتی ہے کسی طرح بھی کم نہیں ہوتی۔

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

فَاحْذَرْ يَا أَخِي وَفَّقَکَ اللّٰهُ مِنْ شَرِّ النَّظَرِ فَكَمْ قَدْ أَهْلَکَ مِنْ عَابِدٍ وَفَسَخَ عَزْمَ زَاهِدٍ وَسَتَرَى فِي غُضُونِ هَذَا الْكِتَابِ مَا تَعْتَبِرُ بِهِ مِنْ قِصَصٍ مِنْ

(1) الجواب الكافي: فصل: مدخل المعاصي، ص ۱۵۳

فِتْنَةِ النَّظَرِ فَاتَّعِظْ بِذَلِكَ وَتَلَمَّحْ مَعْنَى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّظَرُ سَهْمٌ مَسْمُومٌ لِأَنَّ السَّهْمَ يَسْرِي إِلَى الْقَلْبِ فَيَعْمَلَ فِي الْبَاطِنِ قَبْلَ أَنْ يُرَى عَمَلُهُ فِي الظَّاهِرِ فَاحْذَرْ مِنَ النَّظَرِ فَإِنَّهُ سَبَبُ الآفَاتِ إِلَّا أَنَّ عِلَاجَهُ فِي بِدَايَتِهِ قَرِيبٌ فَإِذَا كُرِّرَ تَمَكَّنَ الشَّرُّ فَصَعُبَ عِلَاجُهُ. ❶

اے میرے بھائی! اللہ تعالی آپ کو توفیق دے، نظر کے شر سے بچو، کتنے ہی عابد ہلاک ہوگئے، اور کتنے ہی زاہد اپنے عزائم توڑ بیٹھے، پس بدنظری سے بچ کر رہو، یہ تمام آفات کا بڑا سبب ہے، صرف یہ ہے کہ شروع شروع میں اس کا علاج جلدی ممکن ہوتا ہے، اور جب بار بار بدنظری کا ارتکاب کیا جائے اور یہ فعل دل میں جڑ پکڑ لے تو پھر اس کا علاج بہت مشکل ہوجاتا ہے۔

چونکہ بدنظری فتنہ انگیز عشق کا پیش خیمہ اور فحش کاری کا داعیہ پیدا کرتی ہے، اس لئے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَ الْجُلُوسَ عَلَى الطُّرُقَاتِ فَقَالُوا مَا لَنَا بُدٌّ، إِنَّمَا هِيَ مَجَالِسُنَا نَتَحَدَّثُ فِيهَا، قَالَ فَإِذَا أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجَالِسَ، فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهَا، قَالُوا وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ؟ قَالَ: غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الأَذَى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ. ❷

شاہراہوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرو، انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ان نشستوں سے ہمارے لئے کیا (حرج) ہے جہاں ہم بات چیت

---

❶ذم الهوى: الباب الثالث عشر في التحذير من شر النظر، ص ۹۴ ❷صحيح البخاري: كتاب المظالم والغصب، باب أفنية الدور والجلوس فيها، ج۳ ص ۱۳۲، رقم الحديث: ۲۴۶۵

کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: اگر تم (پرہیز کرنے سے) انکار کرتے ہو اور بیٹھنا بھی چاہتے ہو تو پھر راستوں کو ان کا حق دو، انہوں نے عرض کیا راستوں کا کیا حق ہے اے اللہ کے رسول، آپ نے فرمایا: نگاہوں کو نیچی رکھنا، اذیت دہ چیز سے پرہیز کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔

اس روایت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہراہوں پر بیٹھنے سے اس لئے منع فرمایا کہ وہاں سے مرد عورت دونوں کا گزر ہوتا ہے، پھر ان راہوں سے اشراف، اوباش اور نادان سب ہی آتے جاتے ہیں، اس لئے لامحالہ فتنہ انگیز اور پرفریب باتیں اور صورتیں آنکھوں کے سامنے آئیں گی، اور جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کبھی راستے کے کنارے بیٹھنا ناگزیر ہوتا ہے، تب آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ راستے کا حق ادا کریں، ان حقوق میں سرفہرست نگاہوں کو نیچی رکھنا ہے، یعنی ان عورتوں سے نظریں نیچی رکھی جائیں جو راستے سے رہی ہوں، مرد اپنے گھروں کے سامنے بیٹھے ہوں یا راستے کے کنارے ہوں، حالانکہ مردوں اور عورتوں سبھی کو راستہ پر گزرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے، ایسی حالت میں چونکہ بدنظری مہلک زہر ہے، اس لئے آپ نے انہیں نظریں جھکانے کا حکم دیا۔

بدنظری کے بعد اگلے مراحل کیسے طے ہوتے ہیں اس کا ذکر ایک شاعر کی زبانی سنیں:

نَظْرَةٌ فَابْتِسَامَةٌ فَسَلَامٌ   فَكَلَامٌ فَوَعْدٌ فَلِقَاءٌ

بدنظری، پھر تبسم پھر سلام، اس کے بعد بات چیت، پھر وعدہ اور ملاقات۔

بدنظری کی مذمت میں ذیل کے اشعار بھی کسی نے کیا خوب کہے ہیں:

كُلُّ الْحَوَادِثِ مَبْدَاهَا مِنْ النَّظَرِ   وَمُعْظَمُ النَّارِ مِنْ مُسْتَصْغَرِ الشَّرَرِ
كَمْ نَظْرَةً فَتَكَتْ فِي قَلْبِ صَاحِبِهَا   فَتْكَ السِّهَامِ بِلَا قَوْسٍ وَلَا وَتَرِ
يَسُرُّ نَاظِرَهُ مَا ضَرَّ خَاطِرَهُ   لَا مَرْحَبًا بِسُرُورٍ عَادَ بِالضَّرَرِ ❶

❶ غذاء الألباب في شرح منظومة الآداب: مطلب في غض البصر، ج ١ ص ٨٦

تمام حوادث کی جڑ میں بدنظر ہی کار فرما ہے، جیسے بڑی سے بڑی آگ
چھوٹی سی چنگاری سے بھڑک اٹھتی ہے۔
کتنی ہی نگاہیں دل پر تیروں کی طرح اثر کرتی ہیں، البتہ یہ تیر کسی کمان اور
تانت کے بغیر چلتا ہے۔
کیا کسی کی آنکھ کو وہ چیز ٹھنڈک پہنچا سکتی ہے جو اس کی روح کو بے چین کر
ڈالے، ایسی خوشی کس کام کی جو اپنے ساتھ ضرر لائے۔

علامہ شمس الدین سفارینی حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۸۸ھ) نے اپنی مشہور تصنیف ''غذاء الألباب في شرح منظومة الآداب'' میں ''مطلب في فوائد غض البصر'' کے تحت نگاہیں جھکانے کے دس (۱۰) مندرجہ ذیل فوائد اور بدنظری کے نقصانات نقل کیے ہیں جو افادہ قارئین کے لئے نقل کئے جا رہے ہیں:

۱...... تَخْلِيصُ الْقَلْبِ مِنْ الْحَسْرَةِ فَإِنَّ مَنْ أَطْلَقَ نَظْرَهُ دَامَتْ حَسْرَتُهُ، فَأَضَرُّ شَيْءٍ عَلَى الْقَلْبِ إِرْسَالُ الْبَصَرِ، فَإِنَّهُ يُرِيهِ مَا لَا سَبِيلَ إِلَى وُصُولِهِ وَلَا صَبْرَ لَهُ عَنْهُ، وَذَلِكَ غَايَةُ الْأَلَمِ.

دل حسرت کے الم سے محفوظ رہتا ہے کیونکہ نظر بازی جتنی زیادہ ہوتی ہے دل حسرتوں کی آماج گاہ بنا ہوتا ہے، نظروں کے یہ تیر دل کو حد درجہ اذیت پہنچاتے ہیں، کیونکہ نظر جتنی بار پڑتی ہے، ہوس اتنی ہی بڑھتی جاتی ہے، پھر نہ صبر وشکیب باقی رہتا ہے، نہ وصل کی کوئی صورت نظر آتی ہے، اور فراق کا کرب اور جدائی کی تکلیف ناقابل برداشت ہوتی جاتی ہے۔

امام اصمعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۶ھ) کہتے ہیں کہ طواف کرتے ہوئے میں نے ایک دوشیزہ کو دیکھا جو نہایت نوخیز تھی، میں اسے دیکھتا رہ گیا اور اس کے محاسن کو اپنی آنکھوں سے سمیٹنے لگا، اچانک اس نے مجھ سے کہا بھلے آدمی اس طرح کیوں تک رہے ہو؟ میں نے کہا بس دیکھ ہی تو رہا ہوں، اس نے کہا:

وَكُنتَ مَتَى أَرْسَلْتَ طَرْفَكَ رَائِدًا لِقَلْبِكَ يَوْمًا أَتْعَبَتْكَ الْمَنَاظِرُ
رَأَيْتَ الَّذِي لَا كُلَّهُ أَنْتَ قَادِرٌ عَلَيْهِ وَلَا عَنْ بَعْضِهِ أَنْتَ صَابِرُ

تم جب اپنی نگاہ کو کھلا چھوڑ کر اُسے اپنے دل کا قاصد بناتے ہو تو کسی نہ کسی دن یہ بدنظری تمہیں تھکا ڈالے گی۔

تم اسے دیکھتے ہو جس کے کل پر نہ تمہیں قدرت ہے اور نہ اس کے بعض پر صبر کر سکتے ہو۔

وَبَاعِثُ الطَّرْفِ تَرْتَادُ الشِّفَاءَ لَهُ تَوَقَّهُ إِنَّهُ يَرْتَدُّ بِالْعَطَبِ

بدنظری سے شفا کی جستجو کی جاتی ہے جب کہ یہ اشتیاق خود ہلاکت لاتا ہے۔

وَمَنْ كَانَ يُؤْتَى مِنْ عَدُوٍّ وَحَاسِدٍ فَإِنِّي مِنْ عَيْنِيْ أُتِيتُ وَمِنْ قَلْبِي
هُمَا اِعْتَوَرَانِي نَظْرَةً ثُمَّ فِكْرَةً فَمَا أَبْقَيَا لِي مِنْ رُقَادٍ وَلَا لُبِّ

کوئی دشمن اور حاسد کے ہاتھوں اذیت پاتا ہے، لیکن میں اپنی آنکھوں اور اپنے دل کے ہاتھوں دکھ اٹھا رہا ہوں۔

انہوں نے بارہا نگاہ ڈالی پھر خیالات آنا شروع ہوئے، اور اب ان کے ہاتھوں نہ رات کی نیند باقی رہی اور نہ عقل و ہوش۔

۲ ...... أَنَّ غَضَّ الطَّرْفِ يُورِثُ الْقَلْبَ نُورًا وَإِشْرَاقًا يَظْهَرُ فِي الْعَيْنِ وَفِي الْوَجْهِ وَفِي الْجَوَارِحِ، كَمَا أَنَّ إِطْلَاقَ الْبَصَرِ يُورِثُ ذَلِكَ ظُلْمَةً وَكَآبَةً.

نگاہیں نیچی رکھنے سے دل میں نور اور آنکھوں میں سرور پیدا ہوتا ہے اور چہرے اور اعضاء پر تازگی نظر آتی ہے، جب کہ بدنظری سے چہرہ تاریک ہوتا ہے اور اس کے اثرات ہاتھ پاؤں پر بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔

۳...... أَنَّهُ يُورِثُ صِحَّةَ الْفِرَاسَةِ فَإِنَّهَا مِنَ النُّورِ وَثَمَرَاتِهِ، فَإِذَا اسْتَنَارَ

الْقَلْبُ صِحَّتِ الْفِرَاسَةُ، فَإِنَّهُ يَصِيرُ بِمَنْزِلَةِ الْمِرْآةِ الْمَجْلُوَّةِ تَظْهَرُ فِيهَا الْمَعْلُومَاتُ كَمَا هِيَ، وَالنَّظَرُ بِمَنْزِلَةِ التَّنَفُّسِ فِيهَا، فَإِذَا أَطْلَقَ الْعَبْدُ نَظَرَهُ تَنَفَّسَتِ الصُّعَدَاءَ فِي مِرْآةِ قَلْبِهِ فَطَمَسَتْ نُورَهَا.

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے صحیح فراست پیدا ہوتی ہے، کیونکہ فراست نور کا اثر اور اس کا نتیجہ ہے، اور جب دل میں نور ہوگا تو فراست بھی راست اور درست پیدا ہوگی، اس لئے بھی کہ نگاہیں جھکانے سے دل صیقل کئے ہوئے آئینہ کی طرح صاف وشفاف ہوگا جس کی بابت معلومات درکار ہوں گی فوری طور پر اس کا حصول ممکن ہوگا، اور بدنظری دل کے لئے ایسی ہے جیسے آئینے پر سانس چھوڑی جائے، جب بندہ نگاہوں کو بے روک ٹوک چھوڑ دے گا تو اس کا دل گویا دل کے آئینے پر سانس چھوڑ دے گا، جس سے اس کی صفائی ماند پڑ جائے گی۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

مِرْآةُ قَلْبِكَ لَا تُرِيكَ صَلَاحَهُ　　　وَالنَّفْسُ فِيهَا دَائِمًا تَتَنَفَّسُ

تیرے دل کا آئینہ ٹھیک ٹھیک عکاسی نہیں کر سکے گا اس لئے کہ نفس اپنا عملِ تنفس اس پر جاری رکھتا ہے۔

۴...... أَنَّهُ يَفْتَحُ لَهُ طُرُقَ الْعِلْمِ وَأَبْوَابَهُ، وَيُسَهِّلُ عَلَيْهِ أَسْبَابَهُ وَذَلِكَ سَبَبُ نُورِ الْقَلْبِ، فَإِنَّهُ إِذَا اسْتَنَارَ ظَهَرَتْ فِيهِ حَقَائِقُ الْمَعْلُومَاتِ، وَانْكَشَفَ لَهُ بِسُرْعَةٍ، وَنَفَذَ مِنْ بَعْضِهَا إِلَى بَعْضٍ وَمَنْ أَرْسَلَ بَصَرَهُ تَكَدَّرَ عَلَيْهِ قَلْبُهُ، وَأَظْلَمَ وَانْسَدَّ عَلَيْهِ بَابُ الْعِلْمِ وَأُحْجِمَ.

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ اس سے علم کی راہیں اور اس کے دروازے کھل جاتے ہیں، اسبابِ علم آسانی سے سامنے آتے ہیں اور اس کی وجہ بھی درحقیقت دل کا نور ہوتا ہے۔ جب دل نورانی ہوتا ہے تو معلوم اشیاء کا عکس اس پر

صاف ابھرتا ہے اور بسرعت ان کا انکشاف ہوتا ہے، اوران کا نفوذ بھی بآسانی عمل میں آتا ہے لیکن اگر کوئی نگاہ پر پہرا نہیں بٹھاتا تو اس کا دل مکدر ہوتا ہے، اس پر سیاہی کی تہیں چڑھ جاتی ہیں اوراس طرح علم اور اس کی راہیں سب بند ہوجاتی ہیں۔

۵...... أَنَّـهُ يُورِثُ قُوَّةَ الْقَلْبِ وَثَبَاتَهُ وَشَجَاعَتَهُ، فَيَجْعَلُ اللّٰهُ لَهُ سُلْطَانَ الْبَصِيرَةِ مَعَ سُلْطَانِ الْحُجَّةِ وَفِي أَثَرٍ أَنَّ الَّذِي يُخَالِفُ هَوَاهُ يَفْرَقُ الشَّيْطَانُ مِنْ ظِلِّهِ، وَلِذَا يُوجَدُ فِي الْمُتَّبِعِ لِهَوَاهُ مِنْ ذُلِّ الْقَلْبِ وَضَعْفِهِ وَمَهَانَةِ النَّفْسِ وَحَقَارَتِهَا مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ لِمُؤْثِرٍ هَوَاهُ عَلَى رِضَاهُ.

پانچواں فائدہ یہ ہے کہ اس سے دل میں قوت، ثابت قدمی اور شجاعت پیدا ہوتی ہے، بصیرت میں شکوہ اور حجت میں زور آتا ہے، اور روایت میں ہے: جو شخص نفسانی خواہشات کے خلاف چلتا ہے، شیطان اس کے سائے سے بھی خوف کھاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ نفس کی خواہش پر چلنے والے کے دل میں مسکنت، ذلت، پست ہمتی اور حقارت پیدا ہوتی ہے، اور یہ شخص اس کے مقابلے میں ذلیل وخوار ہوکر رہ جاتا ہے جسے اللہ تعالی نفسانی خواہشات کے بجائے اپنی خوشنودی کے حصول کی توفیق دیتا ہے۔

۶...... أَنَّـهُ يُورِثُ الْقَلْبَ سُرُورًا وَفَرْحَةً أَعْظَمَ مِنَ الْالْتِذَاذِ بِالنَّظَرِ، وَذٰلِكَ لِقَهْرِهِ عَدُوَّهُ وَقَمْعِهِ شَهْوَتَهُ وَنُصْرَتِهِ عَلَى نَفْسِهِ، فَإِنَّهُ لَمَّا كَفَّ لَذَّتَهُ وَحَبَسَ شَهْوَتَهُ لِلّٰهِ تَعَالَى وَفِيهِمَا مَضَرَّةُ نَفْسِهِ الْأَمَّارَةِ بِالسُّوءِ، أَعَاضَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ مَسَرَّةً وَلَذَّةً أَكْمَلَ مِنْهُمَا.

نگاہیں نیچی رکھنے سے دل میں مسرت اور خوشی پیدا ہوتی ہے، اور بدنظری سے حاصل ہونے والی وقتی لذت کے مقابلے میں انشراحِ صدر اور سرمدی خوشی میسر آتی ہے، یہ خوشی درحقیقت اسی بنا پر ملتی ہے کہ وہ اپنے نفس اور

خواہشات کے خلاف چلا ہے، نیز بندہ جب اپنی لذت کو قابو میں کرتا ہے اور محض اللہ کے لئے شہوتوں کو رام کر لیتا ہے (جبکہ شہوت رانی سے نفس امارہ کو سرور ملتا ہے) تو اس کے عوض اللہ تعالی اس سے زیادہ پائیدار خوشی اور راحت سے نوازتا ہے، جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بخدا عفت اور پاک دامنی کی لذت گناہ کی لذت سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ جب نفس خواہشات کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کے بعد وہ فرحت اور سرور حاصل ہوتا ہے جو نفس کے پیچھے چلنے کی خوشی سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

۷...... أَنَّهُ يُخَلِّصُ الْقَلْبَ مِنْ أَسْرِ الشَّهْوَةِ، فَلَا أَسْرَ أَشَدُّ مِنْ أَسْرِ الشَّهْوَةِ وَالْهَوَى.

نظریں جھکائے رہنے سے دل شہوت کے بندھنوں سے رہائی پاتا ہے، اس لئے کہ حقیقی قیدی شہوت اور ہوس کا قیدی ہوتا ہے، جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

طَلِيقٌ بِرَأْيِ الْعَيْنِ وَهُوَ أَسِيرٌ

نظروں کے سامنے بظاہر آزاد لیکن حقیقت میں اسیر۔

۸...... أَنَّهُ يَسُدُّ عَنْهُ بَابًا مِنْ أَبْوَابِ جَهَنَّمَ، فَإِنَّ النَّظَرَ بَابُ الشَّهْوَةِ الْحَامِلَةِ عَلَى مُوَاقَعَةِ الْفِعْلِ، وَتَحْرِيمُ الرَّبِّ تَعَالَى وَشَرْعُهُ حِجَابٌ مَانِعٌ مِنَ الْوُصُولِ، فَمَتَى هَتَكَ الْحِجَابُ تَجَرَّأَ عَلَى الْمَحْظُورِ، وَلَمْ تَقِفْ نَفْسُهُ مِنْهُ عِنْدَ غَايَةٍ، لِأَنَّ النَّفْسَ فِي هَذَا الْبَابِ لَا تَقْنَعُ بِغَايَةٍ تَقِفُ عِنْدَهَا، وَذَلِكَ أَنَّ لَذَّتَهُ فِي الشَّيْءِ الْجَدِيدِ، فَصَاحِبُ الطَّارِفِ لَا يُقْنِعُهُ التَّلِيدُ، وَإِنْ كَانَ أَحْسَنَ مِنْهُ مَنْظَرًا أَوْ أَطْيَبَ مَخْبَرًا. فَغَضُّ الْبَصَرِ يَسُدُّ عَنْهُ هَذَا الْبَابَ، الَّذِي عَجَزَتْ الْمُلُوكُ عَنْ اسْتِيفَاءِ أَغْرَاضِهِمْ فِيهِ.

نیچی نگاہوں سے جہنم کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، کیونکہ بدنظری سے شہوت بھڑک اٹھتی ہے اور گناہ پر آمادگی پیدا ہوتی ہے، اسی لئے اللہ تعالی نے اس کو حرام قرار دیا ہے اور پردے کا حکم فرمایا ہے تا کہ گناہ سے مزاحمت پیدا ہو سکے، لیکن جب بھی پردہ دری ہوگی نفس گناہ سے آلود ہوگا اور پھر یہ سلسلہ اس قدر دراز ہوگا جس کی کوئی حد نہیں ہوگی کیونکہ ہر نئی چیز لذیذ ہوتی ہے، اور جس کو نئی چیز کا چسکہ پڑ جائے اسے پرانی چیز سے خاطر خواہ تسلی نہیں ہوتی ہے، اگر چہ پرانی چیز کتنی ہی دیدہ زیب اور خوش گوار ہو، بہر حال نگاہیں نیچی رہنے سے بہت سے مفاسد کا دفعیہ ہوگا، اور یہ آپ سے دور ہوں گی جنہیں سلاطین اپنی طاقت صرف کرنے کے باوجود دور نہ کرسکے۔

۹ ...... أَنَّـهُ يُقَـوِّى عَـقْلَهُ وَيُثَبِّتُهُ وَيَزِيدُهُ، فَإِرْسَالُ الْبَصَرِ لَا يَحْصُلُ إِلَّا مِنْ قِلَّةٍ فِى الْعَقْلِ، وَطَيْشٍ فِى اللُّبِّ، وَخَوَرٍ فِى الْقَلْبِ، وَعَدَمِ مُلَاحَظَةٍ لِلْعَوَاقِبِ، فَإِنَّ خَاصَّةَ الْعَقْلِ مُلَاحَظَةُ الْعَوَاقِبِ، وَمُرْسِلُ الطَّرْفِ لَوْ عَلِمَ مَا تَجْنِى عَوَاقِبُ طَرْفِهِ عَلَيْهِ لَمَا أَطْلَقَ بَصَرَهُ.

نظریں نیچی رکھنے سے عقل کو تقویت، ثابت قدمی اور اس میں اضافہ ہوتا ہے، کیونکہ کم عقلی کی بدولت بدنظری کی لعنت پیدا ہوتی ہے اور انجام سے غفلت اور طیش کی وجہ سے اس میں اضافہ ہوتا ہے، اور جب عقل آئے گی تو انجام پر خاص طور پر نظر ہوگی، اور بدنظری کرنے والا اگر انجام پر نظر رکھے تو بدنظری سے از خود پرہیز کرے گا۔

شاعر نے کیا خوب کہا:

وَأَعْقَلُ النَّاسِ مَنْ لَمْ يَرْتَكِبْ سَبَبًا   حَتَّى يُفَكِّرَ مَا تَجْنِى عَوَاقِبُهُ

عقل مند ترین انسان وہ ہے جو اس وقت تک کوئی راستہ نہیں اختیار کرتا جب تک کہ اس کے انجام پر غور نہ کرلے۔

۱۰ ...... أَنَّـهُ يُـخَـلِّـصُ الْـقَلْبَ مِنْ سَكْرَةِ الشَّهْوَةِ وَرَقْدَةِ الْغَفْلَةِ، فَإِنَّ إِطْلَاقَ الْبَـصَـرِ يُـوجِـبُ اِسْتِحْكَامَ الْغَفْلَةِ عَنِ اللّٰهِ وَالدَّارِ الْآخِرَةِ، وَيُوقِعُ فِي سَـكْرَةِ الْعِشْقِ، كَمَا قَالَ تَعَالَى فِي عُشَّاقِ الصُّوَرِ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ.

نگاہیں نیچی رکھنے سے دل شہوت کے نشے سے اور خوابِ غفلت سے خلاصی پاتا ہے، کیونکہ بدنظری کی وجہ سے اللہ اور آخرت کے گھر سے سخت غفلت پیدا ہوتی ہے اور عشق کا نشہ سا چڑھ جاتا ہے، چنانچہ سورہ حجر میں اللہ تعالی نے صورت گری کی مستی کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا: لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ''تمہاری جان کی قسم وہ تو اپنی مستی میں جھوم رہے تھے۔''

نگاہ شراب کا مستی بھرا جام ہوتی ہے اور عشق اس نشے کو دُگنا کر دیتا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ عشق کا نشہ شراب کے نشے سے بڑھا ہوا ہوتا ہے، کیونکہ شراب کا نشہ کبھی اتر بھی جاتا ہے لیکن عشق کا نشہ کبھی نہیں اترتا، اور یہ موت کا لشکر ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

سَكْرَانُ هَوًى سُكْرُ مُدَامَةٍ   وَمَتَى أَفَاقَهُ مَنْ بِهِ سُكْرَانُ

عشق کا نشہ ابدی نشہ ہے، جسے یہ نشہ چڑھ جائے وہ بھلا کب افاقہ پاتا ہے۔

ہر انسان میں فطری طور پر شہوت موجود ہے، یہ انسانی طبیعت میں داخل وہ جسمانی فطرت ہے جس پر اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو پیدا کیا ہے تاکہ اعلی مقاصد اور بہترین وارفع اہداف کو پورا کیا جاسکے۔

ہر انسان میں شہوت کیوں پیدا کی گئی اس کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

بے شک اللہ تعالی نے ہمارے اندر شہوات اور لذات اس لئے پیدا کی ہیں تا کہ ہم ان سے اپنی مصلحتیں پوری کرنے میں مدد حاصل کریں، پس اللہ تعالی نے ہمارے اندر کھانے پینے کی لذت اور شہوت پیدا کی، بلا شبہ یہ چیزیں فی نفسہ رحمت ہیں، اور اسی سے اس دنیا میں ہمارے جسم باقی رہتے ہیں، اور ایسے ہی نکاح کی شہوت اور اس سے حاصل ہونے والی لذت کا حال ہے، یہ بذات خود ایک نعمت ہے، اور اسی سے نسل کا بقا ممکن ہے، اگر ان قوتوں سے ان چیزوں پر مدد لی جائے جن کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، تو پھر یہ چیز ہمارے لئے دنیا وآخرت میں بڑی سعادت کا باعث ہے، اور ہم ان لوگوں میں سے ہوں گے جن پر اللہ تعالی نے اپنا مطلق انعام کیا ہے، اگر ہم ان شہوات کو ان چیزوں میں استعمال کریں جن سے ہمیں منع کیا گیا ہے، جیسا کہ ہم وہ خبیث چیزیں کھائیں جن کے کھانے سے ہمیں روکا گیا ہے، یا جیسا کہ ظلم سے مال کمانا، یا مال میں فضول خرچی کرنا، یا ہمارا اپنی بیویوں پر ظلم کرنا، یا اپنے غلاموں (یا لونڈیوں) پر ظلم کرنا، تو ہمارا شمار سرکش ظالموں میں ہوگا جو کہ اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا نہیں کرتے۔ ❶

اس سے ثابت ہوا کہ شہوت بذاتِ خود مذموم نہیں ہے، مگر اس کی برائی اس کے استعمال کے لحاظ سے ہے، اگر اس شہوت کا استعمال نفع دینے والی چیزوں میں ہو یا پھر ان چیزوں میں ہو جو اس کے لئے مباح ٹھہرائی گئی ہیں، تو ایسی شہوت انسان کے لئے خیر ہی خیر ہے، اگر ایسا نہیں تو کوئی خیر نہیں۔

اللہ تبارک وتعالی کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے مکمل ضابطہ حیات بندوں کے لئے نازل کیا، اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں انسانوں کے لئے ایک بہترین اُسوہ حسنہ ہے، آپ نے شہوت کے استعمال کا جائز طریقہ نکاح بتلایا، تا کہ اس کے ذریعے شہوت کی آگ کو ٹھنڈا کیا جا سکے اور اس کے شعلوں کو بجھایا جا سکے، چنانچہ آپ نے نوجوانوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

❶ الاستقامة: فصل يتعلق بالسماع، ص ۳۴۱، ۳۴۲

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ. ❶

اے جوانوں کے گروہ! تم میں جو نکاح کرنے کی طاقت رکھتا ہو اُسے چاہئے کہ وہ نکاح کرلے، کیونکہ نکاح آنکھوں کو بہت زیادہ نیچے رکھنے والا اور زنا سے محفوظ رکھنے والا ہے، اور جو طاقت نہ رکھے تو وہ اپنے اوپر روزے کو لازم کرلے تو بلاشبہ یہ اس کے لئے ڈھال ہے۔

بلاشبہ نکاح کرنا ان طریقوں میں سے ایک ہے جن سے انسان اپنی شہوت کو اس جائز طریقے سے پورا کرسکتا ہے جو اللہ تعالی نے مشروع کیا ہے، اور یہی انبیائے کرام اور مرسلین کی سنت ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي، وَتَزَوَّجُوا، فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ، وَمَنْ كَانَ ذَا طَوْلٍ فَلْيَنْكِحْ، وَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَعَلَيْهِ بِالصِّيَامِ، فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ. ❷

نکاح میری سنت ہے، جو میری سنت پر عمل نہ کرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں، اور نکاح کیا کرو اس لئے کہ تمہاری کثرت پر میں امتوں کے سامنے فخر کروں گا، اور جس میں استطاعت ہو تو وہ نکاح کرلے، اور جس میں استطاعت نہ ہو تو وہ روزے رکھے اس لئے کہ روزہ اس کے لئے ڈھال ہے۔

نکاح سے انسان اپنے دین وایمان کی حفاظت کرسکتا ہے، اور زنا سے وہ نور چھن

---

❶ صحيح مسلم: كتاب النكاح، باب استحباب النكاح، ج٢ ص١٠١٨، رقم الحديث: ١٤٠٠ ❷ سنن ابن ماجه: كتاب النكاح، باب ما جاء في فضل النكاح، ج١ ص٥٩٢، رقم الحديث: ١٨٤٦

جاتا ہے جس نور سے وہ آراستہ ہوتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (متوفی ۶۸ھ) اپنے غلاموں سے فرمایا کرتے تھے:

تَزَوَّجُوْا فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا زَنَا نُزِعَ مِنْهُ نُوْرَ الْإِيْمَانِ. ❶

شادی کرو، بے شک جب انسان زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان کا نور چھین لیا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کا فرمان ہے:

لَا يَتِمُّ نُسُکُ النَّاسِکِ حَتَّى يَتَزَوَّجَ. ❷

عابد کی عبادت اس وقت تک پوری نہیں ہوسکتی جب تک وہ شادی نہ کرلے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ عابد انسان کا دین شادی کئے بغیر پورا نہیں ہوسکتا، کنوارے انسان کا دین ہمیشہ نقص میں رہتا ہے، اس لئے کہ اس کے بارے میں احتمال رہتا ہے کہ وہ کسی حرام کام میں نہ پڑ جائے۔

نکاح کے ذریعے انسان کے آدھے دین کی تکمیل ہو جاتی ہے، اس لئے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ رَزَقَهُ اللّٰهُ امْرَأَةً صَالِحَةً فَقَدْ أَعَانَهُ عَلَى شَطْرِ دِينِهِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي الشَّطْرِ الثَّانِي. ❸

جس انسان کو اللہ تعالی نے نیک عورت دی، تو یقیناً آدھے دین پر اس کی

---

❶تاریخ مدینة دمشق: ترجمة: کریب بن أبي مسلم، ج۵۰ ص۱۲۳ ❷إحياء علوم الدين: کتاب آداب النکاح، ج۲ ص۲۳ ❸المستدرک على الصحيحين: کتاب النکاح، ج۲ ص۱۷۵، رقم الحديث: ۲۶۸۱. قال الحاکم: هذا حديث صحيح الإسناد، ووافقه الذهبي

مدد کردی، اُسے چاہئے کہ باقی آدھے دین کے بارے میں اللہ تعالی سے ڈرتا رہے۔

علامہ عبدالرؤف رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۳۱ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

اس لئے کہ دین کو نقصان پہنچانے والی سب سے بڑی بلا پیٹ کی شہوت اور شرمگاہ کی شہوت ہے، نیک عورت کے ذریعہ انسان کی شرمگاہ عفت پالیتی ہے، یہ آدھا دین ہے، باقی رہ گیا دوسرا حصہ اور وہ پیٹ کی شہوت ہے، اس کے بارے میں تقوی کی وصیت کی ہے تاکہ اس کا دین پورا ہوجائے اور اسے استقامت حاصل ہو، اور عورت کے ساتھ نیک ہونے کی قید لگائی گئی ہے، اس لئے کہ اگر عورت نیک نہ ہو اگرچہ اس سے پاک دامنی تو حاصل ہوسکتی ہے لیکن بسا اوقات ایسے ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی نافرمانی کی وجہ سے اُسے ہلاکت میں مبتلا کردے، اور حرام کاری میں لگادے۔ (۱)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

فَعَلَى الْإِنْسَانِ إِذَا لَمْ يَصْبِرْ فِي هَذِهِ الْأَزْمَانِ أَنْ يَبْحَثَ عَنْ ذَاتِ الدِّينِ لِيَسْلَمَ لَهُ الدِّينُ. (۲)

انسان پر واجب ہوتا ہے کہ جب وہ عمر کے اس حصے میں ہو جب صبر نہیں کرسکتا ہو تو دین دار عورت کو تلاش کرے، تاکہ اس کا دین محفوظ رہے۔

نکاح کرنے سے جس طرح ایک شرعی حکم کی تکمیل اور شہوت کی تسکین ہوتی ہے تو وہیں اگر عفت وعصمت مقصود ہو تو انسان اجر وثواب کا بھی مستحق ہوتا ہے۔

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَيَأتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ قَالَ أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهَا وِزْرٌ

---

(۱) فيض القدير: حرف الميم، ج٦ ص١٣٧، رقم الحديث: ٨٧٠٤

(۲) تفسير القرطبي: سورۂ آل عمران آیت نمبر۱۴ کے تحت، ج۴ ص۲۹

فَكَذٰلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ. ❶

تمہارے ہر ایک کی شرمگاہ میں صدقہ ہے، صحابہ نے عرض کیا اللہ کے رسول! کیا ہم میں کوئی اپنی شہوت پوری کرے تو اس میں بھی اس کے لئے ثواب ہے؟ فرمایا: کیا تم دیکھتے نہیں اگر وہ اسے حرام جگہ استعمال کرتا تو وہ اس کے لئے گناہ کا باعث ہوتا؟ اسی طرح اگر وہ اسے مباح جگہ صرف کرے گا تو اس پر اس کو ثواب حاصل ہوگا۔

شارح مسلم امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وَفِي هَذَا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْمُبَاحَاتِ تَصِيرُ طَاعَاتٍ بِالنِّيَّاتِ الصَّادِقَاتِ فَالْجِمَاعُ يَكُونُ عِبَادَةً إِذَا نَوَى بِهِ قَضَاءَ حَقِّ الزَّوْجَةِ وَمُعَاشَرَتَهَا بِالْمَعْرُوفِ الَّذِي أَمَرَ اللّٰهُ تَعَالَى بِهِ أَوْ طَلَبَ وَلَدٍ صَالِحٍ أَوْ إِعْفَافَ نَفْسِهِ أَوْ إِعْفَافَ الزَّوْجَةِ وَمَنْعَهُمَا جَمِيعًا مِنَ النَّظَرِ إِلَى حَرَامٍ أَوِ الْفِكْرِ فِيهِ أَوِ الْهَمِّ بِهِ أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ مِنَ الْمَقَاصِدِ الصَّالِحَةِ. ❷

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مباحات سچی اور نیک نیتوں کی وجہ سے قرب اور اطاعت کے کام بن جاتی ہیں، بیوی کے ساتھ ہم بستری کرنا بھی اس وقت عبادت بن جاتا ہے جب اس سے نیت بیوی کا حق ادا کرنے کی ہو، ایسے ہی اس کے ساتھ اس سے نیک سلوک کرنا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، یا نیک اولاد کی تلاش، یا اپنے نفس کی پاکدامنی چاہنا، یا اپنی بیوی کو پاک دامن رکھنے کی نیت کرنا، اور ان دونوں یعنی اپنے آپ اور بیوی کو حرام کاری کی نظر سے روکنا، یا ایسی سوچ سے روکنا، ایسے خیالات سے دور رکھنے کے لئے

---

❶ صحیح مسلم: كتاب الزكاة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف، ج۲ ص۶۹۷، رقم الحديث: ۱۰۰۶ ❷ المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج: كتاب الزكاة، باب بيان أن اسم الصدقة...... الخ، ج۷ ص ۹۲

کوشش کرنا یا اس طرح کی دیگر باتیں ان سب کا شمار نیک مقاصد میں ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی زبانی اس انسان کے لئے مدد کا وعدہ کیا ہے جو پاکدامنی اختیار کرنے کے لئے نکاح کرنا چاہتا ہو:

ثَلاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهُمْ: اَلْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَالْمُكَاتَبُ الَّذِي يُرِيدُ الْأَدَاءَ، وَالنَّاكِحُ الَّذِي يُرِيدُ العَفَافَ. ❶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تین آدمیوں کی مدد کرنا اپنے ذمے لیا ہے، ایک مجاہد فی سبیل اللہ، دوسرا مکاتب جو ادائیگی قیمت کا ارادہ رکھتا ہو، اور تیسرا وہ نکاح کرنے والا جو تقوی کی نیت سے نکاح کرے۔

اگر نکاح کرنے کی استطاعت نہ ہو تو تعلیماتِ نبویہ یہ ہیں کہ کثرت سے روزے رکھے جائیں، روزہ ایک ڈھال ہے جو انسان کو خواہشات اور شہوات کے پیچھے چلنے سے روکتا ہے، اور انسان کو حرام کاری کے ارتکاب سے بچاتا ہے، اس لئے کہ کثرتِ طعام شہوت کو تقویت دیتا ہے، اور جب حلال ذریعہ نہ ہو تو انسان حرام کاری میں مبتلا ہو جاتا ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علاج کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ......وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ. ❷

اے نوجوانوں کی جماعت! جو تم میں نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھے تو وہ اپنے اوپر روزے کو لازم کرے، بلاشبہ یہ اس کے لئے ڈھال ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

فَإِنَّهُ كُلَّمَا قَلَّ الْأَكْلُ ضَعُفَتِ الشَّهْوَةُ، وَكُلَّمَا ضَعُفَتِ الشَّهْوَةُ قَلَّتِ

---

❶ سنن الترمذي: أبواب فضائل الجهاد، باب ما جاء في المجاهد والنكاح والمكاتب، ج۴ ص۱۸۴، رقم الحديث: ۱۶۵۵ ❷ صحيح مسلم: كتاب النكاح، باب استحباب النكاح، ج۲ ص۱۰۱۸، رقم الحديث: ۱۴۰۰

الْمَعَاصِیُ.❶

جب بھی کھانا کم ہو جاتا ہے تو شہوت کمزور ہو جاتی ہے، اور جب شہوت کمزور ہوتی ہے تو گناہ کم ہو جاتے ہیں۔

قرآنِ کریم کی اس آیت میں اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى. (النازعات: ۴۰، ۴۱)

ترجمہ: جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو خواہش سے روک لیا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہی ہے۔

جس شخص میں دو باتیں ہوں (۱......خوفِ خدا۔ ۲......خواہشات سے اجتناب) اس شخص کا ٹھکانہ جنت ہے، دنیا میں جو گناہ ہوتے نظر آرہے ہیں، ان دو باتوں کے فقدان کی وجہ سے، اگر خوفِ خدا کسی دل میں پیدا ہو جائے تو انسان گناہوں سے رک جاتا ہے، جیسے بیٹا والد کے سامنے، شاگرد استاذ کے سامنے، مرید شیخ کے سامنے کوئی غلط حرکت نہیں کرتا، اس لئے کہ والد یا استاذ یا شیخ دیکھ رہا ہے، اگر یہی کیفیت پیدا ہو جائے کہ اللہ تعالی مجھے دیکھ رہا ہے اور ہر لمحے خوفِ خدا مستحضر ہو تو انسان معاصی سے خود بخود رک جائے گا۔ اسی طرح اکثر گناہ جو ہوتے نظر آرہے ہیں وہ خواہشات کی وجہ سے، خواہشات کا غلط استعمال انسان کے لئے ہلاکت خیز ہے، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ فَهَوًى مُتَّبَعٌ، وَشُحٌّ مُطَاعٌ، وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ.❷

تین چیزیں ہلاکت خیز ہیں: ۱......خواہشات جن کے پیچھے چلا جائے۔ ۲......اطاعت کیا گیا بخل۔ ۳......انسان کا اپنے آپ کو اچھا لگنا یعنی خود پسندی میں مبتلا ہونا۔

---

❶ تفسیر القرطبی: سورة البقرة آیت نمبر ۱۸۴ کے تحت، ج ۲ ص ۲۷۶

❷ شعب الإیمان: معالجة كل ذنب بالتوبة، ج ۹ ص ۳۹۶، رقم الحديث: ۶۸۶۵

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلی ہلاکت خیز اشیاء میں خواہشات کی اتباع کو بتلایا، عقلمند انسان وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کی تیاری کرتا رہے، اور بے وقوف انسان وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات کے پیچھے لگا لے اور اللہ تعالی پر امیدیں باندھے کہ اللہ تعالی بڑے غفور رحیم ہیں، معاف کر دیں گے:

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنَّى عَلَى اللّٰهِ. ❶

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا جہنم میں اکثر لوگ کس وجہ سے داخل ہوں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منہ اور شرمگاہ کے غلط استعمال کی وجہ سے:

وَسُئِلَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ، فَقَالَ: الفَمُ وَالفَرْجُ. ❷

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ (متوفی ۳۲ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَ الْأَجْوَفَانِ هَمَّهُ، خَسِرَ مِيزَانُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. ❸

جس انسان کی تمام تر فکر ہی اس کا پیٹ اور شرمگاہ ہو، اس انسان کا ترازو قیامت والے دن گھاٹے کا شکار ہوگا۔

خواہش پرست انسان اپنی خواہشات کی وجہ سے پاگل ہو جاتا ہے، اور قیامت کے دن کامیاب لوگوں کے ساتھ نہیں اٹھ سکے گا بلکہ مرگی والے مریض کی طرح غش کھا کر گر جائے گا۔

حضرت ابن عطار رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۳ھ) فرماتے ہیں:

---

❶ سنن الترمذي: أبواب صفة القيامة، باب ما جاء في صفة أواني الحوض، باب منه، ج ٤ ص ٦٣٨، رقم الحديث: ٢٤٥٩ ❷ سنن الترمذي: أبواب البر والصلة، باب ما جاء في حسن الخلق، ج ٤ ص ٣٦٣، رقم الحديث: ٢٠٠٤ ❸ الزهد لابن المبارك: باب في طلب الحلال، ص ٢١٧، رقم الحديث: ٦١٢

مَنْ غَلَبَ هَوَاهُ عَقْلَهُ وَجَزَعُهُ صَبْرَهُ اُفْتُضِحَ. ❶

جس انسان کی خواہشات اس کے عقل پر غالب آجائیں، اور وہ ان کو قابو کرنے سے عاجز آجائے وہ انسان ذلیل ورسوا ہو کر رہتا ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلْهَوَى يُرْدِي وَخَوْفُ اللّٰهِ يَشْفِي وَاعْلَمْ أَنَّ مَا يُزِيلُ عَنْ قَلْبِكَ هَوَاكَ إِذَا خِفْتَ مَنْ تَعْلَمَ أَنَّهُ يَرَاكَ. ❷

خواہشات سب کی سب بے کار ہیں اور اللہ تعالی کے خوف میں شفا ہے اور یہ بات جان لیجئے کہ آپ کے دل سے خواہشات اس وقت زائل ہو جائیں گی جب آپ کو اس ذات کا خوف محسوس ہوگا جو کہ آپ کو دیکھ رہا ہے۔

گمراہی کی بنیاد نفس اور خواہشات کی پیروی ہے، اللہ تعالی گمراہ لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ. (النجم: ۲۳)

یہ لوگ صرف اٹکل کے اور اپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

یہ لوگ صرف اٹکل پچو اور بدگمانی کے پیچھے پڑے رہنے کی وجہ سے اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کی وجہ سے گمراہیوں میں جا گرے۔

خواہش پرستی صرف اسی انسان کو گمراہ نہیں کرتی بلکہ اس کا نقصان دوسرے لوگوں تک پہنچتا ہے، انہیں بھی گمراہ کرتی ہے اور انہیں راہِ حق سے دور ہٹاتی ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ. (الأنعام: ۱۱۹)

---

❶ ذم الهوى: فصل: قد مدح الله عز وجل مخالفة الهوى، ص ۲۷

❷ حلية الأولياء: ترجمة: إبراهيم بن أدهم، ج۸ ص ۱۸

اور بہت سے لوگ کسی علم کی بنیاد پر نہیں، (بلکہ صرف) اپنی خواہشات کی بنیاد پر دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (متوفی ۴۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ اثْنَتَيْنِ طُولَ الْأَمَلِ وَاتِّبَاعَ الْهَوَى فَإِنَّ طُولَ الْأَمَلِ يُنْسِي الْآخِرَةَ وَإِنَّ اتِّبَاعَ الْهَوَى يَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ تَرَحَّلَتْ مُدْبِرَةً وَإِنَّ الْآخِرَةَ مُقْبِلَةٌ وَلِكُلٍّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بَنُونَ فَكُونُوا مِنْ أَبْنَاءِ الْآخِرَةِ فَإِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابَ وَغَدًا حِسَابٌ وَلَا عَمَلَ. ❶

میں تمہارے بارے میں دو چیزوں سے ڈرتا ہوں: ۱......لمبی امیدیں۔ ۲......خواہشات کی پیروی۔ بے شک لمبی امیدوں سے آخرت بھول جاتی ہے، اور خواہشات کی پیروی اتباعِ حق سے روکتی ہے، بے شک دنیا منہ موڑ کر چل پڑی ہے، اور آخرت سامنے سے آرہی ہے، ان میں سے ہر ایک کی اولاد (یعنی حصہ) ہے، پس تم آخرت والے بنو، اس لئے کہ آج کے دن عمل ہے کوئی حساب و کتاب نہیں، اور کل کو حساب دینا ہے پھر کوئی عمل نہیں کیا جا سکے گا۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں: دل کی سلامتی مطلقاً اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک اسے پانچ چیزوں سے محفوظ نہ کر دیا جائے۔

۱......شرک سے، جو توحید کے منافی ہے۔

۲...... بدعت سے، جو سنت کی مخالفت ہے۔

۳......شہوت پرستی سے، جو حکم (شرعی) کے منافی ہے۔

۴......غفلت سے جو بیداری کے مخالف ہے۔

---

❶ مصنف ابن أبي شيبة: كتاب الزهد، كلام علي بن أبي طالب، ج۷ ص ۱۰۰، رقم الحديث: ۳۴۴۹۵

۵......خواہش پرستی سے، جو اخلاص کے منافی ہے۔ (۱)

معتصم نے ایک دن ابو اسحاق موصلی سے کہا تھا:

يَا أَبَا إِسْحَاقٍ إِذَا نُصِرَ الْهَوَى ذَهَبَ الرَّأْيُ. (۲)

اے ابو اسحاق! جب خواہشات غالب آجائیں تو انسان کی عقل ختم ہوجاتی ہے۔

ایک شخص بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا، اس نے ایک خوبصورت عورت کو دیکھا، تو اس کے پہلو میں جا کر کہنے لگا:

أَهْوَى هَوَى الدِّيْنِ وَاللَّذَّاتُ تُعْجِبُنِيْ
فَكَيْفَ لِيْ بِهَوَى اللَّذَّاتِ وَالدِّيْنِ

میں دین کی خواہشات میں مست ہوں، اور لذتیں مجھے بھلی لگتی ہیں، تو میں کیسے لذتوں کی خواہشات اور دین کو ایک ساتھ جمع کر سکتا ہوں۔

اس پر وہ عورت کہنے لگی:

فَقَالَتْ دَعْ أَحَدَهُمَا تَنَلِ الْآخَرَ. (۳)

ان میں سے ایک کو چھوڑ دے دوسرے کو پالے گا۔

خواہش پرستی اور دین کو ایک وقت میں جمع کرنا بظاہر ممکن نہیں۔

حضرت فضیل بن عیاض (متوفی ۱۸۷ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِ الْهَوَى وَاتِّبَاعُ الشَّهَوَاتِ اِنْقَطَعَتْ عَنْهُ مَوَارِدُ التَّوْفِيْقِ. (۴)

---

(۱) روضة المحبين: الباب التاسع والعشرون، ص ۴۷۹

(۲) تاريخ بغداد: ترجمة: محمد بن عبد الرحمن بن فهم، ج۳ ص ۱۱۳

(۳) روضة المحبين ونزهة المشتاقين: الباب التاسع والعشرون، ص ۴۷۹

(۴) روضة المحبين: الباب التاسع والعشرون، ص ۴۷۹

جس انسان پر خواہشات غالب آ گئی ہوں، اور وہ شہوات کے پیچھے پڑا ہو، اس کے لئے توفیق کے راستے بند کر دیئے جاتے ہیں۔

حضرت ابوبکر الوراق رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۸ھ) فرماتے ہیں:

فَإِذَا غَلَبَ الْهَوَى أَظْلَمَ الْقَلْبُ وَإِذَا أَظْلَمَ الْقَلْبُ ضَاقَ الصَّدْرُ وَإِذَا ضَاقَ الصَّدْرُ سَاءَ الْخُلُقُ وَإِذَا سَاءَ الْخُلُقُ أَبْغَضَهُ الْخَلْقُ وَإِذ أَبْغَضَهُ الْخَلْقُ أَبْغَضَهُمْ. ❶

جب خواہشاتِ نفس غالب آ جائیں تو دل سیاہ ہو جاتا ہے، اور جب دل سیاہ ہو جائے تو انسان کا سینہ تنگ ہو جاتا ہے، جب انسان کا دل تنگ ہو جائے تو پھر اس کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں، جب اخلاق خراب ہو جائیں تو لوگ اس سے بغض رکھتے ہیں، جب لوگ اس سے بغض رکھیں تو وہ بھی لوگوں سے بغض رکھتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) فرمایا کرتے تھے:

إِذَا حَارَ وَهَمُكَ فِي مَعْنَيَنِ　　وَأَعْيَاكَ حَيْثُ الْهَوَى وَالصَّوَابِ
فَدَعْ مَا هَوَيْتَ فَإِنَّ الْهَوَى　　يَقُودُ النَّفْسَ إِلَى مَا يُعَابُ ❷

جب تمہارا ذہن دو چیزوں میں سے ایک کے اختیار کرنے میں حیران ہو اور خواہشِ نفس اور صواب تمہیں تھکا دیں (کہ کون سی چیز اختیار کی جائے) تو جس چیز کی تمہیں خواہش ہو رہی ہے اُسے چھوڑ دو، بے شک خواہشاتِ نفس اس چیز کی طرف لے جاتی ہیں جو انسان کے لئے عیب ہوتی ہے۔

ابن المقنع سے پوچھا گیا کہ ''ھوی'' (خواہش پرستی) کیا ہے؟ انہوں نے جواب

---

❶ ذم الهوى: فصل: قد مدح الله عز وجل مخالفة الهوى، ص ۲۹

❷ بهجة المجالس وأنيس المجالس: باب مدح مغالبة الهوى وذم اتباعه، ص ۱۷۱

دیا: ''هَوَانٌ'' رسوائی ہے۔

بس اس کے آخر سے نون ہٹا کر اسے ''هَــوَى'' کر دیا ہے، یہی معنی بیان کرتے ہوئے ایک شاعر کہتا ہے:

نُوْنُ الْهَوَانِ مِنَ الْهَوٰى مَسْرُوْقَةٌ   فَإِذَا هَوِيْتَ فَقَدْ لَقِيْتَ هَوَانًا ❶

''هَــوَى''(خواہش پرستی) کے آخر سے ''هوان''(رسوائی) کا نون چوری کر لیا گیا ہے، جب بھی خواہشات پر چلو گے، رسوائی کو پا لو گے۔

وَآفَةُ الْعَقْلِ الْهَوٰى فَمَنْ عَلَا   عَلٰى هَوَاهُ عَقْلُهُ فَقَدْ نَجَا

اور عقل کی آفت خواہشاتِ نفس ہیں، اور جو کوئی اپنی خواہشات پر غالب آ گیا یقیناً اس کی عقل نجات پا گئی۔

امام احمد بن عبد القوی رحمہ اللہ (متوفی ۶۸۶ھ) فرماتے ہیں:

فَمَنْ هَجَرَ اللَّذَّاتِ نَالَ الْمُنَى   وَمَنْ أَكَبَّ عَلَى اللَّذَّاتِ عَضَّ عَلَى الْيَدِ

وَفِي قَمْعِ أَهْوَاءِ النُّفُوسِ اِعْتِزَازُهَا   وَفِي نَيْلِهَا مَا تَشْتَهِي ذُلٌّ سَرْمَدِ

وَلَا تَشْتَغِلْ إِلَّا بِمَا يُكْسِبُ الْعُلَا   وَلَا تُرْضِ النَّفْسَ النَّفِيسَةَ بِالرَّدِى ❷

جو کوئی لذات کو چھوڑ دے وہ اپنی تمنا کو پالے گا، اور جو کوئی لذات پر گرا پڑا وہ (ندامت سے) اپنی انگلیاں کاٹے گا، نفس کی خواہشات کا سر کچلنے میں نفس کی عزت ہے، اور خواہشات کو پالینے میں ہمیشہ کی ذلت ورسوائی ہے، اپنے نفس کو صرف ان چیزوں میں مشغول رکھیں جن سے بلند مرتبہ مل سکتا ہو، اور اپنے قیمتی نفس کو ردی خواہشات پر راضی نہ کیجئے۔

دو وقتوں میں عموماً انسانی عقل کام نہیں کرتی، ا......شہوت کے وقت۔ ۲...... غصے کے وقت۔ اس لئے ہمہ وقت اللہ تبارک وتعالی سے دُعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالی ہمیں

---

❶ ذم الهوى: ذكر أشعار قيلت في ذم الهوى، ص ۳۳

❷ الآداب الشرعية: فصل في وصايا نافعة وحكم رائعة من الأخبار، ج ۳ ص ۵۸۹

خواہشاتِ نفس سے محفوظ رکھے، اوراس مسنون دُعا کے پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے:

اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَعُوذُ بِکَ مِنْ مُنْکَرَاتِ الْأَخْلَاقِ وَالْأَعْمَالِ وَالْأَھْوَاءِ. ❶

اے اللہ! میں برے اخلاق اور برے اعمال اور بری خواہشات سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

بسا اوقات ناجائز جگہ شہوت رسانی کی وجہ سے انسان ایمان سے بھی محروم ہوجاتا ہے، انسان رات کی تاریکی میں یہ خیال کرتا ہے کہ مجھے اس گھٹاٹوپ اندھیروں میں کون دیکھ رہا ہے، حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ وہی اللہ دیکھ رہا ہے جس نے اندھیروں کو پیدا کیا ہے۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا:

وَإِذَا خَلَوْتَ بِرِیْبَةٍ فِی ظُلْمَةٍ وَالنَّفْسُ دَاعِیَةٌ إِلَی الطُّغْیَانِ
فَاسْتَحْیِ مِنْ نَظَرِ الْإِلٰهِ وَقُلْ لَهَا إِنَّ الَّذِی خَلَقَ الظَّلَامَ یَرَانِیْ

جب اندھیرے میں کسی گناہ کا موقع ملے اور نفس تمہیں گناہ کی دعوت بھی دے رہا ہو، تو اللہ کی نظر سے حیاء کر، اور اپنے نفس سے کہہ دو: بے شک جس نے اندھیرے کو پیدا کیا ہے وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا مَا خَلَوْتَ الدَّهْرَ یَوْمًا فَلَا تَقُلْ خَلَوْتُ وَلٰکِنْ قُلْ عَلَیَّ رَقِیْبُ
وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ یَغْفَلُ سَاعَةً وَلَا أَنَّ مَا یَخْفٰی عَلَیْهِ یَغِیْبُ

جب کبھی زمانے میں تمہیں تنہائی میسر آئے تو یہ ہرگز نہ کہنا کہ میں تنہا ہوں لیکن یہ کہنا کہ مجھ پر ایک نگہبان ہے، اور کبھی بھی یہ ہرگز گمان نہ کرنا کہ اللہ تعالی ایک گھڑی کے لئے بھی غافل ہوگا، اور نہ ہی جو کچھ تم چھپاتے ہو اس کی نظروں سے غائب ہوسکتا ہے۔

---

❶ سنن الترمذي: أبواب الدعوات، باب دعاء أم سلمة، ج۵ ص۵۷۵، رقم الحديث: ۳۵۹۱

راقم افادہ قارئین کے لئے چند واقعات نقل کر رہا ہے جس سے اندازہ ہوگا کہ محض شہوت رانی کی وجہ سے انسان بسا اوقات ایمان جیسی قیمتی متاع سے محروم ہو جاتا ہے اور ابد الآباد کے لئے کفر کی وادیوں میں جا پڑتا ہے۔

۱......مصر میں ایک شخص بڑا عابد وزاہد تھا، ہمیشہ مسجد میں رہا کرتا تھا، اس پر عبادت کا نور اور ذکر کے آثار نمایاں معلوم ہوتے تھے، ایک بار اذان دینے کے لئے حسبِ معمول مسجد کے منارے پر چڑھا، قریب میں ایک عیسائی کا مکان تھا، اس کی نظر اس گھر میں پڑی، اور دیکھا کہ عیسائی شخص کی لڑکی نہایت حسین وجمیل ہے، وہ اس پر فریفتہ ہو گیا اور اذان دینے کے بجائے وہاں سے اتر کر اس کے گھر گیا، اس لڑکی نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو کہا کہ میں تجھے چاہتا ہوں، لڑکی نے کہا:

أنت مسلم وأنا نصرانية وأبي لا يزوجني منك قال لها أتنصر قالت إن فعلت أفعل فتنصر ليتزوجها، وأقام معها في الدار فلما كان في أثناء ذلک اليوم رقي إلى سطح كان في الدار فسقط منه فمات. ❶

تو مسلمان ہے اور میرا باپ کبھی تجھ سے میری شادی نہیں کر سکتا، تو اس نے کہا کہ میں عیسائی ہوتا ہوں، الغرض وہ نصرانی ہو گیا اور شادی ہو گئی، اور اُسی دن کسی کام سے اس عیسائی کی چھت پر چڑھا تو پیر پھسلا اور گر کر اسی حالتِ کفر میں مر گیا۔

الغرض اپنی خواہشات کی تکمیل بھی نہ کر سکا اور ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔

۲......مفسرینِ کرام نے سورۂ حشر کی مندرجہ ذیل آیت کی تفسیر میں ایک واقعہ کا تذکرہ کیا ہے:

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ’’

---

❶ التذكرة للقرطبي: باب ما جاء في سوء الخاتمة وما جاء أن الأعمال بالخواتيم، ص ۱۹۴

مِّنۡکَ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ. (الحشر: ۱۶)

جیسے شیطان کا قصہ ہے کہ انسان سے کہتا ہے کہ کافر ہو جا پھر جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ میں تجھ سے بری ہوں، میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

بنی اسرائیل کا ایک راہب برسہا برس سے اپنی عبادت گاہ میں مشغولِ عبادت تھا اور لوگ دور دور سے اس کے پاس آتے اور اس کی عبادت کا بڑا شہرہ تھا، اور اسی بستی میں تین بھائی رہتے تھے جن کی ایک نہایت حسین وجمیل بہن تھی جو بیمار تھی، ایک باران بھائیوں کو ایک سفر درپیش ہوا تو ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ بہن کو کہاں چھوڑ جائیں؟ ایک بھائی نے مشورہ دیا کہ فلاں راہب کے پاس چھوڑ دیں گے جو بڑا متقی وعبادت گزار آدمی ہے، اس سے زیادہ قابلِ اعتماد یہاں کوئی نہیں، لہذا اس کے پاس چھوڑ دیں گے اور کہنے لگے کہ اگر یہ ہماری بہن مرجائے تو اس کی تجہیز وتکفین کا یہ راہب انتظام کر دے گا اور اگر زندہ رہی تو اس کی حفاظت کرے گا۔ چناں چہ سب مل کر راہب کے پاس پہنچے اور اس سے گزارش کی یہ ہماری بہن بیمار ہے، اور ہمیں ایک سفر درپیش ہے لہذا ہم اس کو آپ کے حوالے کرنا چاہتے ہیں، اگر خدانخواستہ یہ مرجائے تو تجہیز وتدفین کا انتظام کر دیں اور اگر زندہ رہی تو اس کی حفاظت فرمائیں، ہم لوگ واپس آ کر لے جائیں گے۔

راہب نے کہا کہ ٹھیک ہے، اور یہ لوگ رخصت ہو گئے اور راہب نے اس لڑکی کا علاج معالجہ کیا تو وہ ٹھیک ہو گئی اور اس کا حسن دوبالا ہو گیا، اور راہب کو شیطان نے بہکانا شروع کر دیا کہ اس کے ساتھ زنا کرے، مگر راہب بچتا رہا مگر شیطان اس کو مزین کر کے سامنے لاتا رہتا تھا، یہاں تک کہ وہ راہب ایک بار زنا کے فعلِ شنیع میں مبتلا ہو گیا اور وہ لڑکی حاملہ ہو گئی، اب شیطان نے اُسے شرم دلائی کہ تو نے کیا حرکت کی یہ نہیں ہونا چاہئے تھا، اگر یہ راز دوسروں کو اور اس کے بھائیوں کو معلوم ہو گیا تو تیری کس قدر رسوائی ہو گی؟ پھر شیطان نے راہب کو اس رسوائی سے بچنے کا یہ علاج بتلایا کہ اس لڑکی کو قتل کر دے تا کہ کسی کو معلوم ہی

نہ ہوسکے اور اس کے بھائی آئیں تو کہہ دینا کہ وہ بیمار تھی اور فوت ہوگئی۔

چناں چہ اس راہب سے اس لڑکی کو قتل کر دیا اور ایک درخت کے نیچے دفن کر دیا، جب اس کے بھائی سفر سے واپس ہوئے تو راہب کے پاس اپنی بہن کو لینے آئے، اس نے کہا انتقال کر گئی اور میں نے اس کو قبرستان میں دفن کر دیا ہے، بھائیوں نے سمجھا کہ صحیح ہوگا چلے آئے۔ ادھر شیطان نے ان بھائیوں کے خواب میں آکر کہا کہ تمہاری بہن مری نہیں بلکہ اس راہب نے اس کے ساتھ زنا کرنے کے بعد اس کو قتل کر دیا ہے اور تم کو یقین نہیں تو فلاں درخت کے پاس کھدائی کرو تو تم کو تمہاری بہن کی لاش مل جائے گی دیکھ لینا۔

سب بھائیوں کو خواب میں جب اسی طرح نظر آیا تو انہوں نے اس خواب کو سچ سمجھ کر درخت کے پاس کھدائی کی اور واقعی وہاں سے ان کی بہن کی مقتول لاش برآمد ہوئی۔ جب شیطان نے اس طرح بھائیوں کو اس واقعہ سے باخبر کیا اور وہ اس پر مطلع ہوئے تو ان کو غصہ آیا اور راہب کو مارنے آئے، اور شیطان نے ادھر جب راہب کو ان کے سامنے رسوا کر دیا اور اس کو قتل کرنے آئے تو اب راہب سے کہنے لگا کہ دیکھ اب میں ہی تجھے بچا سکتا ہوں، میری ایک بات مان لے تو میں اب تیری مدد کروں گا، راہب نے کہا کہ اچھا، میں تیری بات مانوں گا، شیطان نے کہا کہ مجھے ایک سجدہ کرو میں تجھے بچا لوں گا، اس نے سجدہ کیا تو شیطان کہنے لگا کہ میں تجھ سے بری ہوں اور مجھے اللہ رب العالمین کا خوف ہے، ادھر راہب کو قتل کر دیا گیا، چنانچہ ایمان اور جان دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ ❶

٣......ایک شخص عورت کی محبت میں گرفتار ہوگیا اور اس کی محبت میں گھلنے لگا، یہاں تک کہ بیمار ہوگیا اور بستر کا ہوگیا اور اس کی معشوقہ یہ حالت دیکھ کر اس سے نفرت کرنے لگی اور اس کے پاس آنے سے رک گئی، اس پر اس عاشق نے درمیان میں کسی کو واسطہ بنایا کہ وہ کسی طرح اس کو لائے، ایک بار اس معشوقہ نے وعدہ کر لیا کہ وہ فلاں دن آئے گی، مگر عین وقت پر اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ اس سے تو میری بدنامی ہوگی، میں ایسی جگہ نہیں آؤں

❶ تفسیر الطبري: سورۂ حشر آیت نمبر ١٦ کے تحت، ج ٢٣ ص ٢٩٦

گی، جب لوگوں نے اُسے جا کر بتایا کہ تیری معشوقہ نے آنے سے انکار کر دیا اور وہ واپس ہوگئی تو اس پر موت کی علامات ظاہر ہونے لگیں اور وہ اپنی معشوقہ کو خطاب کرتے ہوئے یہ شعر پڑھنے لگا:

يَا سَلْمُ يَا رَاحَةَ الْعَلِيْلِ   وَيَا شِفَا الْمُدْنِفِ النَّحِيْلِ
رِضَاكِ أَشْهَى إِلَى فُؤَادِيْ   مِنْ رَحْمَةِ الْخَالِقِ الْجَلِيْلِ ❶

اے سلامتی! اے بیمار کی راحت! اور کمزور عشق کے بیمار کی شفا! تیری خوشنودی میرے نزدیک اللہ خالقِ جلیل کی رحمت سے زیادہ لذیذ ہے۔

بس یہ کہنا تھا کہ روح قبض ہوئی اور اسی کفر کی حالت میں مر گیا اور ایک مردار کی محبت میں خدا سے بھی دور ہو گیا۔

دیکھئے! ایک فانی انسان کی محبت کا کیا اثر ہوا کہ خدا کی محبت پر اس کو ترجیح دینے لگا، اور اس کی محبت کو خدا کی رحمت سے بھی زیادہ لذیذ و پسندیدہ خیال کرنے لگا اور اسی حالت میں موت واقع ہوگئی۔

۴......ایک شخص اپنے گھر کی پچھلی جانب کھڑا تھا کہ ایک لڑکی کا وہاں سے گزر ہوا، اس لڑکی نے اس سے پوچھا کہ حمام منجاب کہاں ہے؟ اس شخص نے اپنے ہی گھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ حمام منجاب یہی ہے، وہ لڑکی اس کے گھر میں داخل ہوئی تو یہ شخص بھی اس کے پیچھے داخل ہوا، وہ سمجھ گئی کہ اس نے مجھے دھوکہ دیا ہے، لہذا اس نے اس پر خوشی ومسرت کا مظاہرہ کیا اور کہا کہ میں ابھی سامان لے کر آتا ہوں، یہ کہہ کر وہ بازار چلا گیا، اور اس لڑکی کو گھر میں بغیر دروازہ بند کئے چلا گیا، جب واپس ہوا تو دیکھا کہ وہ گھر سے جا چکی ہے، اس پر وہ اس کی محبت میں بے قرار ہو گیا اور راستوں اور گلیوں میں اس کو تلاش کرنے لگا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ:

يَا رُبَّ قَائِلَةٍ يَوْمًا وَقَدْ تَعِبَتْ   كَيْفَ الطَّرِيْقُ إِلَى حَمَّامِ مِنْجَابٍ

---

❶ التذكرة للقرطبي: باب ما جاء في سوء الخاتمة، ص ١٩٥

اے ایک دن تھکے حال میں یہ کہنے والی کہ حمام منجاب کا راستہ کدھر ہے۔

ایک بار وہ اسی طرح کہتا جارہا تھا کہ ایک باندی نے اپنے گھر کے اندر سے اس کا جواب دیا کہ:

هَلَّا جَعَلْتَ سَرِيْعًا إِذْ ظَفَرْتَ بِهَا   حِرْزًا عَلَى الدَّارِ أَوْ قُفْلًا عَلَى الْبَابِ

تو نے جب اس کو پایا تھا تو جلدی سے کیوں گھر پر کوئی آڑ یا دروازے پر کیوں تالا نہیں لگایا؟

یہ سن کر اس کا غم اور بڑھ گیا اور وہ اسی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا، اور اس عورت کی محبت میں اس کا نام لیتے لیتے مر گیا۔ ❶

جب حیاء و پاک دامنی، عفت وعصمت اور خوفِ آخرت موجزن ہو تو دواعی زنا کے ہوتے ہوئے بھی انسان گناہوں سے بچ جاتا ہے، اس کی مثال اس واقعہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

کچھ شریر لوگوں نے ایک نہایت حسین وجمیل عورت سے مطالبہ کیا کہ وہ حضرت ربیع بن خیثم رحمہ اللہ کے سامنے جائے تا کہ وہ انہیں فتنے میں ڈالے، اور اس سے کہنے لگے کہ اگر اس نے ایسا کر لیا تو اسے ایک ہزار درہم انعام دیا جائے گا۔

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ انسانوں میں بھی ایسے شیاطین ہیں جو صلحاء اور دین داروں کو بدنام کرنے کے لئے اپنا مال پانی کی طرح بہاتے ہیں، تا کہ وہ اس کے ذریعے اپنے مذموم مقاصد کو حاصل کریں، اور اس داعی اسلام کے خلاف لوگوں کے دلوں میں نفرت کا بیج بوئیں۔

تو اس عورت نے جس قدر اس سے ہوسکتا تھا بہترین اور خوبصورت لباس پہنا اور خوب زیبائش اختیار کی، اور بے پردہ ہو کر اس وقت ان کی راہ میں آئی جب وہ نماز پڑھنے

❶ التذكرة للقرطبي: باب ما جاء أن الميت يحضر الشيطان عند موته وجلساؤه في الدنيا وما يخاف عليه من سوء الخاتمة، ص ١٨٩

کے بعد مسجد سے نکل رہے تھے، آپ کی نگاہ اچانک اس پر پڑی تو آپ نے اس کو مخاطب کر کے کہا:

كيف بك لو قد نزلت الحمى بجسمك فغيرت ما أرى من لونك وبهجتك.

وہ وقت کیسا ہوگا جب تمہارا جسم بخار میں مبتلا ہو جائے اور تیری رنگت اور چمک جو میں دیکھ رہا ہوں اس کو بدل دے؟

كيف بك لو قد نزل بك ملك الموت فقطع منك حبل الوتين أم كيف بك لو قد ساء لك منكر ونكير فصرخت صرخة فسقطت مغشياً عليها.

پھر وہ وقت کیسا ہوگا جب ملک الموت تیرے پاس آئے گا، اور تیری شہ رگِ حیات کو کاٹ کر رکھ دے گا؟ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب منکر ونکیر تجھ سے سوال کریں گے؟ اس عورت نے ایک چیخ ماری اور غش کھا کر گر گئی۔

وبلغت من عبادة ربها أنها كانت يوم ماتت كأنها جذع محترق. ❶

پھر اپنے رب کی عبادت میں اس عورت کی یہ حالت ہوگئی کہ جس دن اس کی موت واقع ہوئی تو وہ گویا کہ کوئی جلا ہوا تنا تھی (یعنی بقیہ ساری زندگی عبادت وریاضت میں گزر گئی)۔

جب انسان شہوت پر قابو پائے اور پاک دامنی کی زندگی گزارے اور صرف حلال ذرائع کو اپنائے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالی نے کامیاب مسلمان مردوں اور عورتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی ایک یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ اپنی شرم

---

❶ صفة الصلاة: ذكر المصطفيات من العابدات الكوفيات مجهولات النساء، ج۲ ص ۱۱۲

گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں:

وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاۗءَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ. (المؤمنون: ۵، ٦، ۷)

ترجمہ: اور جو اپنی شرمگاہوں کی (اور سب سے) حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور ان کنیزوں کے جو ان کی ملکیت میں آچکی ہیں، کیونکہ ایسے لوگ قابلِ ملامت نہیں ہیں، ہاں جو اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہیں تو ایسے لوگ حد سے گزرے ہوئے ہیں۔

حلال ذرائع قرآن کی روشنی میں دو ہیں، ا...... بیوی۔ ۲...... مملوکہ کنیز۔ اس سے مراد وہ کنیزیں ہیں جو شرعی احکام کے مطابق کسی کی ملکیت میں آئی ہوں، لیکن آج کل ایسی کنیزوں کا کوئی وجود نہیں رہا۔

جو شخص دنیا میں دو اعضاء کا استعمال صحیح کرے تو لسانِ نبوت سے اس کے لئے جنت کی ضمانت ہے، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھے دو چیزوں کی ضمانت دے میں اُسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں، ا...... زبان۔ ۲...... شرمگاہ:

مَنْ يَّضْمَنُ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنُ لَهُ الْجَنَّةَ. ❶

جب انسان اپنی شہوت پر قابو پالے تو شیطان اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتا، اور وہ شیاطین، وساوس اور خیالات سے محفوظ رہتا ہے۔

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۱ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ غَلَبَ شَهْوَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَذَلِكَ الَّذِي يَفْرَقُ الشَّيْطَانُ مِنْ ظِلِّهِ. ❷

---

❶ صحيح البخاري: كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، ج۸ ص ۱۰۰، رقم الحديث: ٦٤٧٤ ❷ حلية الأولياء: ترجمة: مالك بن دينار، ج۲ ص ۳٦۵

جو انسان دنیا کی زندگی میں شہوتوں پر غالب آجائے، یہی وہ شخص ہے کہ
جس کے سائے سے بھی شیطان گھبراتا ہے۔

رُبَّ مَسْتُوْرٍ سَبَتْهُ صَبْوَةً فَتَعَرَّى سِتْرَهُ فَانْتَهَكَا
صَاحِبُ الشَّهْوَةِ عَبْدٌ فَإِذَا غَلَبَ الشَّهْوَةَ صَارَ الْمَلِكَا ❶

کتنے ہی مستور الحال ایسے ہیں کہ شہوت انہیں کوستی ہے، پس اس کا پردہ اُٹھ جاتا ہے تو حقیقت ظاہر ہوجاتی ہے۔ شہوت والا انسان شہوت کا غلام ہوتا ہے، مگر جب وہ شہوت پر غلبہ پالے تو وہ اس کا مالک اور آقا بن جاتا ہے۔

عورتوں کی خواہش دنیا کی شہوات میں سے سب سے بڑی شہوت ہے، اسی لئے اللہ تعالی نے اسے دوسری شہوات پر مقدم کیا ہے، اس لئے کہ اس کا فتنہ بہت بڑا ہے، اور اس فتنہ کے اثرات فرد اور معاشرے کے لئے خطرناک ہوتے ہیں، اللہ تعالی فرماتے ہیں:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ. (آل عمران: ۱۴)

لوگوں کے لئے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے، جو عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں، یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ. ❷

---

❶ذم الهوى: ذكر أشعار قيلت في ذم الهوى، ص ۳۴ ❷صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب ما يتقى من شؤم المرأة، ج۷ ص۸، رقم الحديث: ۵۰۹۶

میرے بعد مردوں پر کوئی فتنہ عورتوں سے زیادہ ضرر رساں نہیں ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ، فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ. ❶

دنیا سے بچو اور عورتوں (کے فتنے میں مبتلا ہونے) سے بھی بچو، کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں میں تھا۔

بلا شبہ یہ دور جس میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں، یہ شہوات کا دور ہے، بے پردگی وبے حجابی کا زمانہ ہے، آزادی اور تصویر سازی اور بناؤ سنگار، زیب وزینت اور فیشن کا دور ہے۔

اس دور میں نئے نئے فیشن ایجاد کرنے کے لئے باقاعدہ سروے کئے جاتے ہیں، اور خوب غور کیا جاتا ہے کہ کیسے اس طرح کا لباس تیار کیا جائے جو زیادہ سے زیادہ جذبات کو بھڑکانے والا ہو، اس کام کے لئے کئی چالاک اور عیار لوگوں نے اپنے آپ کو فارغ کر رکھا ہے تاکہ وہ کسی نہ کسی طرح لوگوں کو شہوات کے اس طوفان میں مبتلا کر سکیں۔

اور یہ بات بھی سننے میں آئی کہ بعض لوگ جب عورتوں کو ایسے لباس میں دیکھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں: اگر یہ عورت برہنہ ہوتی تو اس حسن وجمال کا اظہار نہ کر پاتی، اس لئے کہ لباس نے اس کی اصل حالت سے اسے زیادہ خوبصورت شکل میں ظاہر کیا ہے۔

جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے فحاشی وعریانیت کو فروغ دیا جا رہا ہے، اور آئے دن انٹرنیٹ، کیبل کے ذریعے خوبصورت دوشیزاؤں کو استعمال کر کے حیاء سوز لباس کی تشہیر کی جارہی ہے۔

بے پردگی اور اختلاط کا پروپیگنڈا کرنے والے یورپ سے متاثر ان افراد کی وجہ

---

❶ صحيح مسلم: كتاب الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء، ج٤ ص٢٠٩٨، رقم الحديث: ٢٧٤٢

سے موجودہ زمانے میں فسق وفجور کا سیلاب اُمنڈ پڑا ہے، خصوصاً بڑے شہروں اور ملکوں میں اس وبا نے ہمہ گیر صورت اختیار کر لی ہے، جہاں حکومت لوگوں کو شتر بے مہار سمجھتی ہے، ان مسائل کو شخصی مسائل قرار دیتی ہے اور یہ خیال کرتی ہے کہ دوسرا کوئی ان میں مداخلت نہیں کر سکتا، لیکن کیا کوئی ہماری طرف سے ان حکام سے یہ پوچھ سکتا ہے کہ جس طرح تم نے فسق وفجور اور شراب وکباب کے لئے لوگوں کو چھوٹ دے رکھی ہے کیا تم انہیں آزادی رائے اور سیاست اور ملکی امور میں تنقید کی چھوٹ دے سکتے ہو؟

اس وقت حالت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی لیڈر یا حاکم پر حق پر مبنی تنقید کرتا ہے تو اسے سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا جاتا ہے یا پھانسی پر لٹکا دیا جاتا ہے، تم نے آزادی کے نام پر چھوٹ صرف اس بات کی دی ہے کہ دین کو کھلونا بنایا جائے، اللہ اور اس کے رسول پر تنقید کی جائے اور احکامِ الٰہی کا مذاق اڑایا جائے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

يُسَاقُ السِّجْنُ سَبَّ الزَّعِيمَ وَإِنْ سَبَّ الْإِلٰهَ فَإِنَّ النَّاسَ أَحْرَارٌ

لیڈر کو گالی دینے والا جیل بھیج دیا جاتا ہے اور خدا کو کوئی گالی دے (تو کوئی پرواہ نہیں) اس لئے کہ لوگ آزاد ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے حیائی اور بے پردگی پر سخت وعید بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا، قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ، رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا. (1)

دوزخیوں کی دو صنفیں ایسی ہیں جن کو اب تک میں نے نہیں دیکھا ہے

(1) صحیح مسلم: كتاب اللباس والزينة، باب النساء الكاسيات العاريات المائلات، ج ٣ ص ١٦٨٠، رقم الحديث: ٢١٢٨

(آئندہ آئیں گی) ایک تو وہ قوم ہوگی جس کے پاس گائے کے دموں کی طرح کوڑے ہوں گے اور لوگوں کو ان کوڑوں سے ماریں گے، دوسری صنف ان عورتوں کی ہوگی جو لباس پہنے ہوں گی مگر برہنہ معلوم ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے، یہ عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی بلکہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائیں گی، اگرچہ جنت کی خوشبو اتنی دور کی مسافت سے آتی ہوگی۔

مخلوط اور بے حیائی کے ماحول میں سانس لینے والا سماج بے شمار مہلک خطرات کی زد میں ہوتا ہے، اور یہ وہ خطرات ہوتے ہیں جو اسے ہلاکت اور تباہی کی دعوت دیتے ہیں، ازدواجی روابط کے ٹوٹنے کا اعلان کرتے ہیں، اور شادی بیاہ کے بجائے زنا کاری عام ہونے کی پیشین گوئی کرتے ہیں، اس لئے کہ زنا کار عورتوں کا یہ ذہن بنا ہوتا ہے کہ حمل سے ان کے جسم کی خوبصورتی کو دیمک لگ جائے گا، بچہ پیدا ہونے سے طرح طرح کے خطرات اور پریشانیوں کا دروازہ کھل جائے گا، اس لئے بہرصورت اس کے لئے امتناعِ حمل کی تدبیر ناگریز ہوگی۔

نیز اسی تصور کی بنا پر میاں بیوی میں اولاد کا رجحان روز بروز گھٹتا جا رہا ہے، کیونکہ ان کی نظر میں یہ ایک مصیبت اور پریشانی ہے اور اس کی وجہ سے باپ نفقہ اور اخراجات کے درمیان جکڑ جاتا ہے اور ماں بھی نت نئی سماجی ذمہ داریوں کے درمیان خود کو محصور پاتی ہے۔

اس وقت ہماری اس سوسائٹی میں زنا کے واقعات بڑھتے جا رہے ہیں، اور آئے دن حیاء سوز واقعات سامنے آ رہے ہیں۔ جس معاشرے میں زنا اور سود عام ہو جائے تو وہ ہلاکت کے دہانے پر ہوتا ہے، کسی بھی وقت عذابِ الٰہی کی لپیٹ میں آ سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (متوفی ۳۲ھ) فرماتے ہیں:

مَا ظَهَرَ الرِّبَا وَالزِّنَى فِي قَرْيَةٍ إِلَّا أَذِنَ اللّٰهُ بِإِهْلَاكِهَا. (1)

---

(1) الجواب الكافي: فصل: الخطوة، ص ١٦٣

جب کسی بستی میں سود اور زنا پھیل جاتا ہے تو اللہ تعالی اس بستی کی ہلاکت کی اجازت مرحمت فرمادیتے ہیں۔

صحابی رسول کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ زنا کاری آبادی کی ویرانی کا موجب بنتی ہے، اور پوری بستیاں اس گناہ کی وجہ سے عذابِ الٰہی کی لپیٹ میں آجاتی ہیں اور اللہ تعالی کے غضب کی مستحق ٹھہرتی ہیں۔آج کا مسلمان اپنے دائیں بائیں نظریں دوڑائے، اپنے ملک میں موجود مختلف آبادیوں اور علاقوں کے بارے میں پڑھے تو بکثرت آپ کو ایسے واقعات ملیں گے کہ پوری پوری بستیاں زلزلوں، سیلاب اور مختلف طریقوں سے ملیا میٹ ہوگئیں، اور پھر جب بھی منظر عام پر اس بستی کی تفصیل آئی جو ایسے کسی بھی عذاب سے دوچار ہوئی تو اس کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ ان علاقوں میں ٹی وی، ڈش، کیبل، وی سی آر اور فحاشی وعریانی کے دیگر ذرائع بکثرت موجود تھے اور بستی کے مکین ان سب غیر شرعی اشیاء کے رسیا تھے۔

اہلِ مغرب مسلمانوں کے اندر ایسی آزاد خیالی پیدا کرنا چاہتے ہیں تاکہ مسلمانوں کا ہر گھرانہ بے حیائی اور عریانی کی لپیٹ میں آجائے، اور ان کا خوبصورت اور پرسکون خاندانی نظام جو احسن طریقے سے چل رہا ہے مکمل طور پر تباہ ہوجائے، اور مسلم معاشرے کا امن وسکون غارت ہوجائے۔مغربی تہذیب نے "آزادی" کا جو یہ نعرہ عام کیا ہے کہ ہر مرد وعورت کو آزادی ہے کہ وہ اپنی زندگی اپنی خواہش کے مطابق گزاریں اور کوئی اس سے پوچھنے کا حق نہیں رکھتا، بس آزادی کا یہ غلط مفہوم ہی انسان کو تباہی کی طرف لے کر جارہا ہے اور یہی آزاد خیالی زنا کی بنیاد ہے۔

آج یورپ کا معاشرہ اس سنگین گناہ کی کثرت کے باعث ایسی عجیب وغریب بیماریوں کی لپیٹ میں ہے جن کا علاج ہی ممکن نہیں، اور ماہر سے ماہر طبیب حضرات بھی پریشان ہیں اور ان عجیب وغریب بیماریوں کا علاج کرنے میں ناکام ہوچکے ہیں، اور اسلام کی حقانیت واضح طور پر سامنے آگئی ہے کیونکہ اسلام نے چودہ سو سال پہلے آگاہ کردیا تھا کہ

جس معاشرے میں زنا عام ہو جائے وہاں وبائیں عام ہو جاتی ہیں، اور آپ دیکھ لیں کہ ہر تیسرے دن یورپ میں نئی سے نئی بیماری کے متعلق آیا ہوتا ہے کہ وہ دریافت ہوگئی ہے، اس وقت کثرتِ زنا کی وجہ سے یورپ میں اور ایسے دیگر ایشیائی ممالک میں جہاں زنا عام ہے اور اسے معیوب نہیں سمجھا جاتا وہاں پر طرح طرح کی بیماریاں جنم لے چکی ہیں اور کئی لوگ ان بیماریوں کی لپیٹ میں آ کر دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ اہلِ یورپ کی تحقیق اور دیگر مسلمان اطباء کی تحقیق کے مطابق زنا نے جس خطرناک ترین بیماری کو جنم دیا ہے وہ ایڈز کہلاتی ہے، اور اس بیماری کی شدت نے اہلِ یورپ کو ہلا کر رکھ دیا ہے، کیونکہ تحقیق کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ ایڈز اس مرد عورت میں پیدا ہوتا ہے جو زانی ہو، کیونکہ ایک شخص کے جراثیم دوسرے شخص کے جراثیم کے ساتھ جب اکھٹے ہوں مثلا ایک ہی زانیہ عورت سے جب مختلف مرد زنا کریں تو یہ بیماری پیدا ہو جاتی ہے جو عورت اور مرد دونوں کو اپنی لپیٹ میں لیتی ہے، اور پھر اس بیماری کا علاج نہ ہونے کی وجہ سے انسان موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔ اب آپ کے سامنے ایڈز کے متعلق چند معلومات تحریر کروں گا جو چند سال قبل کی ہیں تاکہ آپ کو بھی اندازہ ہو سکے کہ زنا آخرت کے ساتھ ساتھ انسانیت کے لئے دنیا میں بھی کتنا نقصان دہ عمل ہے، اور اس کے ذریعے سے پھیلنے والی خطرناک بیماریاں انسانیت کے لئے کتنی نقصان دہ ہیں۔

آج سے چند برس قبل اقوامِ متحدہ نے ایڈز سے بڑھتی ہوئی تباہیوں کے بارے میں ایک رپورٹ تیار کی تھی جسے پڑھ کر آپ اندازہ لگالیں کہ اہلِ یورپ ہمیں کس نقصان کی طرف لے جا رہے ہیں۔

اقوامِ متحدہ کی رپورٹ کے مطابق چند سال قبل تک شمالی امریکہ میں ایڈز، ایچ، آئی، وی (H.I.V) سے متاثرہ افراد کی تعداد سات لاکھ پچاس ہزار (۷،۵۰،۰۰۰) تھی۔ مغربی یورپ میں ایڈز کے مریضوں کی تعداد پانچ لاکھ دس ہزار (۵،۱۰،۰۰۰) تھی۔ وسطی اور مشرقی یورپ، وسطی ایشیا میں پچاس ہزار (۵۰،۰۰۰) تھی۔ کریبین ممالک میں ایڈز سے

متاثرہ افراد کی تعداد دولاکھ ستر ہزار (۲/۷۰/۰۰۰) تھی۔شمالی افریقہ اور مشرق وسطی میں ایڈز کے مریضوں کی تعداد دو لاکھ (۲/۰۰/۰۰۰) تھی۔جنوبی مشرق ایشیا میں ایڈز کے مریضوں کی تعداد باون لاکھ (۵۲/۰۰/۰۰۰) تھی۔لاطینی امریکہ میں ایڈز کے مریضوں کی تعداد تیرہ لاکھ (۱۳/۰۰/۰۰۰) تھی۔ افریقہ میں ایڈز کے مریضوں کی تعداد ایک کروڑ چالیس لاکھ (۱/۴۰/۰۰/۰۰۰) تھی۔ جبکہ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں ایڈز کے مریضوں کی تعداد چند سال قبل تک تیرہ ہزار (۱۳/۰۰۰) تھی۔

یورپی ممالک میں ایڈز سے مرنے والے افراد کی تعداد

چند سال قبل تک ایڈز سے شمالی امریکہ میں اکسٹھ ہزار تین سو (۶۱/۳۰۰) افراد موت کا شکار ہوئے،مغربی یورپ میں اکیس ہزار (۲۱/۰۰۰) افراد موت کا شکار ہوئے۔ وسطی اور مشرقی یورپ، وسطی ایشیا میں ایک ہزار (۱۰۰۰) افراد ایڈز کے باعث موت کا شکار ہوئے۔کریبین ممالک میں ایڈز سے مرنے والوں کی تعداد چودہ ہزار پانچ سو (۱۴/۵۰۰) تھی۔شمالی افریقہ اور مشرق وسطی میں دس ہزار آٹھ سو (۱۰/۸۰۰) افراد ایڈز سے ہلاک ہوئے۔جنوب مشرقی ایشیا میں ایڈز سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد ایک لاکھ تینتالیس ہزار سات سو (۱/۴۳/۷۰۰) تھی۔لاطینی امریکہ میں ایڈز سے مرنے والوں کی تعداد ستر ہزار نو سو (۷۰/۹۰۰) تھی۔افریقہ میں ایڈز سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد سات لاکھ تراسی ہزار سات سو (۷/۸۳/۷۰۰) تھی۔اور آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں ایڈز کی وجہ سے ایک ہزار بالغ افراد موت کا شکار ہوئے۔اقوامِ متحدہ کی اس رپورٹ میں ایچ۔آئی۔وی (H.I.V) ایڈز کی دنیا بھر میں مجموعی صورتحال کا جائزہ لیتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ دنیا بھر میں ۶ء۲۲ ملین افراد اس صورتحال کے ساتھ زندہ ہیں جن میں ۶ء۱۲ ملین مرد، ۲ء۸ عورتیں اور آٹھ لاکھ تیس ہزار (۸/۳۰/۰۰۰) بچے شامل ہیں، چند سال قبل چھپنے والی رپورٹ کے مطابق ایڈز سے چھ لاکھ پچاس ہزار (۶/۵۰/۰۰۰) مرد، چار لاکھ ستر ہزار (۴/۷۰/۰۰۰)

عورتیں اور تین لاکھ پچاس ہزار (۳٫۵۰٫۰۰۰) بچے ہلاک ہوئے۔

اس رپورٹ کا انسان اندازہ لگائے کہ زنا کی وجہ سے انسانیت کس مصیبت میں مبتلا ہے اور زنا کے باعث پیدا ہونے والی بیماریاں انسان کے لئے حرف آخر ثابت ہورہی ہیں، ایڈز کے مریضوں کی اوپر درج تعداد آج سے چند سال قبل کی ہے جس وقت زنا کے ذرائع اتنے آسان نہیں تھے، لیکن موجودہ وقت میں جبکہ ٹی وی، ڈش، کیبل، مانع حمل گولیاں اور زنا میں معاونت کرنے والی دیگر ادویات معاشرے میں عام ہوگئی ہیں، تو اس وقت اس گناہ کی کثرت اور اس نقصان کے لپیٹ میں آنے والوں کی تعداد کہاں تک پہنچتی ہوگی اور ابھی نئی رپورٹوں میں صرف امریکہ کے بارے میں آیا ہے کہ وہاں پر پیدا ہونے والے ۶۰ فیصد بچے اپنے باپ کی شناخت نہیں بتا سکتے کہ ان کا باپ کون ہے؟ اس کے علاوہ اس بیماری نے یورپ میں ایسی جڑیں پھیلائی ہیں کہ ڈاکٹر حکومت کے خلاف احتجاج کرنے پر مجبور ہیں کہ اگر حکومت نے فحاشی وعریانی کی راہیں بند نہ کیں تو پورا یورپ شدید ترین تباہی سے دوچار ہوجائے گا۔ نیز اس بیماری سے بچاؤ کے لئے ابھی تک کوئی مؤثر دوائی بھی ایجاد نہیں ہوسکی اور جو ادویات ایجاد ہوئی بھی ہیں تو وہ اتنی مہنگی ہیں کہ عام بندہ ان کو خریدنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

یہ رپورٹ پڑھ کر اب انسان سوچے کہ اللہ کی نافرمانیاں کس طرح انسانیت کے لئے قیامت خیز ثابت ہوتی ہیں اور انسان کن مصائب وآلام کا شکار ہوجاتا ہے، زنا سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے اسی لئے بار بار بچنے کی تاکید فرمائی تھی تاکہ انسانیت اس گناہ کے پیچھے چھپی تباہی کی زد میں نہ آئے لیکن آج اہل یورپ اور جو بھی ممالک ان نافرمانیوں کا ارتکاب کررہے ہیں ان پر اللہ تعالی کی طرف سے جو عمومی عذاب آیا ہے وہ بھی آپ نے اوپر کی سطور میں پڑھ لیا۔ (۱)

اس وقت ہمارے معاشرے میں فحاشی، عریانی، فلموں، ڈراموں اور ناچ گانے کی

---

(۱) بے حیائی آغاز سے انجام تک: ص۵۴ تا ۵۷

کثرت کی وجہ سے نئی نسل ضائع ہو رہی ہے، اصل میں انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے نقال ہے وہ جو کچھ کسی کو کرتے ہوئے دیکھتا ہے اس کی نقل اتارنے کی کوشش کرتا ہے، اس نے مچھلیوں کو تیرتے دیکھ کر تیرنا سیکھا، پرندوں کو اڑتے دیکھا تو اڑنے کی کوشش کی، خاص طور پر چھوٹے بچوں اور نوجوانوں میں نقالی کا جذبہ زیادہ پایا جاتا ہے، زبان میں، بول چال میں، لباس میں، معاشرت میں جو کچھ وہ اپنے گردوپیش میں ہوتا دیکھتے ہیں، وہی کچھ اسی انداز میں کرنے کی خود کوشش کرتے ہیں۔

فلموں اور ڈراموں میں وہ مار دھاڑ دیکھتے ہیں تو وہ مار دھاڑ کرنے لگتے ہیں، اسلحہ کا بے تحاشا استعمال دیکھتے ہیں تو وہ بھی اسلحہ چلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

آپ گلی کوچوں میں دیکھیں گے کہ چھوٹے چھوٹے بچے فلمی ایکٹروں کی طرح جھوم جھوم کر چلتے ہیں اور رٹے رٹائے ڈائیلاگ بولتے ہیں، یہ سب کچھ انہوں نے کہاں سے سیکھا؟ کسی کنجر خانے میں؟ کسی ڈاکو اور بدمعاش سے؟ نہیں! ہرگز نہیں، معاف کیجئے گا، یہ سب کچھ انہوں نے اپنے ابا اور امی کے پہلو میں تفریح کے نام پر غلاظت بھرے پروگرام دیکھ کر سیکھا ہے۔

کچھ عرصہ قبل برطانوی معاشرہ یہ سن کر لرز اُٹھا کہ دس دس سال کے دو بچوں نے ایک دو سال کے بچے کو پہلے اغوا کیا، پھر اس معصوم کو پتھروں سے کچل کر ماڈالا اور اس کے بعد اس قتل کو حادثے کا روپ دینے کے لئے اس کی لاش ٹرین کے آگے پھینک دی، جب تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ انہوں نے کسی فلم میں یہ منظر دیکھا تھا اور اس واردات سے ان کا مقصد اسی فلم کی نقالی کرنا تھا۔

جرمنی ۱۹۹۴ء میں جو سروے رپورٹ جاری کی گئی تھی، اس میں بتایا گیا تھا کہ پورے دن میں ایک بچہ روزانہ اوسطاً اڑھائی گھنٹے ٹی وی کے سامنے گزارتا ہے، اس دوران وہ قتل کی کم از کم پچاس وارداتوں کے مناظر دیکھتا ہے، ان مناظر کے دیکھنے کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ بچوں میں تشدد پسندی کا رجحان پندرہ فیصد بڑھا ہے، اور جرمنی کے ایک تہائی طلبہ اب

مسلح ہو کر تعلیم گاہوں میں آتے ہیں۔

برلن پولیس کا کہنا ہے کہ شہر میں جو تشدد کے جرائم ہوتے ہیں ان میں سے پینتالیس فیصد وہ بچے کرتے ہیں جن کی عمر چودہ سے اٹھارہ سال تک ہے، جبکہ پانچ فیصد جرائم چودہ سال سے بھی کم عمر کے بچے کرتے ہیں۔

اس اخلاقی بگاڑ کو دیکھتے ہوئے وہاں کے دس لاکھ افراد نے ایک قرارداد پر دستخط کئے، جس میں حکومت سے التجاء کی گئی ہے کہ یہ مناظر ٹی وی پر نہ دکھائے جائیں۔

جنوبی افریقہ کی مجلسِ علماء نے ''اسلام اینڈ ٹیلیویژن'' کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ ٹی وی میں ایک پروگرام میں عورت کی آبروریزی کا منظر دکھایا گیا تھا، بعد میں وہ منظر یوں حقیقت بن کر سامنے آ گیا کہ ایک بدمعاش ہو بہو اسی طرح چھری چاقو لے کر ایک عورت کے گھر میں گھس گیا، اس کی آبروریزی کی اور رقم چھین کر بھاگ گیا، جب پولیس تفتیش کے لئے اس عورت کے گھر آئی تو پولیس افسر بے ساختہ بول اٹھا ''ملزم نے یقیناً وہ ٹی وی ڈرامہ دیکھ کر ہی یہ واردات کی ہے جس میں یہ منظر پیش کیا گیا تھا''۔

پیرس کی عدالت کے ایک ماہر نفسیات رونائی کا کہنا ہے کہ اس طرح کے اکثر جرائم کے پیچھے ٹی وی کا ہاتھ ہوتا ہے، فرانسیسی رسالے ''لو یوان'' نے ٹی وی پروگراموں کے ایک ہفتہ کے تجزیے کے بعد بتایا کہ صرف ایک ہفتے میں ٹی وی پر قتل کے چھ سو ستر، جبری آبروریزی کے پندرہ، جنسی بیس اور ایذاء رسانی کے ستائیس مناظر دکھائے گئے، اور ایک دوسرے سروے کے مطابق فرانسیسی بچہ سال میں بارہ سو گھنٹے ٹی وی اسکرین کے سامنے اور نو سو گھنٹے اسکول میں گزارتا ہے، اس سے آپ خود فیصلہ کرلیں کہ ان بچوں کا اصل مربی اور استاد کون ہے؟ ٹی وی یا کہ اسکول؟

فلموں اور ڈراموں نے ہماری قوم پر جو سب سے بڑا ستم ڈھایا ہے وہ یہ ہے کہ اسے حیاء سے محروم کر دیا ہے، مائیں فیشن کی دلدادہ بن گئی ہیں، بیٹیاں اچھلنے کودنے اور

تھرکنے ناچنے والی پتلیاں بن کر رہ گئی ہیں، بہنوں کے سر سے دوپٹے اتر گئے ہیں، بیویاں گھروں سے زیادہ کلبوں میں جا کر خوش ہوتی ہیں:

حامدہ چمکی نہ تھی، انگلش سے جب بیگانہ تھی
اب ہے شمع انجمن پہلے چراغ خانہ تھی

ہمارے ہاں جو فلمیں بنتی ہیں ان میں جو موضوع سب سے زیادہ غالب ہے وہ عشق مع الفسق ہے۔

کچے ذہن کے لڑکے جب ان عشقیہ داستانوں کو دیکھتے ہیں تو خود ان کے ذہن پر بھی عشق کا بھوت سوار ہو جاتا ہے، اور بعض کے ذہنوں پر تو کچھ اس طرح سوار ہو جاتا ہے کہ پھر اترنے کا نام ہی نہیں لیتا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب ''تراشے'' میں مذکور ہے جو کہ انہوں نے ۲۲/اپریل ۱۹۷۱ء کے روزنامہ مشرق کے حوالہ سے ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں: راولپنڈی کے قریب ایک لڑکے عمر فاروق نے تیرہ سال کی عمر میں ایک فلم دیکھی تھی جب کہ وہ چھٹی جماعت پڑھتا تھا، اس وقت سے وہ اس فلم کی ہیروئن کے عشق میں مبتلا ہو گیا اور تعلیم ترک کر دی، تنگ آ کر اس کے والد نے اسے گھر سے نکل جانے کی ہدایت کی، اور وہ لاہور چلا آیا، پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس خوبرو عمر فاروق جس کی ماں اسے ڈاکٹر یا بڑا افسر دیکھنے کی متمنی تھی، اب وحشیوں کی طرح لاہور کی سڑکوں پر مارا مارا پھرتا ہے، اور محنت مزدوری کر کے جو پیسے حاصل کرتا ہے انہیں اپنی پسندیدہ ہیروئن کی فلمیں دیکھنے میں صرف کر دیتا ہے، اس نے مذکورہ ہیروئن کی ایک فلم ۶۳ مرتبہ اور ایک ۳۹ مرتبہ دیکھی ہے، وہ جب اخبار مشرق کے دفتر میں پہنچا تو اس کے کپڑوں پر خون کے دھبے تھے، اس سے وجہ پوچھی گئی تو اس نے اپنا

بایاں بازو دکھایا جس پر بلیڈ سے مذکورہ ہیروئن کا نام کھودا ہوا تھا، اس سے قبل وہ بازو کو جلا کر بھی یہی نام لکھ چکا تھا جو اب مٹ رہا ہے۔

یہ ایک نوعمر عاشق کی داستان ہے جو اتفاق سے اخبار میں چھپ گئی ہے ورنہ سچی بات تو یہ ہے کہ ہماری فلموں اور ڈراموں نے ایسے عاشقوں کی پوری فوج تیار کردی ہے جو کہ آپ کو کالجوں کے سامنے، فیکٹریوں کے سامنے، دوکانوں کے سامنے اور بازاروں میں سیٹیاں بجاتے، اشارے کرتے اور بندروں جیسی حرکتیں کرتے ہوئے دکھائی دیں گے، نوجوان بہنوں اور بیٹیوں کو دیکھ کر اور انہیں سنا سنا کر یہ وہی فحش گانے الاپنے لگتے ہیں جو انہوں نے کسی فلم میں ہیرو کی زبان سے سنے ہوتے ہیں، ان پر عشق کا بھوت کچھ اس طرح مسلط ہوجاتا ہے کہ نہ گھر کا خیال نہ بوڑھے والدین کا احساس، اپنی عزت بھی گنواتے ہیں اور خاندان کی بھی، ان کو جوتے بھی لگتے ہیں اور ان میں سے بعض جیل بھی چلے جاتے ہیں، لیکن پرواہ نہیں کرتے۔

تفریح کے نام پر جو زہر ہماری آنکھوں اور کانوں کے ذریعے ہمارے قلب ودماغ میں داخل کیا جارہا ہے، اس نے ہمیں حیوانیت کے کس مقام پر پہنچا دیا ہے کہ ہمارا نوجوان اپنی تمام ذمہ داریوں سے آنکھیں بند کرکے غلاظت بھری نالیوں میں اپنی جوانی کو ضائع کررہا ہے، اُسے نہ دوسروں کی بہن اور بیٹی کی عزت کا احساس ہوتا ہے اور نہ ہی اپنی عزت کا، حد تو یہ کہ بسا اوقات وہ غلبۂ شہوت میں خونی رشتوں کو بھی فراموش کردیتا ہے۔

دارالافتاء والارشاد میں ایک شخص خود اپنے بارے میں فتوی معلوم کرنے کے لئے آیا، اس نے بتایا کہ میں اپنی ماں کے ساتھ بیٹھ کر ایک فحش پروگرام دیکھ رہا تھا، اچانک شہوت کی آگ بھڑک اٹھی، آلۂ تناسل میں انتشار پیدا ہوگیا اور میں نے جوشِ شہوت میں بے اختیار اپنی ماں کو پکڑ لیا۔

ایک دوسرا شخص اپنا واقعہ لکھ کر لایا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میں اور میری بیوی اور میری بیٹی وی سی آر دیکھ رہے تھے، کچھ دیر بعد بیوی بستر پر جا کر سوگئی تو میں نے اپنی بیٹی سے منہ کالا

کیا اور مکمل طور پر کیا، بیوی کو علم ہو گیا ہو گا اور اس نے مجبور کیا ہو گا کہ جاؤ مسئلہ پوچھ کر آؤ، ورنہ ایسے لوگ مسائل کے چکر میں کہاں پڑتے ہیں۔

ایک دوسرے شقی القلب باپ کی خبر یہاں کے اخباروں میں شائع ہوئی تھی جو کراچی جیسے تعلیم یافتہ شہر میں اپنی دو جوان بیٹیوں سے منہ کالا کرتا رہا، وہ جب پکڑا گیا تو اس نے برملا اعتراف کیا کہ اس نے فلاں فلمی پروگرام دیکھ کر اس گناہ کی جرأت کی۔

بتلائیے! اب بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس قسم کے واقعات صرف یورپ میں ہوتے ہیں ہمارے ہاں نہیں ہوتے۔

زہر تو بہرحال زہر ہے کافر کھائے گا تو بھی انجام ہلاکت ہو گا اور مسلمان کھائے گا تو بھی انجام ہلاکت ہو گا۔ ❶

جس ماحول میں بے پردگی، فحاشی عام ہو جائے تو پھر اس کے اثرات صرف نوجوانوں تک محدود نہیں رہتے بلکہ بچوں پر بھی شہوانی ماحول کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ راقم سید ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب ''پردہ'' سے چند اقتباسات نقل کر رہا ہے جس سے اندازہ ہو گا کہ امریکہ، یورپ اور دیگر غیر مسلم ممالک میں بے حیائی اور عریانیت نے انہیں کس موڑ تک پہنچا دیا ہے:

جج بن لنڈسے (Ben Lindsey) جس کو ڈنور (Denver) عدالت میں جرائم اطفال (Juvenile Court) کا صدر ہونے کی حیثیت سے امریکہ کے نوجوانوں کی اخلاقی حالت سے واقف ہونے کا بہت زیادہ موقع ملا ہے، اپنی کتاب ''Revolf of Modern Youth'' میں لکھتا ہے کہ امریکہ میں بچے قبل از وقت بلوغ ہونے لگے ہیں اور بہت کچی عمر میں ان کے اندر صنفی احساسات بیدار ہو جاتے ہیں، اس نے نمونہ کے طور پر ۳۱۲ لڑکیوں کے حالات کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان میں ۲۵۵ ایسی تھیں جو گیارہ اور تیرہ برس کے درمیان عمر میں بالغ ہو چکی تھیں اور ان کے اندر ایسی صنفی خواہشات اور ایسی جسمانی

❶ ندائے منبر ومحراب: ج ۵ ص ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۶۴، ۳۶۵

مطالبات کے آثار پائے جاتے تھے جو ایک ۱۸ برس اور اس سے بھی زیادہ عمر کی لڑکی میں ہونے چاہئیں۔ (صفحہ ۸۲ تا ۸۶)

ڈاکٹر ایڈتھ ہوکر (Edith Hooker) اپنی کتاب ''Laws of Sex'' میں لکھتی ہے ''نہایت مہذب اور دولت مند طبقوں میں بھی یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے کہ سات آٹھ برس کی لڑکیاں اپنے ہم عمر لڑکوں سے عشق و محبت کے تعلقات رکھتی ہیں، جن کے ساتھ بسا اوقات مباشرت بھی ہو جاتی ہے''۔

اس کا بیان ہے:

ایک سات برس کی چھوٹی سی لڑکی جو ایک نہایت شریف خاندان کی چشم و چراغ تھی خود اپنے بڑے بھائی اور اس کے چند دوستوں سے ملوث ہوئی۔ ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ پانچ بچوں کا ایک گروہ جو دو لڑکیوں اور تین لڑکوں پر مشتمل تھا اور جن کے گھر پاس پاس واقع ہوئے تھے، باہم شہوانی تعلقات میں وابستہ پائے گئے اور انہوں نے دوسرے ہم سن بچوں کو بھی اس کی ترغیب دی، ان میں سب سے بڑے بچے کی عمر صرف دس سال کی تھی، ایک اور واقعہ ایک ۹ سال کی بچی کا ہے جو بظاہر بہت حفاظت سے رکھی جاتی تھی، اس بچی کو متعدد عشاق کی منظور نظر ہونے کا فخر حاصل تھا۔ (صفحہ ۳۲۸)

بالٹی مور (Baltimore) کے ایک ڈاکٹر کی رپورٹ ہے کہ ایک سال کے اندر اس کے شہر میں ایک ہزار سے زیادہ ایسے مقدمات پیش ہوئے جن میں بارہ برس سے کم عمر کی لڑکیوں کے ساتھ مباشرت کی گئی تھی۔ (صفحہ ۱۷۷)

یہ پہلا ثمرہ ہے اس ہیجان انگیز ماحول کا جس میں ہر طرف جذبات کو برانگیختہ کرنے والے اسباب فراہم کیے گئے ہوں۔ امریکہ کا ایک مصنف لکھتا ہے کہ ہماری آبادی کا اکثر و بیشتر آج کل جن حالات میں زندگی بسر کر رہا ہے وہ اس قدر غیر فطری ہیں کہ لڑکے اور لڑکیوں کو دس پندرہ برس کی عمر میں ہی یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ عشق مبتلا ہوں، اس کا نتیجہ نہایت افسوس ناک ہے۔ اس قسم کی قبل از وقت صنفی دلچسپیوں

سے برے نتائج رونما ہو سکتے ہیں اور ہوا کرتے ہیں، ان کا کم سے کم نتیجہ یہ ہے کہ نوعمر لڑکیاں اپنے دوستوں کے ساتھ بھاگ جاتی ہیں یا کم سنی میں شادیاں کر لیتی ہیں اور اگر محبت میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے تو خودکشی کر لیتی ہیں۔

ایک امریکی رسالہ میں ان اسباب کو جن کی وجہ سے وہاں بداخلاقی کو غیر معمولی اشاعت ہو رہی ہے، اس طرح بیان کیا گیا ہے:

تین شیطانی قوتیں ہیں جن کی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھا گئی ہے، اور یہ تینوں ایک جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں۔

۱......فحش لٹریچر، جو جنگِ عظیم کے بعد حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرتِ اشاعت میں بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

۲......متحرک تصویریں، جو شہوانی محبت کے جذبات کو نہ صرف بھڑکاتی ہیں بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں۔

۳......عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار، جو ان کے لباس اور بسا اوقات ان کی برہنگی اور سگریٹ کے روز افزوں استعمال، اور مردوں کے ساتھ ان کے ہر قید و امتیاز سے ناآشنا اختلاط کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

یہ تین چیزیں ہمارے ہاں بڑھتی چلی جا رہی ہیں، اور ان کا نتیجہ مسیحی تہذیب ومعاشرت کا زوال اور آخرکار تباہی ہے، اگر ان کو نہ روکا گیا تو ہماری تاریخ بھی روم اور ان دوسری قوموں کے مماثل ہوگی جن کو یہی نفس پرستی اور شہوانیت ان کی شراب اور عورتوں اور ناچ رنگ سمیت فنا کے گھاٹ اتار چکی ہے۔

یہ تین اسباب جو تمدن و معاشرت کی پوری فضا پر چھائے ہوئے ہیں ہر اس جوان مرد اور جوان عورت کے جذبات میں ایک دائمی تحریک پیدا کرتے رہتے ہیں جس کے جسم میں تھوڑا سا بھی گرم خون موجود ہے، فواحش کی کثرت اس تحریک کا لازمی نتیجہ ہے۔

امریکہ میں جن عورتوں نے زناکاری کو مستقل پیشہ بنا لیا ہے ان کی تعداد کا کم سے کم

اندازہ چار پانچ لاکھ کے درمیان ہے۔❶

قحبہ خانوں کے علاوہ بکثرت ملاقات خانے (Assignation Houses) اور (Call Houses) ہیں جو اس غرض کے لئے آراستہ رکھے جاتے ہیں کہ شریف احباب اور خواتین جب باہم ملاقات فرمانا چاہیں تو وہاں ان کی ملاقات کا انتظام کردیا جائے۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ایک شہر میں ایسے ۷۸ مکان تھے، ایک دوسرے شہر میں ۴۳، ایک اور شہر میں ۳۳۔❷

ان مکانوں میں صرف بن بیاہی خواتین ہی نہیں جاتیں بلکہ بہت سی بیاہی ہوئی خواتین کا بھی وہاں سے گزر ہوتا رہتا ہے۔❸

ایک مشہور ریفارمر کا بیان ہے کہ نیو یارک کی شادی شدہ آبادی کا پورا ایک تہائی حصہ ایسا ہے جو اخلاقی اور جسمانی حیثیت سے اپنی ازدواجی ذمہ داریوں میں وفادار نہیں ہے اور نیو یارک کی حالت ملک کے دوسرے حصوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔

امریکہ کے مصلحین اخلاق کی ایک مجلس (Committee Of Fourteen) کے نام سے مشہور ہے، اس مجلس کی طرف سے بداخلاقی کے مرکزوں کی تلاش اور ملک کی اخلاقی حالت کی تحقیقات اور اصلاحِ اخلاق کی عملی تدابیر کا کام بڑے پیمانے پر کیا جاتا ہے، اس کی رپورٹوں میں بیان کیا گیا ہے کہ امریکہ کے جتنے رقص خانے، نائٹ کلب، حسن گاہیں (Beauty Saloons) ہاتھوں کو خوبصورت بنانے کی دکانیں (Manicure Shops) مالش کدے (Massage Rooms) اور بال سنوارنے کی دکانیں (Hair Dressings) ہیں قریب قریب سب باقاعدہ قحبہ خانے بن چکے ہیں، بلکہ ان سے بھی بدتر، کیونکہ ناقابلِ بیان افعال کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

---

❶ Prostitution in the United States. P. 64-65

❷ Prostitution in the United States. P. 38

❸ Prostitution in the United States. P. 96

فواحش کی اس کثرت کا لازمی نتیجہ امراضِ خبیثہ کی کثرت ہے، اندازہ کیا گیا ہے کہ امریکہ کے قریب قریب ۹۰ فیصد آبادی ان امراض سے متاثر ہے، انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے سرکاری دواخانوں میں اوسطاً ہر سال آتشک کے دو لاکھ اور سوزاک کے ایک لاکھ ۶۰ ہزار مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ ۶۵ دوا خانے صرف انہی امراض کے لئے مخصوص ہیں، مگر سرکاری دواخانوں سے زیادہ مرجوعہ پرائیویٹ ڈاکٹروں کا ہے، جن کے پاس آتشک کے ۶۱ فیصد اور سوزاک کے ۶۹ فیصد مریض جاتے ہیں۔ (جلد۲۳ص۴۵)

تیس اور چالیس ہزار کے درمیان بچوں کی اموات صرف موروثی آتشک کی بدولت ہوتی ہیں، دق کے سوا باقی تمام امراض سے جتنی موتیں واقع ہوتی ہیں ان سب سے زیادہ تعداد ان اموات کی ہیں جو صرف آتشک کی بدولت ہوتی ہیں، سوزاک کے ماہرین کا کم سے کم تخمینہ ہے کہ ۶۰ فیصد جوان اشخاص اس مرض میں مبتلا ہیں، جن میں شادی شدہ بھی اور غیر شادی شدہ بھی، امراضِ نسواں کے ماہرین کا متفقہ بیان ہے کہ شادی شدہ عورتوں کے اعضاءِ جنسی پر جتنے آپریشن کئے جاتے ہیں ان میں سے اکثر ایسی نکلتی ہیں جن میں سوزاک کا اثر پایا جاتا ہے۔ ❶

نفس پرستی، ازدواجی ذمہ داریوں سے نفرت، خاندانی زندگی سے بیزاری اور ازدواجی تعلقات کی ناپائیداری نے عورت کے اس فطری جذبہ مادری کو قریب قریب فنا کر دیا ہے، جو نسوانی جذبات میں سب سے زیادہ اشرف و اعلیٰ روحانی جذبہ ہے اور جس کے بقا پر نہ صرف تمدن وتہذیب، بلکہ انسانیت کے بقا کا انحصار ہے، منعِ حمل، اسقاطِ حمل اور قتلِ اطفال اسی جذبہ کی موت سے پیدا ہوئے ہیں۔ منعِ حمل کی معلومات ہر قسم کی قانونی پابندیوں کے باوجود امریکہ میں ہر جوان لڑکی اور لڑکے کو حاصل ہیں، مانعِ حمل دوائیں اور آلات بھی آزادی کے ساتھ دکانوں پر فروخت ہوتے ہیں، عام آزاد عورتیں تو درکنار

Laws of Sex. P. 204❶

کالجوں کی لڑکیاں بھی اسی سامان کو ہمیشہ اپنے پاس رکھتی ہیں تا کہ اگر ان کا دوست اتفاقاً اپنا سامان بھول آئے تو ایک پر لطف شام ضائع نہ ہونے پائے۔

جج لنڈسے لکھتا ہے:

ہائی اسکول کی کم عمر والی ۴۹۵ لڑکیاں جنہوں نے خود مجھ سے اقرار کیا کہ ان کو لڑکوں کے صنفی تعلقات کا تجربہ ہو چکا ہے، ان میں سے صرف ۲۵ ایسی تھیں جن کو حمل ٹھہر گیا تھا، باقیوں میں سے بعض تو اتفاقاً بچ گئی تھیں لیکن اکثر کو منعِ حمل کی موثر تدابیر کا کافی علم تھا، یہ واقفیت ان میں اتنی عام ہو چکی ہے کہ لوگوں کو اس کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔

کنواری لڑکیاں ان تدابیر کو اس لئے استعمال کرتی ہیں کہ ان کی آزادی میں فرق نہ آئے، شادی شدہ عورتیں اس لئے ان سے استفادہ کرتی ہیں کہ بچہ کی پیدائش سے نہ صرف ان پر تربیت اور تعلیم کا بار پڑ جاتا ہے بلکہ شوہر کو طلاق دینے کی آزادی میں بھی رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور تمام عورتیں اس لئے ماں بننے سے نفرت کرنے لگی ہیں کہ زندگی کا پورا لطف اُٹھانے کے لئے ان کو اس جنجال سے بچنے کی ضرورت ہے، نیز اس لئے بھی کہ ان کے نزدیک بچے جننے سے ان کے حسن میں فرق آجاتا ہے۔

بہر حال اسباب خواہ کچھ بھی ہوں، ۹۵ فیصد تعلقات مرد و زن ایسے ہیں جن میں اس تعلق کے فطری نتیجہ کو منع حمل کی تدبیروں سے روک دیا جاتا ہے، باقی ماندہ پانچ فی صد حوادث جن میں اتفاقاً حمل قرار پا جاتا ہے، ان کے لئے اسقاط اور قتلِ اطفال کی تدبیریں موجود ہیں، لنڈسے کا بیان ہے کہ امریکہ میں ہر سال کم از کم ۱۵/لاکھ حمل ساقط کئے جاتے ہیں اور ہزارہا بچے پیدا ہوتے ہی قتل کر دیئے جاتے ہیں۔ (صفحہ ۲۲۰)

قارئینِ کرام کو ان چند اقتباسات سے بے حیائی، فحاشی اور عریانیت کا بخوبی اندازہ ہو چکا ہوگا۔

فحاشی اور عریاں تصاویر اور فلموں نے ہماری نوجوان نسل کو بھی برباد کر دیا ہے، ایک وقت تھا کہ نوجوان کے ہاتھوں میں کتابیں تھیں، زبان پر ذکر اللہ اور پیشانی سجدوں کے

آثار سے چمکتی تھی، جو غیرت منداور علم وعمل سے بہرہ ور تھے، علم دوستی میں اپنی مثال آپ تھے، جو قوموں کے مقتدا تھے، لیکن اس وقت صورتحال یہ ہے کہ مجموعی طور پر مسلمان تنزلی کی طرف جارہے ہیں، اور علمی اعتبار سے ہماری صورتحال اس وقت یہ ہے کہ ۶۲ اسلامی ممالک میں کل ۵۰۴ یونیورسٹیاں ہیں، ان یونیورسٹیوں کو اگر ہم مسلمانوں کی آبادی پر تقسیم کریں تو ۳۰ لاکھ مسلمانوں کے لئے صرف ایک یونیورسٹی بنتی ہے جبکہ اس کے مقابلے میں صرف امریکہ میں ۵۷۵۸ یونیورسٹیاں موجود ہیں، اس وقت عیسائی ممالک میں شرح خواندگی ۹۰ فیصد ہے جبکہ ۱۵ یورپی ممالک میں شرح خواندگی ۱۰۰ فیصد ہے، اور پوری اسلامی دنیا میں ایک ملک بھی ایسا نہیں ہے جس کی شرح خواندگی ۱۰۰ فیصد ہو، یورپی ممالک میں ۹۸ فیصد خواندہ افراد ایسے ہیں جنھوں نے کم از کم پرائمری تک تعلیم حاصل کی ہوتی ہے جبکہ مسلمان ممالک میں ۵۰ فیصد افراد ایسے ہیں جنھوں نے پرائمری تک بھی تعلیم حاصل نہیں کی ہوتی۔

بہرحال اس وقت ہم علمی اعتبار سے بھی تنزلی کی طرف جارہے ہیں، ہمارے معاشرے میں گلوکاروں، فنکاروں کی مانگ بڑھتی جارہی ہے، جو قوم کو بے حیائی اور عریانیت کی طرف لے جارہے ہیں، جنھوں نے مسلمان ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے سروں سے دوپٹے اور چہرے سے شرم وحیاء چھین لی ہے، اور نوجوانوں کو بے راہ روی کی طرف گامزن کردیا۔ اس وقت یہ فنکار سب سے مہنگے ہیں، ان کی ایک ایک لمحے کی بولی لگتی ہے، الیکٹرونک میڈیا کے ذریعے ان کی اتنی تشہیر کی جاتی ہے کہ آج ہماری قوم کا ہر نوجوان گویا ایکٹر بننے کے لئے بے چین ہے، بلکہ انتہاء تو یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے بچیاں بھی گلی کوچوں میں ان فلمی اداکاروں کی طرف ایکٹنگ اور ڈائیلاگ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں، پہلے گانے والوں کو میراثی، کنجر اور ڈوم کہا جاتا تھا، وہ کسی معزز آدمی کے ساتھ ایک نشست پر نہیں بیٹھ سکتے تھے لیکن آج انہی کنجروں کو فنکار، گلوکار اور اداکار کہا جاتا ہے، اور ان کی ایسی آؤ بھگت اور استقبال ہوتا ہے جو کسی بڑے سے بڑے عالم دین، محدث یا مفسر کا نہیں ہوتا۔

سلف نے علم وتحقیق کے میدان میں فلک بوس جھنڈے گاڑے، وہ کارنامے کر کے گئے کہ رہتی دنیا تک ان کا نام تاریخ میں سنہرے حروف کے ساتھ لکھا جائے گا، جس قوم کی تاریخ میں ایسے نامور لوگ موجود ہیں بھلا انہیں غیروں سے مرعوب ہونے کی کیا ضرورت؟ عموماً تعلیم یافتہ لوگ غیر مسلم سائنسدانوں سے متاثر نظر آتے ہیں، حالانکہ تمام اہم ایجادات اور اُن پر رہنما کتابوں کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے۔ مسلمان سائنسدانوں کی کتابیں آج بھی یورپ کی یونیورسٹیوں میں داخلِ نصاب ہیں، راقم اختصار کے ساتھ چند ایک کا بطور نمونہ تذکرہ کرتا ہے۔

۱......محمد بن زکریا رازی (متوفی ۹۲۵ء ۳۱۳ھ) جیسا طبیب اور کیمیا دان جس نے طب پر کئی کتابیں تصنیف کیں، مثلاً ''الحاوي في صناعة الطب ''''الفصول في الطب ''''الطب المنصوري ''''الفاخر في علم الطب '' پتھری اور مثانے سے متعلق بیماریوں پر مستقل ان کا ایک مقالہ ہے ''مقالة في الحصى والكلى والمثانة'' اشیاء کے خواص اور فوائد پر ''خواص الأشياء '' کے نام سے مستقل رسالہ ہے، علم طب سے متعلق کئے گئے سوالات کے جوابات پر ''أسئلة من الطب '' کے نام سے ایک رسالہ ہے۔ کھانے پینے کی اشیاء میں نفع مند اور نقصان دہ غذاؤں کی تفصیلات پر مستقل ان کی ایک کتاب ہے ''منافع الأغذية ودفع مضارها '' اگر کوئی شخص ایسی جگہ پر موجود ہو جہاں کوئی طبیب، ڈاکٹر، حکیم وغیرہ موجود نہیں ہے تو ایسی پریشانی کے عالم میں انسان اپنی بیماریوں کا علاج کیسے کرے، اس پر ان کی مستقل ایک تالیف ہے ''من لا يحضره الطبيب '' جامعہ مصریہ سے تحقیق کے ساتھ حال ہی میں ان کے گیارہ رسائل ''مجموع رسائل '' کے نام سے چھپے ہیں۔

۲......ابن سینا (متوفی ۱۰۳۷ء ۴۲۸ھ) جیسا طبیب اور فلسفی ابن سینا کی معروف کتاب ''القانون '' ہے جس کا انگریزی زبان میں اس نام کے ساتھ ترجمہ ہوا ہے ''Canon Medicina'' اس کتاب کا اب تک ۱۱ زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے، اور یہ

یورپ کے تعلیمی اداروں میں نصاب میں داخل ہے۔

۳......خوارزمی (متوفی ۸۴۷ء۲۳۲ھ) جیسا ماہر فلکیات اور ریاضی دان انہوں نے ایک کتاب تصنیف کی ''الجبر والمقابلة'' اس کتاب کا پہلے لاطینی زبان میں ترجمہ ہوا، پھر انگریزی میں۔ اس طرح انہوں نے فلکیات پر مستقل ایک کتاب تصنیف کی ''صورة الأرض من المدن والجبال''

۴......جابر بن حیان (متوفی ۸۱۵ء۲۰۰ھ) جیسا علم کیمیاء کا ماہر انہوں نے علم کیمیاء پر مستقل کتابیں تصنیف کیں مثلاً ''أسرار الكيمياء'' ''أصول الكيمياء'' ''علم الهيأة'' ''صندوق الحكمة'' افلاطون کی کتابوں میں موجود خطاؤں کی تصحیحات اپنی اس کتاب میں کیں ''تصحيحات كتب أفلاطون''

۵......دینوری (متوفی ۸۹۵ء۲۸۲ھ) جیسا محقق نباتات انہوں نے نباتات کے متعلق مستقل ایک کتاب تصنیف کی جو اس وقت ''النبات'' کے نام سے دو جلدوں میں مطبوعہ ہے۔

۶......ابن الہیثم (متوفی ۱۰۳۸ء۴۳۰ھ) جیسا ماہر طبیعیات اور انجینئیر، علامہ زرکلی ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کی کتابوں کی تعداد ستر (۷۰) سے زائد ہے:

وكتبه كثيرة تزيد على سبعين: منها: المناظر، كيفية الإظلال، تهذيب المجسطي، الأشال الهلالية، تربيع الدائرة، شرح قانون أقليدس. ❶

۷......البیرونی (متوفی ۱۰۴۷ء۴۴۰ھ) جیسا عبقری مؤرخ اور ریاضی دان جن کی کئی کتابوں کا انگریزی میں بھی ترجمہ ہوا مثلاً ''الآثار الباقية عن القرون الخالية'' ''الاستيعاب في صنعة الأسطرلاب'' ''تاريخ الأمم الشرقية''

۸......الزہراوی (متوفی ۱۰۳۶ء۴۲۷ھ) جن کے متعلق علامہ زرکلی لکھتے ہیں:

---

❶ الأعلام: ج٦ ص ۸۴

جاء في دائرة المعارف البرطانية أنه أشهر من ألف فی الجراحة عند العرب، وأول من استعمل ربط الشريان لمنع النزيف، ان کی کتابوں میں ''تفسير الأكيال والأوزان''''المقالة في عمل اليد''ہیں علامہ زہراوی علم سرجری کے بانی ہیں، علامہ زرکلی کے بقول ان کی اکثر تصنیفات سرجری کے بارے میں ہیں۔ ❶

٩......عمر خیام (متوفی ١١٢١ء ٥١٥ھ) جیسا ریاضی دان اور علم ہیئت کا ماہر: كان عالما بالرياضيات والفلك واللغة والفقه والتاريخ. ❷

جس قوم کی تاریخ میں ایسے نامور لوگ موجود ہوں بھلا انہیں غیروں سے مرعوب ہونے کی کیا ضرورت؟

ان جیسے کتنے ہی مسلمان سائنسدان، اطباء، ماہر فلکیات، فلاسفہ، کیمیاء گر، ریاضی دان، طبیعیات اور نباتات کے محققین ہیں جن کی کتابیں یورپ کی یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔ اہلِ اسلام کی علمی تاریخ تابناک اور روشن ہے، انہی کی تحقیقات سے اہلِ یورپ استفادہ کر کے نت نئی اشیاء ایجاد کر کے اپنی طرف منسوب کر رہے ہیں، آج بھی یورپ کی لائبریریاں مسلمانوں کے علمی ذخائر سے بھری پڑی ہیں، وہ انہی سے استفادہ کر کے اپنی نت نئی تحقیقات کی بنیاد رکھتے ہیں لیکن ہمیں ان سے استفادہ کرنے کی توفیق نہیں ہے، علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ نے اپنی نظم ''خطاب بہ نوجوانانِ اسلام'' میں کیا خوب کہا:

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا
حکومت کا کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئین مسلّم سے کوئی چارا

❶ دیکھئے: الأعلام: ترجمة: الزهراوي، ج٢ ص ٣١٠

❷ الأعلام: ترجمة: عمر الخيام، ج٥ ص ٣٨

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

اس وقت ہمارا معاشرہ تیزی سے فحاشی اور عریانی کی لپیٹ میں آتا جا رہا ہے، جس کے سبب خاص کر نئی نسل اخلاقی بے راہ روی وشدید بدعملی کا شکار ہے، اس وقت ہر گھر سینما اور ہر مجلس نقار خانہ نظر آتی ہے، اور اب صرف بات یہیں تک محدود نہیں رہی بلکہ اب تو ایمان بھی خطرے میں پڑ گیا ہے، گانوں میں ایسے کفریہ کلمات موجود ہیں جنہیں کہنے کی وجہ سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے اور اسے احساس بھی نہیں ہوتا، مثلاً:

۱...... حسینوں کو آتے ہیں کیا کیا بہانے
خدا بھی نہ جانے تو ہم کیسے جانے

معاذ اللہ اس شعر میں کہا گیا ''خدا بھی نہ جانے'' یہ بات صریح کفر ہے۔
اللہ تبارک وتعالیٰ علیم بذات الصدور ہے وہ تو سینوں کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔

۲...... خدا بھی آسماں سے جب زمیں پر دیکھتا ہوگا
میرے محبوب کو کس نے بنایا سوچتا ہوگا

اس شعر میں کئی کفریہ باتیں جمع ہیں۔۱...... ''جب دیکھتا ہوگا'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت نہیں دیکھتا۔۲...... ''میرے محبوب کو کس نے بنایا'' یعنی اس محبوب کو اللہ کے علاوہ غیر اللہ نے بنایا ہے۔۳......کس نے بنایا یہ بھی اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں۔ ۴...... ''سوچتا ہوگا'' اللہ تعالیٰ کو سوچنے کی ضرورت نہیں، وہ تو ارادہ کرتا ہے اور کام تکمیل کو پہنچ جاتا ہے ''اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَن یَّکُوْنَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ''

۳...... او میرے ربا ربا یہ کیا غضب کیا
جس کو بنانا تھا لڑکی اُسے لڑکا بنا دیا

اس شعر میں ''جس کو لڑکی بنانا تھا اس کو لڑکا بنا دیا'' یہ اللہ تعالیٰ کی خلقت پر اعتراض ہے۔ پھر اس کو ''غضب''، یعنی ظلم کہنا دوسرا کفر ہے۔

۴...... میری نگاہ میں کیا بن کے آپ رہتے ہیں
قسم خدا کی! خدا بن کے آپ رہتے ہیں

اس شعر میں غیر خدا کو خدا کہا جو کفر ہے۔

۵...... پھولوں سے چہرہ کلیوں سے مسکان ہے
روپ تیرا دیکھ کے قدرت بھی حیران ہے

اس شعر میں ''قدرت بھی حیران ہے'' یہ کفریہ جملہ ہے۔

۶...... کتنا حسین چہرہ کتنی پیاری آنکھیں
کتنی پیاری آنکھیں آنکھوں سے چھلکتا پیار
قدرت نے بنایا ہوگا تجھے فرصت سے میرے یار

اس شعر میں ''قدرت نے تجھے فرصت سے بنایا ہوگا'' یہ بھی کفریہ جملہ ہے۔

بہر حال یہ تو نمونے کے طور پر گانوں سے چند شعر نقل کئے ہیں ورنہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو مستقل کتاب بن سکتی ہے، آج مسلمان نوجوان یہ اشعار کہتے اور سنتے رہتے ہیں اور انہیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ ان اشعار کی وجہ سے ایمان سے نکل جاتے ہیں، نکاح ٹوٹ جاتا ہے، تمام عبادات ضائع ہو جاتی ہیں، پھر تجدید ایمان اور نکاح کے بغیر زوجین ملتے ہیں جو عمر بھر زنا شمار ہوتا ہے۔

ہر آئے دن الیکٹرونک کا سامان سستا ہوتا جا رہا ہے، جب کہ اشیائے خورد و نوش کی قیمتیں دن بدن بڑھتی جا رہی ہیں، رزقِ حلال پر اہل و عیال کی کفالت مشکل ہوتی جا رہی ہے، لیکن بے حیائی پر مبنی ساز و سامان کی قیمت آئے دن گھٹتی جا رہی ہے، یہ بین الاقوامی سازش ہے کہ ان آلات کو وافر مقدار میں مہیا کیا جائے اور نہایت ارزاں قیمت پر تا کہ ہر فرد کی اس تک رسائی ہو۔ ایک وقت تھا کہ فلم دیکھنے کے لئے قطار میں کھڑے ہو کر پہلے ٹکٹ لیتے پھر کہیں مہینوں میں ایک آدھ فلم لگتی تھی، پھر گھروں میں V.C.R آئے پھر ڈش اینٹینا آئے اور پھر کیبل اور انٹرنیٹ نے آکر سب کو پیچھے چھوڑ دیا، اب ہر گھر سینما بن چکا ہے،

صرف ۱۰۰ روپے دیں اور مہینہ بھر بیسیوں چینل فحاشی اور عریانی پر مبنی دیکھیں۔ ایک وقت تھا کہ موبائل کی قیمت ۶۰ ہزار روپے تھی، اور اس وقت خال خال کسی کے پاس ہوتا تھا، اگر کسی کے پاس ہوتا تو لوگ دیکھنے کے لئے جاتے کہ ایک نئی چیز ہے، لیکن اس وقت پانچ سو (۵۰۰) روپے میں بھی موبائل دستیاب ہے، میموری کارڈ چار (۴) G.B صرف تین سو (۳۰۰) روپے کا ملتا ہے، اس میں ہزاروں گانے ڈالے جا سکتے ہیں، اس وقت تقریباً ہر نوجوان کے پاس میموری کارڈ اور موبائل کی میموری میں سینکڑوں گانے اور فلمیں موجود ہیں، جب بھی جی چاہا عریاں فلمیں دیکھ کر حیاء وایمان کا جنازہ نکال دیا، پہلے V.C.R کی قیمت نو ہزار (۹۰۰۰) روپے تھے اور اب اس سے بڑھ کر D.V.D موجود ہے جس کی قیمت صرف سترہ سو (۱۷۰۰) روپے ہے۔ پہلے ایک وقت تھا کہ ایک کیسٹ میں ایک فلم آتی تھی اور فلمی کیسٹ کا سائز بھی بڑا اور قیمت بھی گراں ہوتی، لیکن اب تیس (۳۰) روپے کی C.D میں سینکڑوں گانے موجود ہیں، اور میموری کارڈ میں اپنی من پسند کے سینکڑوں گانے، فلمیں اور برہنہ تصاویر ڈال سکتے ہیں اور جسے دیکھ کر اپنی بچی کچی ایمان کی رمق بھی مٹا ڈالتے ہیں۔ اب تو انٹرنیٹ کا دور آچکا ہے جس پر ڈھائی لاکھ سے زائد ویب سائٹس موجود ہیں، جن میں تقریباً ایک ثلث سے زائد بے حیائی اور فحاشی پر مبنی ہیں، اور اس میں اس قدر فحاشی اور عریانی ہے جس کو بیان کرنے کے لئے الفاظ کا دائرہ تنگ پڑ جاتا ہے، اب یہ سب کچھ انسان کی جیب میں موبائل کی صورت میں موجود ہے۔ اس لئے اب وہ حیاء سوز واقعات پیش آرہے ہیں جن کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی، نوبت تو یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اب محرمات، ماں، بہن اور بیٹی بھی محفوظ نہیں ہیں۔ ایک دن جمعے کے بیان میں راقم نے اس موضوع پر بیان کیا تو بیان کے بعد ایک شخص ملا اور کہنے لگا مولانا صاحب! اب تو زنا اس قدر آسان ہوگیا کہ والدین اور گھر کے افراد جب سو جاتے ہیں تو نصف شب کے بعد لڑکی اپنے یار کو فون کرکے بلاتی ہے، اور وہ بے غیرت آکر اس کی عزت داغ داغ کرکے چلا جاتا ہے جب کہ گھر کے افراد خرگوش کی نیند سو رہے ہوتے ہیں۔

اس دور میں زنا کرنا آسان ہو چکا ہے اور نکاح کرنا مشکل ہوگیا ہے، جب کہ حضراتِ صحابہ اور سلف کے دور میں نکاح آسان تھا اور زنا نہایت مشکل تھا۔ اس وقت ہمیں رسم ورواج نے اس قدر جکڑ لیا ہے کہ حلال کمائی پر نکاح کرنا بظاہر بہت مشکل ہو چکا ہے، اس لئے اس دور میں ضرورت ہے کہ قرآن وسنت کی تعلیمات کو عام کیا جائے، اور عفت وعصمت کے تحفظ کے لئے قرآن وسنت کی ہدایات کو مشعلِ راہ بنایا جائے۔

حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین مفتاحی ندوی رحمہ اللہ کی یہ تصنیف ''اسلام کا نظامِ عفت وعصمت'' اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اسلام کے نظام وعفت وعصمت واہمیت پر یہ پہلی محققانہ کتاب ہے، جس میں عفت وعصمت اور اس کے لوازمات کے ایک ایک گوشے پر بصیرت افروز ودل پذیر بحث کی گئی ہے، اور اس نظام کی خصوصیتوں کو اعتدال اور احتیاط کے ساتھ اُجاگر کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر اس قدر جامع اور تحقیقی کتاب عربی اردو لٹریچر میں راقم کی نظر سے نہیں گزری۔ مصنف رحمہ اللہ کو اللہ تعالی نے خداداد صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ فتاوی دار العلوم دیوبند جیسے بحر بیکراں کی تخریج وتحقیق کا ایک علمی وتحقیقی کام بھی آپ نے سرانجام دیا۔

مصنف رحمہ اللہ کی یہ دو تصنیفات ۱......اسلام کا نظامِ امن ۲......اسلام کا نظامِ عفت وعصمت۔ موجودہ معاشرے میں اس کی بڑی ضرورت ہے۔ ایک طرف اہلِ باطل کی طرف سے الیکٹرونک میڈیا کے ذریعے یہ غلط پروپیگنڈا کیا جارہا ہے کہ مسلمان دہشت گرد اور بنیاد پرست ہیں، اسلام دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے، اور دوسری طرف انٹرنیٹ، کیبل کے ذریعے فحاشی، عریانی، بے حیائی اور بے پردگی اور حیاء سوز واقعات کا آئے دن اضافہ ہوتا جارہا ہے اس لئے اس وقت ان دونوں کتابوں پر کام کی بڑی ضرورت تھی، اس لئے راقم نے ان دونوں کتابوں پر کام کا آغاز کیا جو الحمد للہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔

یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہر نوجوان مرد وعورت خصوصاً ایک دفعہ اس کا ضرور مطالعہ

کریں، اور آپس میں تحفہ تحائف میں خصوصاً نکاح کے موقع پر یہ کتاب ایک دوسرے کو ہدیہ میں دیں۔

مصنف رحمہ اللہ کی دونوں کتابوں پر کام کی نوعیت تقریباً ایک ہی طرح کی تھی، جیسا کہ راقم نے اسلام کے نظامِ امن کے مقدمے میں اس کی وضاحت کردی، یہاں بھی افادہ قارئین کے لئے کام کی نوعیت کو دوبارہ نقل کیا جارہا ہے۔

مصنف رحمہ اللہ نے اس کتاب میں ۱۸ مرکزی عنوانات قائم کرکے اس کے ماتحت تفصیلی مباحث قرآن وسنت اور کتبِ فقہ سے نقل کیں، موضوع کی اہمیت اور موجودہ دور میں اس کی ضرورت کے پیش نظر راقم نے اس کتاب پر کام کا آغاز کیا۔

تخریج کے دوران کافی محنت کرنی پڑی، اس لئے کہ مصنف رحمہ اللہ نے اکثر جگہ حوالہ دیتے وقت صرف کتاب کا نام لکھا، خصوصاً احادیث کا حوالہ دیتے وقت اصل مآخذ ومراجع کا حوالہ بہت کم دیا، اور اگر کہیں دیا بھی تو اس طرح ''**وکذا في البخاري**'' یا ''**كذا في الترمذي**'' لکھا، اور جن جگہوں میں تفصیلی حوالہ دیا بھی تو ''**كنز العمال**'' ''**جامع الصغير**'' ''**رياض الصالحين**'' یا ''**مشكاة المصابيح**'' کا حوالہ دیا، حالانکہ یہ اصل مراجع نہیں ہیں، بلکہ تحقیق کے دوران اصل یہ ہے کہ ہر بات کو اصل مراجع سے نقل کیا جائے، اسی طرح فقہی کتابوں میں ''**كذا في الدر المختار**'' یا ''**كذا في رد المحتار**'' یا ''**كذا في الهندية**'' کہہ کر حوالہ نقل کیا گیا، اور عربی عبارات کو کہیں ذکر کیا اور کہیں ذکر نہیں کیا، جہاں الفاظ موجود تھے وہاں ترجمے میں کچھ تشنگی باقی تھی، اور جہاں ترجمہ اور وضاحت کامل تھی وہاں عبارت اور حوالے کا التزام نہیں تھا، خصوصاً احادیث کے الفاظ اکثر مواقع میں نہیں تھے، بعض مقامات پر متقدمین کی کتابوں کی عبارت متاخرین کے حوالے سے نقل تھی، اصل مراجع سے نہیں تھی، اور بعض مقامات پر احادیث غیر مستند تھیں۔ تاریخی حوالجات بھی مبہم تھے، اس لئے تخریج وتحقیق کے دوران کافی محنت کرنا پڑی، کیونکہ محض ترجمہ اور تشریح سے اصل عبارت تک رسائی حاصل کرنا کافی دشوار تھا، لیکن اللہ تبارک

وتعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم کی بدولت کام پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا۔

راقم نے تمام حوالہ جات کی تخریج میں وہ طریقہ اختیار کیا جو متداول ہے، پہلے کتاب کا نام، پھر باب، پھر فصل، پھر جلد وصفحہ، رقم الحدیث، مطلب (اگر کہیں تھا) تو اس کا اہتمام کیا تاکہ استفادہ کرنے والوں کے لئے اصل مآخذ تک رسائی بآسانی ممکن ہو۔

اہلِ علم کے ذوق کو ملحوظ رکھتے ہوئے عربی عبارات بھی نقل کیں تاکہ اسے پڑھ کر عین الیقین حاصل کرلیں۔ حتی الامکان تمام اہم عبارات خصوصاً احادیثِ مبارکہ پر اعراب بھی لگادیئے تاکہ پڑھنے اور سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہو۔

اس بات کی بھی مکمل کوشش رہی کہ ہر بات کو اصل مراجع سے نقل کیا جائے خصوصاً احادیثِ مبارکہ میں، اس لئے ''**كنز العمال**''، ''**جامع الصغير**''، ''**مشكاة المصابيح**'' کے بجائے بندے نے اصل مراجع صحاح ستہ سے حوالے نقل کئے، اسی طرح کتبِ فقہ میں بھی حوالجات ''**المبسوط للسرخسي**''، ''**بدائع الصنائع**''، ''**فتح القدير لابن الهمام**''، ''**البحر الرائق**''، ''**الفتاوى الهندية**''، ''**الدر المختار**'' اور ''**رد المحتار**'' سے نقل کئے۔

بعض مقامات پر عنوان نہیں تھے، بعض مقامات پر طویل اور بعض جگہوں پر کافی مختصر تھے، تو حسبِ ضرورت عنوانات میں تبدیلی اور اضافہ کیا تاکہ استفادہ میں حتی الامکان آسانی ہو۔ بعض مواقع پر ہندی زبان یا اردو کا کوئی مشکل لفظ تھا تو اس کی جگہ معروف ومتداول لفظ نقل کیا۔

علاماتِ ترقیم کی اہمیت ہر زبان میں واضح اور مسلّم ہے، علاماتِ ترقیم کے ذریعے تحریر آسانی سے سمجھ میں آتی ہے، اس لئے عربی اور اردو میں اس کا بھی اہتمام کیا۔

مکمل کتاب کی ازسرِ نو کمپوزنگ کرائی پھر اس کی تصحیح اور پروف ریڈنگ کی گئی۔ میں نے اپنی بساط کے مطابق اسے خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کی لیکن ''**الإنسان من النسيان**'' کے پیشِ نظر اس بات کا قوی امکان ہے کہ کئی قابلِ اصلاح امور رہ گئے ہوں،

قارئینِ کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی بات قابلِ اصلاح رہ گئی ہو تو نشان دہی فرما کے عند اللہ ماجور ہوں۔

اس فحاشی اور عریانی کے دور میں ہمہ وقت اللہ تبارک وتعالی سے ہدایت، تقوی اور پاک دامنی کی یہ مسنون دُعا کرنی چاہئے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسْأَلُکَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی. ❶

اے اللہ! میں آپ سے ہدایت، تقوی، پاک دامنی اور غنا کا سوال کرتا ہوں۔

اللہ تبارک وتعالی سے دست بدستہ دُعا ہے کہ اللہ تعالی اس محنت کو اپنے دربار میں قبول فرمائے، مصنف اور راقم کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

محمد نعمان
استاذ جامعہ انوار العلوم مہران ٹاؤن کورنگی کراچی
فون نمبر: 0332-2557675
۲ جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ

---

❶ صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعاء، باب في الأدعیة، ج۴ ص۲۰۸۷، رقم الحدیث: ۲۷۲۱

عرضِ مؤلف

دو سال گزرے کہ میں نے اس عنوان سے ایک مقالہ لکھنا شروع کیا تھا، جو رسالہ ''برہان'' دہلی میں چھپتا رہا۔ اس وقت میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ یہ مقالہ اہلِ علم میں اتنا پسند کیا جائے گا، مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے محض اپنے فضل وکرم سے اسے شرف قبول بخشا اور اربابِ فضل وکمال نے اس کو پسند کیا، اس وقت میری مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب بزرگوں اور اساتذہ کرام نے اپنے خطوط میں اس مقالہ کو سراہا، اور مقالہ نویس کو حوصلہ افزا کلمات سے یاد فرمایا۔

اس سلسلہ میں حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی، حضرت الاستاذ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی اور حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی کے نام نامی خصوصیت سے پیش کئے جاسکتے ہیں بلکہ مفتی صاحب نے یہ بھی اطلاع دی کہ ناظرین برہان نے اس مقالہ کو پسند کیا۔

ان بزرگوں کی حوصلہ افزائی کے صدقہ میں ہمت بندھی اور ارادہ کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو اس مقالہ کو کتابی شکل دینے کی سعی کی جائے گی۔ مگر مدرسہ کی پر شور زندگی میں اطمینان وسکون کا نصیب ہونا بڑا پیچیدہ سوال تھا۔ اس زندگی کی تلخیوں اور حد سے بڑھی ہوئی پریشانیوں کا اندازہ وہی حضرات لگا سکتے ہیں جن کو اس مصیبت سے کبھی دوچار ہونا پڑا ہے، پھر اس وقت اور بھی جب وہ کسی دیہاتی مدرسہ کا مدرس اول ہو، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ میں نے اطمینان وسکون کے حصول کی کتنی کوشش کی اور کیسی ناکامیابی ہوئی، بایں ہمہ مایوس نہ ہوا اور برابر فکر میں رہا۔

اسی اثناء میں حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی کا گرامی نامہ ملا، جس میں اور باتوں کے ساتھ یہ بھی تحریر فرمایا گیا تھا:

برہان میں آپ کے مضمون کا نیا شمارہ بھی نظر سے گزرا ”جزاکم اللّٰہ عنّا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء“ وقت کی ایک بڑی ضرورت آپ اپنے اس محققانہ اور دلیرانہ مقالہ سے پوری فرمارہے ہیں، ان شاء اللہ کسی مستقل رسالہ کی شکل میں آئندہ شائع ہوکر زیادہ مفید ثابت ہوگا۔

اس تحریر کو نیک شگون سمجھا اور ارادہ کرلیا گیا کہ جس طرح زندگی گزر رہی ہے اسی حال میں کام شروع کردیا جائے کیونکہ ایک عالم ربانی اور خدا رسیدہ بزرگ کی زبانِ قلم سے جو بات نکلی ہے، اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوئی تو پوری ہوکر رہے گی۔

میرے اس ارادہ کو اس وقت اور تقویت پہنچی جب حضرت مولانا سید سلیمان ندوی صاحب کا یہ خط ملا، جو حقیقت پر مبنی ہے:

آپ کا مضمون ”نظامِ عفت“ برہان میں نہیں پڑھا، یہ پرچہ میرے پاس نہیں آتا۔ بہرحال جو کچھ ہوسکے موجبِ اجر ہے، آج کل ایمان کے بعد جو چیز برباد ہوتی نظر آتی ہے وہ عصمت ہی ہے اس لئے اس کی حفاظت کی خاطر جو کچھ کیا جاوے وہ عینِ مطلوب وماجور ہے۔

بہرحال خدا پر بھروسہ کرکے میں نے کام شروع کردیا، اس سلسلہ میں مجھے کافی محنت کرنی پڑی، بڑی مصیبت یہ پیش آئی کہ یہاں کتابیں نہیں، گنی چنی کتابوں سے کیا ہوتا ہے، مگر اللہ کا شکر ہے اِدھر اُدھر سے کچھ کتابیں فراہم ہوگئیں اور کام جاری رہا۔ اور اس طرح الحمد للہ وہ دن بھی آیا کہ جو کام نہایت پریشانی اور کس مپرسی عالم میں شروع کیا گیا تھا حسن وخوبی کے ساتھ اختتام کو پہنچا۔

تکمیل کے بعد پہلے یہ مسودہ اپنے صوبہ کے نائب امیر شریعت حضرت مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی کی خدمت میں پیش کیا، مولانا موصوف پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور بعض ضروری مشوروں سے مستفید فرمایا۔ وہاں سے آکر میں نے یہ پورا مسودہ اپنے مربی خاص حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی کی خدمت میں اصلاح کی غرض سے بھیج دیا۔

الحمد للہ حضرت نے اسے نوازا اور مسودہ کے دو تہائی حصہ کا ایک ایک لفظ پڑھا اور

اپنے قلم سے اصلاح فرمائی اور بقیہ تہائی حصہ کو سرسری پڑھا اور جگہ جگہ اپنا مشورہ لکھ کر واپس کر دیا۔ خود تحریر فرماتے ہیں:

میں نے خاص طور پر مسلسل تین چار دن آپ کے مسودہ کو بغور دیکھا، اور مناسب مقامات پر کچھ ضرورت اگر محسوس ہوئی تو حسبِ اجازت ردو بدل بھی کر دیا۔

اس ساری تفصیل کا مقصد یہ ہے کہ ان مراحل سے گزرنے کے بعد اطمینان سے کہا جاسکتا ہے کہ حقیر مؤلف نے اپنی کد وکاوش کی حد تک کوئی کوتاہی نہیں کی ہے، ہاں اس کا اعتراف ہے کہ کتاب کسی کتب خانہ میں بیٹھ کر مرتب نہیں کی گئی ہے، کامیابی رب العزت کے ہاتھ میں ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ حقیر خدمت قبول فرمائیں اور مؤلف کے لئے زادِ آخرت بنائیں، خدا کرے مسلمان اور دوسرے حضرات اس کتاب کو پڑھیں اور مستفید ہوں۔ ربنا تقبل منا إنک انت السمیع العلیم.

اخیر میں اخی المکرّم حضرت الاستاذ مولانا عبدالرحمٰن صاحب کی خدمت میں حسنِ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی تعلیم وترتیب اور دعا نے آدمی بنایا۔

محمد ظفیر الدین
دارالعلوم معینیہ ضلع مونگیر
٦ر دسمبر ١٩٥٣ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ...... اَمَّا بَعْدُ!

انسان مجموعۂ اضداد ہے۔ خیر وشر، محبت وعداوت اور عبدیت وشیطنت دونوں پہلوؤں کا حامل ہے۔ انسانی صلاحیتوں کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ اسے اعلیٰ مخلوق ہونے کا شرف حاصل ہے کیونکہ انسانوں میں سے ہی وہ برگزیدہ ہستیاں منصۂ شہود پر آئیں جنہیں ہم انبیاء ورسل علیہم السلام کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کو جانوروں سے بھی بدترین مخلوق کا لقب ملا ہے کیونکہ وہ بھی آدم ہی کے گھرانے کے بچے تھے جو ہامان وشداد، فرعون ونمرود کی صورت میں وہ کچھ کرتے رہے جس کے خیال سے آج بھی ہم کانپ اٹھتے ہیں۔

رحمتِ الٰہی

مگر رب العالمین کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کی رحمت کا ہاتھ ہمیشہ بڑھتا رہا اور ہر زمانہ میں غیب سے کچھ ایسے ساز وسامان مہیا ہوتے رہے جن سے بگاڑ سنوارا اور فساد صلاح کی شکل اختیار کرتا رہا۔ اس سلسلہ میں خاتم المرسلین رسول رب العالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو رحمۃ للعالمین بنا کر ارحم الراحمین نے انسانی نسلوں کے درمیان لا کھڑا کیا اور خالق کائنات کی طرف سے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا. (المائدۃ: ۳)

کا اعلان کر کے قرآن آخری دستور العمل کی حیثیت سے بنی آدم کے سپرد کیا گیا، جو انسانی زندگی کے لئے ہمہ گیر جامع نظامِ حیات پر مشتمل ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے متعلق اس کتاب میں راہ نمائی نہ کی گئی ہو۔ دوسرے مسائل ومباحث سے اس وقت بحث نہیں ہے، بلکہ کہنا چاہتا ہوں:

نظامِ نسل انسانی

کائنات انسانی کی بقا اور اس کے تحفظ کے لئے رب العزت نے توالد و تناسل کا جو سلسلہ جاری کیا، مرد اور عورت کے نام سے دو جنسیں پیدا کیں، باہم دونوں میں جذب وکشش کے فطری جذبات ودیعت کئے گئے اور ہر صنف میں دوسری صنف کی طلب کا تقاضا رکھا گیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ان میں ہر ایک دوسرے کو اپنی تسکین کا ذریعہ سمجھنے پر مجبور ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ دونوں کی زندگی ایک دوسرے کے بغیر نامکمل اور ادھوری بن کر رہ جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مرد، کامل مرد رہتے ہوئے عورت سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، اسی طرح عورت، عورت کے لباس میں رہتے ہوئے مرد کے بغیر مطمئن زندگی نہیں گزار سکتی۔ مگر انسان جلد باز اور عجلت پسند واقع ہوا ہے۔ اس نے زندگی کے اس اجتماعی شعبہ میں بھی افراد وتفریط پیدا کی اور جنسی خواہشات کی راہوں میں بھی ان قدرتی نشان زدہ حدود سے ہٹتا رہا جن سے تجاوز میں خود انسانیت اور انسانی نسلوں کی بربادی تھی۔

اسلام نے جہاں زندگی کے دوسرے شعبوں میں فطرت کی حدود پر انسانیت کو کھینچ کھینچ کر پہنچایا، وہیں جنسی میلان کی راہوں میں بھی اعتدال کا جو فطری وطبعی نقطہ ہوسکتا تھا اس پر چاہا کہ حدود سے ہٹنے والوں کو واپس لایا جائے۔ اس سلسلہ میں آئین وقوانین کا ایک مستقل ضابطہ جو ہمیں عطا کیا گیا ہے، ہم ایک خاص رنگ میں اسی ''ضابطۂ حیات'' کو آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں تاکہ جن دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر، اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آخرت کا خوف ہو، یہ معروضات ان کی اصلاح کا ذریعہ بن جائیں۔

اسلام سے پہلے عورت کی حیثیت

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے جس زمانہ میں اس شعبۂ زندگی کی آئینی دفعات کو لوگوں کے سامنے رکھا تھا، یہ وہ زمانہ تھا کہ رشتۂ ازدواج کا جو بنیادی مقصد تھا، وہ بھلایا جاچکا

تھا، سکون اور آسودگی کی اس کیفیت سے قلوب خالی ہو چکے تھے جو زن وشو کو ایک حقیقت بنا دیتی ہے، باہمی پیار اور محبت کا وہ حال ختم ہو چکا تھا جس سے دو خاندانوں اور دو جانوں میں یگانگت اور تعاون کا جذبہ پروان چڑھتا ہے اور نہ کوئی اور نیک اثر اس رشتہ کا باقی رہ گیا تھا۔ اللہ اللہ !! ازدواجی ہنگامہ آرائیوں کی روح ''عفت وعصمت'' تک ایک بے قیمت چیز ہو چکی تھی، چھلکے رہ گئے تھے، مغز غائب ہو چکا تھا۔

عورتوں کی مظلومیت

ہر جگہ صنف نازک (عورتیں) مردوں کے ظلم وجور کا شکار بنی ہوئی تھیں۔ مرد، مرد نہیں بلکہ نازک وکمزور صنف کے مقابلہ میں جنگلی درندہ تھا۔ کرۂ ارضی کی انسانی بستیوں کا یہ عام حادثہ تھا۔ سچ پوچھئے تو اس سلسلہ میں شائستہ وناشائستہ، متمدن وغیر متمدن اقوام وافراد میں چنداں فرق باقی نہیں رہا تھا، چوپایوں اور گھر کے دوسرے ساز وسامان کی طرح عورتیں خریدی اور بیچی جانے لگیں۔ مرد عورت پر اپنی نفسانی خواہشوں کے لئے جبر وتشدد پر اتر آیا، حد یہ ہے کہ عورتوں کو بدکاری کا پیشہ تک اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا، یعنی اپنی ہوس رانیوں کا ذریعہ بنانے کے ساتھ ساتھ زرکشی کا ذریعہ بھی مردوں نے ان غریب عورتوں ہی کو بنا لیا تھا۔

جاہلیت میں عورتیں انسان اور حیوان کے درمیان ایک مخلوق سمجھی جانے لگی تھی، جن کا مقصد نسلِ انسانی کی ترقی اور مرد کی خدمت کرنا تھا اور یہی وجہ تھی کہ لڑکیوں کی پیدائش باعثِ ننگ اور عار تھی، پیدا ہونے کے ساتھ ان کو زندہ درگور کر دینا، اسی کو بعضوں نے اپنی شرافت وافتخار کا اقتضا قرار دے رکھا تھا۔ جاہلیت کی تاریخ کے اس خاص حصہ کے متعلق قرآنی معلومات ہی عبرت کے لئے وافی وکافی ہیں۔

بچیوں کی پیدائش کا باپ پر اثر

باپ کے دل میں لڑکی کی ولادت کی خبر جس اثر کو پیدا کرتی تھی، قرآن میں اسی کی اطلاع ان الفاظ میں دی گئی ہے:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ.

(النحل: ۵۸، ۵۹)

ان میں سے جب کسی کو بیٹی کی پیدائش کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہوجاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے جس (بیٹی) کی خبر دی گئی ہے اس کی عار سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (اور اس سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ) ذلت برداشت کرکے اس کو پاس رکھے یا مٹی میں گاڑ دے (تاکہ ذلت سے نجات ملے)۔

اجمالاً اسی کا اعادہ دوسری جگہ بایں الفاظ کیا گیا ہے:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ. (الزخرف: ۱۷)

ان میں سے جب کسی کو اس چیز کی خبر دی جائے جس کو وہ اللہ تعالیٰ سے مخصوص کرتا ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہوجاتا ہے اور دل ہی دل میں کڑھتا رہتا ہے۔

جاہلی ذہنیت کی عکاسی کا ذکر کرتے ہوئے قرآن ہی میں بیان کیا گیا ہے کہ جاہل لوگ ایک طرف تو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بھی مانتے تھے، یعنی ''مقدس دیویوں'' کا عقیدہ بھی ان میں پایا جاتا تھا اور دوسری طرف ان میں سے کوئی بھی کسی لڑکی کا باپ بننے کی ذلت برداشت کرنے کے لئے بھی تیار نہیں تھا۔ اسی ''فرضی تضاد'' کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن میں پوچھا گیا ہے:

اَفَاَصْفٰكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا. (الإسراء: ۴۰)

کیا تمہارے رب نے تم کو بیٹوں کے ساتھ خاص کیا ہے اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنایا ہے، بے شک تم بڑی سخت بات کہتے ہو۔

اسی بات کو خبریہ انداز میں بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَيَجۡعَلُوۡنَ لِلّٰهِ الۡبَنَاتِ سُبۡحٰنَهٗ وَلَهُمۡ مَّا يَشۡتَهُوۡنَ. (النحل: ۵۷)

اللہ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور اپنے لئے وہ چیز جو اپنی خواہش کے مطابق ہو۔

بچیوں کا بے رحمانہ قتل

یہ احساس تھا جاہلیت میں معصوم لڑکیوں کے متعلق، پھر کون سا تعجب ہے اگر اکثر لوگ اس ذلت سے بچنے کے لئے بچیوں کو مار ڈالتے ہوں انہی سنگ دلوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

وَاِذَا الۡمَوۡءٗدَةُ سُئِلَتۡ بِاَيِّ ذَنۡبٍ قُتِلَتۡ. (التكوير: ۸، ۹)

اور جس وقت اس لڑکی سے جو زندہ درگور کردی گئی تھی، پوچھا جائے گا کہ وہ کس جرم کے بدلے قتل کردی گئی۔

قرآن ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ذلت ورسوائی کے علاوہ معاشی دشواریوں کا غلط احساس بھی اولاد کو قتل کرنے میں اہم کردار ادا کر رہا تھا۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن میں حکم دیا گیا:

وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ مِّنۡ اِمۡلَاقٍ نَحۡنُ نَرۡزُقُكُمۡ وَاِيَّاهُمۡ. (الأنعام: ۱۵۱)

اپنی اولاد کو ناداری کی وجہ سے قتل نہ کرو، ہم تم کو بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی۔

سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا:

وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ خَشۡيَةَ اِمۡلَاقٍ نَحۡنُ نَرۡزُقُهُمۡ وَاِيَّاكُمۡ اِنَّ قَتۡلَهُمۡ كَانَ خِطۡاً كَبِيۡرًا. (الإسرا: ۳۱)

اپنی اولاد کو ناداری کی وجہ سے قتل نہ کرو کیونکہ ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی بے شک ان کا قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہی غیر فطری حرکات کی وجہ سے جاہلی معاشرہ میں عورتوں کی کمی ہوگئی تھی اور اس سے وہ حالت پیدا ہوگئی تھی جو حالت ہندوستان کی بعض قوموں میں ''دختر کشی'' کی ظالمانہ رسم نے پیدا کردی ہے، یعنی ایک ایک عورت کی بھاری بھاری قیمتیں ادا کرنا پڑتی ہیں اور یوں ''نسوانی وجود'' کو ان میں بھی اہمیت حاصل ہوجاتی ہے۔ جیسے عرب جاہلیت کی بعض روایتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ''بیوی'' کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے لیکن اس کا مطلب وہی تھا کہ اس کے حاصل کرنے میں کافی قیمت صرف کرنا پڑتی تھی۔

عفت وعصمت کی بربادی

مگر جاہلیت کے جس دور کے لوگوں پر قرآن میں اس حکم کے نافذ کرنے کی ضرورت ہوئی یعنی:

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا. (النور: ۳۳)

> اپنی لونڈیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو، بالخصوص اس وقت جبکہ وہ پاک دامن رہنا چاہیں (سوچو تو یہ صرف اس لئے کہ) تم کو دنیوی زندگی کا کچھ فائدہ حاصل ہوجائے۔

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ''نسوانیت'' کا مقام ان کی نظروں میں کیا تھا؟ صحیح بخاری کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہلیت میں عورتیں رہن بھی رکھی جاتی تھیں۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں کعب بن اشرف کے پاس گیا اور غلہ قرض دینے کی درخواست کی تو اس نے کہا:

اِرْهَنُوْنِي نِسَائَكُمْ، قَالُوا كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَائَنَا وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ. (1)

---

(1) صحيح البخاري: كتاب المغازي، باب قتل كعب الأشرف، ج۵ ص ۹۰، رقم الحديث: ۴۰۳۷

اس واقعہ سے بھی اندازہ لگایئے کہ عورتیں کتنی مظلوم تھیں اوران کی عصمت کتنی سستی خیال کی جاتی تھی ، جاہلیت میں نکاح کا نام تو ضرور تھا، مگراس کی اکثر صورتیں زنا کی تھیں، ورنہ اتنی بات تو بہرحال ہے کہ عورت کی عفت وعصمت کی کوئی قدر نہیں تھی۔

جاہلیت کے نکاح

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جاہلیت میں نکاح کی چار صورتیں تھیں:

۱......ایک طریقہ تو یہی تھا جو آج کل رائج ہے۔

۲......مرد اپنی منکوحہ بیوی سے کہتا کہ جب تیرا حیض کا خون بند ہوجائے تو پاکی حاصل کرنے کے بعد تو فلاں مرد کے پاس چلی جا اوراس سے فائدہ حاصل کر، یعنی اس غیر مرد سے ہم بستری کر، شوہر اپنی اس عورت سے اس وقت تک علیحدہ رہتا جب تک اس کی عورت کو غیر مرد کا حمل ظاہر نہ ہوجاتا، چنانچہ جب غیر مرد کا حمل واضح ہوجاتا تو اب اگر شوہر کی خواہش ہوتی تو وہ اپنی بیوی کے پاس جاتا، ایسا جاہلیت میں اس لئے کرتے تھے کہ لڑکا نجیب ہو، اس کو ''نکاحِ استبضاع'' کہا جاتا تھا۔ گویا تخم حاصل کرنے کا یہ ایک طریقہ تھا۔

۳......تیسری شکل یہ تھی کہ ایک عورت کے پاس متعدد مرد آتے اوراس سے زنا کرتے مگران کی تعداد دس سے کم ہوتی، پھر جب عورت بچہ جنم دیتی اور بچہ کی پیدائش کے کچھ دن بعد عورت ان تمام مردوں کو قاصد کے ذریعہ بلا بھیجتی، کوئی انکار کی جرأت نہیں کرسکتا تھا، چنانچہ جب سب جمع ہوجاتے تو یہ عورت کہتی، تم اپنے معاملہ سے واقف ہو کہ میرے پاس وطی کے لئے آیا کرتے تھے، میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے، یہ تمہارا بچہ ہے، تم اپنی پسند سے اس کا کوئی نام رکھو، چنانچہ یہ بچہ اس شخص کا ہوجاتا جس کا عورت نام لیتی اور وہ مرد انکار نہیں کرسکتا تھا۔

۴......کچھ عورتیں ایسی تھیں جن کے دروازوں پر جھنڈے گڑے رہتے ، یہ بازاری پیشہ ور عورتیں تھیں، جس کا جی چاہتا ان کے پاس جاتا، جب ان کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اس سے زنا کرنے والے زانی جمع ہوتے پھر قیافہ شناس بلایا جاتا اور وہ اپنے علم پر جانچ کر اس

بچہ کو ان مردوں میں سے جس کا کہہ دیتا وہ بچہ اسی کا ہو جاتا اور وہ مرد انکار نہیں کر سکتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان صورتوں کو بیان کر کے فرماتی ہیں:

فَلَمَّا بُعِثَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ، هَدَمَ نِكَاحَ الجَاهِلِيَّةِ كُلَّهُ إِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ الْيَوْمَ. ❶

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حق لے کر مبعوث ہوئے تو آپ نے تمام جاہلی نکاحوں کو بند کر دیا صرف اس نکاح کو باقی رکھا جو آج رائج ہے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جاہلیت میں عورتوں کی عفت وعصمت اپنی قدر و قیمت سے محروم ہو چکی تھی، جہاں شوہر اپنی رضامندی سے اپنی بیویوں کو اجنبی مردوں سے تخم حاصل کرنے کے لئے بھیجا کرتے تھے، اسی سے اندازہ کیجئے کہ عورت اور اس کی عفت وعصمت کے متعلق جاہلی احساسات ذلت وکمینگی کی کن حدود تک پہنچ چکے تھے۔ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد یہ سمجھتا تھا کہ میں نے عورت کو مہر کے عوض خرید لیا ہے اور یہی وجہ تھی کہ شوہر کے مرنے کے بعد وہ مال متروکہ بن جاتی تھی۔

نسوانی ناموس کا حشر غیر اقوام میں

یہ تو آپ نے جاہلیت کی ظلمت میں عرب کا حال دیکھا، اب بتانا یہ ہے کہ عرب سے باہر عورتوں کے ساتھ اور ان کی عفت وعصمت کے ساتھ کیا سلوک برتا جاتا تھا، اس سلسلہ میں ایک مشہور غیر مسلم ڈاکٹر گستاؤلی بان کی شہادت ملاحظہ فرمائیے:

''یونانی عموماً عورتوں کو ایک کم درجہ کی مخلوق سمجھتے تھے، اگر کسی عورت کا بچہ خلافِ فطرت پیدا ہوتا تو اس کو مار ڈالتے تھے۔'' ❷

''اسپارٹا میں اس بدنصیب عورت کو جس سے کسی قومی سپاہی کے پیدا ہونے کی امید نہ ہوتی، مار ڈالتے تھے، جس وقت کسی عورت کے ہاں بچہ ہو چکا ہوتا تھا تو ملکی فوائد کی

❶ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب من قال لا نكاح إلا بولي، ج٧ ص١٥، رقم الحديث: ٥١٢٧. ❷ تمدنِ عرب: ص٣٧٢

غرض سے اسے (عورت کو) دوسرے شخص کی نسل لینے کے لئے اس کے خاوند سے عاریتاً لے لیتے۔ ❶

''یونانی اپنے اعلیٰ سے اعلیٰ تمدن کے زمانہ میں بھی بجز طائفہ کے کسی عورت کی قدر نہیں کرتے تھے۔'' ❷

''عہد قدیم'' کے باب ''واعظ'' میں لکھا ہے:

''جو کوئی خدا کا پیارا ہے وہ اپنے آپ کو عورت سے بچائے گا، ہزار آدمیوں میں سے میں نے ایک پیارا پایا ہے لیکن تمام عالم کی عورتوں میں ایک عورت بھی ایسی نہیں پائی جو خدا کی پیاری ہوتی۔'' ❸

روم میں:

''مرد کی حکومت اپنی بیوی پر جابرانہ تھی، جس کا معاشرہ میں کوئی حصہ نہیں تھا اور شوہر کو اس کی جان پر بھی پورا حق حاصل تھا اور یہی حال یونان کا تھا۔'' ❹

یہودی قانون

توریت استثناء باب ۲۵، نمبر ۵ تا ۱۰ میں ہے:

''اگر ایک جگہ دو بھائی رہتے ہوں اور ان میں سے ایک بے اولاد مر جائے تو اس متوفی کی بیوی کا بیاہ کسی اجنبی سے نہ کیا جائے بلکہ اس کے شوہر کا بھائی اس سے خلوت کرے اور اسے اپنی بیوی بنائے اور بھاوج کا حق اسے ادا کرے اور یوں ہوگا کہ جو بچہ اس سے پیدا ہو تو اس کے متوفی بھائی کے نام کا شمار ہوگا، تا کہ اس کا نام اسرائیل سے نہ مٹ جائے۔ اگر یہ شوہر بننے سے انکار کرے تو اس کے بھائی کی بیوی ججوں کے سامنے اس کے نزدیک اپنے پاؤں کی جوتی نکالے اور اس کے منہ پر تھوک دے اور جواب دے اور کہے کہ اس شخص کے ساتھ جو اپنے بھائی کا گھر نہ بنائے گا، یہی کیا جائے گا اور اسرائیل میں اس کا

❶ تمدنِ عرب: ص ۳۷۳ ❷ تمدنِ عرب: ص ۳۷۳ ❸ تمدنِ عرب: ص ۳۷۳
❹ تمدنِ عرب: ص ۳۷۳

نام یہ رکھا جائے کہ یہ اس شخص کا گھر ہے جس کا جوتا نکالا گیا۔'' ❶

کتابِ مقدس میں لکھا ہے: عورت موت سے زیادہ تلخ ہے۔ ❷

ہندو قانون

ہندوؤں کے قانون میں عورت اور اس کی عفت وعصمت کی کیا قدر تھی، اس سلسلہ میں پہلے سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج کی کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' سے یہ اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

''شادی آٹھ قسم کی ہوتی ہے: ایک براہم، دوسری دیو، تیسری آرش، چوتھی پرجاپت، پانچویں آسر، چھٹی گاندھرب، ساتویں راکشش، آٹھویں پیشاج۔

ان شادیوں کی تفصیل یہ ہے:

۱...... دولہا دلہن کامل برہمچاری، پورے فاضل دھارمک اور نیک سیرت ہوں، ان کی باہم رضامندی سے ہونے والی شادی کو ''براہم'' کہا جاتا ہے۔

۲...... بڑے یگ میں عمدہ طور پر یگیہ کرتے ہوئے داماد کو زیور پہنی ہوئی لڑکی دینا ''دیو''۔

۳...... دولہا سے کچھ لے کر شادی ہونا ''آرش''۔

۴...... دونوں کی شادی دھرم کی ترقی کے لئے ہونا ''پرجاپت''۔

۵...... دولہا دلہن کو کچھ دے کر شادی کرنا ''آسر''۔

۶...... بے قاعدہ، بے موقع کسی وجہ سے دولہا دلہن کا برضا ورغبت میل ہونا ''گاندھرب''۔

۷...... لڑائی کر کے جبراً یعنی چھین جھپٹ کر یا فریب سے لڑکی حاصل کرنا ''راکشش''۔

۸...... سوئی ہوئی یا شراب وغیرہ پی کر بے ہوش ہوئی یا پاگل لڑکی سے بالجبر ہم بستر ہونا ''پیشاج'' کہلاتا ہے۔'' ❸

خاندان کی یا چند بھائیوں کی مشترکہ بیوی کا رواج ہندوستان قدیم کا ایک جانا

❶ اسلام کے معاشی نظریئے: ص ۲۱۸ ❷ تمدنِ عرب: ص ۳۷۲

❸ ستیارتھ پرکاش: باب ۴، ص ۱۱۷، ۱۱۸

پہچانا رواج ہے۔ ❶

منوسمرتی ادھیائے ۹ نمبر ۵۹ کا خلاصہ یہ ہے:

''برہمنوں کے یہاں نیوگ کا رواج ہے کہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں خسر وغیرہ کا حکم پا کر عورت رشتہ دار سے یا دیور سے اولاد حسب دلخواہ حاصل کرے۔'' ❷

''ستیارتھ پرکاش'' میں ہے:

''عورت بانجھ ہو تو آٹھویں سال (اگر شادی سے آٹھ سال تک عورت کو حمل نہ ٹھہرے) اور اگر اولاد ہو کر مر جائے تو دسویں سال، اور اگر اولاد ہو لیکن لڑکیاں ہی ہوں لڑکے نہ ہوں تو گیارہویں سال تک، اور جو عورت بدکلام ہو تو جلدی ہی اس عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے۔'' ❸

ایسے ہی اگر مرد نہایت تکلیف دہندہ ہو تو عورت کو چاہئے کہ اس کو چھوڑ کر دوسری عورت کے خاوند سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کر کے اسے بیاہے خاوند کی وارث کرے۔ ❹

جب خاوند اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ ہو، تب اپنی عورت کو اجازت دے کہ:

''اے نیک بخت! اولاد کی خواہش کرنے والی عورت! تو مجھ سے علاوہ دوسرے خاوند کی خواہش کر، کیونکہ اب مجھ سے اولاد نہ ہو سکے گی۔ تب عورت دوسرے کے ساتھ نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے، لیکن اس بیاہے عالی حوصلہ خاوند کی خدمت میں کمر بستہ رہے، ویسے ہی عورت بھی جب بیماری وغیرہ میں پھنس کر اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ ہو تب اپنے خاوند کو اجازت دے، کسی دوسری بیوہ عورت سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کیجئے۔'' ❺

نیوگ کے اور بھی بیسیوں مواقع اس کتاب میں مذکور ہیں، یہ تو شادی بیاہ کا حال تھا۔ اب عورت کی ذات کے متعلق بھی سنئے:

❶ تمدنِ عرب: ص ۳۶۸
❷ اسلام کے معاشی نظریئے: ص ۲۱۸
❸ ستیارتھ پرکاش: باب ۴، ص ۱۵۲، ۱۵۳
❹ ستیارتھ پرکاش: باب ۴، ص ۱۵۲، ۱۵۳
❺ ستیارتھ پرکاش: باب ۴، ص ۱۵۲، ۱۵۳

”ہندوؤں کا قانون کہتا ہے: تقدیر، طوفان، موت، جہنم، زہر، زہریلے سانپ ان میں سے کوئی اس قدر خراب نہیں جتنی عورت۔“ ❶

”ہنود کا قانون کہتا ہے: عورت صغر سنی میں باپ کی مطیع ہے، جوانی میں شوہر کی اور شوہر کے بعد اپنے بیٹوں کی اور اگر بیٹے نہ ہوں تو اپنے اقرباء کی، کیونکہ کوئی عورت ہرگز اس لائق نہیں کہ خود مختار طور پر زندگی بسر کر سکے۔“ ❷

ظہور اسلام سے پہلے قدیم ہندوستانی مقنن نے اس بے اعتباری کو صاف ظاہر کیا ہے کہ کسی عورت کو زانیہ کہنے کے لئے اس قدر کافی ہے کہ وہ کسی مرد کے ساتھ اتنی دیر علیحدہ رہی ہو جتنی دیر میں انڈا تلا جا سکتا ہے۔ ❸

مسیحی قانون

ترتولیان مسیحیت کے ابتدائی دور کا امام ہے، وہ مسیحی تصور کی ترجمانی ان الفاظ میں کرتا ہے:

وہ شیطان کے آنے کا دروازہ ہے، وہ شجر ممنوع کی طرف لے جانے والی، خدا کے قانون کو توڑنے والی اور خدا کی تصویر، مرد کو غارت کرنے والی ہے۔ ❹

کرائی سوسٹم جو ایک بڑا مسیحی امام شمار کیا جاتا ہے، عورت کے حق میں کہتا ہے:

”ایک ناگزیر برائی، ایک پیدائشی وسوسہ، ایک مرغوب آفت، ایک خانگی خطرہ، ایک غارت گر دلربائی، ایک آراستہ مصیبت ہے۔“ ❺

عورت کے متعلق مروجہ فقرے

عورتوں کے متعلق مختلف ملکوں میں جو مروجہ مثالی فقرے ہیں، ان سے بھی عورتوں کی قدر و منزلت پر روشنی پڑتی ہے:

روسی مثل ہے: ”دس عورتوں میں ایک روح ہوتی ہے۔“

❶ ستیارتھ پرکاش: باب۴، ص۱۵۳ ❷ ستیارتھ پرکاش: باب۴، ص۱۵۳ ❸ تمدنِ عرب: ص۳۷۳
❹ پردہ از سید ابوالاعلیٰ مودودی: ص۱۲ ❺ پردہ از سید ابوالاعلیٰ مودودی: ص۱۲

اطالیون کا قول ہے: ''گھوڑا اچھا ہو یا برا، اسے مہمیز کی ضرورت ہے، عورت اچھی ہو یا بری اسے مار کی ضرورت ہے۔''

اسپینی زبان میں مثل ہے: ''بری عورت سے بچنا چاہئے، مگر اچھی صورت پر کبھی بھروسا نہیں کرنا چاہئے۔'' ❶

غیر مذاہب میں ازدواجی تعلقات

اسلام سے پہلے مرد اور عورت کے ازدواجی تعلق کو اخلاق و روح اور اس کی ترقی کے لئے رکاوٹ تسلیم کیا جاتا تھا۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں اور حوالہ کے ساتھ لکھتے ہیں:

''اسلام سے پہلے جو اخلاقی مذاہب تھے، ان سب میں عورت کو اور عورت و مرد کے ازدواجی تعلق کو بہت حد تک اخلاق و روح کی ترقی و مدارج کے لئے مانع تسلیم کیا گیا تھا۔ ہندوستان میں بودھ، جین، ویدانت جوگ اور سادھو پن کے تمام پیرو اسی نظریئے کے پابند تھے۔ عیسائی مذہب میں تجرد اور عورت سے بے تعلقی ہی کمال روحانی کا ذریعہ تھا۔'' ❷

یہ سارے اقتباسات نقل کرنے کی زحمت اس لئے برداشت کی گئی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ عورتوں کی عفت و عصمت اور خود ان کی ذات کے متعلق مذاہب و ادیان کی حامل امتوں کا حال کیا ہو گیا تھا۔

عورت کے حق میں اسلام کی اصلاحی جدوجہد

انہی گھنگھور گھٹاؤں میں اسلام کا آفتابِ عالم تاب طلوع ہوا اور اس نے اپنی نورانی کرنوں سے اس ''ظلمت کدہ'' دنیا کو ''صبح سعادت'' سے ہم آغوش کیا، پچھڑی ہوئی انسانیت خاک دھول سے اٹھائی گئی، سینہ سے لگائی گئی اور مظلوموں کو سر اٹھانے کا موقع ملا۔

افراط و تفریط ختم ہوئی، اعتدال کے فطری نقطہ پر اسلام نے انسانوں کو لاکر کھڑا کر دیا، جس کا جو حق تھا وہ اس کو دیا گیا، جور و ستم کی چکیوں میں پسنے والی صنف نازک

❶ تمدنِ عرب: ص ۳۴۷ ❷ سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم): حقوق و فرائض، حقوقِ زوجین، ج ۶ ص ۱۲۲

(عورت) کو بھی پوری قوت کے ساتھ اسلام نے اپنے دامنِ حمایت کے سایہ میں لیا، ناموس نسوانی کی قدر و قیمت کے سوال کو زندہ کیا گیا، اس راہ میں کسی قسم کی چشم پوشی روا نہ رکھی گئی، بدکاری اور بے آبروئی کے جتنے سرچشمے تھے، ایک ایک کر کے بند کئے گئے، ازدواجی تعلقات کے آئین وقانون حدود میں لاکر جنسی میلانات کو اعتدال وضابطہ کا پابند بنایا گیا، اورنسلِ انسانی کے اضافہ کے صحت بخش طریقے نافذ کئے گئے، عائلی زندگی کو خوشگوار ماحول کے قالب میں ڈھالا گیا۔ بجائے لعنت کے عورت رحمت وسکینت کا مظہر ٹھہرائی گئی، ترکِ نکاح کے راہبانہ نظریہ کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے ازدواجی زندگی پر زور دیا گیا اور اسے ضروری قرار دیا گیا۔

عورتوں کی حیثیت کا اعلان

پہلا ''قرآنی مشورہ'' نسوانی حقوق کے سلسلہ میں جس کا اعلان کیا گیا، یہ تھا:

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَاءً. (النساء: ۱)

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تم سب کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔

جس کا حاصل یہی ہوا کہ مرد اور عورت ایک ہی سرچشمہ کی دو موجیں ہیں ''انسانیت'' کی حد تک دونوں میں کمی وبیشی کے خیالات کا تعلق واقعہ سے نہیں بلکہ صرف وسوسہ سے ہے۔

اس آیت میں بھی حقیقت واشگاف کی گئی ہے کہ عورت جس کو مرد انسانیت سے خارج سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے ازسرتاپا غلط ہے۔ ان دونوں کی ایک ہی جان سے پیدائش ہے اور پھر انہی سے مرد وعورت کی یہ بہتات ہے، عورت کوئی جداگانہ یا الگ مخلوق نہیں بلکہ وہ بھی انسان ہی ہے، جیسے مرد انسان ہیں۔ عورت ومرد دونوں کا منبع ومخرج ایک ہی ہے پھر ان دونوں میں ذاتی تفاوت کیونکر ہوسکتا ہے، بلکہ اس نسبت سے ہر ایک کو دوسرے کی قربت

پر فکر کرنا چاہئے اور اپنے لئے باعث فخر وعزت سمجھنا چاہئے۔ بلکہ مشہور قرآنی آیت:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ. (الحجرات: ۱۲)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری ذاتیں اور برادریاں بنائیں، تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، ورنہ اللہ کے نزدیک تم میں بڑا عزت والا وہی ہے جو تم میں بڑا پرہیز گار ہے۔

اس آیت سے جہاں دوسرے نتائج سامنے آتے ہیں، وہیں اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ کوئی مرد ایسا نہیں ہے جس کی پیدائش میں عورت کی شرکت نہ ہو، ایسا مرد جو صرف مرد ہی سے پیدا ہوا ہو، اس کا دعویٰ کون کرسکتا ہے؟ پھر مرد کو کیا حق ہے کہ مردوں کو باعزت اور عورتوں کو حقیر وذلیل سمجھے۔ انسانی جسم کی بناوٹ میں مرد کے ساتھ عورت کا حصہ بھی شریک ہے بلکہ طبی تحقیقات سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت کا حصہ اس کی تعمیر میں زیادہ خرچ ہوتا ہے۔ اللہ، اللہ!

عورت جب ماں بن کر بچے کو اپنے پیٹ میں رکھتی ہے، پھر اسے جنتی ہے، پرورش کرتی ہے، دودھ پلاتی ہے، ذرا سوچیئے تو سہی کہ مرد اس کے مقابلہ میں ''بچے'' کے لئے کیا کرتا ہے؟ عورت ہی کے پیٹ میں ہم شکل وصورت پاتے ہیں، اسی کے پیٹ میں ہماری جان کا تعلق ہمارے جسد کے ساتھ قائم ہوتا ہے، بھلا اسی عورت کا وجود باعث عار بن جائے؟ کوئی بات ہے، عورت ہی نے اس وقت ہماری تربیت اور پرداخت کی ہے جب ہم میں چلنے پھرنے کی سکت نہیں تھی، بولنے اور اپنی تکلیف وضرورت بتانے کی طاقت نہیں تھی، اسی نے ہمیں چلنے کا سلیقہ سکھایا، بولنے کی مشق کرائی اور اسی جنس نے سن شعور تک ہماری خدمت کی، بایں ہمہ عورت ذلیل وحقیر ہوگئی؟ تف ہے اس عقل پر جو یہ سوچے، پھٹکار رہے اس زبان پر جو اس خیال کو ظاہر کرے اور ملعون ہے جو اپنے دل میں اس قسم کے بے ہودہ وسوسوں کو جگہ دے۔

بہر حال یہ اور اس طرح کی دوسری قرآنی آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہی بتایا ہے کہ عورت باعث عار ہرگز نہیں ہے اور ذاتی شرف وعزت میں بھی وہ مرد سے کسی درجہ میں کم نہیں، لہٰذا عورتوں کو جانوروں کی طرح ناجائز استعمال کرنا اور ان کے ناموس کو زرکشی کا آلہ بنالینا، انسانیت کی توہین اور آدمیت کی تحقیر کی بدترین شکل ہے۔

عورتوں کا مقصد

انسانیت میں کلی اشتراک کے باوجود، دونوں صنفی جنسوں کے اندر بعض عضوی اختلافات میں اس اللہ حکیم کی جو حکمتیں پوشیدہ ہیں، یوں بھی ان سے کوئی ناواقف نہیں ہے۔ ماسوا اس کے کہ اپنی کاریگریوں کے بھید کو جتنا زیادہ کاریگر جانتا ہے اتنا کوئی اور نہیں جانتا، انجان اس کی تہوں تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ الذُّكُوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ. (الشوری: ۴۹)

آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عنایت کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عنایت کرتا ہے، یا بیٹے اور بیٹیاں دونوں قسم کی اولاد دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے، بے شک وہ جاننے والا قدرت والا ہے۔

پھر بچی کی پیدائش پر ناک بھوں چڑھانے کی کیا ضرورت اور منہ بگاڑنے کا کیا مطلب؟ یہ تو انسان کی خام عقلی ہے کہ رحمت کو اس نے اپنے لئے زحمت خیال کر رکھا ہے۔ اگر یہ بچیاں جوان ہو کر عورتیں نہ بنیں اور تمہاری شادیاں نہ ہوں، تو بتائے یہ بچے، یہ تنومند لڑنے والے جوان کہاں سے آئیں، حضرت مریم کی ماں نے جب منت مانی اور ان کے یہاں خلاف توقع لڑکے کی جگہ لڑکی پیدا ہوئی تو حسرت سے کہنے لگیں:

قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى. (آل عمران: ۳٦)

اے پروردگار! میں نے تو وہ حمل لڑکی جنی۔

پروردگار! یہ تو میرے بچی ہوئی، میری مراد بر نہ آئی، جس مقدس کام کی منت مانی تھی اس میں تو لڑکے کا کام تھا، لڑکی قبول نہیں کی جاتی۔ رب العالمین نے ام مریم کی یہ حسرت بھری آواز سنی تو فرمایا:

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى. (آل عمران: ۳۶)

اس کو اللہ تعالیٰ زیادہ جانتے ہیں جو اس نے جنا اور لڑکا لڑکی کے برابر نہیں ہوسکتا تھا۔

اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ علم رکھتا ہے اور وہ اپنے علم کے مطابق جانتا ہے کہ اس لڑکی کے برابر لڑکا نہیں ہوسکتا ہے، جو خیر وبرکت اور جو خاندانی اعزاز اس لڑکی سے حاصل ہوگا، لڑکے سے نہیں ہوسکتا تھا، تم نے اپنی انسانی روش سے سوچا اور گھبرا گئیں۔ رب العالمین جو کام اس لڑکی کے ذریعہ لینے والا ہے، وہاں تک تمہاری رسائی نہ ہوسکی۔

مستقبل نے بتایا کہ حضرت مریم کا وجود خود ام مریم کے اعزاز کے لئے اور دنیا کی فلاح ونجات کے لئے کتنا مبارک وجود ثابت ہوا۔ انہی مریم سے عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے جنم لیا اور بالآخر دنیا کو حق کا پیغام سنایا اور کتنوں کی نجات کا باعث ہوئے۔ حیرت ہوتی ہے کہ مسیح علیہ السلام کو جنم دینے والی عورت مسیح پر ایمان لانے والوں کی نگاہوں میں شیطان کے آنے کا راستہ، ناگزیر برائی وغیرہ وغیرہ کیسے ہوگئی؟

قتل کی روک تھام

پھر اسلام نے آکر لڑکیوں کے قتل سے روکا، فقر وفاقہ کا خوف ان کے دل سے نکالا۔ ''الرزاق'' کی ''قوت متین'' پر اعتماد کا جذبہ پیدا کیا اور اعلان کردیا گیا:

وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ. (الأنعام: ۱۵۱)

تم اپنی اولاد کو افلاس کے سبب سے قتل نہ کرو، ہم ان کو اور تم کو رزق دیں گے۔

سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا. (الإسراء: ۳۱)

تم اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشہ سے قتل نہ کرو، ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی، بے شک ان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قتلِ اولاد سے بالکلیہ روک دیا، لڑکا ہو یا لڑکی، کسی کا قتل شریعت نے جائز نہیں رکھا اور انسان کی اس جرأت کو برداشت نہیں کیا۔ فقر وفاقہ کا موہوم خیال ان کے دل سے نکالا اور یقین دلایا کہ رزق اور روزی دینے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ہے۔ موجودہ غربت میں تم سوچتے نہیں کہ کہاں سے کھاتے ہو؟ کس طرح تم کو روزی ملتی ہے؟ رب العزت روزی کا انتظام کر کے آئندہ نسلوں کو پیدا کرتے ہیں۔ علیم وقدیر کے بجٹ میں گنجائش نہ ہو اور لوگوں کو پیدا کرتا چلا جائے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ خالق، خالق نہیں بلکہ کوئی بگڑا ہوا امیر، نواب یا راجہ ہے، جس کے خزانہ میں تنخواہ دینے کے لئے ایک روپیہ تک نہیں مگر لوگوں کو نوکر رکھتا چلا جاتا ہے۔ (**نعوذ باللہ من ذلک!**) براہ راست ''رزقی ضمانت'' کا یہ لاہوتی وثیقہ جب نازل ہو چکا ہے:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا. (ھود: ٦)

جتنے زمین میں چلتے پھرتے ہیں، سب کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

تو اب اس کے بعد سوچنے والے جو کچھ سوچتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا انکار ہی کر کے سوچتے ہیں۔

لڑکیوں سے حسنِ سلوک کی ترغیب

اسلام نے اتنا ہی کر کے نہیں چھوڑ دیا کہ عورت کو اس کا صحیح مقام عطا کیا، لڑکیوں کا قتل بند کر دیا اور رزق کا اندیشہ جو انسان کو کھائے جا رہا تھا، اللہ تعالیٰ پر بھروسا کا سبق دے کر اس فکر سے کنارہ کش کر دیا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو جہاں موقع ملتا لڑکیوں کے

ساتھ حسن سلوک کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ وَضَمَّ أَصَابِعَهُ. ❶

جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش کرے، یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہنچ جائیں تو وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا اور اتنا قریب ہوگا جتنی آپس میں یہ انگلیاں نزدیک ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ملا کر اشارہ فرمایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

جَاءَتْنِي اِمْرَأَةٌ، وَمَعَهَا اِبْنَتَانِ لَهَا، فَسَأَلَتْنِي فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ، فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا، فَأَخَذَتْهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ اِبْنَتَيْهَا، وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا شَيْئًا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ وَابْنَتَاهَا، فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ حَدِيثَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنَ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ، فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ. ❷

ایک دن میرے پاس ایک عورت آئی جو اپنے ساتھ دو لڑکیوں کو بھی لئے ہوئے تھی، غریب و بے کس تھی۔ اس نے مجھ سے سوال کیا، میرے پاس صرف ایک خشک کھجور تھی، وہی مانگنے والی عورت کو دے دی، اس نے اسے لے کر دو حصے کئے اور آدھی آدھی دونوں بچیوں کو دے دی، خود کچھ نہ کھایا، پھر اٹھی اور چلی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اندر تشریف لائے تو میں نے یہ واقعہ آپ سے بیان کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا: جو بھی ان لڑکیوں کے لئے تکلیف جھیلتا ہے اور ان کے ساتھ

---

❶ صحيح مسلم: كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الإحسان إلى البنات، ج۴ ص۲۰۲۷، رقم الحديث: ۲۶۳۱ ❷ صحيح مسلم: كتاب البر والصلة، باب فضل الإحسان إلى البنات، ج۴ ص۲۰۲۷، رقم الحديث: ۲۶۲۹

اچھا سلوک کرتا ہے، ان کے لئے یہ لڑکیاں دوزخ کی آگ سے ڈھال بن جائیں گی۔

یعنی دوزخ کی آگ لڑکیوں کی پرورش کرنے والوں کو نہ جلائے گی۔ مندرجہ بالا دلنشیں انداز بیان کو پڑھئے اور غور کیجئے کہ اسلام نے ان بچیوں کی پرورش اور اچھی پرورش وپرداخت کی کتنی ترغیب دی ہے اور انسان کو کتنے اچھے پیرائے میں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک اور واقعہ بیان کرتی ہیں: ایک غریب عورت آئی، اس کے ساتھ اس کی دو بچیاں تھیں، اس مرتبہ میں نے اس عورت کو تین کھجوریں دیں، اس ممتا بھری ماں نے ایک ایک کھجور دونوں لڑکیوں کو دی اور تیسری خود کھانے کے لئے اٹھائی، منہ تک لا چکی تھی کہ دونوں لڑکیوں نے وہ بھی مانگ لی۔ اس عورت نے خود نہ کھائی اور اس کھجور کے دو ٹکڑے کئے، جسے خود کھانا چاہ رہی تھی وہ آدھی آدھی دونوں لڑکیوں کو دے دی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس کی یہ ادا مجھ کو بہت بھائی۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے مامتا کی ماری ماں کا یہ اثر انگیز قصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَوْجَبَ لَهَا بِهَا الْجَنَّةَ، أَوْ أَعْتَقَهَا بِهَا مِنَ النَّارِ. ❶

ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے لئے جنت واجب کردی یا ان کی وجہ سے اسے دوزخ سے آزاد کردیا۔

یہ شان تھی رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اسلام کی نظر میں یہ عزت افزائی تھی عورتوں کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کے آخری ایام میں فرمایا:

❶ صحيح مسلم: كتاب البر والصلة، باب الإحسان إلى البنات، ج۴ ص۲۰۲۷، رقم الحديث: ۲۶۳۰

إِنِّي أُحَرِّجُ عَلَيْكُمْ حَقَّ الضَّعِيفَيْنِ الْيَتِيمِ وَالْمَرْأَةِ. ❶

لوگو! خبردار ہو جاؤ، میں تم کو دو کمزوروں کے حقوق کی تاکید کرتا ہوں اور اس میں کوتاہی کرنے سے ڈراتا ہوں۔ ایک یتیم دوسرے عورت۔

یہ سارا اہتمام اس لئے تھا کہ عورت کا ناموس، ان کی عزت وعفت محفوظ رہ سکے، معاشرہ میں ان کو وہی مقام دلایا جائے جس کی قدرتی طور پر صنف نازک مستحق تھی۔ لوگ ان کو گری پڑی چیز خیال نہ کریں۔ پھر خود رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے آ کر بیان کیا تھا:

جاہلیت میں میں نے دس لڑکیاں اپنے ہاتھوں سے زندہ دفن کی ہیں۔

کسی نے کہا:

میں نے اپنی بچی کو بلایا، وہ ہنستی دوڑتی میرے ساتھ آئی اور جب ایک کنویں کے پاس پہنچی تو میں نے ہاتھ پکڑ کر کنویں میں ڈال دیا، وہ میرے ابا! میرے ابا! پکارتی رہی۔

یہ سن کر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اتنا روئے کہ ریش مبارک تر ہو گئی۔ ❷

یہی وہ گواہیاں ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ جہاں کے ہادی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں ہی کے نہیں، بلکہ عورتوں کے بھی پیغمبر اور رسول ہیں، مردوں ہی کے لئے نہیں روتے تھے بلکہ عورتوں کی مظلومیت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رلا دیتی تھی۔

میراث میں عورتوں کا حصہ

اور سچ تو یہ ہے کہ قرآن میں یہ اعلان کر کے:

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيۤ اَوۡلَادِكُمۡ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَيَيۡنِ فَاِنۡ كُنَّ نِسَآءً

---

❶ المستدرک علی الصحيحين: كتاب الإيمان، أما حديث سمرة بن جندب، ج ۱ ص ۱۳۱، رقم الحديث: ۲۱۱. قال الحاكم والذهبي: هذا حديث صحيح على شرط مسلم

❷ یہ دونوں واقعات تفصیل کے ساتھ علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے ''سیرۃ النبی'' حقوق وفرائض، اولاد کا حق، ج ۶ ص ۱۱۶ میں نقل کئے ہیں۔

فَوۡقَ اثۡنَتَيۡنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنۡ كَانَتۡ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصۡفُ.

(النساء: ١١)

اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کی میراث کے بارے میں کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہے، اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں گو دو سے زیادہ ہوں تو ان لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا اس مال کا جو مورث چھوڑ کر مرا ہے، اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کا نصف ملے گا۔

عورت کو شاید پہلی دفعہ اس کا موقع دیا گیا کہ اپنے مملوکہ مال و جائداد کی بدولت چاہے تو مردوں کی دستگیری کے بغیر ہی راحت و آرام کی زندگی بسر کر سکتی ہے۔

لڑکیاں جو اب تک میراث سے محروم تھیں ان کو اسلام نے میراث دی، غور فرمایئے:

لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَيَيۡنِ. (النساء: ١١)

لڑکے کے لئے دو لڑکیوں کے برابر۔

اس میں محور لڑکی کو قرار دیا جا رہا ہے، پیمانہ لڑکے کا حصہ نہیں لڑکی کا حصہ بن رہا ہے۔ اسلام نے لڑکیوں کو جب یہ حق دیا تو بہت لوگوں کو تعجب ہوا کہ ان لڑکیوں کو بھی حصہ ملے گا جو جنگ نہیں کر سکتیں اور حصہ بھی اتنا زیادہ۔

مگر اسلام آیا ہی دنیا میں حق داروں تک ان کے حقوق کو پہنچانے کے لئے، ظلم و جور کے قصروں کو ڈھانے کے لئے تھا اور اس دین کا تو منشا ہی یہ تھا کہ ملکیت کا اقتدار مردوں ہی کا مخصوص امتیاز نہیں ہے بلکہ اس اقتدار میں عورت بھی مرد کی شریک ہے۔

اس حقیقت کا اظہار قرآن میں بایں الفاظ بھی کیا گیا ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيۡبٌ" مِّمَّا تَرَكَ الۡوَالِدٰنِ وَالۡاَقۡرَبُوۡنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيۡبٌ" مِّمَّا تَرَكَ الۡوَالِدٰنِ وَالۡاَقۡرَبُوۡنَ مِمَّا قَلَّ مِنۡهُ اَوۡ كَثُرَ نَصِيۡبًا مَّفۡرُوۡضًا.

(النساء: ٦)

اس چیز میں جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ کر

مرجائیں مردوں کے لئے بھی حصہ اور عورتوں کے لئے بھی۔ جو حصہ قطعی طور پر مقرر ہے، خواہ وہ چیز قلیل ہو یا کثیر۔

ماں کی حیثیت سے

عورت خواہ کسی قالب میں ہو ماں ہو، بیٹی ہو، بیوی ہو، محض عورت ہونے کی وجہ سے، ملکیتی اقتدار سے محروم نہیں ہوسکتی۔ ماں کا ذکر کر کے فرمایا گیا:

وَلِاَبَوَیۡهِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنۡ کَانَ لَهٗ وَلَد'' فَاِنۡ لَّمۡ یَکُنۡ لَّهٗ وَلَد'' وَّوَرِثَهٗ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنۡ کَانَ لَهٗ اِخۡوَة'' فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ.

(النساء: ۱۱)

میت کے ترکہ میں اگر میت کی اولاد ہو تو ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے اور اگر اس میت کی اولاد نہ ہو اور اس کے ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کا ایک تہائی حصہ ہے، اور اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی یا بہن ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔

اس آیت میں جہاں باپ کو وارث قرار دیا گیا ہے، وہاں ماں بھی وارث قرار دی گئی ہے۔ کہیں تہائی حصہ اور کہیں چھٹا حصہ، مگر ایسا نہیں کیا کہ ماں چونکہ عورت ہے اس لئے وہ وراثت سے محروم ہے اور حصہ پانے کی حق دار نہیں۔

بیوی کی حیثیت سے

عورت نے لڑکی ہونے کی حیثیت سے بھی حصہ لیا اور ماں ہونے کی حیثیت سے بھی حق دار ٹھہری، اب ملاحظہ کیجئے بیوی ہو کر بھی وہ حصہ پاتی ہے، یہاں بھی وہ محروم نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَکُمۡ نِصۡفُ مَا تَرَکَ اَزۡوَاجُکُمۡ اِنۡ لَّمۡ یَکُنۡ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَاِنۡ کَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَکُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکۡنَ مِنۡ بَعۡدِ وَصِیَّةٍ یُّوۡصِیۡنَ بِهَا اَوۡدَیۡنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکۡتُمۡ اِنۡ لَّمۡ یَکُنۡ لَّکُمۡ وَلَدٌ فَاِنۡ کَانَ لَکُمۡ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکۡتُمۡ مِّنۡ

بَعۡدِ وَصِيَّةٍ تُوۡصُوۡنَ بِهَا اَوۡ دَيۡنٍ. (النساء: ۱۲)

اس ترکہ میں سے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں اور ان کی اولاد نہ ہو تو تم کو آدھا ملے گا اور اگر ان کی کچھ اولاد ہو تو تم کو ان کے ترکہ سے ایک چوتھائی ملے گا۔ بہرحال یہ میراث ہے، وصیت کر گئی ہوں تو وصیت اور قرض کی ادائیگی کے بعد ملے گی اور جس کو تم چھوڑ جاؤ اور تمہارے کوئی اولاد نہ ہو تو ان بیبیوں کو ترکہ چوتھائی حصہ ملے گا اور اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کو تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ملے گا، مگر یہ میراث تمہاری وصیت پوری کرنے اور قرض کی ادائیگی کے بعد ملے گی۔

یہاں پر جیسے شوہر بیوی کا وارث گردانا گیا ہے ٹھیک اسی طرح بیوی کو بھی شوہر کا وارث قرار دیا گیا ہے۔ کوئی نہیں ہے جو بیوی کو اس کے شوہر کے مال سے محروم کر دے۔

عورت خسارہ میں نہیں

اب رہا کہ حصہ کی مقدار کا مسئلہ، سو اگر غور کیا جائے تو حالات کے لحاظ سے بہ نسبت مرد کے عورتیں ہی نفع میں نظر آئیں گی۔ میرا مطلب یہ ہے کہ عورت جب بیوی بن کر کسی کے گھر جاتی ہے خواہ باپ کے گھر سے کچھ بھی لائی ہو، بڑی سے بڑی جائداد کی مالکہ بن کر ہی شوہر کے گھر کیوں نہ آئی ہو، لیکن باوجود اس کے بیوی اور بیوی سے پیدا ہونے والے بچوں کے سارے مصارف کا قانوناً وشرعاً شوہر ہی ذمہ دار ہے۔ ایسی صورت میں عورت کو جو بھی حصہ ملا اس کام کے لئے کافی ہے کہ اللہ نہ کرے کوئی صورت ایسی پیش آجائے کہ شوہر کی امداد سے وہ محروم ہو جائے تو اتفاقی حوادث کی ان صورتوں میں اپنے مال سے مستفید ہو سکتی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو روپیہ کی جگہ آٹھ آنے بھی اس نقطۂ نظر سے عورت کے لئے کافی ووافی ہیں اور اسی قسم کی عمیق مصلحتیں آپ کو عورتوں کے دوسرے حصوں کے متعلق نظر آئیں گی۔

ماں کے روپ میں عورت کا احترام

پھر ایک اور طریقہ سے عورتوں کی حرمت وعزت بڑھائی کہ اللہ تعالیٰ نے ماں کی

تعظیم وتکریم کا حکم دیا اور اس کی محبت جو اولاد کے ساتھ ہوتی ہے اس کو جتایا اور قرآن پاک میں صراحتًا یہ حکم بھی دیا ہے کہ ماں باپ کے سامنے کبھی ''ہوں اور اف'' تک نہ کہو، ظاہر اور باطن دونوں طرح ماں کی عزت کرو۔ زبان بھی نرم ہو اور قلب میں بھی جھکاؤ ہو:

﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾

(بنی إسرائیل: ۲۳، ۲۴)

اس آیت میں والدین کی عظمت کا بیان ہے۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم وقتًا فوقتًا قرآنی اجمال کی تفصیل کر کے بتایا کرتے تھے، کبھی فرماتے کہ تمہاری ماں سب سے زیادہ تمہاری تعظیم وتکریم کی مستحق ہے۔ ❶

ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ ❷

بغیر ماں باپ کی خوشنودی، اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل نہیں ہوسکتی۔ ❸

یہ اور اس طرح کی بیسیوں احادیث میں ماں کے غیر معمولی احترام وتکریم پر زور دیا گیا ہے۔

الغرض اسلام میں عورتوں کا صحیح مقام جب متعین کر دیا گیا اور گزشتہ غلط احساسات کی جگہ یہ ذہن نشین کرا دیا گیا کہ عورتوں کا کام صرف نسل بڑھانا اور مردوں کی فقط خدمت گزاری ہی نہیں ہے بلکہ وہ بھی دنیا میں عروج اور قدر ومنزلت کی اسی طرح مستحق ہے جیسے مرد۔ اس کی پوری تفصیل آپ کو فقہ کی کتابوں میں مل سکتی ہے، میں نے صرف چند کلیاتی اشاروں کا بطور ضروری تمہید کے ذکر کر دیا، اصل مقصود جسے اس کتاب میں پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ''نسوانی ناموس'' اور عفت وعصمت کی حفاظت ونگرانی کے سلسلہ میں جو

---

❶ صحیح البخاري: كتاب الأدب، باب من أحق الناس بحسن الصحبة، ج۸ ص ۲، رقم الحديث: ۵۹۷۱ ❷ سنن النسائی: كتاب الجهاد، باب الرخصة فی التخلف لمن له والدة، ج۶ ص ۱۱، رقم الحديث: ۳۱۰۴ ❸ سنن الترمذی: أبواب البر والصلة، باب الفضل فی رضا الوالدين، ج۴ ص ۳۱۰، رقم الحديث: ۱۸۹۹

ضوابط اسلام میں مقرر کئے گئے ہیں اور آئینی حدود میں لاکر مسلمانوں کی زندگی پر ان کی پابندی لازم کی گئی ہے، اسی مسئلہ پر تبصرہ کروں۔

اسلام میں عورت کی عفت وعصمت کا تحفظ

اس نکتہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ عورتوں کی عصمت اتنی اہم چیز ہے جس کا بدل دنیا کا سارا مال ومتاع بھی نہیں بن سکتا، عفت وعصمت کی حفاظت کے لئے دولت صرف ہوسکتی ہے نہ کہ حصول دولت کے لئے عورتوں کی ناموس کا فروخت کرنا جائز ہوسکتا ہے۔ الغرض جو ہماری ''ماں، بیٹی'' اور ہماری ''بیوی'' ہے۔ (العیاذ باللّٰہ!) اس کو بیسوا اور بازاری عورت بنا کر رسوا اور ذلیل کرنے پر وہی راضی ہوسکتا ہے جو اپنی ''انسانیت'' اور انسانی حمیت وغیرت کا دیوالیہ نکال چکا ہو۔

انسانیت سوز رواج کا خاتمہ

جاہلیت کا یہ دستور کہ شوہر اپنی بیوی کو غیر مرد کے پاس عمدہ نسل لینے کے لئے بھیج دے، ایک عورت نو نو مردوں کو بیک وقت اپنے آپ سے ہم بستر ہونے کا موقع دے، ان انسانیت سوز، حمیت گداز رواج کا خاتمہ، جیسا کہ آپ پڑھ چکے، اسلام نے ہمیشہ کے لئے کر دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان گزر چکا ہے:

فَلَمَّا بُعِثَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ بِالۡحَقِّ، هَدَمَ نِكَاحَ الۡجَاهِلِيَّةِ كُلَّهُ إِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ الۡيَوۡمَ. (1)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب حق لے کر مبعوث ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کے سارے نکاحوں کی بنیاد ڈھادی سوائے اس کے جو آج کل رائج ہے۔

صرف ان طریقوں ہی کو نہیں روکا، بلکہ دوسرے ان تمام طریقوں کو بھی حرام قرار

(1) صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب من قال لا نكاح إلا بولي، ج٧ ص ١٥، رقم الحديث: ٥١٢٧

دے دیا جس سے عفت وعصمت پر زد پڑ سکتی تھی، جس سے نسل اور میراث میں گڑبڑ پیدا ہوتی تھی، جس سے صلہ رحمی اور مروت کی شہ رگ کٹتی تھی اوران کو زنا کا نام دے کر لوگوں کو آگاہ کردیا گیااور قرآن ہی میں اعلان کیا گیا:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيْلًا. (الإسراء: ۳۲)

اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو، بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور برا راستہ ہے۔

زنا اوراس کے مفاسد

اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ زنا نہ کرو، بلکہ فرمایا: ''زنا کے قریب بھی مت جانا'' جس کا مطلب یہی ہے کہ زنا ہی نہیں بلکہ ہر وہ کام اور طریقہ جو زنا کے پنجے تک پہنچانے والا ہو سب ہی سے بچنے کا حکم دیا گیا ہےاور اگر غور کیا جائے تو قرآن کے ان اجمالی الفاظ میں بعض لطیف اشارے بھی آپ کو مل سکتے ہیں۔یعنی فطرت انسانی میں جو نفرت اور برائی کا احساس زنا کے متعلق پایا جاتا ہےاس کی طرف ''فَاحِشَةٌ'' کے لفظ سے اشارہ فرماتے ہوئے ''سَاءَ سَبِيْلًا'' (برا ہے راہ کے اعتبار سے) کے الفاظ سے اگر سمجھا جائے تو یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اس سے نسب میں اختلاط اور گڑبڑ پیدا ہوجاتی ہے اور اس کا اثر میراث، مسائل حرمت، حقوق کی پامالی اوراخلاق پر پڑتا ہےاور سلسلہ بسلسلہ نامعلوم یہ کہاں جا پہنچتا ہے۔امام رازی رحمہ اللہ اس آیت کے ضمن میں زنا کے مفاسد کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱......زنا سے نسب مختلط اور مشتبہ ہوجاتا ہے، آدمی یقین کے ساتھ تو نہیں کہہ سکتا کہ زانیہ کی یہ اولاد کس مرد سے ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس بچہ کی پرورش کا کوئی مرد بھی ذمہ دار نہیں بنتا، بچہ ضائع ہوجاتا ہے (یا خود ماں ایسے بچہ کو مار پھینک دیتی ہے) یا وہ غریب بچہ سرپرست نہ ہونے کی وجہ سے نتیجۃً تباہ و برباد ہوجاتا ہے، جو عالم کی ویرانی اور انقطاعِ نسل کا سبب بنتا ہے۔

۲......زانیہ پر دسترس شرعی قانون میں کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی ہے، کیونکہ اس نے کسی کے ساتھ باضابطہ نکاح نہیں کیا ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ اس عورت پر ہر شخص قبضہ کرنے کی کوشش کرے گا اور وجہ ترجیح کسی کو بھی حاصل نہ ہوگی، پھر اس راہ میں تباہیوں اور بربادیوں کے جو طوفان اٹھتے رہتے ہیں، معاشقہ اور آوارگی کی تاریخ میں اس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

۳......زناکار عورت کو زنا کی لت پڑ جاتی ہے، طبع سلیم رکھنے والے مرد کو ایسی عورت سے گھن آتی ہے، پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی سلیم الطبع شخص اس سے شادی کرنے کے لئے اپنے کو آمادہ نہیں کرسکتا، محبت والفت تو خیر دور کی بات ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو عورت زنا میں مشہور ہوجاتی ہے، اس سے لوگ عموماً نفرت کا اظہار کرتے ہیں اور سوسائٹی میں وہ حقیر اور ذلت آمیز نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

۴......زنا کا جب دروازہ کھل گیا، کوئی مستقل قاعدہ قانون باقی نہ رہا تو پھر کسی خاص مرد کو کسی خاص عورت سے کوئی خاص لگاؤ نہیں رہے گا، جس کو جہاں موقع مل گیا اور جس نے جس کو بلایا، وہاں دونوں مل گئے اور جو کچھ کرنا چاہیں کر گزریں گے اور یہی حال حیوانات کا ہے، پھر انسان وحیوان میں کونسا فرق باقی رہ جائے گا؟

۵......عورت سے صرف یہی مقصود نہیں ہے کہ اس کے پاس پہنچ کر جنسی تقاضے پورے کئے جائیں بلکہ مقصد یہ بھی ہے کہ دو جان مل کر ایک دوسرے کے رفیق وشریک ہوں، گھر کے کاموں میں بھی، کھانے پینے میں بھی، بچوں کی تعلیم وتربیت میں بھی اور زندگی کی دوسری ضروریات میں بھی، پھر غم میں بھی اور خوشی میں بھی، تنگ حالی میں بھی اور خوش حالی میں بھی۔ یہ ساری باتیں اس قت تک قطعاً پوری نہیں ہوسکتیں جب تک عورت کسی ایک کی جائز طریقہ پر ہوکر نہ رہے اور اس کی شکل یہی ہوسکتی ہے کہ زنا کو بالکلیہ حرام قرار دے دیا جائے اور نکاح کے قانونی دائرہ میں عورت اور مرد کے تعلقات کو محدود کیا جائے۔

۶......ہم بستری پردہ کی بات ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کا تذکرہ اشارتاً کیا جاتا ہے اور جو کوئی اس کام کو کرتا ہے تو پردہ کی اوٹ میں کہ کسی کی نگاہ نہ پڑنے پائے، پس معلوم ہوا

کہ اس کو کم سے کم کرنا قرین عقل وقیاس ہے اور اس کی صورت یہی ہوسکتی ہے کہ جائز طور پر ایک عورت ایک مرد کی ہو کر رہے، ورنہ پھر یہ چیز حاصل نہیں ہوسکی۔

یہ وہ چھ خرابیاں ہیں جو بالکل عیاں ہیں۔ ❶

ایک نوجوان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت

امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں ایک روایت نقل کی ہے، جس کے راوی حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا بیان ہے کہ ایک نوجوان خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور اس نے درخواست کی کہ یارسول اللہ! مجھے زنا کی اجازت دی جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی گستاخی بہت بری معلوم ہوئی اور ہر ایک نے اس کو ڈانٹا اور اس کے اس سوال پر نفرت کا اظہار کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جوان سے فرمایا: قریب آجاؤ، وہ قریب آگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹھ جاؤ، وہ بیٹھ گیا، اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سمجھانے کے لئے سوال وجواب شروع کردئے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم : کیا تم اس (زنا کے) کام کو اپنی ماں کے لئے پسند کرتے ہو؟

نوجوان : نہیں یارسول اللہ!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم : دوسرے لوگ بھی اس برائی کو اپنی ماں کے لئے پسند نہیں کرتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم : اس زنا کو تم اپنی بیٹی کے حق میں اچھا جانتے ہو؟

نوجوان : میں آپ پر نثار ہوں، نہیں یارسول اللہ!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم : دوسرے لوگ بھی اس بدکاری کو اپنی بیٹیوں کے لئے اچھا نہیں جانتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم : اس زنا کو تم اپنی بہن کے لئے پسند کرتے ہو؟

نوجوان : نہیں! اللہ کی قسم! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔

---

❶ التفسير الكبير: سورة الإسراء آیت نمبر ۳۲ کے تحت، ج ۲۰ ص ۳۳۱، ۳۳۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم : لوگ بھی اسے اپنی بہنوں کے لئے پسند نہیں کرتے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم : اچھا اس برے کام کو تم اپنی پھوپھی کے لئے پسند کروگے؟
نوجوان : نہیں یا رسول اللہ!
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم : دوسرے لوگ بھی اپنی پھوپھی کے لئے زنا کو پسند نہیں کرتے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم : یہ بتاؤ تم زنا کو اپنی خالہ کے ساتھ گوارا کرلوگے؟
نوجوان : نہیں یا رسول اللہ!
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم : دوسرے لوگ بھی زنا کو اپنی خالہ کے ساتھ گوارا نہیں کرسکتے۔

اس طرح اس مسئلہ کو جب اس کے ذہن نشین کرچکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا اور دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهُ وَطَهِّرْ قَلْبَهُ وَحَصِّنْ فَرْجَهُ. ❶

اے اللہ! اس کے گناہ معاف کردے، اس کا دل پاک فرمادے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔

راوی کا بیان ہے کہ اس تقریر اور دعائے نبوی کا یہ اثر ہوا کہ اس شخص کو کبھی اس کے بعد زنا کا خیال نہ گزرا، بات بھی کتنے پتے کی بیان فرمائی گئی۔ غور کیجئے! کوئی ایسی عورت ہے جو کسی کی ماں نہ ہو، بہن نہ ہو، بیٹی نہ ہو، پھوپھی نہ ہو، خالہ نہ ہو؟ پھر یہ کیا انسانیت ہے کہ کسی کی ماں، بہن، بیٹی اور پھوپھی وغیرہ سے ناجائز ہم بستری کی جائے۔

زنا کائنات کی مرکزی طاقت سے تصادم ہے

ایک اور مقام پر قرآن نے زنا کی برائی کا تذکرہ کیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَاؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ

❶ مسند أحمد: مسند الأنصار، حديث أبي أمامة الباهلي، ج۳۶ ص۵۴۵، رقم الحديث: ۲۲۲۱۱/ قال الهيثمي في مجمع الزوائد: رجاله رجال الصحيح. انظر: كتاب العلم، باب أدب العالم ۱/۱۲۹، رقم الحديث: ۵۴۳

فَاحِشَةً وَّمَقْتًا. (النساء: ۲۲)

تم ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو، مگر جو بات گزر گئی، بے شک یہ بڑی بے حیائی ہے اور نہایت نفرت کی بات ہے اور بہت برا طریقہ ہے۔

اس آیت میں بھی زنا کو ''بے حیائی'' اور ''سَاءَ سَبِيلًا'' سے تعبیر کیا ہے اور ایک لفظ اور بڑھایا یعنی ''مَقْتًا'' جو لفظ تو ایک ہے لیکن کائنات کی مرکزی طاقت سے تصادم کی تعبیر یہ ہے کہ اس سے اندازہ کرنا چاہئے کہ زنا کے انجام کو قرآن نے کہاں تک پہنچا دیا، اسی تصادم ہی کے آثار ہیں جنہیں آئے دن ہم دیکھتے رہتے ہیں۔

عفت پر بیعت

اس سے بھی اس جرم کی سنگینی کا احساس ہونا چاہئے کہ عورتوں سے بیعت جن الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیتے تھے، قرآن میں ان کو بھی محفوظ کر دیا گیا ہے یعنی عورتوں سے عہد لیا جاتا تھا:

وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ. (الممتحنة: ۱۲)

وہ بدکاری نہیں کریں گی اور نہ اولاد کو قتل کریں گی اور نہ ایسا افترا باندھیں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان تراشا ہوگا۔

زنا کی برائیوں کی انتہا نہیں مثلاً زنا کے شیوع (پھیل جانے) کے بعد شر و فتن کے چشمے ابل پڑتے ہیں، قوم کی کشت وخون کی گرم بازاری ہوتی ہے، اعمال واخلاق کی مٹی پلید ہو جاتی ہے، ملک کا معیارِ اخلاق گر جاتا ہے، زنا کار قوم کی رفعت وعظمت کا قصر رفیع زمین بوس ہو جاتا ہے، شان وشوکت ملیامیٹ ہو جاتی ہے، پھر انسانیت میں جونہی کمزوری آئی امن وامان خطرہ میں گھر جاتا ہے، غریبوں کی جان لب پر آ جاتی ہے، ملک صحت کے اعتبار سے نیچے آ جاتا ہے اور جوانانِ قوم خصوصًا اور عام افراد عموماً متعدی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

زنا جرمِ عظیم ہے

زنا کے انہی مفاسد کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے زنا کو قتل کے بعد شمار کیا ہے کہ یہ گو قتل نہ سہی لیکن انجام کے اعتبار سے قتل سے کم بھی نہیں ہے۔ قرآن نے جہاں اللہ کے نیک بندوں کی صفات کا تذکرہ کیا ہے وہاں یہ بھی ذکر کیا ہے:

وَالَّـذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَامًا. (الفرقان: ٦٨)

اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص کا قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے، ہاں مگر حق پر اور زنا بھی نہیں کرتے اور جو شخص ایسے برے کام کرے گا تو اس کو سزا سے سابقہ پڑے گا۔

آیت مذکورہ کا مفہوم بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کفر و شرک اور قتلِ ناحق کی طرح زنا بھی عظیم جرم ہے، ایسا گناہ ہے جو سوائے توبہ، ایمان اور عمل صالح کے معاف نہیں ہوتا۔ خود اس آیت سے متصل یہ بیان ہے:

یُّضٰعَفُ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا. (الفرقان: ٦٩)

قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھتا چلا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل ہو کر رہے گا۔

قرآن کے ان الفاظ پر غور کیجئے اور سوچئے کہ سزا کے ان ہولناک حالات سے دو چار کرنے والے جرائم میں ایک جرم زنا بھی ہے۔

شرک کے بعد بڑا گناہ زنا ہے

بات بھی کچھ ایسی ہی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

مَا مِنْ ذَنْبٍ بَعْدَ الشِّرْکِ بِاللّٰهِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ نُطْفَةٍ وَضَعَهَا رَجُلٌ

فِي رَحِمٍ لَا تَحِلُّ لَهُ. ❶

شرک کے بعد کوئی گناہ اس نطفہ سے بڑھ کر نہیں ہے، جس کو کوئی شخص کسی
ایسے رحم میں رکھے جو شرعاً اس کے لئے حلال نہیں تھا۔

❶ اس روایت کو سب سے پہلے امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ (متوفی ۲۸۱ھ) نے اپنی کتاب "الورع" میں سند کے ساتھ نقل کیا ہے، دیکھئے: باب الورع في الفرج، ص۹۴، رقم: ۱۳۷

یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے، اس میں راوی "بقية بن وليد بن صائد" ہے جو مدلس راوی ہے، اور اس روایت کو عن کے ساتھ نقل کر رہا ہے، محدثین کے ہاں اصول ہے کہ مدلس راوی جب روایت کو عن کے ساتھ نقل کرے تو وہ حجت نہیں الا یہ کہ وہ تحدیث کرے یا اسی کا کوئی ثقہ متابع ہو (خزائن السنن: ج ا ص ا) امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ مدلس راوی کی معنعن روایت حجت نہیں، مگر یہ کہ کسی اور جہت سے اس کا سماع ثابت ہو: مدلس لا يحتج بعنعنة إلا إذا صح سماعه الذي عنعنة من جهة أخرى. (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج: كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه، ج ۲ ص ۱۲۰)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ مدلس راوی کی معنعن روایت قبول نہیں ہے: وعنعنة المدلس غير مقبول۔ (مقدمة في أصول الحديث: ص ۵۲)

امام نسائی رحمہ اللہ (متوفی ۳۰۳ھ) فرماتے ہیں کہ جب بقیہ "حدثنا وأخبرنا" کے ساتھ روایت نقل کرے تو وہ ثقہ ہے، اور جب "عن" کے ساتھ روایت نقل کرے تو اسے نہیں لیا جائے گا اس لئے کہ معلوم نہیں ہے کہ کس سے روایت لے رہا ہے: وقال أبو عبد الرحمن النسائي: إذا قال: حدثنا وأخبرنا، فهو ثقة، وإذا قال عن فلان فلا يؤخذ عنه، لأنه لا يدري عمن أخذه. (سير أعلام النبلاء: ترجمة: بقية بن الوليد بن صائد، ج۸ ص ۵۲۲)

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ کئی ایک محدثین نے کہا کہ یہ بقیہ راوی مدلس ہے، جب یہ "عن" کے ساتھ روایت نقل کرے تو وہ حجت نہیں ہے: وقال غير واحد: كان مدلسا فإذا قال عن فليس بحجة. (ميزان الاعتدال: ترجمة: بقية بن الوليد، ج ا ص ۳۳۱)

(نوٹ: بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے۔)

شاید اسی بنیاد پر مسلمانوں میں مشہور بھی ہو گیا کہ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ زنا ہے۔ ایک اور حدیث میں زنا ہی کے متعلق رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَا یَزْنِی الزَّانِی حِینَ یَزْنِی وَهُوَ مُؤْمِنٌ. ❶

زنا کار جس وقت زنا کرتا ہے اس وقت مؤمن نہیں ہوتا۔

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کچھ نہیں تو کم از کم زنا کے وقت ایمان زانی کو چھوڑ کر جدا ہو جاتا ہے، گویا مؤمن مؤمن رہتے ہوئے اس جرم کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔

بوقتِ زنا ایمان کی حالت

ایک دوسری حدیث میں اس حدیث کی وضاحت بھی موجود ہے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: **كثير التدليس عن الضعفاء.** (تقريب التهذيب: ص ١٢٦، رقم: ٧٤٣)

نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ایک روایت کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ روایت معلول ہے اس لئے کہ اس میں بقیہ کا عنعنہ ہے: **لكنه معلول لأن فيه عنعنة بقية.** (فتح الباري: ج ١١ ص ٥٥٧)

اس سند میں ایک راوی ہے "**أبو بكر بن عبد الله بن أبي مريم**" اس کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) اور دیگر محدثین نے حافظے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے: **ضعفه أحمد بن حنبل وغيره من قبل حفظه.**

امام ابن حبان رحمہ اللہ (متوفی ۳۵۴ھ) فرماتے ہیں: **هو رديء الحفظ يحدث به الشيء ويهم ويفحش حتى استحق الترك ولم اسمع أحد من أصحابنا يذكر له اسما.** (سير أعلام النبلاء: ترجمة: ابن أبى مريم أبو بكر بن عبد الله، ج٧ ص ٦٥)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **ضعيف وكان قد سرق بيته فاختلط.** (تقريب التهذيب: ص ٦٢٣، رقم: ٧٩٧٤) نیز یہ روایت مرفوع نہیں ہے بلکہ مرسل ہے۔ (از نعمان)

❶ **صحيح البخاري: كتاب الحدود، باب لا يشرب الخمر، ج٨ ص ١٥٧، رقم الحديث: ٦٧٧٢**

إِذَا زَنَى الرَّجُلُ خَرَجَ مِنْهُ الْإِيمَانُ كَانَ عَلَيْهِ كَالظُّلَّةِ، فَإِذَا انْقَطَعَ رَجَعَ إِلَيْهِ الْإِيمَانُ. ❶

بندہ جب زنا کرتا ہے اس وقت ایمان اس سے نکل جاتا ہے اور اس کے اوپر سائے کی مانند رہتا ہے اور زانی جب فعلِ زنا سے فارغ ہوتا ہے تو ایمان اس کی طرف پلٹ آتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا اتنی بری چیز ہے اور اس قدر معیوب فعل ہے کہ اس کے ارتکاب کے وقت ایمان کانپ اٹھتا ہے اور گھبرا کر اس کے جسم سے الگ ہو جاتا ہے، اس کی غیرت برداشت نہیں کرتی کہ اس حالت میں اس سے چمٹا رہے، ہاں جب وہ فارغ ہوتا ہے، اس کا دل اس کو ملامت کرتا ہے اور دل میں احساس گناہ پیدا ہوتا ہے تو پھر وہ ترس کھا کر پلٹ آتا ہے اور ایمان کو غیرت کیوں نہ آئے؟ کہ خود رب العزت کو ایسے فعل پر غیرت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اس نے فحش کاموں کو حرام قرار دے دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ. (الأعراف: ۳۳)

آپ فرمائیے کہ میرے رب نے تمام فحش باتوں کو حرام کیا ہے، ان میں جو علانیہ ہوں ان کو بھی اور جو پوشیدہ ہوں ان کو بھی اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو (بھی حرام کیا ہے)۔

غیرتِ حق

حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھ لے تو کیا کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

❶ سنن أبي داؤد: كتاب السنة، باب الدليل على زيادة الإيمان ونقصانه، ج ۴ ص ۲۲۲، رقم الحديث: ۴۶۹۰

چار عینی گواہ پیش کرے مگر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو فطرتاً غیر معمولی غیور تھے، وہ فرمانے لگے: اگر میں اپنی عورت کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھ لوں تو میری غیرت برداشت نہ کر سکے گی، میں اسی وقت تلوار اٹھاؤں گا اور اسے دو ٹکڑے کر دوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ، فَوَاللّٰهِ لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ، وَاللّٰهُ أَغْيَرُ مِنِّي، مِنْ أَجْلِ غَيْرَةِ اللّٰهِ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ، مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ. ❶

سعد کی غیرت پر تعجب کیوں کرتے ہو؟ اللہ گواہ ہے میں خود ان سے باغیرت ہوں اور میری غیرت سے بڑھ کر خود رب العزت کی غیرت ہے، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمام ظاہر و باطن فحش کاموں کو حرام قرار دے دیا، یہ فحش کام علانیہ ہوں یا چھپ کر۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج کو گرہن لگا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بلیغ خطبہ دیا اور اسی خطبۂ کسوف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللَّهِ مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرُ مِنَ اللَّهِ أَنْ يَزْنِيَ عَبْدُهُ أَوْ تَزْنِيَ أَمَتُهُ، يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللَّهِ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا. ❷

اے امتِ محمد! اللہ کی قسم! اس بات سے اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کسی کو غیرت نہیں ہوتی کہ کوئی مرد یا عورت زنا کرے اور واللہ! جو کچھ میں جانتا ہوں

---

❶ صحيح مسلم: كتاب اللعان، ج٢ ص ١١٣٦، رقم الحديث: ١٤٩٩ / صحيح البخاري: كتاب التفسير، سورة الأعراف، ج٦ ص ٥٩، رقم الحديث: ٤٦٣٧

❷ صحيح البخاري: كتاب الكسوف، باب الصدقة في الكسوف، ج٢ ص ٣٤، رقم الحديث: ١٠٤٤

تم جانتے تو بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے۔

اور اہمیت جتانے کے لئے اس کے بعد ہاتھ اٹھایا اور فرمایا: ''اے اللہ! کیا میں نے پہنچا نہیں دیا؟'' یعنی منشا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ضروری حکم اس کے بندوں تک میں نے پہنچا دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ کو بار بار پڑھئے اور زنا کی قباحت اور خروجِ ایمان والی حدیث پر غور کیجئے۔ ایک اور آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فواحش سے روکا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

اِنَّ اللّٰـهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْىِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ. (النحل: ۹۰)

بے شک اللہ تعالیٰ اعتدال، احسان اور اہلِ قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو۔

یہ وہ آیت ہے جو ہر جمعہ کو عموماً خطبہ میں پڑھی جاتی ہے اور اس طرح اس آیت میں جو احکام درج ہیں ان کی اہمیت بیان کی جاتی ہے۔ زنا سے اس شد و مد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جو روکا ہے اس کی یہی وجہ ہے کہ یہ اپنے انجام اور نتیجہ کے اعتبار سے اتنا مہلک جرم ہے جس کی دنیوی واخروی تباہ کاریوں کا احاطہ آسان نہیں۔

یوسف علیہ السلام کا اعلانِ حق

یوسف علیہ السلام کا واقعہ جسے قرآن پاک نے نقل کیا ہے، اس سے بھی زنا کی برائی اور اس کے مفاسد پر روشنی پڑتی ہے، جب عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کو خرید کر اپنی بیوی زلیخا کے سپرد کیا کہ اس غلام کی نگہداشت کرو تو زلیخا نے اپنے شوہر کے حکم کی تعمیل میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی مگر کچھ ہی عرصہ گزرا تھا اور یوسف علیہ السلام نے جوانی کے میدان میں قدم رکھا ہی تھا کہ زلیخا یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوگئی اور دل کشی اور ہوش ربائی

کے سارے سامان جمع کر کے چاہا کہ یوسف علیہ السلام کو اس کام پر آمادہ کرلے جس کی تعلیم زلیخا کو اس کے نفس نے دی تھی۔ عیش ونشاط کے سارے سامان فراہم، نفسانی جذبات اپنے شباب پر، محبت اور پیار کی مسلح فوج سامنے، تنہائی کا عالم، سارے دروازے اور کھڑکیاں بند، تمام خطروں اور کل اندیشوں سے بظاہر اطمینان، پھر جوانی قیامت کا روپ بھرے کھڑی، شبابی قوت وطاقت کا سمندر موجزن، تجرد کی زندگی میں جنسی میلان کا صبر آزما تلاطم اور ایسے وقت میں ایک حسن وجمال کی ملکہ اور غارت گر اپنے آپ کو خود حضرت یوسف علیہ السلام پر پیش کرتی ہے۔ الغرض:

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَکَ.

(یوسف: ۲۳)

اور جس عورت کے گھر میں یوسف علیہ السلام رہتے تھے، وہ عورت ان سے اپنا مطلب نکالنے کے لئے ان کو پھسلانے لگی اور سارے دروازے بند کردئے اور کہنے لگی آجاؤ (تم ہی سے کہتی ہوں)۔

آسمان دیکھ رہا تھا، زمین دیکھ رہی تھی، ملائکہ دیکھ رہے تھے کہ یعقوب علیہ السلام کا چشم وچراغ اب کدھر جاتا ہے۔ جیسا کہ معلوم ہے بلانے میں شیطانی قوت کی طرف سے کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا گیا تھا، مگر اللہ کے بندے یوسف علیہ السلام سب کچھ دیکھتے ہیں اور چاہتے تو جو کچھ عزیز مصر کی بیوی چاہتی تھی اسے کر گزرتے لیکن جیسا کہ قرآن ہی میں اطلاع دی گئی ہے:

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ.

(یوسف: ۲۳)

(یوسف نے کہا:) اللہ بچائے وہ میرا مربی ہے، انہوں نے مجھے اچھی طرح سے رکھا ہے، (میں ایسا ظلم نہیں کرسکتا) بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔

زانی ظالم ہے اور ظالم کو دنیا اور آخرت میں فلاح نصیب نہیں ہوگی اور اگر میں زنا کا ارتکاب کروں تو خود میں بھی ظالم بن جاؤں گا۔ پھر کیسے جرأت کی جائے؟ رب کا احسان بھول جانا اور اس کی دی ہوئی قوت کو اسی کے حکم کے خلاف استعمال کرنا، اسی کا نام تو شیطنت ہے، شیطان کا قصور ہی اس کے سوا کیا ہے کہ توانائیوں کا جو ذخیرہ خالق کائنات کی طرف سے اس کو ملا ہے وہ ان توانائیوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کاموں کی بجائے اس کی نافرمانی کے کاموں میں استعمال کرتا ہے۔

زنا مظالم کی جڑ

اس آیت میں زانی کو جو ظالم قرار دیا گیا ہے، یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں، ذرا غور کریں تو یقین کرنا پڑے گا کہ زنا دنیا کے سارے مظالم کی جڑ ہے، دنیا کی ساری برائی زنا کاری میں پائی جاتی ہے، پھر زانی کے ظالم ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے:

۱......زانی کا فعلِ زنا خود اپنے اوپر بھی ظلم ہے کہ اس سے اخلاق واعمال کی مٹی پلید ہوتی ہے، خون اور روپیہ بے مقصد ضائع ہوتے ہیں، مادۂ تولید جو باعث افزائش نسلِ انسانی ہے ناحق برباد ہوتا ہے، صحت پر ناخوشگوار اثر پڑتا ہے، ذلت اور رسوائی ہوتی ہے۔ ذاتی خوف وہراس میں مبتلا رہتا ہے، حزن وملال سے دوچار ہوتا ہے، متعدی مرض سوزاک وآتشک وغیرہ کا خطرہ لاحق رہتا ہے، بے حیائی، فریب کاری، جھوٹ، بدنیتی، خودغرضی، نفسانی خواہش کی غلامی، ضبطِ نفس کی کمی، خیالات کی آوارگی اور دوسری بیسیوں جسمانی، ذہنی اور روحانی امراض میں زنا آدمی کو مبتلا کردیتا ہے۔

۲......زنا اپنے خاندان پر بھی ظلم ہے کہ زنا کار خاندان کی عزت کو داغ لگاتا ہے اور پھر خاندان کے لئے برائی کا ایک نمونہ قائم کرتا ہے، اہلِ خاندان اور بال بچوں کے لئے زنا کی شاہراہ بناتا ہے۔

۳......زنا نسوانی عفت وعصمت کی لوٹ ہے۔ زانی ڈاکو ہے کیونکہ وہ ایک کمزور ارادے والی ذات کو اپنی ہوسناکیوں کا تختۂ مشق بناتا ہے، شرم وحیا کی چٹانوں کے نیچے عورت

کی فطرت جو قدرتاً دبی ہوئی ہے، ان چٹانوں کو یہی زانی اٹھالیتا ہے، جس کے بعد عورت جس کے لئے کسی مرد سے خواہ اس کا باپ اور بھائی کیوں نہ ہو گفتگو میں جو فطری حیا دامن گیر ہوتی تھی وہ ختم ہو جاتی ہے، اب وہ ایک بیباک، فتنہ پرداز عورت کی شکل اختیار کر لیتی ہے، آنکھوں کا پانی ڈھل جاتا ہے، بے حیائی کے کاموں پر دلیر ہو جاتی ہے۔

اور آج عصمت فروشی کے جتنے بھی بازار نظر آتے ہیں، وہ درحقیقت زانی مردوں ہی کے کھولے ہوئے بازار تو ہیں، یہ سب انہی کے کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔

۴......عورت بہرحال کسی خاندان ہی کی عورت ہوتی ہے، کسی کی بیٹی، کسی کی بہن، کسی کی بیوی یا ماں ہوگی۔ سوچئے تو سہی کہ زانی مرد کن رسوائیوں کی سیاہی عورت کے خاندان والوں کے چہروں پر پھیرتا ہے کہ بسا اوقات خودکشی تک، ان ہی رسوائیوں کے غیر معمولی احساس نے لوگوں کو پہنچا دیا۔

۵......اور عورت کسی مرد کی اگر باضابطہ منکوحہ ہے تو دوسرے مفاسد کے ساتھ ساتھ غیر کے حق ناموس پر یہ کیسی شرمناک مداخلت اور بے جا اور ظالمانہ حملہ ہے۔

۶......زنا بچہ پر بھی ظلم ہے کیونکہ یا تو اسے ضائع کر دیا جائے گا اور بے قصور قتل کیا جائے گا یا باپ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی نگرانی اور تعلیم و تربیت کی ذمہ داری کا کوئی مرکز باقی نہیں رہتا اور اگر کسی طرح بچہ کو پروان چڑھنے کا موقع مل بھی جائے تو سیاہی کے اس داغ کو اس غریب کی پیشانی سے کون دھو سکتا ہے جو خود اس کے ناجائز باپ کے ہاتھوں اس کی پیشانی پر لگا ہے۔ معاشرہ میں ذلیل نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، بسا اوقات زنا سے پیدا ہونے والے بچے امراض خبیثہ کو اپنے ساتھ لے کر پیدا ہوتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ دنیا میں عموماً جو گونگے، بہرے اور لنگڑے لڑکے پیدا ہوتے ہیں یعنی جو نوعی کمالات میں سے کسی کمال سے محروم ہو کر پیدا ہوتے ہیں، بظاہر قدرت کی طرف ان کوتاہیوں کو منسوب کرنے والے منسوب کر دیا کرتے ہیں، لیکن موجودہ طبی تحقیقات کی روشنی میں پتہ چل رہا ہے کہ ان کوتاہیوں کی زیادہ تر ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے جن کے تعلق و واسطہ سے بچے دنیا

میں قدم رکھتے ہیں، آئندہ نسلوں کی امانت جن کے سپرد ہوتی ہے وہ امانت میں خیانت سے کام لیتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ آئندہ نسلوں کے پھلنے پھولنے کا دارومدار ہی ''جذبۂ امانت'' کے اس احساس پر مبنی، اس کی ذمہ داریوں میں ہلکی سی غفلت قوم کی قوم کو جسمانی، دماغی اور روحانی بربادیوں کی آندھیوں کے سامنے لے آتی ہے۔

اس مسئلہ کی ہمہ گیری کے لئے ''طبیعات'' کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ زنا کا لفظ تو ایک بسیط مختصر سا لفظ ہے، لیکن اس کے مفاسد کا دائرہ خاندانوں اور قوموں کو اپنے احاطہ میں عمومًا لے آتا ہے۔

زنا پر کال کوٹھڑی کو ترجیح

کچھ بھی ہو، اسی سے اندازہ کیجئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل کی کال کوٹھڑی میں قید کی زندگی کو اس جرم کے اقدام پر ترجیح دی اور دعا مانگی:

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْهِ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ کَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَکُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ. (یوسف: ۳۳)

اے میرے رب! جس کام کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں اس سے تو مجھے جیل خانہ میں جانا ہی زیادہ پسند ہے، اور اگر آپ ان کے داؤ پیچ کو مجھ سے دفع نہ کریں گے تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانی کا کام کر بیٹھوں گا۔

احادیث میں بھی اس ''جرم'' کی اہمیت کے مختلف پہلوؤں پر جو اشارے کئے گئے ہیں، غور کرنے والے سوچیں گے تو عبرت وبصیرت کے مسلسل اسباق ان ہی حدیثوں میں ان کو ملتے چلے جائیں گے۔ ان میں سے چند احادیث کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

زنا کے سلسلہ میں ارشاداتِ نبوی

ایک دفعہ یہودیوں کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ ''آیاتِ بینات'' کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا، وَلَا تَزْنُوا ....وَلَا تَقْذِفُوا مُحْصَنَةً. ❶

نہ اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک ٹھہراؤ، نہ زنا کرو......اور نہ کسی پاک دامنہ کو زنا سے متہم کرو۔

جس سے معلوم ہوا کہ جن جرائم کی برائیاں فطرتِ انسانی کے لئے واضح اور کھلی ہوئی ہیں ان میں ایک زنا بھی ہے۔

اسی طرح ایک دفعہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ یعنی اکبرالکبائر کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک بنانا حالانکہ اس نے ہی پیدا کیا۔'' اس شخص نے پوچھا کہ اس کے بعد پھر کونسا کام؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے بچے کو اس خوف سے مار ڈالنا کہ وہ ساتھ کھائے گا۔'' اس نے پوچھا کہ پھر کون سا یارسول اللہ؟ آپ نے فرمایا:

أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيلَةِ جَارِكَ. ❷

تیرا اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کی برائی مختلف پیرایہ میں بیان کی اور چاہا کہ لوگ اچھی طرح اس کی برائی سے واقف ہو جائیں اور اس بدترین کام سے باز آ جائیں۔

وَسُئِلَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ، فَقَالَ الفَمُ وَالفَرْجُ. ❸

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اکثر لوگ جہنم میں کس وجہ سے داخل ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منہ اور شرمگاہ کے غلط

---

❶ سنن الترمذي: أبواب تفسير القرآن، باب ومن سورة بني اسرائيل، ج۵ ص۳۰۵، رقم الحديث: ۳۱۴۴ ❷ صحيح البخاري: كتاب الديات، باب قول الله تعالىٰ، ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاءه جهنم، ج۹ ص۲، رقم الحديث: ۶۸۶۱
❸ سنن الترمذي: أبواب البر والصلة، باب ما جاء في حسن الخلق، ج۴ ص۳۶۳، رقم الحديث: ۲۰۰۴

استعمال کی وجہ سے۔

مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَقِلَّ العِلْمُ، وَيَظْهَرَ الجَهْلُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا، وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ، وَيَقِلَّ الرِّجَالُ، حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً القَيِّمُ الوَاحِدُ. ❶

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ سب قیامت کی علامتیں ہیں: ۱......علم کا اٹھ جانا۔ ۲...... جہالت کا عام ہونا۔ زنا کاری کا پھیل جانا۔ ۴......اور عورتوں کی تعداد بڑھ جائے گی اور مردوں کی تعداد کم پڑ جائے گی یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا ذمہ دار صرف ایک مرد باقی رہ جائے۔

زنا کی ہلاکتیں

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا ظَهَرَ الرِّبَا وَالزِّنَى فِي قَرْيَةٍ إِلَّا أَذِنَ اللّٰهُ بِإِهْلَاكِهَا. ❷

کسی بستی میں جب سود اور زنا پھیل جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بستی کی ہلاکت کی اجازت مرحمت فرما دیتا ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ زنا کاری کبھی آبادی کی ویرانی کا موجب بن جاتی ہے اور پوری آبادی کو برباد کر ڈالتی ہے، اللہ تعالیٰ کا غضب اس آبادی پر مسلط ہو جاتا ہے جس میں زنا کاری پھیل جاتی ہے۔

مصیبت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب خلیفۃ المسلمین ہوئے اور بیعت عامہ ہو چکی، جس میں تمام مسلمان شریک ہوئے تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور بحیثیت خلیفہ پہلا خطبہ ارشاد فرمایا:

---

❶ صحيح البخاري: كتاب العلم، باب رفع العلم وظهور الجهل، ج ١ ص٢٧، رقم الحديث: ٨١ ❷ الجواب الكافى لمن سأل عن الدواء الشافى: ص ١٦٣

دیکھو جس قوم نے بھی اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا چھوڑ دیا اللہ نے اسے ذلیل کر دیا ہے، اور جس قوم میں بھی بدکاری پھیل جاتی ہے، اللہ اس میں مصیبت کو پھیلا دیتا ہے۔ ❶

پہلے خلیفۂ رسول نے اپنے اولین خطبۂ خلافت میں ان کلمات کو ارشاد فرما کر عفت وعصمت کے متعلق اسلام کے جس نقطۂ نظر کو پیش کیا ہے اس سے مسلمانوں کو سمجھنا چاہئے کہ عروج واقبال کی زندگی کے تباہ کرنے میں سیاہ کاریوں کو کس حد تک دخل ہے، گویا جو کچھ اب پیش آیا اسی کی پیشین گوئی مسلمانوں کے سب سے پہلے خلیفہ نے کر دی تھی۔

کثرتِ موت اور طاعون

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے:

وَلاَ فَشَا الزِّنَا فِی قَوْمٍ قَطُّ إِلَّا كَثُرَ فِيهِمُ الْمَوْتُ. ❷

کسی قوم میں زنا کے عام ہونے کی وجہ سے موت کی بھی کثرت ہو جاتی ہے۔

ایک لمبی حدیث ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ عیوب اور اس کے اثرات کے متعلق خبر دی ہے، منجملہ اور باتوں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِی قَوْمٍ قَطُّ، حَتَّی يُعْلِنُوا بِهَا، إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونُ، وَالْأَوْجَاعُ الَّتِی لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِی أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا. ❸

جس قوم میں زنا کاری پھیل جاتی ہے اور بلا روک ٹوک ہونے لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو طاعون کی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے، اور ایسے دکھ درد میں مبتلا کرتا ہے جس سے ان کے اسلاف ناآشنا تھے۔

---

❶ تاریخ ملت: عہد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، سقیفہ بنو ساعدہ، ج ۱ ص ۱۰۳ ❷ مؤطا مالک: كتاب الجهاد، باب ما جاء في الغلول، ص ۶۵۴، رقم الحديث: ۱۶۷۰ ❸ سنن ابن ماجه: كتاب الفتن، باب العقوبات، ج ۲ ص ۱۳۳۲، رقم الحديث: ۴۰۱۹

خشک سالی

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَـا مِـنْ قَـوْمٍ يَـظْهَـرُ فِيهِمُ الرِّبَا، إِلَّا أُخِذُوا بِالسَّنَةِ، وَمَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ فِيهِمُ الرُّشَا، إِلَّا أُخِذُوا بِالرُّعْبِ. (1)

کسی قوم میں جب زنا پھیل جاتا ہے تو اسے قحط سالی کی مصیبت میں مبتلا کردیا جاتا ہے اور رشوت کی گرم بازاری ہوتی ہے تو اس پر خوف طاری کردیا جاتا ہے۔

انسان جب ''عفت وعصمت'' کے چہرہ کو داغدار کرتا ہے، شرعی حدود کی اس راہ

---

(1) **مسند أحمد: مسند الشاميين، ج ۲۹ ص ۳۵٦، رقم الحديث: ۱۷۸۲۲.** یہ روایت سند کے اعتبار سے نہایت ضعیف ہے، اس میں ایک راوی ''عبداللہ بن لہیعہ'' ہے، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں ''**ضعيف لا يحتج به**'' امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں ''**لا أحمل عن ابن لهيعة شيئا**'' ۔امام نسائی رحمہ اللہ (متوفی ۳۰۳ھ) فرماتے ہیں ''**ضعيف**'' (**ميزان الاعتدال: ترجمة: عبد اللّٰه بن لهيعة بن عقبة، ج ۲ ص ۴۷۵، ۴۷٦**) ۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں ''**اختلط في آخر عمره وكثر عنه المناكير في روايته، وقال ابن حبان: كان صالح ولكنه يدلس عن الضعفاء**'' (**طبقات المدلسين: ص ۵۴، رقم: ۱۴۰**)، نیز ''**تقريب التهذيب**'' میں ہے ''**خلط بعد احتراق كتبه**''

اس میں ایک راوی ''محمد بن راشد مرادی'' ہے جو مجہول ہے۔ نیز اس روایت میں انقطاع ہے، محمد بن راشد اس روایت کو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے بغیر واسطے کے نقل کررہے ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ''محمد بن راشد'' کے متعلق فرماتے ہیں ''**مجهول غير معروف**'' نیز آپ فرماتے ہیں کہ ان کے اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے درمیان واسطہ ساقط ہے ''**وقد سقط رجل بين محمد وعمرو**'' (**تعجيل المنفعة: ترجمة: محمد بن راشد، ج ۲ ص ۱۷۹، رقم: ۹۳٦**) (از نعمان)

میں پروانہیں کرتا اور جائز وناجائز کی تفریق مٹا دیتا ہے تو اس وقت پوری قوم فتنہ میں ڈال دی جاتی ہے۔

بنی اسرائیل جو دنیا کی چنی ہوئی امتوں میں ایک خاص تاریخی امت ہے، اس میں بھی فتنہ عورتوں ہی کی راہ سے آیا، اور جب فتنہ آیا تو پوری کی پوری امت ہی تہس نہس ہو کر رہ گئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ، فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ. ❶

دنیا اور عورتوں سے بچو، اس لئے کہ بنی اسرائیل کا سب سے پہلا فتنہ عورتوں میں سے ہی تھا۔

اسلامی تعلیم سے روگردانی کا انجام

اسلامی نقطۂ نظر کا اجمالی نقشہ بقدر ضرورت آپ کے سامنے پیش ہو چکا، اب آیئے ذرا اپنے زمانہ کی کچھ روداد سن لیجئے۔

امریکہ میں زنا اور اس کے نتائج

امریکہ جو اس وقت دنیا میں ممتاز ملک مانا جاتا ہے، وہاں زناکاری کی وبا کا نتیجہ یہ ہے:

تیس چالیس ہزار کے درمیان بچوں کی اموات صرف موروثی آتشک کی بدولت ہوتی ہیں، سوزاک میں کم از کم ساٹھ فیصد نوجوان مبتلا ہیں، اس میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ دونوں ہیں، شادی شدہ عورتوں کے اعضائے جنسی پر جتنے آپریشن کئے جاتے ہیں، ان میں پچھتر فیصد ایسی نکلتی ہیں جن میں سوزاک کا اثر پایا جاتا ہے۔ ❷

جج ''لنڈسے'' لکھتا ہے، جو ''ڈنور'' کی عدالت ''جرائمِ اطفال'' کا صدر ہے اور

❶ صحيح مسلم: كتاب الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء وأكثر أهل النار النساء وبيان الفتنة بالنساء، ج۴ ص۲۰۹۸، رقم الحديث: ۲۷۴۲

❷ پردہ از سید ابوالاعلی مودودی: ص۹۶

اس حیثیت سے وہ جرائم کا کافی تجربہ رکھتا ہے:

ہائی اسکول کی عمر والی چار سو پچانوے لڑکیوں نے خود مجھ سے اقرار کیا کہ ان کو لڑکوں سے صنفی تعلقات کا تجربہ ہو چکا ہے، ان میں صرف پچیس ایسی تھیں جن کو حمل ٹھہر گیا تھا۔ ❶

اسی جج ''لنڈ سے'' کا امریکہ کے متعلق بیان ہے:

امریکہ میں ہر سال کم از کم پندرہ لاکھ حمل ساقط کئے جاتے ہیں اور ہزاروں بچے پیدا ہوتے ہی قتل کر دیئے جاتے ہیں۔ ❷

اسی امریکہ کی ایک رپورٹ بھی پڑھ لیجئے اور اس سے اندازہ لگایئے کہ زنا کاری کا انجام کیا ہوتا ہے، یہی ''لنڈ سے'' جن کا قول پہلے نقل کر چکا ہوں، ان کا اپنا اندازہ ہے کہ ہائی اسکول کی کم از کم پینتالیس فیصد لڑکیاں اسکول چھوڑنے سے پہلے خراب ہو چکی ہوتی ہیں۔

آتشک، سوزاک اور دوسری برائیاں

زنا کی جسمانی اذیتوں کا ذکر کرتے ہوئے ''انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (۴۵/۴)'' کے حوالے سے ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

امریکہ کے دواخانوں میں اوسطاً ہر سال آتشک کے دو لاکھ اور سوزاک کے ایک لاکھ ساٹھ ہزار مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے، ساڑھے چھ سو دواخانے صرف انہی امراض کے لئے مخصوص ہیں۔ مگر لوگ سرکاری دواخانوں میں جانے سے زیادہ پرائیویٹ ڈاکٹروں کے پاس جاتے ہیں، جن کے پاس آتشک کے اکسٹھ فیصد اور سوزاک کے نواسی فیصد مریض جاتے ہیں۔ ❸

امریکہ میں جن عورتوں نے مستقل پیشہ اختیار کر لیا ہے ان کی تعداد کا کم از کم اندازہ چار پانچ لاکھ کے درمیان ہے، قحبہ خانوں کے علاوہ بکثرت ملاقات خانے ہیں جو اس غرض کے لئے آراستہ کئے جاتے ہیں کہ ''شریف اصحاب اور خواتین'' جب باہم ملاقات کرنا چاہیں تو ان کی ملاقات کا انتظام کر دیا جائے، تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ایک شہر میں ایسے

❶ پردہ: ص ۹۶ ❷ پردہ: ص ۷۱ ❸ پردہ: ص ۶۸

اٹھہتر (۷۸) مکان تھے، دوسرے شہر میں تینتالیس (۴۳)، ایک اور شہر میں تینتیس (۳۳)۔ ان مکانوں میں صرف کنواری لڑکیاں ہی نہیں جاتیں بلکہ بہت سی شادی شدہ عورتوں کا بھی وہاں گزر ہوتا ہے۔ ایک مشہور ریفارمر کا بیان ہے:

نیو یارک کی شادی شدہ آبادی کا پورا تہائی حصہ ایسا ہے جو اخلاقی اور جسمانی حیثیت سے اپنی ازدواجی ذمہ داریوں میں وفادار نہیں ہے۔ ❷

''زنا'' نے امریکہ میں یہ قیامت برپا کردی ہے کہ بلوغ سے پہلے لڑکے لڑکی کی محبت اور مباشرت دونوں شروع ہو جاتی ہیں۔

کنسے رپورٹ

۴۸ء میں ''ڈاکٹر ہنلی کنسے'' نے ایک مبسوط رپورٹ پیش کی ہے اور یہ رپورٹ ڈاکٹر کنسے اور ان کے ساتھیوں نے بارہ ہزار امریکی مردوں سے ملاقات کر کے تیار کی ہے اور ان کے خفیہ حالات معلوم کئے ہیں۔ کنسے رپورٹ کے بموجب:

''استلذاذ بالنفس'' (مشت زنی وغیرہ) میں نوے فیصد امریکی مرد زندگی کے کسی نہ کسی حصہ میں مبتلا رہے۔

''استلذاذ بالمثل'' (اپنے ہم جنس سے بدکاری) امریکی مردوں کی ایک تہائی آبادی نے کم از کم اپنی زندگی میں ایک مرتبہ اس شوق کی تکمیل کی، گویا ستر لاکھ امریکی مرد استلذاذ بالمثل میں مبتلا ہیں۔

چار فیصد لوگ تمام عمر ''امرد پرست'' رہتے ہیں۔

''استلذاذ بالضد'' (زنا) پندرہ سال کی عمر تک ۲۵ فیصد ...... چھبیس سے چالیس سال کی عمر تک ۹۰ فیصد ...... سولہ سے بیس سال کی عمر تک غیر فاحشہ عورتوں سے اختلاط کی تعداد ۴۰ فیصد ہے۔

''تعلیم کے اعتبار سے'' جن کی تعلیم ''گرائمر اسکول'' تک ہوتی ہے، اس میں ۴۸

❶ پردہ: ص ۶۷، ۶۸

فیصد کو عورتوں سے اختلاط کا سابقہ رہا ہے۔

''ہائی اسکول'' تک تعلیم پانے والوں کا تناسب غیر عورتوں سے اختلاط میں ۷۷ فیصد ہے اور ''کالج'' کے تعلیم یافتہ افراد کا تناسب زنا میں ۴۹ فیصد ہے، یہ اکیس سال عمر والوں کی تعداد ہے۔

شادی شدہ مردوں میں نصف تعداد ایسی ہے جنہوں نے اپنی بیوی کے سوا غیر عورتوں سے دورانِ ازدواج اختلاط کیا ہے۔ ❶

انگلستان میں زنا کی وبا

انگلستان جو اپنی جدت پسندی میں بہت مشہور ہے، اس کے متعلق وہیں کا ایک انگریز ''جارج رئیلی اسکاٹ'' اپنی کتاب ''تاریخ الفحشاء'' میں لکھتا ہے:

پیشہ ور عورتوں کے علاوہ بڑی تعداد ان عورتوں کی ہے جو آمدنی میں اضافہ کے لئے زنا کاری کے پیشہ کو بھی ضمنی طور پر اختیار کئے ہوئے ہیں، اب جوان لڑکی کے لئے بدچلنی اور بے باکی بلکہ سوقیانہ اطوار تک فیشن میں داخل ہوگئے ہیں، ایسی لڑکیوں اور عورتوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے جو شادی سے پہلے صنفی تعلقات بلا تکلف قائم کرلیتی ہیں اور وہ لڑکیاں اب شاذ کے حکم میں ہیں جو کلیسا کی قربان گاہ کے سامنے نکاح کا پیمان وفا باندھتے وقت صحیح معنی میں دوشیزہ ہوتی ہوں۔ ❷

انگلستان میں کم از کم اندازہ کے مطابق ہر سال نوے ہزار حمل اسقاط کئے جاتے ہیں، شادی شدہ عورتوں میں اس کا تناسب اس سے بھی زیادہ ہے۔ ❸

فرانس میں بدکاری

انگلستان کے بعد تھوڑا سا حال فرانس کی بدکاری اور اس کے نقصانات کا بھی سن لیجئے:

جنگ عظیم کے ابتدائی دو سالوں میں جن سپاہیوں کو محض آتشک کی وجہ سے رخصت دے کر ہسپتالوں میں بھیجنا پڑا۔ ان کی تعداد ۷۵ ہزار تھی، ایک متوسط درجہ کی چھاؤنی میں

❶ اسلام اور جنسیات: ص ۸۴، ۸۵ ❷ پردہ: ۷۲ ❸ پردہ: ۴۵

بیک وقت ۲۴۲ سپاہی اس مرض میں مبتلا ہوئے۔

''ایک ماہر فرانسیسی ڈاکٹر کا بیان ہے:

فرانس میں ہر سال صرف آتشک اور اس کے پیدا کردہ امراض کی وجہ سے تیس ہزار جانیں ضائع ہوتی ہیں۔ ❶

جنگ عظیم سے پہلے موسیو بیولو فرانس کے اٹارنی جنرل نے اپنی رپورٹ میں ان عورتوں کی تعداد پانچ لاکھ بتائی ہے جو جسم فروشی کا دھندہ کرتی ہیں، اس فن کے لئے اشتہار سے پورا کام لیا جاتا ہے۔ ❷

یہ مختصر سے اقتباسات میں نے اس لئے پڑھنے کی زحمت دی کہ آپ غور کر سکیں کہ زنا کاری کے مفاسد کیا ہوتے ہیں اور ان سے قوم وملک کا کتنا زبردست جانی، مالی، اخلاقی اور سیاسی نقصان ہوتا ہے اور پھر یہ بھی سوچیں کہ زنا کاری کی سزا میں جو امراض پیدا ہوتے ہیں وہ کتنے سخت اور مہلک ہوتے ہیں۔ مزید یہ بھی ذہن نشین کر لیں کہ دنیا کا کوئی کامیاب ترین علاج بھی زنا کاری کے ''دنیاوی عذاب'' سے نہیں بچا سکتا اور ان بڑے مہذب، متمدن اور ترقی یافتہ ملکوں کا جو نقشہ پیش کیا گیا ہے اس کو سامنے رکھ کر غور کریں کہ اسلام نے جن مفاسد کی طرف اشارے کئے ہیں وہ کتنے صحیح ہیں، اور قوانینِ عفت مرتب کر کے اس نے دنیا پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔

تحفظ عفت وعصمت اور شادی

اتنی مہلک اور خطرناک برائی جو انسان کو ہر اعتبار سے سخت سے سخت نقصان پہنچاتی ہے، اس کی روک تھام کی جس شد ومد سے ضرورت تھی، وہ کسی ذی عقل سے مخفی نہیں اور صرف روک دینا ہی کافی نہیں ہوتا جیسا کہ آپ عیسائیوں اور دوسری قوموں میں اس کا انجام دیکھ رہے ہیں، بلکہ اس کے لئے مستقل قوانین وضوابط کی ضرورت تھی اور اسلام نے یہی کیا، انسان کی فطرت کو جانچا اور اس کے مطابق علاج اور پرہیز کی تاکید کی، اسلام نے

❶ پردہ: ۵۷ ❷ پردہ: ۵۰

غیر مذاہب کی طرح افراط وتفریط کا راستہ اختیار نہیں کیا، بلکہ انسانی مزاج کو پرکھ کر اعتدال کا طریقہ پسند کیا۔

نکاح کا حکم

زنا کے نقصانات بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو حکم دیا کہ مرد اور عورت جن کو شادی کی ضرورت محسوس ہو، ضرور شادی کریں کہ عفت وعصمت کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ اور ان کی جنسی خواہشات کی تسکین کا بہترین حل یہی ہوسکتا ہے۔ رب العزت نے شادی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ. (النور: ۳۲)

اور تم میں جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح کردیا کرو اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس لائق ہوں ان کا بھی۔

''اَيَامٰى'' اَيِّمٌ کی جمع ہے، اس کا استعمال مرد اور عورت دونوں کے لئے ہے، جس مرد کی بیوی نہ ہو اس کو ''اَيِّمٌ'' بھی کہتے ہیں اور جس عورت کا شوہر نہ ہو اس کو بھی ''اَيِّمٌ'' کہتے ہیں، پھر چاہے سرے سے ابھی شادی نہ ہوئی ہو یا شادی ہوئی تھی مگر شوہر یا بیوی کا انتقال ہوگیا، یعنی ''رَجُلٌ اَيِّمٌ'' بھی کہا جاتا ہے اور ''اِمْرَأَةٌ اَيِّمٌ'' بھی۔ ❶

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اپنے تفسیری ترجمہ میں لکھتے ہیں:

یعنی احرار (آزاد لوگوں) میں جو غیر شادی شدہ ہوں خواہ مرد، خواہ عورت اور خواہ ابھی ان کا نکاح ہی نہ ہوا ہو، یا وفات وطلاق سے اب تجرد ہوگیا ہو، تم ان کا نکاح کردو اور اسی طرح تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس نکاح کے لائق ہو یعنی حقوق زوجیت کو ادا کرسکے اس کا بھی نکاح کردیا کرو اور محض اپنی مصلحت کے خیال سے باوجود غلام، لونڈیوں کو ضرورت ہونے کے ان کی اس مصلحت کو فوت مت کیا کرو۔ ❷

❶ تفسیر ابن کثیر: سورة النور آیت نمبر ۳۲ کے تحت، ج ۶ ص ۴۷

❷ بیان القرآن: سورہ نور آیت نمبر ۳۲ کے تحت، ج ۲ ص ۵۷۱

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رشتۂ ازدواج کے قیام کی تاکید فرمائی ہے اور ان تمام مرد وعورت کی شادی کر دینے کا حکم دیا ہے جن کو شادی کی ضرورت ہو، حتی کہ غلام جو بڑی حد تک بے بس ہوتا ہے، اس کے متعلق بھی ارشاد فرمایا کہ ان کی بھی شادی ضروری ہے، اگر ان میں حقوق زوجیت ادا کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے اور پھر اس ذمہ داری کو رب العزت نے قوم کے سر ڈالا ہے تاکہ اس کی اہمیت کا احساس پیدا ہو، اور اشارہ کیا گیا ہے کہ شادی کے جو فائدے ہوتے ہیں اس سے پوری قوم مستفید ہوتی ہے اور شادی نہ کرنے کے جو نقصانات ہیں ان کا اثر بھی پوری قوم پر پڑتا ہے، کوئی ذی عقل انسان اس بات سے انکار کی جرأت نہیں کرسکتا کہ جائز شادی کا رواج اگر بند کر دیا جائے تو پوری قوم کے اخلاق گندے ہو جائیں گے، اس آیت کے اگلے حصہ میں رب العزت نے اس طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ کسی موہوم خدشہ کو حیلہ بنا کر اس نیک رشتہ کے قائم کرنے سے بچنے کی کوشش نہیں کرنا چاہئے جس پر آگے بحث ہوگی۔

اس آیت سے اتنی بات بہر حال کھل کر معلوم ہوگئی کہ جو مرد یا عورت شادی کے لائق ہو ان کی شادی کردی جائے اور یہ شادی کرنے کی ذمہ داری ولی کے سر بھی ہے اور قوم کے مضبوط افراد پر بھی، کوئی اس سے بری الذمہ نہیں ہوسکتا۔

نکاح فقہاء کی نظر میں

بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ شادی کرنا واجب ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں، احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ جنسی میلان جب حدِ برداشت سے باہر ہو جائے اور خطرہ شرعی حدود کے توڑنے کا سامنے آجائے یعنی ظنِ غالب اس خطرہ میں مبتلا ہو جانے کا ہو تو اس وقت نکاح سنتِ مؤکدہ ہے۔ اسی طرح اگر ظنِ غالب ہو کہ حقوقِ زوجیت ادا نہیں ہوں گے تو اس وقت نکاح کی قید میں اپنے آپ کو مقید کرنا شرعًا ناپسندیدہ یعنی مکروہ ہے، بلکہ حقوق زوجیت کے متعلق جسے عجز کا یقین ہو ایسے آدمی کے لئے تو نکاح حرام ہے۔

نکاح میں تحفظِ عفت

بہرحال مذکورہ بالا قرآنی حکم کے سوا احادیث میں بھی ایسا بڑا ذخیرہ موجود ہے جن میں شادی کی تاکید و ترغیب پائی جاتی ہے اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ خود شادی کرنے والوں پر ضروری ہے کہ جونہی وہ شادی کی ضرورت محسوس کریں شادی کرلیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ البَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ. ❶

اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں جو اسباب جماع کی قدرت رکھتا ہو اس کو نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ یہ نگاہ کو محفوظ رکھتا ہے اور شہوت کی جگہ کو بہت بچاتا ہے۔

اس حدیث میں جہاں نوجوانوں کو شادی کا حکم دیا گیا ہے، وہاں شادی کے فائدے بھی بیان کردئے گئے ہیں کہ شادی سے عفت و عصمت کی حفاظت ہوگی اور حرام کاری سے آدمی بچ جائے گا۔ اس حدیث میں خطاب اگرچہ نوجوانوں ہی کو ہے لیکن جنسی میلان میں جن کے فتور اور ضعف کی کیفیت پیدا نہ ہوئی ہو گو نوجوان نہ بھی ہوں ان کو بھی نکاح کرنا چاہیے۔

نکاح اور افزائشِ نسل

دوسری حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَزَوَّجُوا تَوَالَدُوا تَنَاسَلُوا فَإِنِّي مُبَاهٍ بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. ❷

---

❶ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب من لم يستطع البائة فليصم، ج۷ ص۳، رقم الحديث: ۵۰۶۶ ❷ راقم کو یہ روایت بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ کسی کتاب میں نہیں ملی، روایت پر حکم کا دار و مدار سند پر ہوتا ہے، اور یہ روایت چونکہ اصل مراجع میں موجود نہیں ہے اس لئے اس پر یقینی طور پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا، البتہ روایت کا مفہوم درست ہے (بقیہ اگلے صفحہ کے حاشیہ پر)

بہت جننے والی عورت سے شادی کرو اور نسل بڑھاؤ، اس لئے کہ میں قیامت کے دن تمہاری (کثرت کی) وجہ سے فخر کروں گا۔

اس حدیث میں نکاح کا حکم بھی دیا گیا ہے اور اس کا مقصد بھی بیان کیا گیا ہے کہ شادی کا منشا توالد وتناسل اور نسل انسانی کی بقا ہے، تاکہ قوم کے افراد کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہو۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ. ❶

خوب محبت کرنے والی اور بہت بچے جنے والی عورت سے شادی کرو، اس لئے کہ میں تمہاری وجہ سے دیگر اور امتوں پر فخر کروں گا۔

اس حدیث میں نسل کو بڑھانے کے ساتھ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ شوہر سے محبت والفت کرنے والی عورت ہو کہ معاشرتی زندگی کو خوشگوار بنانے کی یہی واحد تدبیر ہے، زن وشو میں محبت والفت ہی کے رشتہ میں سارے خاندان کی خوشی کا راز پوشیدہ ہے۔

نکاح اور پاکدامنی

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شادی کرنے سے انسان بہت ساری برائیوں سے بچ جاتا ہے، بلکہ اگر کوئی چاہتا ہے کہ دنیا سے پاک وصاف جائے اور اس کا دامن عفت وعصمت سے ملوث نہ ہو تو اس کی شکل یہی ہے:

مَنْ أَرَادَ أَنْ يَلْقَى اللّٰهَ طَاهِرًا مُطَهَّرًا، فَلْيَتَزَوَّجِ الْحَرَائِرَ. ❷

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) اور دیگر روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) نے اس روایت کو بلا سند ومرجع بغیر کسی جرح وقدح کے نقل کیا ہے، دیکھئے: تفسیر ابن کثیر: سورۃ النور آیت نمبر ۳۲ کے تحت، ج۶ ص ۴۷

❶ سنن أبي داؤد: كتاب النكاح، باب النهي عن تزويج من لم يلد من النساء، ج۲ ص ۲۲۰، رقم الحديث: ۲۰۵۰ ❷ سنن ابن ماجه: كتاب النكاح، باب تزويج الحرائر والولود، ج ۱ ص ۵۹۸، رقم الحديث: ۱۸۶۲

اللہ تعالیٰ سے جو شخص پاک وصاف ملنا چاہے اس کو شریف عورتوں سے شادی کرنی چاہئے۔

اس حدیث میں شادی سے جو عفت وعصمت اور پاک دامنی حاصل ہوتی ہے اس کا بڑا ابلیغ بیان ہے بلکہ اس میں جو الفاظ آئے ہیں ان سے سمجھا جائے تو یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ شادی کرنے سے اللہ تعالیٰ دوسرے گناہوں سے بھی آدمی کو بچالیتا ہے اور یہ کہ شادی آدمی کی ہدایت اور نجات کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

دیکھا بھی گیا ہے کہ جس کی شادی نہیں ہوتی اور جائز طور پر جنسی میلان پورے نہیں ہو پاتے وہ عموماً مختلف گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، خواہ ان گناہوں میں لوگ غیر ارادی طور پر ہی کیوں نہ مبتلا ہو جاتے ہوں لیکن شادی شدہ آدمی کے پاس چونکہ بچنے کا ذریعہ ہوتا ہے اس لئے عموماً ان گناہوں سے اس کا رشتہ خود بخود کٹ جاتا ہے، ان لوگوں کے برعکس جو شادی بھی نہیں کرتے اور پاک دامنی کی زندگی بھی گزارنا چاہتے ہیں، خواہ مخواہ کش مکش کی ایسی زندگی گزارتے ہیں جس کے متعلق کچھ کہا نہیں جا سکتا ہے کہ کس وقت ان سے کیا حرکت سرزد ہو جائے۔

ایک حدیث میں نکاح کو ''نصف دین'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدْ كَمُلَ نِصْفُ الدِّينِ. ❶

بندہ نے جب شادی کرلی تو اس نے نصف دین پورا کرلیا۔

غور کیا جائے تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ گناہوں کے بڑے حصہ کا تعلق جنسی میلانات ہی سے ہے، شرعی اور آئینی حدود میں اپنے آپ کو جکڑ دینے کے بعد اسباب کی حد تک بے راہ روی کے خطرات کم ہو جاتے ہیں۔

---

❶ شعب الإيمان: فصل في الترغيب في النكاح لما فيه من العون على حفظ الفرج، ج۷ ص ۳۴۰، رقم الحديث: ۵۱۰۰

نکاح رسولوں کی سنت ہے

حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے شادی کی؟ میں نے جواب دیا نہیں تو انہوں نے کہا:

فَتَزَوَّجْ فَإِنَّ خَيْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَكْثَرُهَا نِسَاءً. ❶

شادی کرو، کیونکہ اس امت کے سب سے بہتر فرد بیویوں کے اعتبار سے سب سے زیادہ تھے۔ ان کی مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

پھر یہ بھی مسلّم ہے کہ نکاح تمام انبیاء ورسل کی سنت رہی ہے اور تقریباً تمام رسولوں نے شادیاں کی ہیں اور بال بچوں والی زندگی گزاری ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً.

(الرعد: ۳۸)

اور یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں اور بچے بھی دئے۔

غیر شادی شدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص مسکین ہے جس کی بیوی نہیں ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: گو وہ کثیر المال ہو، تب بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! گو وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو، (اگر بیوی نہیں ہے تو وہ مسکین ہے) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ عورت بھی مسکین ہے جس کا شوہر نہیں ہے، لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگرچہ اس کے پاس بہت زیادہ مال و دولت ہو تب بھی مسکین ہی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! تب بھی وہ مسکین ہی ہے۔ ❷

---

❶ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب كثرة النساء، ج۷ ص۳، رقم الحديث: ۵۰۶۹.

❷ شعب الإيمان للبيهقي: فصل في الترغيب في النكاح ...... إلخ، ج۷ ص۳۳۸، رقم الحديث: ۵۰۹۸. یہ روایت امام ابونجیح مکی سے منقول ہے جن کا نام یسار ہے، (بقیہ اگلے صفحہ کے حاشیہ پر)

یہ اور اس طرح کی بیسیوں حدیثیں ہیں جو صراحتاً نکاح کی ترغیب دیتی ہیں، ان تمام حدیثوں کو سامنے رکھ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام میں عقد نکاح پر کتنا غیر معمولی اصرار کیا گیا ہے، مقصد وہی ہے کہ جنسی میلان کو حدود میں رکھ کر افزائش کا ذریعہ بھی اس کو بنایا جائے اور عفت وعصمت کے انمول سرمایہ کی حفاظت کا بھی واحد ذریعہ یہی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں بالکل صحیح فرمایا ہے:

وَيُتَزَوَّجُ لِكَسْرِ الشَّهْوَةِ وَإِعْفَافِ النَّفْسِ وَتَكْثِيرِ النَّسْلِ. ❶

شادی شہوت توڑنے، نفس کو عفیف بنانے اور نسل کی کثرت کے لئے کی جاتی ہے۔

رہبانیت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

یہی وجہ ہے کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ نکاح سے بعض لوگ پرہیز ہی کو بہتر سمجھتے ہیں تو ان کو فرمائش کر کے شادی کر لینے پر آمادہ کیا۔

حدیث میں عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے کہ انہوں نے عورتوں سے کنارہ کشی کر لی اور خصی ہو جانے کا ارادہ ظاہر کیا کہ شہوت کی زحمت سے نجات پائیں اور فارغ البالی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور رات دن اسی میں مشغول رہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس جذبہ کی تردید فرمائی اور بالآخر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو اس ارادہ سے باز آنا پڑا۔ ❷

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) جو عبداللہ بن ابی نجیح کے والد ہیں، ان کی وفات ۱۵۹ھ میں ہوئی، یہ تابعین میں سے ہیں، اور روایت حدیث میں ثقہ ہیں، البتہ انہوں نے یہ روایت مرفوعاً نقل کی ہے اور واسطے کا ذکر نہیں کیا، اس لئے یہ روایت مرسل ہے۔

❶ فتح الباري: كتاب النكاح، باب الترغيب في النكاح، ج ۹ ص ۱۰۵

❷ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب ما يكره من التبتل والخصاء، ج ۷ ص ۴، رقم الحديث: ۵۰۷۳

ایک حدیث میں ہے کہ تین شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ پر آئے اور آپ کی ازواج مطہرات میں سے ایک سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق پوچھا، جب ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی کیفیت بیان کی گئی تو اس کو سن کر انہوں نے جو رائے ظاہر کی اس سے معلوم ہو رہا تھا کہ شاید وہ آپ کی اس عبادت کو کم سمجھ رہے ہوں، چنانچہ انہوں نے کہا کہ کہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن کے سارے گناہ رب العزت نے معاف کر دئے اور کہاں ہم سراپا گنہگار، ایک نے کہا کہ میں رات بھر نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا۔ تیسرے نے کہا کہ عورتوں سے علیحدہ رہوں گا اور شادی سے پرہیز کروں گا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا:

تم لوگوں نے ایسی باتیں کہی ہیں؟ پھر فرمایا: سنو! اللہ کی قسم! میں تم میں زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے بڑھ کر متقی ہوں، لیکن بایں ہمہ روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں یعنی روزہ چھوڑ بھی دیتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، نکاح بھی کرتا ہوں اور عورتوں کے پاس بھی جاتا ہوں، پس جو بھی میرے طریقہ سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ ❶

اس حدیث کے آخری حصہ سے مجھے ثابت کرنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو تنبیہ فرمائی جنہوں نے فخریہ انداز میں کہا تھا کہ وہ عورتوں سے علیحدہ رہیں گے اور شادی سے پرہیز کریں گے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عمل پیش فرما کر ان کے خیال کی تردید کی اور آخر میں فرمایا:

وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي. ❷

---

❶ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب الترغيب في النكاح، ج٧ ص ٢، رقم الحديث: ٥٠٦٣ ❷ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب الترغيب في النكاح، ج٧ ص ٢، رقم الحديث: ٥٠٦٣

میں شادی کرتا ہوں، پس جو میرے طریقہ سے اعراض کرے وہ مجھ سے
نہیں ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عکاف بن بشر تمیمی رضی اللہ عنہ ایک دن خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: اے عکاف! تمہاری بیوی ہے؟ حضرت عکاف رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: لونڈی؟ حضرت عکاف رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ بھی نہیں، یہ جواب سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صلاحیت رکھتے ہو اور خوش حال بھی ہو پھر بایں ہمہ تم نے شادی سے گریز کیا:

أَنْتَ إِذًا مِّنْ إِخْوَانِ الشَّيَاطِينِ. ❶

تب تو تم شیطان کے بھائیوں میں سے ہو۔

پھر بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شادی کرادی۔

ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں ایک جوان مرد ہوں، زنا کا خطرہ محسوس کرتا ہوں اور اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ شادی کرسکوں، ان کا منشا یہ تھا کہ خصی ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے، یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پھر یہی عذر بیان کیا اور اجازت کی درخواست کی، اب کی دفعہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی، تیسری مرتبہ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنا سوال دہرایا، اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی توڑی اور فرمایا: اے ابو ہریرہ! جو کچھ ہونے والا ہے وہ لکھا جا چکا ہے، تم خصی ہو یا نہ ہو، پھر تم خواہ مخواہ ایک موہوم خدشہ کی وجہ سے غلط اقدام کی اجازت طلب کرتے ہو۔

---

❶ مسند أحمد: مسند الأنصار، حديث أبي ذر الغفاري، ج۳۵، ص۳۵۵، رقم الحديث: ۲۱۴۵۰

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي رَجُلٌ شَابٌّ، وَأَنَا أَخَافُ عَلَى نَفْسِي الْعَنَتَ، وَلاَ أَجِدُ مَا أَتَزَوَّجُ بِهِ النِّسَاءَ، فَسَكَتَ عَنِّي، ثُمَّ قُلْتُ: مِثْلَ ذٰلِكَ، فَسَكَتَ عَنِّي، ثُمَّ قُلْتُ: مِثْلَ ذٰلِكَ، فَسَكَتَ عَنِّي، ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا أَنْتَ لاَقٍ فَاخْتَصِ عَلَى ذٰلِكَ أَوْ ذَرْ. ❶

اس بنیاد پر اپنے آپ کو خصی کر لینا اسلام میں ناجائز ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو سختی سے اس بات سے منع فرماتے تھے کہ ہم عورتوں سے کنارہ کشی اختیار کرلیں اور فرماتے تھے کہ تم لوگ شادی کرو۔ ❷

بعض روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی معاشی حالت اگر نکاح کی ذمہ داریوں کے قبول کرنے کی اجازت نہ دیتی ہو تو ایسے اشخاص کو حکم دیا گیا ہے کہ روزے رکھ کر جنسی میلان کے زور کو توڑیں، لیکن اختصاء یعنی اپنے آپ کو خصی بنانے کی اجازت اسلام میں نہیں دی گئی، روزہ ہی کو خصی بنانے کا قائم مقام قرار دیا گیا۔

بہر حال پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شد ومد سے نکاح سے کنارہ کشی کرنے والوں کی اس لئے تردید فرمائی کہ یہ اقدام نہایت غلط تھا اور اسلام کی روح کے خلاف ایک ایسی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دی ہے، اس کا یہ مصرف کسی طریقہ سے مناسب نہیں تھا، اگر اللہ نہ کرے یہ بات اس وقت رد نہ کی جاتی تو آج اس کا بڑا خطرناک انجام ہوتا۔

پاکیزہ نفس عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

اسلام کا نقطۂ نظر انہی وجوہ سے عورت کے متعلق راہبانہ وسوسوں سے بالکل مختلف

❶ صحیح البخاری: كتاب النكاح، باب ما يكره من التبتل والخصاء، ج ۷ ص ۴، رقم الحديث: ۵۰۷۶ ❷ مسند أحمد: مسند أنس بن مالک، ج ۲۰ ص ۶۳، رقم الحديث: ۱۲۶۱۳

ہے جن کا ذکر عیسائی راہبوں کے اقوال کی روشنی میں ہو چکا ہے، بجائے زہر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الدُّنيَا مَتَاعٌ، وَخَيرُ مَتَاعِ الدُّنيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ. ❶

پوری دنیا متاع ہے اور بہترین متاع نیک عورت ہے

جس دین میں عورت دنیا کی بہترین نعمت ہو اس میں یہ کیونکر برداشت کیا جا سکتا ہے کہ اس کو ناپاک قرار دیا جائے اور اس سے کنارہ کشی کا حکم فرما دیا جائے، باقی رہا یہ سوال کہ نیک عورت دنیا کی بہتری پونجی ہے؟ سوچا جائے تو آسانی سے بات سمجھ میں آ سکتی ہے، کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ عورت مرد کو بہت سے خطرات اور گناہوں سے محفوظ رکھتی ہے، طبیعت کو اس سے تسکین حاصل ہوتی ہے اور فطری بے چینیوں کے ازالہ کا ذریعہ وہی ہے، اور یہ ایک مسلّم بات ہے کہ انہی امور کے حصول کے بعد آدمی یکسوئی سے کوئی نیک کام سر انجام دے سکتا ہے اور برائیوں سے بچ سکتا ہے، ورنہ نفسیاتی خواہشات کی ادھیڑ بن سے فرصت ملنا ہی محال ہے۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حُبِّبَ إِلَيَّ النِّسَاءُ وَالطِّيبُ، وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ. ❷

(دنیا کی چیزوں میں سے میرے دل میں) عورت اور خوشبو کی محبت ڈالی گئی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز کو بنایا گیا ہے۔

ترغیبِ نکاح کے ساتھ وعدۂ غناء

مذکورہ بالا احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام انسان کو اور خصوصیت سے اپنے پیروکار کو جائز طور پر شادی کرنے کی بے حد ترغیب دیتا ہے اور آپ یہ تو پڑھ ہی چکے ہیں کہ جنسی میلان کا تقاضا نا قابل برداشت حد تک پہنچ جائے تو اسلام میں نکاح واجب

❶ صحيح مسلم: كتاب الرضاع، باب خير متاع الدنيا المرأة الصالحة، ج ٢ ص ١٠٩٠، رقم الحديث: ١٤٦٧ ❷ سنن النسائي: كتاب عشرة النساء، باب حب النساء، ج ٧ ص ٦١، رقم الحديث: ٣٩٤٠

ہو جاتا ہے، فقہائے اسلام کا یہ اتفاقی مسئلہ ہے۔ اس کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ معاشی خطرات کو خواہ مخواہ محسوس کر کے نکاح سے جو کترانا چاہتے تھے قرآن میں انہی کو حکم دیا گیا ہے کہ:

اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ. (النور: ۳۲)

اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا اور اللہ کشائش والا ہے۔

معاشی مسائل کے متعلق صرف عقلی مشوروں پر جینے والے جن اوہام اور وساوس میں تہ و بالا ہوتے رہتے ہیں، وہی اکثر سوچتے ہیں کہ شادی کیسے کریں؟

افلاس نے گھر میں ڈیرہ ڈال رکھا ہے، بیوی اور پھر بال بچوں کی خوراک و پوشاک کا کیا انتظام ہوگا؟

اس قسم کی تنگ خیالیوں کے معاملہ میں حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے دلاسا اور تسلی دی گئی ہے کہ اس مسئلہ کو اتنا پریشان کن نہ بناؤ، رزق کا معاملہ میرے ہاتھ میں ہے۔ قرآن میں بار بار اطمینان دلایا گیا ہے کہ:

وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. (الطلاق: ۳)

اور وہ اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو خیال بھی نہیں گزرتا۔

نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ. (الأنعام: 151)

ہم تم کو اور ان کو رزق دیں گے۔

مطلب یہی ہے کہ حال پر مستقبل کو قیاس نہیں کرنا چاہئے۔ ''اَلرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ'' پر اعتماد کر کے چاہئے کہ جب نکاح کا زمانہ آ جائے تو آدمی نکاح کر لے اور اس مسئلہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے، بیوی اور پھر بال بچوں کے نان ونفقہ کا سامان من جانب اللہ ہوگا۔ ممکن ہے بیوی کی شراکت سے خیر و برکت بڑھ جائے، شادی کے بعد خود شادی

کرنے والے میں مستعدی اور ذمہ داری کا احساس پیدا ہوجاتا ہے، کبھی خود بیوی ہاتھ بٹاتی ہے اور کبھی اس طرح کا کوئی دوسرا سامان فراہم ہوجاتا ہے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اس ٹکڑے کے تفسیری ترجمہ میں فرماتے ہیں:

اور احرار (آزاد) کے نکاح میں اس اپنے عزیز یا عزیزہ کے شوہر یعنی پیغام دینے والے کے فقر وافلاس بالفعل کو جبکہ بالقوۃ اس میں مادۂ اکتساب وخدمت عیال ہوتا ہے، مت سمجھا کرو، کیونکہ اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اگر چاہے گا ان کو اپنے فضل سے غنی کردے گا، پس نہ عدم غنا کو مانع نکاح سمجھیں اور نہ نکاح کو مانع غنا، اس کا دار ومدار مشیت پر ہے، اگر فقر کے ساتھ مشیت متعلق ہوجائے، تو باوجود نکاح نہ ہونے کے بھی ہوجائے گا اور اگر غنا کے ساتھ مشیت متعلق ہوجائے تو باوجود نکاح ہونے کے بھی نہ ہوگا۔ پس ایسے ارتباطات وہمیہ باطلہ پر کیوں نظر کی جائے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے، جس کو چاہے غنی کردے اور سب کا حال خوب جاننے والا ہے، جس کو غنا کا اہل دیکھے غنی کردے جس کو فقر کا اہل جانے فقیر کردے۔ ❶

فقر وفاقہ کے شکوک وشبہات کا حل

اس تفسیری ترجمہ سے انسان کے ان سارے شکوک وشبہات کے جواب مل جاتے ہیں جو انسانی عقل میں پیدا ہوسکتے ہیں، باوجود اختصار کے اس میں ہر پہلو کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ نکاح کے بعد بھی اگر کسی کا فقر قائم نظر آئے تو اس کا جواب بھی دیا گیا ہے کہ دراصل مشیت الٰہی سے متعلق ہے، مگر چونکہ یہاں پہنچ کر انسان کو خصوصیت سے فقر وافلاس کے شبہات پیدا ہوتے ہیں، اس لئے اس موقع پر قرآن پاک نے خصوصیت سے اس موہوم خطرہ کا تذکرہ کر کے انسان کو اس سے نکالنے کی کوشش کی ہے۔ قرآن پاک نے ایک دوسری جگہ بھی اس طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اِنْ شَاءَ. (التوبة: ۲۸)

اگر تم فقر سے ڈرتے ہو تو اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آئندہ تم کو غنی کردے گا۔

---

❶ بیان القرآن: سورہ نور آیت نمبر ۳۲ کے تحت، ج ۲ ص ۵۷۱

اس آیت میں بھی غنا کو اللہ تعالیٰ کی مشیت پر معلق کیا گیا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا ہے کہ موہوم فقر سے ڈر کر ضروری کام چھوڑنا نہیں چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فقر کے بعد بھی غنا پیدا کر دیتا ہے۔ بہر حال ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ رب العزت نے انسان کو شادی کرنے کی تاکید فرمائی ہے، فقر کو حیلہ بنا کر نکاح سے کترانا بے ہودہ خیال قرار دیا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے کھل کر وعدہ کیا ہے کہ اگر اس میں استعداد و صلاحیت ہے اور اس نے فوری محتاجی اور تنگدستی کے خطرات کو دل سے نکال ڈالا ہے تو ایسی حالت میں وہ کوئی نہ کوئی سامان ضرور کر دے گا۔ ہاں انسان کا فریضہ ہے کہ وہ حصولِ رزق کے لئے تدابیر اختیار کرے اور اس کے لئے جدو جہد کرے کیونکہ: وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى. (النجم: ۳۸)

انسان کے لئے وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تاثر

قرآن پاک کی اس آیت:

اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ. (النور: ۳۲)

اگر وہ فقیر ہیں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

اس کو پڑھ کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نکاح کی رغبت دلاتا ہے اور اس شخص کو شادی کا حکم دیتا ہے جس میں شادی کی صلاحیت پائی جائے اور ساتھ ہی غنا کا وعدہ فرماتا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نکاح کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو حکم فرمایا ہے، اس پر عمل کرو اور رب العزت کی اس امر میں اطاعت کرو، اس سلسلہ میں اس نے تم سے جو کچھ وعدہ فرمایا ہے وہ پورا کرے گا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شادی کے ذریعہ غنا تلاش کرو:

اَلْتَمِسُوا الْغِنَى فِي النِّكَاحِ. [1] غنا نکاح میں تلاش کرو۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر: سورۃ النور آیت نمبر ۳۲ کے تحت، ج ۶ ص ۴۸

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهُمْ: اَلْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَالْمُكَاتَبُ الَّذِي يُرِيدُ الْأَدَاءَ، وَالنَّاكِحُ الَّذِي يُرِيدُ الْعَفَافَ. ❶

جن کی مدد اللہ پر لازم ہے تین ہیں، ایک مجاہد جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے، دوسرا وہ مکاتب (غلام جو آزاد ہونے کی قیمت ادا کرنے کا معاہدہ کرے) جو ادا کا ارادہ رکھتا ہے، اور تیسرا نکاح کرنے والا جو عفت و پاک دامنی کا ارادہ کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

تَزَوَّجُوا النِّسَاءَ يَأْتِينَكُمْ بِالْأَمْوَالِ. ❷

عورتوں سے شادی کرو، وہ تمہارے یہاں مال اور دولت لانے کا ذریعہ ثابت ہوں گی، یعنی اللہ تعالیٰ اس کی آمد کی وجہ سے روزی میں برکت دے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

وَمَنْ تَزَوَّجَ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَاحْتِسَابًا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُعِينَهُ، وَأَنْ يُبَارِكَ لَهُ. ❸

جو شخص اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے شادی کرے اور دل میں اس کی خوشنودی کا جذبہ رکھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اس شخص کی مدد کرے اور اس کو برکت عطا کرے۔

---

❶ سنن الترمذي: أبواب فضائل الجهاد، باب ما جاء في المجاهد والناكح والمكاتب وعون اللّٰه إياهم، ج٤ ص١٨٤، رقم الحديث: ١٦٥٥ ❷ مجمع الزوائد: كتاب النكاح، باب تزوجوا النساء ياتينكم بالأموال، ج٤ ص٢٥٥، رقم الحديث: ٧٣٣٠، قال الهيثمي: رجاله رجال الصحيح خلا مسلم بن جنادة وهو ثقة ❸ مجمع الزوائد: كتاب النكاح، باب عون اللّٰه سبحانه للمتزوج، ج٤ ص٢٥٧، رقم الحديث: ٧٣٣٥، قال الهيثمي: وفيه عبيد اللّٰه بن الوزاع روى عنه حفيده بن عاصم فقط، وبقية رجاله ثقات

حالتِ فقر میں اجازتِ نکاح

خلاصہ یہ ہے کہ فوری فقر اور تنگ دستی کا خود رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل خیال نہیں فرمایا اور نہ اس کی وجہ سے کسی کو نکاح کی اجازت دینے میں پس وپیش فرمایا۔

حدیث کی کتابوں میں واقعات مذکور ہیں کہ آپ نے فوری فقر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شادی کا حکم دیا۔ کسی کے پاس کچھ نہ تھا صرف لوہے کی ایک انگوٹھی تھی اور آپ نے اُسے شادی کا حکم دے دیا۔ کسی صحابی کی تعلیم قرآن پر شادی کرادی کہ جس کے پاس اس کے سوا کوئی دولت نہ تھی۔ کوئی خدمت نبوی میں آیا اور شادی کی خواہش ظاہر کی اور اس کے پاس ایک ازار (لنگی) کے سوا کچھ نہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے شادی کی اجازت دے دی۔ کسی نے اپنی بیوی کو صرف جوتا دیا اور آپ نے شادی کی اجاز دے دی۔ حد یہ ہے کہ ایک مٹھی ستو اور کھجور پر شادی کی اجازت دے دی۔ ❶

ان حدیثوں کو پیش کر کے کہنا یہ ہے کہ عہد نبوی میں خود رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح کے واقعات پیش آئے جو بتاتے ہیں کہ تنگ دستی اور فقر وفاقہ کے اس عالم میں شادی کی اور کرائی گئی اور اللہ تعالیٰ نے خیر وبرکت دی اور رزق کا سامان فرمایا۔

اسلام نے شادی کو اتنی اہمیت کیوں دی؟ اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی شادی ایسی تنگدستی میں کیوں کرائی؟ سوچا جائے تو یہی معلوم ہوگا کہ سارا اہتمام اس لئے عمل میں آیا کہ عفت وعصمت کی حامل پاکیزہ زندگی میسر آئے اور اس طرح جائز طور پر بچے پیدا ہوں، جس سے پاکبازی پھیلے اور پھر دنیا میں اخلاق اور عزت وآبرو کی مٹی پلید نہ ہوسکے۔

---

❶ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب: السلطان ولى، ج٧ ص١٧، رقم الحديث: ٥١٣٥/ صحيح مسلم: كتاب النكاح، باب الصداق وجواز كونه تعليم قرآن وخاتم حديد، ج٢ ص١٠٤٠، رقم الحديث: ١٤٢٥/ سنن الترمذي: أبواب النكاح، باب ما جاء في مهور النساء، ج٣ ص٤١٢، رقم الحديث: ١١١٣/ سنن أبي داؤد: كتاب النكاح، باب قلة المهر، ج٢ ص٢٣٦، رقم الحديث: ٢١١٠

نکاح سے بالکل مجبوری کی حالت میں عفت کی تاکید

ہاں انسان میں شادی کی جب بالکل صلاحیت نہ ہو، نہ بالفعل اور نہ بالقوہ، وہ دائمی طور پر مجبور ہو یا اس کی بیوی نہ مل سکے تو ایسی حالت میں اسلام نے اجازت دی ہے کہ اس وقت تک شادی روکی جاسکتی ہے جب تک انسان میں صلاحیت واستعداد پیدا نہ ہوجائے یا بیوی نہ مل جائے، مگر اس حالت میں بھی اُسے عفت اور پاک دامنی کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ. (النور: ۳۳)

ایسے لوگ جن کو نکاح کی استعداد نہیں ہے وہ ضبط کریں تا آنکہ اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کردے۔

مختصر یہ ہے کہ اسلام نے رشتۂ ازدواج پر زور ڈالا ہے اور بالکل مجبوری کی حالت میں حکم دیا ہے کہ ضبط نفس اور پاک دامنی سے کام لے اور ضبط نفس کی جو جائز صورت ہو عمل میں لائے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مجبور آدمی کے لئے حکم دیا ہے کہ روزہ رکھ کر خواہشات نفسانی کا زور توڑے، ایسا نہ ہو کہ شہوت کا غلبہ کہیں بدکاری پر آمادہ کردے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ. ❶

جو شخص اسباب جماع پر قدرت نہ رکھتا ہو، اس پر روزہ لازم ہے کہ وہ شہوت کو توڑتا ہے۔

کتب احادیث میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق آتا ہے کہ وہ مجبوری کی وجہ سے شادی نہ کرسکے، حالانکہ نکاح کی ان کو ضرورت تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روزہ رکھنے کا حکم دیا اور نہوں نے اس پر عمل کرکے اپنے آپ کو گناہ سے محفوظ رکھا، جب اللہ تعالیٰ نے شادی کا سامان فراہم کردیا تو پھر انہوں نے شادی کرلی۔

❶ صحیح البخاری: کتاب الصوم، باب الصوم لمن خاف علی نفسه العزبة، ج ۳ ص ۲۶، رقم الحدیث: ۱۹۰۵

شادی سے اجتناب اور اس کے نقصانات

نکاح کا یہ تاکیدی حکم مصلحت وحکمت پر مبنی ہے۔ انسان کی سرشت (طبیعت) میں جنسی میلان رکھا گیا ہے، بلوغ کے بعد اس میلان کے آثار کا ظہور شروع ہوتا ہے اور بتدریج شدت پذیر ہوتے ہوئے تقاضے کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ سوتے جاگتے، چلتے پھرتے اور اٹھتے بیٹھتے ہر وقت اسی احساس کو اپنے اوپر غالب ومستولی پاتا ہے۔ دل اور عقل میں جنگ جاری رہتی ہے، طبیعت حدود کی پرواکئے بغیر ابھارتی ہے کہ خواہش پوری ہو، خواہ جس ذریعہ سے بھی ہو، عقل خواہش پر لگام لگاتی ہے۔ الغرض طبیعت اور عقل کی اس کشمکش میں کبھی عقل کو غلبہ حاصل ہوتا ہے اور کبھی طبیعت ہی عقل کو دبا دیتی ہے، غیر ازدواجی زمانہ خصوصاً ایام شباب میں یہی کشمکش ہے جس سے گزرنے والے گزرتے رہتے ہیں۔

مگر انسان جب شادی کرلے اور حصول خواہش کے لئے جائز راستہ پیدا ہو جائے تو پھر وہ اس خود آفریدہ کشمکش سے نجات پا جاتا ہے اور لا حاصل خیالات کی ادھیڑ پن سے محفوظ ہو کر وقت کو صحیح مصارف میں صرف کرنے کا موقع خود بخود مل جاتا ہے، طمانیت اور یکسوئی میسر آتی ہے اور یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ جو کام یکسوئی اور دل کی طمانیت کے ساتھ انجام پائے گا وہی نتیجہ خیز ہوگا۔

مقاصد نکاح

زن وشو کے باہمی جنسی تعلقات کے تین ضروری مقاصد بیان کئے گئے ہیں یعنی نسل انسانی کے اجرا کا ذریعہ ہے، یہ تو خیر عام بات ہے قیام قیامت تک آدمی کا وجود اسی کا رہینِ منت ہے۔ پہلی بات تو یہ ہوئی، دوسرا طبی نفع بھی ہے کہ مادۂ تولید اگر جسم سے خارج نہ ہو تو طرح طرح کے امراض کا خطرہ رہتا ہے اور طبعی تقاضے کی تکمیل سے لذت وسرور یہ تیسرا فائد ہے۔ ماہرین، ڈاکٹروں اور حکیموں کی رائے ہے کہ انسانی صحت کی حفاظت کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب جماع بھی ہے۔ [1]

[1] زاد المعاد: فصل: هدي صلى الله عليه وسلم في الجماع، ج ۴ ص ۲۲۸

مادۂ تولید اوراس کا اخراج

جالینوس کا قول ہے کہ مادۂ تولید پر آگ اور ہوا غالب ہے اوراس کی طبیعت گرم وتر ہے، اس کا فاضل حصہ جب بھی روک لیا جاتا ہے یا رک جاتا ہے اوراسی طرح ایک عرصہ تک رکا رہتا ہے تو اس سے کئی مہلک قسم کی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ کبھی وسواس کی بیماری لگ جاتی ہے، کبھی جنون کا مرض لاحق ہوجاتا ہے اور کبھی مرگی کی بیماری پیدا ہوتی ہے، نیز مادۂ تولید کا اخراج معتدل صحت پر خوشگوار اثر ڈالتا ہے۔ بہت سی بیماریوں سے آدمی محفوظ رہتا ہے، ورنہ رکاوٹ سے ایک زہریلا مادہ تمام جسم میں دوڑ جاتا ہے جو صحت کے لئے مضر ہوتا ہے اوراسی وجہ سے زیادتی کے وقت انسانی طبیعت اس کے باہر نکالنے پر مجبور ہوتی ہے۔ ❶

''نفیسی'' جو طب کی مشہور کتاب ہے، اس کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت سے مقاربت اس وقت کرنی چاہئے جب طبعی خواہش پوری قوت سے اس کی متقاضی ہو، طبیعت کا واقعی تقاضا ہو، تکلف اور جبری تصورات وخیالات کا نتیجہ نہ ہو، طبعی تقاضے کی علامت یہ ہے کہ مادۂ تولید میں گویا اضطراب والتہاب کی کیفیت محسوس ہو، بے قراری کا سا حال طاری ہوجائے، یہی مقاربت کا صحیح وقت ہے، ورنہ بغیر اس کے صحت کو اس فعل سے نقصان ہی پہنچتا ہے۔

آخر میں علامہ نفیسی لکھتے ہیں:

وَحِيْنَئِذٍ لَابُدَّ مِنَ الْجِمَاعِ وَدَفْعِ الْمَنِيِّ لِأَنَّهُ إِذَا تُرِکَ وَكَثُرَ فِي الْأَوْعِيَةِ خَنَقَ الْحَارِ الْغَرِيْزِيِّ وَاَطْفَاءَهُ وَيَلْزَمُ ذٰلِکَ أَنْ يَبْرِدَ وَيُبَرِّدَ الْبَدَنَ. ❶

❶ زاد المعاد: فصل: هدي صلى الله عليه وسلم في الجماع، ج۴ ص۲۲۸

❷ باوجود تلاشِ بسیار کے یہ اصل کتاب مجھے نہیں ملی، اس لئے مراجعت نہیں کرسکا، البتہ مصنف اور کتاب کا تعارف ملا چلپی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) کی زبانی سنئے:

کشف الظنون: موجزن القانون، ج۲ ص۱۸۹۹. (بقیہ اگلے صفحہ کے حاشیہ پر)

اوراس وقت مقاربت اور مادۂ تولید کا خارج کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر اسے ترک کردیا جائے گا اور ظرف میں زیادہ ہوجائے گا تو حرارت غریزی (فطری حرارت) کا یہ گلا گھونٹ دے گا اور اسے بجھادے گا اور یہ لازم ہوگا کہ وہ خود ٹھنڈا پڑ جائے اور بدن کو بھی ٹھنڈا کردے۔

مادۂ تولید کا حبس اور اس کے نقصانات

نقصان یہیں ختم نہیں ہوجاتے، بلکہ اور بھی مفاسد پیدا ہوتے ہیں:

وَقَدْ يَسْتَحِيلُ الْمَنِيُّ اِلَى طَبْعِيَّةٍ سَمِيَّةٍ وَيُرْسِلُ اِلٰى الْقَلْبِ وَالدِّمَاغِ بُخَارًا رَدِّيًا سَمَّيًّا يُوْجِبُ الْغَشِيَّ وَالصَّرْعَ وَنَحْوَهُمَا.

مادۂ تولید زہر آلود طبیعت میں بدل جائے گی اور یہ زہر آلود مادہ دل اور دماغ کی طرف زہر آلود ردی بخار کو روانہ کردے گا جو غشی، مرگی اور اس طرح کی دوسری بیماریوں کا موجب ہوگا۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے بہت درست لکھا ہے کہ مقاربت سے بالکل کنارہ کش نہیں ہونا چاہیئے، ورنہ جس طرح اس کنویں کا پانی خراب ہوجاتا ہے جس کا پانی نہیں نکالا

(بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ) **الإمام، العلامة، علاء الدين: علي ابن أبي الحزم القرشي، المعروف: بابن النفيس. المتوفي: سنة ٦٨٧هج. سبع وثمانين وستمائة.**

رتبه على: أربعة فنون. الأول: في قواعد جزئي الطب: علمية، عملية، بقول كلي. الثاني: في الأدوية، والأغذية المفردة، والمركبة.

الثالث: في الأمراض المختصة بعضو، عضو. الرابع: في الأمراض التي لا تختص بعضو دون عضو، وأسبابها، وعلاماتها، ومعالجتها. والتزم فيه: مراعاة المشهور في أمر المعالجات والأغذية، ومن قوانين الاستفراغات وغيرها. وهو: كتاب معتبر مفيد. وهو خير ما صنف من: المختصرات، والمطولات. إذ هو موجز في الصورة، لكنه كامل في الصناعة، منهاج للدراية، حاو للذخائر النفيسة، شامل للقوانين الكلية، والفوائد الجزئية، جامع لأصول المسائل العلمية، والعملية. (از نعمان)

جاتا یہی حشر مکمل پرہیز کا بھی ہوگا، محمد بن زکریا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ترکِ مقاربت پر کچھ عرصہ قائم رہے تو اس کے اعصاب کی قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں، اس کے سوت بند ہوجاتے ہیں اور نسلی عضو سکڑ کر رہ جاتا ہے۔ ❶

ایک جگہ علامہ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

رُبَمَا غَلَبَتْ عَلَى الرَّجُلِ شَهْوَةٌ يَتَضَرَّرُ بِالتَّأْخِيرِ فِي بَدَنِهِ أَوْ فِي قَلْبِهِ وَبَصَرِهِ. ❷

بسا اوقات مرد پر جنسی میلان کا تقاضا غالب ہوجاتا ہے، اگر اس تقاضے کی تکمیل میں تاخیر سے کام لیا جائے گا تو بدن کو نقصان پہنچتا ہے، اسی طرح دل کو بھی اور بینائی کو بھی۔

ان تمام اقوال سے معلوم ہوا کہ شادی کرنا ضروری ہے، کیونکہ مادۂ تولید کا اخراج تقاضے کی شدت کے وقت نہ کیا جائے گا تو صحت بھی بگڑتی ہے اور اس کے سوا بھی دینی ودنیوی نقصانات کا آدمی نشانہ بن جاتا ہے۔

آوارگی اور زنا کا راستہ

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مادۂ تولید کی پیداوار میں جب زیادتی پیدا ہوجاتی ہے تو اس کا بخار دماغ کی طرف چڑھتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خوب صورت عورتوں کو دیکھنا آدمی کا محبوب مشغلہ بن جاتا ہے اور ان کی محبت دلوں میں جگہ بنانے لگتی ہے، اس بخار کا ایک حصہ شرمگاہ کی طرف بھی آتا ہے، جس کی وجہ سے تقاضے میں شدت پیدا ہوتی ہے اور مقاربت کی قوت ابھرتی ہے اور یہ عموماً نوجوانی کے دور میں ہوتا ہے اور شادی نہ ہونے کی صورت میں بالآخر یہ چیز زنا

---

❶ زاد المعاد: فصل: هدي صلى الله عليه وسلم في الجماع، ج۴ ص۲۲۸

❷ المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج: كتاب النكاح، باب ندب من رأى امرأة فوقعت في نفسه ...... إلخ، ج۹ ص۱۷۷

کے لئے ابھارتی ہے، اس کے اخلاق کردار گندے ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور ایک دن شہوت اسے بڑے خطروں میں ڈال دیتی ہے۔ ❶

ہم بستری کے فائدے

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ. ❷

اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو اسباب مقاربت پر قدرت رکھے اسے چاہئے کہ وہ نکاح کر لے، نکاح نظر کو نیچا کرتا (حیاء پیدا کرتا) ہے اور شرمگاہ کا محافظ ہے۔

جالینوس نے اپنی کتاب "حفظ الصحة" میں لکھا ہے:

بیوی سے اختلاط مخصوص اعتدال کے ساتھ تندرستی کے مختلف ذرائع میں سے ایک بڑا ذریعہ ہے اور بہت سے امراض کی شفا ہے۔ ❸

علامہ نفیسی لکھتے ہیں:

مقاربت کرنے سے حرارت غریزی بڑھتی ہے اور یہ فعل بدن کو غذا قبول کرنے کی صلاحیت بخشتا ہے، انسان کو خوش رکھتا ہے، غصہ کو ختم کرتا ہے، بے ہودہ خیالات کو دور کرتا ہے اور بہت سے سوداوی اور بلغمی امراض کے لئے مفید ہے، ترک مقاربت صحت کے لئے مضر ہے اور اس سے پرہیز کرنے والا بہت سی تکلیفوں اور مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ❹

جائز ہم بستری اور تزکیۂ قلب

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اپنے ایک ارادتمند کو لکھتے ہیں:

---

❶ حجة الله البالغة: أبواب تدبير المنزل، ج ۲ ص ۱۸۹ ❷ صحيح مسلم: كتاب النكاح، باب استحباب النكاح ...... إلخ، ج ۲ ص ۱۰۱۸، رقم الحديث: ۱۴۰۰.

❸ حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام: ج ۱ ص ۳۲ ❹ نفیسی: ص ۴۱۵

أَمَّا قَوْلُكُمْ إِنَّ الْبَاطِنَ مَعَ الِاشْتِغَالِ بِالزَّوْجَةِ لَا يُمْكِنُ فَلَا كَادَ أُسَلِّمُهُ فَإِنَّ الْجِمَاعَ يُصَفِّي الْقَلْبَ وَيَزِيْلُ الْكُدُوْرَاتِ الرُّوْحِيَّةَ وَقَدْ قَالَ شَارِحُ كِتَابِ الْقَاضِي عِيَاضٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ كُلُّ شَهْوَةٍ يُسَوِّدُ الْقَلْبَ إِلَّا الْجِمَاعَ فَإِنَّهُ يَزِيْدُهُ صَفَاءً۔ ❶

تمہارا یہ کہنا کہ شادی کرنے کے بعد باطن کی اصلاح ناممکن ہے میں اسے تسلیم نہیں کرتا، کیونکہ مقاربت تو دل کو جلا بخشتی ہے اور روحانی آلائشوں کو صاف کرتی ہے، کتاب قاضی عیاض کے شارح نے کہا ہے: ہر شہوت قلب کو سیاہ کرتی ہے مگر ایک مقاربت کا فعل کہ اس سے دل کو روشنی حاصل ہوتی ہے۔

ہم بستری میں اعتدال

مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اعتدال کی حدود کو توڑ کر اسی مشغلہ میں آدمی ڈوب جائے کیونکہ یہ بے اعتدالی بھی سخت مضر ہے۔ اوپر جالینوس اور نفیسی کے جو اقوال نقل کئے گئے ہیں ان میں اس طرف اشارہ موجود ہے کہ اس فعل میں اعتدال کا لحاظ ضروری ہے۔ صادق اور سچے تقاضے کے بعد ہی یہ مفید ہے، ورنہ خواہ مخواہ زور و جبر سے آمادہ ہوکر اس میں مشغول ہونا بے حد مضر ہے۔ نفیسی لکھتے ہیں:

وَالْإِفْرَاطُ فِي الْجِمَاعِ يُسْقِطُ الْقُوَّةَ وَيَضُرُّ الْعَصَبَ فَيُوْقِعُ فِي الرِّعْشَةِ وَالْفَالِجِ وَالتَّشَنُّجِ وَيُضْعِفُ الْبَصَرَ۔ ❷

مقاربت کی کثرت قوت کو گھٹا دیتی ہے، رگ پٹھوں کو نقصان پہنچاتی ہے، پھر رعشہ، فالج اور تشنج اس سے پیدا ہوتا ہے اور بینائی کی قوت کمزور ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ مقاربت کی زیادتی انسان کو سخت نقصان میں ڈالتی ہے، اس سے پرہیز بڑی حد تک ضروری ہے، یہ اس حد تک رہے جو اس کی صحت کے لئے مفید ہو اور دین کے کاموں میں الجھنوں سے محفوظ رکھے۔

❶ مکتوبات شیخ الاسلام: ج ۲ ص ۱۳۱ ❷ نفیسی: ص ٦ ١ ٤

جائز راستوں کا ترک اور اس کا عبرت ناک انجام

جب اتنی بات ثابت ہوچکی کہ مادۂ تولید کا خارج ہوتے رہنا صحت کے لئے ضروری ہے، قدرت نے جو فطری طریقہ اس کے اخراج کا مقرر کردیا ہے اس سے انحراف کرکے جو مادۂ تولید کو غیر فطری راہوں سے نکال کر برباد اور ضائع کرتے ہیں ان کو قدرت کے انتقام سے ڈرنا چاہئے۔ آدمی آئندہ نسلوں کا امین ہے، اس امانت کے ساتھ خیانت ہولناک مستقبل کو سامنے لاتی ہے، اتنا ہولناک کہ جس کا اندازہ اس وقت نہیں ہوتا جس وقت خیانت کرنے والے اس امانت میں خیانت سے کام لیتے ہیں اور غیر فطری راہوں سے اس کو ضائع کرتے ہیں۔

محمد بن زکریا رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ایک جماعت جس نے مقاربت کا فطری طریقہ چھوڑ دیا تھا اور مادۂ تولید کو غیر فطری راہوں سے ضائع کرتے تھے، میں نے دیکھا کہ ان کے بدن ٹھنڈے پڑ گئے، ان کی تیزی میں سستی آ گئی، بلا سبب ان پر حزن وملال چھایا رہنے لگا، ان کی امنگیں مردہ ہوکر رہ گئیں اور ان کا ہاضمہ خراب ہوگیا۔

غیر فطری طریقوں میں نقصانات

جو لوگ مادۂ تولید کو غیر فطری طریقوں سے نکالتے ہیں ان کی صحت دائمی طور پر خطرہ میں گھر جاتی ہے اور پھر وہ عورت کے قابل نہیں رہتے جس سے ملک کا بڑا نقصان ہوتا ہے، آدمی کی پیداوار رک جائے گی اور عورتیں بے سہارا رہ جائیں گی۔ استمنا بالید (اپنے ہاتھوں اپنے اوپر ظلم کرنے والے) یا عادت قومِ لوط کو اختیار کرکے جو اپنے جسم اور اپنی روح پر ستم کے پہاڑ توڑتے ہیں، ملعونوں کا یہ طبقہ جس پر اللہ کی، اللہ کے فرشتوں کی لعنتیں برستی ہیں، اپنے لئے بھیانک نتیجوں کو مرنے سے پہلے اسی زندگی میں جن شکلوں میں دیکھ لیتا ہے اسی سے اندازہ کرسکتا ہے کہ مرنے کے بعد اس کو کن حالتوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ آج دنیا کے جعلی دوا فروشوں کا تختۂ مشق ساری دنیا میں اللہ کا پھٹکارا ہوا یہی طبقہ بنا ہوا ہے، جو کچھ اس پر گزرتی ہے کسی سے کہہ بھی نہیں سکتا۔ اندر ہی اندر کڑھتا ہے اور لوگ اس کی کمزوریوں

سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان کے نقصانات کا اندازہ کرنے کے لئے یہ اقتباس پڑھیں جو ایک معتمد حکیم کی تحریر ہے:

استمنا بالید، اس بدخصلت اور قبیح حرکت کی ابتدا تو افریقہ سے ہوئی لیکن عرب، مصر، ہندوستان بلکہ دنیا کے تمام مہذب اور غیر مہذب ممالک میں یہ بدعادت قدیم ایام سے کم وبیش برابر جاری ہے، اکثر طالب علم، مجرد لوگ اور ریا کار زاہد ہی اس مرض میں مبتلا ہوا کرتے ہیں۔

یہ ایک ایسا قبیح اور شنیع فعل ہے کہ جس کی بدولت بہت سے خاندان تباہ ہوئے اور ہو رہے ہیں، برادران وطن کی عام ناطاقتی اور کمزوری اس کی بین شہادت ہے۔ صرف یہی اکیلی حرکت ناشائستہ آج کل ہماری نسلوں کو بے حد کمزور بنارہی ہے جوانوں کی جوانی خاک میں ملانے والی، شباب کی امنگوں اور حوصلوں پر پانی پھیرنے والی اور ترقی وترفع کے ولولوں کو ملیامیٹ کرنے والی یہی بدترین خصلت ہے، کاش! اس وبائے عام کے مہلک نتائج اب بھی جوانوں کے سامنے آئیں، کاش! ان کی آنکھیں کھلیں اور سینکڑوں واقعات سے عبرت وبصیرت حاصل کریں۔ یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ اس تباہ کن عادت میں اسّی (۸۰) فیصد آدمی گرفتار ہیں اور اس کے اندازے کے لئے بہترین معیار وہ روزانہ کے خطوط ہیں جو حکیم صاحب قبلہ دام اقبالہم کی خدمت میں تجویز دوا علاج کے لئے آتے ہیں۔

یہ اپنے ہاتھوں سے اپنی بہترین زندگی کو خاک میں ملا کر، زندہ درگور ہو کر ہمیشہ کف افسوس ملتے رہتے ہیں، ان نتائج کا اثر قلب ودماغ، جگر ومعدہ، گردوں اور آلات تولید پر یکساں پڑتا ہے۔

ایک اور قبیح وشنیع حرکت بھی ہوتی ہے، وہ اغلام ہے، اس کے نتائج بھی قریب قریب خلق ہی جیسے ہوتے ہیں اور اس علت کا گرفتار بھی ایسی ہی پریشانی اٹھاتا ہے جیسے مجلوق۔ ان دونوں صورتوں میں عضو مخصوص کے پٹھے بالکل کمزور ہو جاتے ہیں اور ماند پڑ جاتے ہیں نیز رطوبات فاسدہ جمع ہو کر اس کو فعل طبعی سے روک دیتی ہے اور اسی وجہ سے

ضعف انتشار اس کا اولین نتیجہ ہوتا ہے، یہ بات مانی جا چکی ہے کہ ہاتھ میں ایک قسم کی سمیت (زہریلا پن) ہوتی ہے۔ ❶

غیر فطری راستوں سے تکمیل شہوت اسلام کی نظر میں

اسلام نے اسی لئے نسل انسانی کے ساتھ ان خباثت کرنے والوں کی سخت سزائیں مقرر کی ہیں۔حدیث نبوی ہے:

مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ، فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ. ❷

تم جس کو دیکھو کہ وہ قوم لوط کا عمل کرتا ہے تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کرڈالو۔

مادۂ تولید کی بربادی ہی کی شکل یہ بھی ہے کہ کوئی بیوی کے ساتھ عمل قوم لوط کا ارتکاب کرے۔حدیث میں یہ بھی ہے:

لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَى رَجُلٍ أَتَى رَجُلًا أَوْ اِمْرَأَةً فِي الدُّبُرِ. ❸

اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا جو کسی مرد یا عورت سے اغلام کرتا ہے۔

اسی انسانی امانت کی خیانت کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ جس کی طرف حدیث ہی میں اشارہ کیا گیا ہے اور سخت سزا تجویز کی گئی ہے یعنی:

مَنْ أَتَى بَهِيمَةً فَاقْتُلُوهُ. ❹

جو کسی چوپایہ سے وطی کرے اس کو قتل کرڈالو۔

مادۂ تولید کو ہاتھ وغیرہ سے نکال کر ضائع کرنا، اسلام میں اس کی بھی سختی کے ساتھ ممانعت کی گئی ہے۔

---

❶ حاذق:ص۲۲۵،۲۲۶ ❷ سنن أبي داؤد: كتاب الحدود، باب فيمن عمل عمل قوم لوط، ج۴ ص۱۵۸، رقم الحديث: ۴۴۶۲ ❸ سنن الترمذي: كتاب الرضاع، باب ما جاء في كراهية إتيان النساء في أدبارهن، ج۳ ص۴۶۱، رقم الحديث: ۱۱۶۵ ❹ سنن أبي داؤد، كتاب الحدود، باب فيمن أتى بهيمة، ج۴ ص۱۵۹، رقم الحديث: ۴۴۶۴

ناكح اليد ملعون.❶

ہاتھ سے منی نکالنے والا ملعون ہے۔

❶ ملاعلی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں: لا اصل لـه، صرح بـه الرهاوي. (المصنوع في معرفة أحاديث الموضوع: حرف النون، ص ۱۹۹، رقم: ۳۷۸)
علامہ عجلونی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۶۲ھ) اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: قـال الـرهـاوي في حاشية المنار: لا أصل له. (كشف الخفاء: حرف النون، ج ۲ ص ۳۹۳، رقم: ۲۸۳۸)
یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے: سبعة لا ينظر الله إليهم يوم القيامة ولا يجمعهم مع العالمين يدخلهم النار أول الداخلين إلا أن يتوبوا إلا أن يتوبوا، الناكح يده والفاعل والمفعول به ومدمن الخمر والضارب والديه حتى يستغيثا والمؤذي جيرانه حتى يلعنوه والناكح حليلة جاره.
اس روایت کو سب سے پہلے امام ابوعلی حسن بن عرفہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۷ھ) نے ”جزء ابن عرفة“ ص ۶۴، رقم: ۴۱ پر اس روایت کو نقل کیا۔ پھر اس روایت کو امام ابوبکر محمد بن حسین آجری بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۰ھ) نے ”ذم اللواط“ ص ۷۳، رقم: ۵۴ پر نقل کیا۔ پھر امام بیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ) نے ”شعب الإيمان“ ج ۷ ص ۳۲۹، رقم: ۵۰۸۷ پر نقل کیا۔
اس روایت کے متعلق علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۷ھ) پر فرماتے ہیں: هذا حديث لا يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا حسان يعرف ولا مسلمة. (العلل المتناهية: كتاب النكاح، ج ۲ ص ۱۴۴، رقم: ۱۰۴۶) اس روایت کی سند میں دو راوی مجہول ہیں۔ ۱۔ مسلمہ بن جعفر، ۲۔ حسان بن حمید۔
امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) ”مسلمہ بن جعفر“ کے ترجمے میں فرماتے ہیں: مسلمة بن جعفر عن حسان بن حميد عن أنس في سب الناكح يده، يجهل هو وشيخه. وقال الأزدى: ضعيف. (ميزان الاعتدال: ترجمة: مسلمة بن جعفر، ج ۴ ص ۱۰۸، رقم: ۸۵۱۸)
حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: هـذا حـديث غريب وإسناده فيه من لا يعرف لجهالته. (تفسير ابن كثير: سورة المؤمنون آیت نمبر ۶، ۷ کے تحت، ج ۵ ص ۴۰۴)
علامہ ابن الملقن رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۴ھ) اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: هـذا حـديث غريب وإسناده لا يثبت بمثله حجة: حسان بن حميد مجهول، ومسلمة وعلي ضعفهما الأزديي من أجل هذا الحديث. (البدر المنير: كتاب النكاح، باب فيما يملك الزوج من الاستمتاعات، ج ۷ ص ۶۶۲) (از نعمان)

مشاہدہ بتا رہا ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والوں کے چہرہ کی رونق غائب ہو جاتی ہے، ایک پھٹکارا ہوا اور بے رونق آدمی معلوم ہوتا ہے، اپنی تندرستی کی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے، بسا اوقات رجولیت کی قوت کو بھی یہی عادت کھو دیتی ہے۔

بہر حال جو کچھ اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا، اس سے اتنی بات کھل کر سامنے آ گئی کہ وہ تمام طریقے جو غیر فطری ہیں، اسلام میں سختی کے ساتھ ان کے سدباب کی کوشش کی گئی ہے، کیونکہ شخصی، خاندانی اور عام انسانی نقصانات کا دروازہ ان سے کھل جاتا ہے۔ قوم کی قوم اور نسل کی نسل کو انہی بری عادتوں نے تہس نہس کر کے رکھ دیا ہے۔

اجتماعی حیثیت سے نکاح کی افادیت

اسلام میں صرف جائز فطری راہ کھلی رکھی گئی ہے کہ ہر حیثیت سے وہ مفید ہی مفید ہے، یہ جائز طریقہ وہی نکاح کا طریقہ ہے۔ مذاہب و ادیان، آئین وقوانین سب ہی میں اس فطری جائز طریقہ کو کھلا رکھا گیا ہے، اسی رشتہ پر خاندانی اور قبائلی زندگی کا دارومدار ہے، نکاح کا طریقہ اگر نہ ہو تو نظامِ حیات درہم برہم ہو جائے۔

کون نہیں جانتا کہ عمر کے ایک مخصوص حصہ میں آ کر مرد کو عورت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تاکہ اس سے تسکین حاصل کرے اور عورت کو مرد کی تلاش ہوتی ہے جس کا سہارا لے کر وہ اپنی سب سے بڑی دولت عصمت کو محفوظ رکھ سکے اور پھر دونوں مل کر پاکدامنی کی زندگی گزاریں اور حوادثِ زمانہ کے وقت ایک دوسرے کے معاون ہوں، مرد کے پاس عقل ہے دل نہیں، عورت کے پاس دل ہے عقل نہیں، یعنی ہر ایک کا ایک پہلو کمزور ہے۔ جب تک دونوں مل نہ جائیں، کسی کی بھی زندگی مکمل نہیں ہوسکتی اور شادی کرنا اجتماعی حیثیت سے بھی ضروری ہے کہ مذکورہ فوائد کے ساتھ اجتماعی شیرازہ بندی میں سہولت پیدا ہو، تعلقات اور باہمی انس ومحبت دو خاندانوں کو جوڑ دے، اگر شادی نہ ہو تو باپ کہاں سے آئے گا؟ ماں کون ہوگی؟ بہن بھائی کا رشتہ کس طرح پیدا ہوگا؟ شوہر اور بیوی کون کہلائے گا؟ سسر اور سالا کون بنے گا؟ رضاعی اور غیر رضاعی رشتہ کی شاخ کس درخت سے پھوٹے گی؟ بھائی چارہ دنیا میں کہاں سے جنم لے گا اور باہمی تعلقات کی جڑ کیونکر مضبوط ہوگی؟

شادی روشن خیال مفکرین کی نظر میں

شادی کی یہ اہمیت آپ طبی اور مذہبی حیثیت سے پڑھ چکے، اب یہ بھی ملاحظہ کیجئے کہ دنیا کے موجودہ مفکرین اور روشن خیال اس سلسلہ میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

بھارتی مفکرین کا بیان

ہمارے ملک ہندوستان کے مشہور لیڈر اور بھارت کے پہلے ہندوستانی گورنر جنرل مسٹر راجگو پال اچاریہ کہتے ہیں:

عورتوں کے لئے شادی کرنا بہت ضروری ہے، ڈاکٹری، انجینئرنگ اور سیاست دانی بلاشبہ باعزت پیشے ہیں مگر گھر بار کی نگرانی اور بچوں کی پرورش بھی کچھ کم قابل عزت نہیں ہے۔ فوجی کارخانوں میں کام کرنا اور دفتروں میں حاضری دینا خواہ کتنا ہی اہم ہو، لیکن گھریلو زندگی کے نوک و پلک درست کرنا اس سے بھی زیادہ اہم ہے، میں نے چھیاسٹھ برس کی عمر میں جو تجربہ حاصل کیا ہے وہ یہ ہے کہ عورت کے اخلاق کی تکمیل ماں بن کر ہی ہوسکتی ہے۔ ❶

ایک انگریز عورت کی رائے

ایک فاضل فرنگی عورت لکھتی ہے:

عورت کا اولین فریضہ شادی، مادریت اور خانہ داری ہے، معاشرہ کا فرض ہے کہ ہر عورت کے لئے اس کے مواقع بہم پہنچائے اور جو عورت اس کی تلاش میں ہو اسے وہ آسانی سے مل جائے، جیسے مرد کو ذریعۂ معاش۔ ❷

مغربی مفکر کا مشورہ

ایک مغربی مفکر اینتھونی ایم لوڈوویسی اپنی کتاب ''عورتوں کا تحفظ'' میں لکھتا ہے:

اس امر پر زور دینا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہر عورت کے لئے ایک خاص عمر تک ازدواجی زندگی کو مقصود زندگی قرار دیا جانا چاہئے اور یہ امر والدین کو ذہن نشین کرنا

---

❶ زمزم لاہور: ۷/اگست ۱۹۴۵ء ❷ صدق جدید لکھنؤ: ۱۸/جنوری ۱۹۵۲ء

چاہئے کہ ازدواج ہی وہ اصل غرض ہے جس کے لئے لڑکیوں کی تربیت کی جانی چاہئے۔ انسانیت کے بہترین پہلوؤں کی تکمیل ماں بننے سے ہوتی ہے اور اس کے علاوہ جو چیز بھی ایک عورت حاصل کرے وہ اس سے کمتر درجہ رکھتی ہے اور وہ لوگ جو اسے عالم شباب میں یہ فریب دیتے ہیں کہ اس کے لئے ماں بننے سے بڑھ کر یا اس کے برابر اور مشاغل بھی ہیں، وہ نہ صرف صنف نازک کے بلکہ نوع انسانی کے بھی دشمن ہیں۔

یہی مصنف اپنی اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتا ہے:

چونکہ عورت کامل طور پر زندگی اور اس کی افزائش کے کاروبار میں ڈوبی ہوئی ہے، اس لئے اس حقیقت کا صاف طور پر اور بلا خوف تردید اعلان ہونا چاہئے کہ تمام وہ لوگ جو اسے یہ سکھاتے ہیں کہ اس کے لئے کوئی اور شغل اس کا اصلی شغل ہے، تمام وہ لوگ جو مسائل حاضرہ کے گورکھ دھندہ میں اسے نسوانیت کے بارے میں ایسے قصے کہانیوں سے پریشان کرتے ہیں جن سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اصلی نسوانیت زندگی اور اس کی افزائش سے علیحدہ کوئی چیز ہے، غرضیکہ وہ تمام لوگ جو اسے مرد اور بچہ سے دور رہتے ہوئے مسرت، اطمینان اور راحت کی توقعات دلاتے ہیں جھوٹے ہیں۔ ❶

مقاصد نکاح اور عفت وعصمت

یہ چند نمونے بطور مثال نقل کئے گئے ہیں، ورنہ انسانی تاریخ کا ایسا کونسا حصہ ہے جس میں ازدواجی زندگی کی اہمیت محسوس نہیں کی گئی ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ہمیں اس کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ دوسرے منافع وفوائد کے ساتھ ''رشتۂ ازدواج'' کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ عفت وعصمت اور ناموس وآبرو کی انمول دولت جو انسان کو بخشی گئی ہے، اس دولت کی حفاظت کا ضامن ازدواج کا یہی آئینی طریقہ ہے جسے ہم نکاح کہتے ہیں اور اب مسئلہ کے اسی پہلو پر گفتگو کی جائے گی۔

❶ ندائے حرم کراچی جمادی الأولی: ۱۳۶۹ھ

نکاح میں چار ضروری شرطیں

قرآن پاک نے جہاں محرمات کا ذکر کیا ہے وہاں اس کو ختم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ

(النساء: ۲۴)

اور ان (محرمات) کے سوا اور عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں، اس طرح کہ تم مال خرچ کر کے ان سے نکاح کرو بشرطیکہ اس سے مقصود عفت قائم رکھنا ہو نہ کہ شہوت رانی۔

یعنی محرمات کے علاوہ جو عورتیں ہیں، وہ چار شرطوں کے ساتھ حلال ہوتی ہیں:

۱......دونوں طرف سے ایجاب وقبول پایا جائے۔ جس کی طرف ﴿اَنْ تَبْتَغُوْا﴾ سے اشارہ کیا گیا ہے۔

۲......مال دیا جائے جس کو اصطلاح میں ''مہر'' کہتے ہیں جس کی ﴿بِاَمْوَالِكُمْ﴾ کا لفظ وضاحت کر رہا ہے۔

۳...... یہ کہ عورت کو قبضہ میں لانا اور جائز طریقہ سے رکھنا مقصود ہو کہ طرفین کو عفت وعصمت اور اخلاق کی دولت نصیب ہو، محض مادۂ تولید کا ضائع کرنا مقصود نہ بنا لیا جائے، جیسا کہ زنا میں ہوتا ہے کہ دل کی بھڑاس نکلی، منہ کالا کیا اور چلتے بنے۔ ماحصل یہ ہے کہ شادی اس مقصد سے کی جائے کہ عورت کو بیوی بنا کر ہمیشہ رکھیں گے اور عورت اس کے پاس پاکدامن بن کر رہے گی۔ مطلب یہی ہے کہ ازدواجی رشتہ وقتی نہیں ہے یعنی ''متعہ'' کا حصہ نہیں ہے کہ چند مہینوں کے لئے رکھا اور پھر علیحدہ ہو گئے، جس پر ﴿مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ﴾ کے الفاظ دلالت کرتے ہیں۔

۴...... چوتھی بات یہ ہو کہ دوستی مخفی نہ ہو کہ ناجائز عشق ومحبت کی زنجیر میں جکڑے ہوں اور کسی کو علم نہ ہو، بلکہ رشتۂ ازدواج کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور

دو عورتیں اس معاملہ کے شرعی گواہ ہوں، عام اعلان اور شہرت ہو تو بہتر ہے جیسا کہ سورۂ مائدہ کی پانچویں آیت میں: ﴿وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ﴾ آیا ہے۔

نکاح سے حصولِ عفت

''احصان'' کا لفظ جو قرآن میں آیا ہے وہ ''حصن'' سے مشتق ہے، جس کے معنی قلعہ کے ہیں۔ یعنی انسان شادی کر کے عفت وعصمت کے قلعہ میں آجائے اور برے اخلاق سے محفوظ ہو جائے، جو شادی کا بنیادی مقصد ہے۔ ایسا نہ ہو کہ صرف لطف اندوزی کا ارادہ ہو اور بس۔ ﴿مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ﴾ کا لفظ بتا رہا ہے کہ بغیر اس مہتم بالشان چیز کے جس کو عفت کہتے ہیں نکاح، نکاح نہیں ہے۔ نکاح جس طرح مردوں کے لئے پاک دامنی اور اعلیٰ اخلاق کا ذریعہ ہے، عورتوں کے نکاح کا مقصد بھی یہی ہے:

فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ. (نساء: ۲۵)

سو ان مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کر لیا کرو اور ان کے مہر ان کو دستور کے مطابق دے دیا کرو، اس طور پر کہ وہ منکوحہ بنائی جائیں، نہ تو علانیہ بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والی۔

اس آیت میں کھلے لفظوں میں بتایا گیا ہے کہ شادی سے عورتوں کا مقصد بھی یہی ہو کہ وہ عفت وعصمت کی زندگی گزاریں گی، اخلاق و کردار کو بلند رکھیں گی اور اپنے داعیاتِ فطرت کو اپنے شوہر کے ذریعہ پورا کریں گی، بدکاری، چھپے چوری آشنائی اور عفت میں خیانت نہیں کریں گی۔ سورۂ مائدہ میں بھی اس مضمون کو ادا کیا گیا ہے، ارشاد الٰہی ہے:

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ. (المائدة: ۵)

آج تمہارے لئے ہر پاکیزہ چیز حلال کی گئی ہے، اور جو لوگ کتاب دئے گئے ہیں ان کا ذبیحہ تم کو حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کو حلال ہے، اور پارسا عورتیں اہل کتاب کی یہ سب بھی حلال ہیں جبکہ تم ان کو معاوضہ دے دو، اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ، نہ تو علانیہ بدکاری کرو اور نہ خفیہ آشنائی کرو۔

اس آیت میں ترغیب دی گئی ہے کہ شادی کرتے وقت پاکدامن عورت کی تلاش وجستجو ہونی چاہئے اور رشتۂ ازدواج کے قیام کے وقت اول نظر پاکدامنی اور عفت وعصمت ہی پر ہونی چاہئے اور آخر میں مردوں کی پاکدامنی اور عفت واخلاق کا بھی مطالبہ ہے، گویا اسلام نے بتایا کہ شادی کے ذریعہ گوہر عصمت محفوظ رکھا جائے اور دونوں صنفیں ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوں اور فطری پیاس بجھائیں، ہاں صرف شہوت رانی اور خواہش پوری کرنا پیش نظر نہ ہو ورنہ حیوانی اور انسانی زندگی میں فرق ہی کیا رہ جائے گا۔

عفت وعصمت کی اہمیت

ماحصل یہ ہے کہ اسلام چاہتا ہے کہ شادی کر کے صنفی تقاضوں کی تکمیل کا موقع زن وشو کو حدود اللہ کے اندر رہ کر حاصل ہو، کسی حال میں بھی اللہ تعالیٰ کی حدوں کو توڑنے کی اجازت نہیں ہے، بلاشبہ عفت وعصمت ایسی بیش قیمت چیز ہے کہ اس پر دنیا کی ساری چیزیں قربان کی جاسکتی ہیں مگر یہ کبھی جائز نہیں ہوسکتا کہ کسی دوسری چیز پر عفت کو قربان کر دیا جائے۔

یہ عفت اگر خطرہ میں گھر جائے، حدود اللہ ٹوٹنے کا خطرہ سامنے آجائے اور شادی کا جو بنیادی مقصد ہے وہی زد میں آجائے تو ضرورت کے وقت شادی کی گرہ کھول دی جائے گی، مثلاً زن وشو کے تعلقات آپس میں کشیدہ ہو جائیں کہ ایک کو دوسرے سے نفرت ہو جائے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کر سکیں تو ایسی حالت میں اسلام علیحدگی کی اجازت دیتا ہے مگر یہ برداشت نہیں کرتا کہ رشتۂ ازدواج میں بندھے ہوئے ہوں اور عفت اور پاک دامنی کھودی جائے، اسی وجہ سے ایسی حالت میں طلاق کی اجازت ہے تاکہ عورت آزاد ہو جائے اور وہ اپنا کوئی جائز سامان کر لے اور مرد کو بھی آزادی حاصل ہو جائے اور یہ

بھی ضرورت سمجھے تو کسی دوسری عورت سے اپنا جائز رشتہ قائم کرلے اور اسی بنیاد پر عورت کو خلع کا حق دیا گیا ہے کہ وہ ظالم شوہر کے پنجہ میں گرفتار ہوکر بے بس نہ ہو جائے بلکہ اگر وہ ایمان داری سے سمجھتی ہے کہ موجودہ شوہر کے ساتھ رہ کر حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکے گی تو شوہر کو مہر کا کچھ حصہ یا سارا مہر دے کر شوہر سے طلاق حاصل کرسکتی ہے۔

اور اسی عفت کی اہمیت کا نتیجہ ہے کہ اسلام نے مرد کو اس کی اجازت نہیں دی ہے کہ وہ چار ماہ سے زیادہ ایلاء (عورت کے پاس نہ جانے کی قسم) کو باقی رکھے اور عورت سے ہم بستری کرنے سے قسم کھالے، بلکہ اگر چار ماہ تک مرد اپنی قسم پر باقی رہا تو پھر اس کے بعد اس کو حق نہیں ہے کہ عورت کو اپنی قید میں رکھے، کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عورت داعیاتِ فطرت سے مجبور ہو کر عصمت کا فانوس توڑ ڈالے اور اپنی پاک دامنی کھودے، اور اسی عفت وعصمت کی اہمیت کا یہ اثر ہے کہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنے والوں کو اسلام نے تاکیدی حکم دیا ہے کہ تم ایک عورت پر ایسا نہ جھک پڑو کہ دوسری لٹکی رہ جائے:

فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ. (النساء: ۱۲۹)

پس ایک ہی کی طرف نہ جھک پڑو کہ دوسری کو لٹکی ہوئی چھوڑ دو۔

شاید یہ چیز معلقہ کے لئے حدود اللہ توڑنے کی وجہ بن جائے اور شادی کا جو عظیم مقصد ہے وہ فنا ہوکر رہ جائے، نکاح کے سلسلہ میں جو حدیثیں بیان کی گئی ہیں، ان سے بھی مقصد کی تائید ہوتی ہے کہ عفت وعصمت کا دامن کسی بھی حال میں ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔

محبت ورحمت

نکاح کا دوسرا بنیادی مقصد یہ ہے کہ رشتۂ ازدواج کے ذریعہ مرد اور عورت ان دو صفتوں میں باہم محبت اور پریم ہو، انس اور خلوص ہو اور ان میں سے ہر ایک کو طمانیت اور سکونِ قلب میسر آئے جو اجتماعی زندگی میں ترقی اور عروج کا ذریعہ ثابت ہو۔ تہذیب وتمدن سے جو چیزیں متعلق ہیں ان کو باہمی اشتراک عمل سے آگے بڑھا سکیں اور پھر اس طرح وہ ملک اور قوم کے لئے باعث حوصلہ افزائی ہوں، خود ان کی زندگی کے لئے شادی باعثِ

راحت ومسرت اور اطمینان وسکون ہو۔قرآن پاک نے جو اسلوب بیان اختیار کیا ہے وہ بس اسی کا حصہ ہے، ارشاد رب العزت ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً. (الروم: ۲۱)

اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے پاس چین حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان پیار اور مہربانی پیدا کردی۔

اس آیت میں رب العزت نے مقاصد نکاح کو بیان کرتے ہوئے ارکانِ نکاح بتائے ہیں کہ اس رشتہ سے جو پہلی چیز حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک کو دوسرے سے تسکین خاطر اور اطمینان میسر ہوتا ہے اور پھر ہر ایک دوسرے کی بے چینی میں سہارا ہو اور جب کبھی اور جس وقت بھی طبیعت انسانی میں جنسی اضطراب پیدا ہو تو ان تقاضوں کی تکمیل کا ایک جائز آئینی فطری ذریعہ سامنے موجود رہے۔ اسی مسئلہ کی طرف کتنے بلیغ پیرایہ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے:

إِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ، وَتُدْبِرُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ، فَإِذَا أَبْصَرَ أَحَدُكُمْ امْرَأَةً فَلْيَأْتِ أَهْلَهُ، فَإِنَّ ذٰلِكَ يَرُدُّ مَا فِي نَفْسِهِ. ❶

بلاشبہ عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور اسی کی صورت میں واپس ہوتی ہے، تم میں سے جب کوئی کسی عورت کو دیکھے (اور وہ اس کو اچھی لگے) تو وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستر ہو، اس (تدبیر) سے اجنبی عورت کا اثر دل سے جاتا رہے گا۔

ہیجانی کیفیت کا علاج

جن کا جنسی میلان قوی ہوتا ہے، طبعاً عورت کی طرف ان کی نگاہیں اٹھ جاتی ہیں

---

❶ صحيح مسلم: كتاب النكاح، باب ندب من رأى امرأة ...... إلخ، ج ۲ ص ۱۰۲۱، رقم الحديث: ۱۴۰۳

اور عورت اپنی قدرتی ہیئت سے مرد کے خوابیدہ جذبات کو جگا دیتی ہے، اس سے بچنے کی تدبیر اسلام نے بتائی ہے، تو اگر ایسی بات سامنے آ بھی جائے اور کسی عورت کی دید باعث ہیجان ہو تو ایسے نازک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی کے پاس چلے جاؤ اور اس خواہش کو پورا کرو جو پیدا ہوئی ہے تاکہ شیطان تمہارے دل میں وسوسہ ڈالنے کی جرأت نہ کرے اور نہ تم کو گناہ میں ملوث کرنے پائے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

أَنَّهُ يُسْتَحَبُّ لِمَنْ رَأَى اِمْرَأَةً فَتَحَرَّكَتْ شَهْوَتُهُ أَنْ يَأْتِيَ امْرَأَتَهُ أَوْ جَارِيَتَهُ إِنْ كَانَتْ لَهُ فَلْيُوَاقِعْهَا لِيَدْفَعَ شَهْوَتَهُ وَتَسْكُنَ نَفْسُهُ وَيَجْمَعَ قَلْبَهُ عَلَى مَا هُوَ بِصَدَدِهِ. (1)

کسی عورت کو دیکھنے سے جب کسی کی خواہش میں ابھار پیدا ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنی بیوی سے مقاربت کرے یا اگر لونڈی ہے تو اس کے پاس آئے تاکہ دل کا تقاضا ٹھنڈا پڑ جائے اور نفس کو سکون حاصل ہو اور دل جس کے درپے ہے وہ بات جاتی رہے۔

عورت کی آمد ورفت کو شیطان کی صورت سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ عورت میں فطرتاً کچھ ایسی جاذبیت اور دل کشی رکھی گئی ہے کہ قدرتاً مرد کا دل عورت کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے، شیطان کو موقع ملتا ہے کہ عورت کو مرد کی لغزش کا ذریعہ بنائے، گویا عورت کا باہر نکلنا شیطان کا باہر نکلنا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ عورت کو شدید ضرورت کے بغیر گھر سے نکل کر بازاروں میں گھومنے پھرنے سے بچنا چاہئے۔

اس مسئلہ کو سمجھ لینے کے بعد یہ بات آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اسلام نے نکاح کے جن بنیادی مقاصد کی نشاندہی کی ہے اور جن کی طرف جگہ جگہ وضاحت اور اشارہ

---

(1) المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج: كتاب النكاح، باب ندب من رأى امرأة فوقعت في نفسه، ج ۹ ص ۱۷۷

سے کام لیا ہے، ان کا حصول اس وقت تک ناممکن ہے جب تک نکاح کا وہی فطری اور شرعی طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس کی اسلام نے تعلیم دی ہے، شادی کے وہ طریقے جو اسلامی طریقہ سے مختلف ہیں ان سے مقاصد نکاح کا حصول محال ہے۔

یارانہ شادی

مثلاً اس زمانہ میں مغربی ملکوں نے ایک طریقہ ''یارانہ شادی'' کا نکالا ہے کہ کوئی رسم ادا کئے بغیر مرد اور عورت باہم رضا مندی سے مل جائیں اور خفیہ یا علانیہ زن وشو کی حیثیت اختیار کر لیں، یہ یارانہ شادی صرف اس لئے رچائی جاتی ہے کہ دونوں طرف عیش وعشرت مقصد ہوتا ہے، عفت وعصمت، بقائے نسل انسانی اور دوسرے مقاصد پیش نظر نہیں ہوتے، نتیجہ ظاہر ہے کہ چند ہی دنوں میں جہاں دونوں کی طبیعت سیر ہوگئی، ایک دوسرے سے علیحدہ ہوگئے اور پھر نئے جوڑے کی فکر میں منہمک ہوگئے، اسی طرح یہ دور چلتا رہتا ہے اور کہیں کسی سے بھی جم کر یہ رشتہ نباہنے کی کوشش نہیں کی جاتی، انسان عجلت پسند اور تندمزاج واقع ہوا ہے، چنانچہ کسی ''یارانہ شادی'' کی مدت زیادہ نہیں گزر پاتی اور اس طرح مقاصد نکاح فوت ہو کر رہ جاتے ہیں۔

پھر اس کمزور رشتہ کا یہ اثر پڑتا ہے کہ مرد اور عورت میں سے کسی میں بھی بچوں کی پرورش کی صلاحیت نہیں ہوتی، ہر ایک اپنے آپ کو آزاد دیکھنا چاہتا ہے، کوئی بھی بال بچوں کی پرورش کا ذمہ اٹھانے کو تیار نہیں ہوتا، انجام یہ ہوتا ہے کہ دونوں میں سے کسی کو بھی یکسوئی اور مرکزیت نصیب نہیں ہوتی اور کہا جا سکتا ہے کہ یہ اسی گناہ کی سزا ہے کہ عورتیں آج کل آپریشن کے ذریعہ اپنی بچہ دانی نکلوا لیتی ہیں تاکہ وہاں تک پہنچ کر نطفہ بچہ کی شکل ہی اختیار نہ کرنے پائے اور اس رواج کا برا نتیجہ یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ عورتیں اپنی عصمت چلتے پھرتے لٹانے لگیں، کیونکہ اب اس کے بعد ان کو کوئی خطرہ باقی نہیں رہ گیا۔

عفت وعصمت کی اسلام میں اہمیت

حالانکہ یہی عفت وعصمت نکاح کا وہ بنیادی مقصد ہے جو اسلام نے قرار دیا ہے اور اس کو کہیں بھی فراموش نہیں کیا ہے۔ قرآن پاک نے اپنے معجزانہ پیرایہ میں متعدد مقامات میں عفت وعصمت اور اخلاق کی تاکید کی ہے اور دلنشیں انداز میں ترغیب دی ہے۔ ایک جگہ عفت وعصمت اور اخلاق ومحبت کی حفاظت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا. (الأحزاب: ۳۵)

اپنی شہوت کی جگہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور عورتیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے معافی اور بڑا ثواب رکھا ہے۔

اس آیت میں کتنی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ گوہر عصمت اور درِّ عفت کا تحفظ رکھتے ہیں، اخلاق واعمال میں تعفن پیدا نہیں ہونے دیتے، الٰہی حدود میں رہ کر لذت ومسرت حاصل کرتے ہیں اور حدود اللہ کو توڑنے سے بچتے ہیں، ان افراد امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت کی دولت اور اجر عظیم کی لازوال نعمت تیار کر رکھی ہے۔

کامل فلاح کی بشارت

ایک دوسری آیت میں ادب واخلاق اور پاکدامنی پر کامل فلاح کی روح پرور خوشخبری دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن مسلمانوں کو کامل فلاح کی مسرت انگیز خبر سنائی ہے ان میں ان لوگوں کا بھی ذکر ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ.
(المؤمنون: ۵ . ۷)

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، صرف اپنی بیویوں یا

اپنی شرعی لونڈیوں سے متمتع ہوتے ہیں، ان پر کوئی الزام نہیں، ہاں جو اس کے علاوہ اور جگہ شہوت رانی کا طلب گار ہو ایسے لوگ حد شرعی سے نکلنے والے ہیں۔

جنسی میلان کی تسکین کے لئے رب العزت نے دو جائز صورتیں بیان کی ہیں، ایک بیوی جس سے جائز طور پر رشتۂ ازدواج قائم کیا گیا ہو، دوسری لونڈی جس سے ہم بستری جائز ہے، ان دو کے علاوہ آدمی جو صورت جنسی میلان کے لئے اختیار کرتا ہے وہ اسلام کے قانون میں حدود اللہ سے تجاوز قرار دی گئی۔

حضراتِ انبیاء علیہم السلام اور عفت وعصمت

پاکبازی اتنی اہم چیز ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ نبوت ورسالت کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہے، رب العزت نے رسولوں اور نبیوں کے حق میں اسے بڑی اہمیت سے بیان کیا ہے، اگر کسی برگزیدہ بندہ پر عفت کے خلاف تہمت لگائی گئی تو خود پروردگار عالم نے اس کی تردید کی اور ان کی پاکدامنی کا ثبوت فراہم کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ گزر چکا کہ ان پر زلیخا عزیز مصر کی بیوی فریفتہ ہوئی اور اس نے چاہا کہ یوسف علیہ السلام کا دامنِ عفت داغ دار ہو، مگر رب العزت نے ان کی دستگیری فرمائی اور اس نازک ترین وقت پر آپ کو بچالیا، گو معاملہ کے شروع میں شرمندگی دور کرنے کے لئے زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام ہی کی طرف بری نیت کی نسبت کی، مگر پھر بالآخر اسی عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکبازی کی گواہی دی، قرآن نے تذکرہ کرتے ہوئے اعلان کیا:

وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهُ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ. (یوسف: ۳۲)

اور واقعی میں نے اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی خواہش کی تھی مگر یہ پاک صاف رہا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی اور عصمت کا اعلان کرنے

کے بعد وجہ بیان کرتے ہوئے قرآن ہی میں ارشاد فرمایا:

لِنَصۡرِفَ عَنۡهُ السُّوۡٓءَ وَالۡفَحۡشَآءَ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُخۡلَصِيۡنَ. (یوسف: ۲۴)

تاکہ ہم ان سے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو دور رکھیں، وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعریف میں ارشاد ربانی ہے:

وَسَيِّدًا وَّحَصُوۡرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ. (آل عمران: ۳۹)

اور مقتداء ہوں گے اور اپنے نفس کو بہت روکنے والے ہوں گے اور نبی ہوں گے اور اعلیٰ درجہ کے شائستہ ہوں گے۔

''حصور'' اس کو کہتے ہیں جو اپنی قوت شہوت پر قابو رکھتا ہو اور نفس کے فریب میں مبتلا نہ ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں مریم صدیقہ علیہا السلام پر یہود نے تہمت لگائی تو خود رب العزت نے تردید کی اور قرآن ہی میں اعلان کیا:

وَمَرۡيَمَ ابۡنَتَ عِمۡرٰنَ الَّتِىۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا. (التحریم: ۱۲)

عمران کی بیٹی مریم علیہ السلام جنہوں نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ الَّتِىۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا. (الانبیاء: ۹۱)

وہ بی بی جنہوں نے اپنی ناموس کو بچالیا، پھر ہم نے ان میں اپنی روح پھونک دی۔

خود اہلِ بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوۡنَ مِمَّا يَقُوۡلُوۡنَ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ كَرِيۡمٌ. (النور: ۲۶)

یہ اس بات سے پاک ہیں جو وہ بکتے پھرتے ہیں، ان کے واسطے مغفرت اور عمدہ رزق ہے۔

دیکھ لیں رب العزت نے قرآن پاک میں انبیاء ورسل اور ان کے گھرانوں کی

عفت وعصمت کا اعلان کس شد و مد سے کیا ہے۔ اس سے انداہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام کی نظر میں عفت وعصمت کتنی اہم اور ضروری صفت ہے جس سے ایک لمحہ کے لئے صرف نظر جائز نہیں۔

پاکیزہ نفس کا مرتبہ

ایک جگہ پاکبازوں کی بلندی کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن ہی میں فرمایا گیا:

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ. (النور: ۲۶)

گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہوتے ہیں اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کے لائق ہوتے ہیں۔

جو خبیث ہے اس کا درجہ طیب سے فروتر بتایا گیا ہے اور سمجھایا گیا ہے کہ یہ ایک دوسرے سے میل نہیں کھاتے، خبیث عورتیں اور مرد ایک درجہ میں ہیں اور پاکدامن مردوں اور عورتوں کا گروہ علیحدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ایک صفت یہ بھی بیان کی ہے کہ نیک بندوں کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ وہ بدکار نہیں ہوتے، ارشاد ربانی ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ. (الفرقان: ۶۸)

اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جن کا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے انہیں قتل نہیں کرتے مگر کسی شرعی حق کی بنیاد پر اور جوزنا نہیں کرتے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عفت وعصمت اور پاکبازی انسان کی ایسی خوبی ہے جو عزت وآبرو اور اخلاق واعمال کی جان ہے، اللہ کے سوا کسی اور کو معبود ماننے سے توحید کی

رگِ جان کٹ جاتی ہے اور انسان کافر ہوجاتا ہے اور قتل ہوجانے سے آدمی کی ظاہری زندگی ختم ہوجاتی ہے، اس کی روح اور جسم کا تعلق کٹ جاتا ہے اور بدکاری انسان کی عفت وعصمت اور اخلاق کی مٹی پلید کرکے اس کی عزت وآبرو کو ابدی نیند سلا دیتی ہے۔

عورتوں سے عفت وعصمت پر بیعت

مسلمان عورتوں سے جن باتوں پر بیعت لینے کا حکم تھا ان میں ایک بات یہ بھی تھی کہ وہ بدکاری نہیں کریں گی اور اپنی عفت وعصمت کے دھلے ہوئے دامن پر دھبہ نہیں آنے دیں گی، جیسا کہ پہلے اس آیت کو نقل کیا جاچکا ہے:

وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ. (الممتحنة: ١٢)

اور نہ وہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ خودساختہ افتراء باندھیں گی۔

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ یہاں قتل اولاد سے مراد حمل گرانا ہے۔

عموماً بدکاری کے سلسلہ میں جو حمل ہوتا ہے وہی گرایا جاتا ہے، یوں تو عرب میں قتل اولاد کا بھی بعض قبیلوں میں رواج تھا اور اس سے بھی روکنا مقصود ہے، افتراء باندھنا یہ ہے کہ چند مردوں سے لطفِ زندگی اٹھایا اور جس پر چاہا الزام ڈال دیا کہ فلاں کا بچہ ہے، اوپر ذکر ہوچکا ہے کہ عرب میں ایک نکاح کا طریقہ یہ بھی تھا کہ ایک عورت کئی کئی مردوں سے آشنائی کرتی اور بچہ ہوتا تو عورت جس کا بچہ کہہ دیتی اس کو ماننا پڑتا تھا، اسی زمانہ میں بعض عورتیں دوسرے کے بچہ کو اپنا بنا کر پیش کرتیں اور اس کو شوہروں کے سر تھوپ دیتی تھیں۔ [1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال بسلسلۂ عفت

احادیث میں بکثرت واقعات مذکور ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف پیرایوں میں لوگوں کو عفت وعصمت اور اخلاق کی تعلیم فرمائی اور ایسا ماحول پیدا کیا کہ لوگ اس عفت وعصمت کی قدر کریں جو اخلاق اور عزت وعظمت کی جان ہے۔

[1] سیرت النبی: فضائل اخلاق، عفت وپاکبازی، ج۶ ص ۱۶۷

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَاشَبَابَ قُرَيْشٍ لا تَزْنُوا اِحْفَظُوا فُرُوجَكُمْ أَلا مَنْ حَفِظَ فَرْجَهُ فَلَهُ الْجَنَّةَ. ❶

اے جوانانِ قریش! زنا نہ کرو اپنی شہوت کی جگہوں کی حفاظت کرو، سنو! جو اپنی شرمگاہ محفوظ رکھے گا اس کے لئے جنت ہے۔

اس حدیث میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانان قریش کو ترغیب دی ہے کہ وہ عفت وعصمت کے فانوس کو توڑنے سے اجتناب کریں اور اخلاق وپاکبازی کی زندگی بسر کریں۔

پاکدامنی کی تبلیغ

ہرقل شاہ روم نے ابوسفیان سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا کہ وہ تم لوگوں کو کیا بتاتے ہیں اور کن چیزوں کی تعلیم دیتے ہیں؟ اس وقت ابوسفیان نے (اگرچہ اس وقت کافر تھے) ہرقل سے کہا:

يَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ، وَالصَّدَقَةِ، وَالعَفَافِ، وَالصِّلَةِ. ❷

آپ ہمیں نماز، صدقہ، عفت اور صلہ رحمی کا حکم فرماتے ہیں۔

عفت اور پاک دامنی اتنی اہم چیز ہے کہ اس کی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول دن سے دی، اسے آپ نے کبھی فراموش نہیں فرمایا۔

عفیف پر ظلِ رحمانی

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ سات شخصوں کو اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا، ان میں

❶ مسند البزار: مسند ابن عباس، ج ١١ ص ٤٤، رقم الحديث: ٤٧٢٩/ المعجم الكبير للطبراني: ج ١٢ ص ١٦٥، رقم الحديث: ١٢٧٧٦ ❷ صحيح البخاري: كتاب الأدب، باب صلة المرأة أمها ولها زوج، ج ٨ ص ٤، رقم الحديث: ٥٩٨٠

ایک وہ شخص بھی ہوگا جس کو ایک حسین وجمیل عالی نسب عورت نے دنیا میں اپنی طرف بلایا اور زنا کی دعوت دی مگر اس اللہ کے عفیف بندہ نے اس حسین مہ جبین کو جواب میں یہ کہہ کر انکار کر دیا:

إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ. ❶ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

عفیف کے لئے جنت کی ضمانت

وہ لوگ جو عفت وعصمت کی دمکتی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ نہیں لگنے دیتے، ان کے متعلق سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا شخص جنتی ہے:

مَنْ تَوَكَّلَ لِي مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ وَمَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ، تَوَكَّلْتُ لَهُ بِالْجَنَّةِ. ❷

جو میرے لئے اپنی دونوں ٹانگوں کے درمیان کی چیز یعنی شرمگاہ اور دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز یعنی زبان کی حفاظت کی ذمہ داری لے میں اس کے لئے جنت کی ذمہ داری لوں گا۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ تین آدمی سفر کر رہے تھے، راستے میں ابر ومطر سے گھبرا کر ایک کھوہ (غار) میں روپوش ہوگئے اور غار کی پناہ لے کر سر پر جو آفت منڈلا رہی تھی اس سے بچنا چاہا مگر کرشمۂ الٰہی یہ ہوا کہ اوپر سے ایک نہایت وزنی پتھر گرا اور غار کا منہ بند ہوگیا اور یہ تینوں اسی میں قید ہوکر رہ گئے۔

اس ناگہانی مصیبت میں تینوں نے مشورہ کیا کہ اپنی نیکی کا واسطہ دے کر اللہ سے نجات کی درخواست کی جائے، چنانچہ ان میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی روداد بیان کی اور اللہ تعالیٰ نے ان نیکیوں کے بدلہ میں ان کو مصیبت سے نجات دی اور چٹان غار کے منہ سے ہٹ گئی۔ ان میں سے ایک کی روداد یہ تھی:

❶ صحيح البخاري: كتاب المجاربين، باب فضل من ترك الفواحش، ج٨ ص١٦٣، رقم الحديث: ٦٨٠٦ ❷ صحيح البخاري: كتاب المجاربين، باب فضل من ترك الفواحش، ج٨ ص١٦٤، رقم الحديث: ٦٨٠٧.

روداد عفت اور اس کا اثر

اے اللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی جس سے مجھے بڑی محبت تھی، عام لوگ عورتوں سے جتنی محبت کرتے ہیں میں اس سے زیادہ اپنی محبوبہ سے محبت کرتا تھا، میں نے اپنی اس محبوبہ سے درخواست کی کہ وہ مجھے اپنی ذات سے لطف اندوز ہونے کا موقع دے، اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ سو اشرفی جب تک حاضر نہیں کرتے مجھ سے کھیل نہیں سکتے، یہ سن کر میں اس گراں قدر رقم کی فراہمی میں منہمک ہو گیا اور بالآخر میں نے سو اشرفی جمع کر لیں اور لے جا کر اس کے قدموں میں ڈال دیں، حسب وعدہ وہ مجبور ہو گئی اور میں تیار ہو کر اس کے دونوں پاؤں کے بیچ میں بیٹھ گیا۔ جونہی میں نے زنا کا ارادہ کیا، وہ بول اٹھی:

اے اللہ کے بندے! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس مہر کو بغیر جائز حق کے مت توڑو۔

اس کا یہ کہنا تھا کہ میں اٹھ گیا، اور زنا کی لعنت سے بچ گیا، اے رب العزت! اگر تیرے علم میں یہ بات ہے کہ میں نے یہ صرف تیری خوشنودی کے لئے کیا تو آج تو اس غار کے منہ کو ہمارے لئے کھول دے۔

چنانچہ پتھر ہٹ گیا اور دنیا نظر آنے لگی۔ ❶

دیکھا آپ نے! عفت وعصمت کا لحاظ اس کے حق میں کتنا مفید ثابت ہوا اور اس معاملہ میں اللہ کا خوف اس کو کتنے آڑے وقت میں کام آیا۔ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَرَادَ أَنْ يَلْقَى اللّٰهَ طَاهِرًا مُطَهَّرًا، فَلْيَتَزَوَّجِ الْحَرَائِرَ. ❷

جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے پاک وصاف ملے اس کو چاہئے کہ

---

❶ صحيح البخاري: كتاب الأدب، باب إجابة دعاء من بر والديه، ج٨ ص٣، رقم الحديث: ۵۹۷۴ ❷ سنن ابن ماجه: كتاب النكاح، باب تزويج الحرائر والولود، ج ١ ص ۵۹۸، رقم الحديث: ١٨٦٢

شریف عورت سے شادی کرے۔

منشا یہی تھا کہ بدکاری کا ارادہ نہ کرے اور اپنے اور دوسرے کے دامنِ عفت وعصمت کو داغدار نہ بنائے، جو فطری داعیات ہیں ان کو حلال مقام میں پورا کرے۔

عفت کی نیت سے بیوی کے پاس جانا صدقہ ہے

ایک دفعہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَيَأتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ؟ قَالَ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهَا وِزْرٌ؟ فَكَذٰلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ. ❶

اپنی بیوی سے جنسی تسکین حاصل کرنا بھی صدقہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعجب سے پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ کام بھی باعث اجر ہے؟ فرمایا: کیوں نہیں! اگر اسے تم میں سے کوئی حرام مقام میں پورا کرے تو کیا اُسے گناہ نہیں ہوگا؟ پس جو چیز گناہ سے بچنے کا ذریعہ ہو وہ باعثِ اجر وثواب ہے۔

اور یہ چیز کیوں باعث اجر نہ ہو، رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ. ❷

تین شخص ہیں جن سے قیامت کے دن رب العالمین کلام نہیں فرمائے گا، نہ ان کا تزکیہ فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھے گا اور یہی نہیں بلکہ اسے دردناک عذاب میں مبتلا فرمائے گا، ایک عمر رسیدہ زانی جو بوڑھا ہو چکا ہے اور زنا کاری کرتا ہے، دوسرا جھوٹا بادشاہ جو شاہ وقت ہو کر جھوٹ بولتا ہے اور تیسرا متکبر فقیر جو محتاج ہو کر بھی غرور وتکبر کرتا ہے۔

---

❶ صحيح مسلم: كتاب الزكاة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف، ج۲ ص۶۹۷، رقم الحديث: ۱۰۰۶ ❷ صحيح مسلم: كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار ...... إلخ، ج۱ ص۱۰۲، رقم الحديث: ۱۰۷

صحابہ کرام کا جذبۂ عفت

یہ صرف تعلیم ہی نہیں تھی، بلکہ اس پر برابر عملدر آمد رہا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زندگی بھر اس تعلیم کو سینہ سے لگائے رکھا اور اسی کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے بڑے بڑے سخت سے سخت نازک مواقع آئے مگر انہوں نے اپنا دامن ملوث نہ ہونے دیا، ایک صحابی ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں لغزش ہوئی لیکن صحبتِ نبویہ نے اخلاقی احساس میں اتنی نزاکت پیدا کر دی تھی کہ اپنے جرم کا چھپانا ان کے لئے ناممکن ہوگیا، بالآخر بخوشی ''رجم'' کی سزا برداشت کر کے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ ❶

ہجرت کے موقع پر جو ناتواں وکمزور مکہ میں رہ گئے تھے ان کے لانے کی ذمہ داری مرثد بن ابی المرثد الغنوی رضی اللہ عنہ پر تھی، حضرت مرثد رضی اللہ عنہ اسی سلسلہ میں ایک دفعہ مکہ تشریف لے گئے، اسلام سے پہلے ان کی ایک عناق نامی عورت سے راہ ورسم محبت تھی، یہ عورت فاحشہ تھی، اس سفر میں حضرت مرثد رضی اللہ عنہ اس عورت کے مکان کے پاس سے گزرے، اس نے سایہ دیکھ کر حضرت مرثد رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا اور آگے بڑھ کر پرتپاک خیر مقدم کیا، پھر ان سے درخواست کی کہ آج کی شب میرے ساتھ گزاریں۔ حضرت مرثد رضی اللہ عنہ نے دوٹوک الفاظ میں انکار کر دیا کہ اب پہلا زمانہ باقی نہیں رہا، اسلام نے زنا کو حرام قرار دے دیا، لہٰذا معاف کرو۔ اس نے کہا، شور وغل کروں گی اور تم کو گرفتار کرا دوں گی۔ بایں ہمہ حضرت مرثد رضی اللہ عنہ راضی نہ ہوئے اور بھاگے اور چھپ چھپا کر کسی طرح کافروں کے چنگل سے اپنی جان بچائی۔ ❷

ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا جو اسلام قبول کرنے سے پہلے اخلاقی گندگی میں مبتلا تھیں،

---

❶ صحیح مسلم: کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنی، ج۳ ص ۱۳۲۱، رقم الحدیث: ۱۶۹۵ ❷ سنن النسائي: کتاب النکاح، باب تزویج الزانیة، ج۶ ص ۶۶، رقم الحدیث: ۳۲۲۸

اسلام لانے کے بعد ایک شخص نے ان کو جب چھیڑنا چاہا اور اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی تو بولیں دور ہو جاؤ، اب وہ زمانہ نہیں رہا اب تو اسلام کی روشنی کا دور ہے۔ ❶

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کی لونڈیوں کا واقعہ مشہور ہے کہ اسلام کے بعد جب اس منافق نے ان کو عصمت فروشی کے ذریعہ روپیہ کما کر لانے کا حکم دیا تو وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور اپنی حسرت انگیز کہانی سنائی۔ اس پر یہ آیت اتری:

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَا. (النور: ۳۳) ❷

تم اپنی لونڈیوں کو زنا کاری پر مجبور نہ کیا کرو۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک حسین عورت عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مسجد میں آیا کرتی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتی تھی، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ دستور ہو گیا تھا کہ وہ پہلے سے آ کر اگلی صف میں بیٹھ جاتے تاکہ ان پر نگاہ نہ پڑنے پائے اور فتنہ سے محفوظ رہیں:

كَانَتِ امْرَأَةٌ تُصَلِّي خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْنَاءُ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ، فَكَانَ بَعْضُ الْقَوْمِ يَسْتَقْدِمُ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ لِئَلَّا يَرَاهَا. ❸

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور دعائے عفت

یہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حال تھا، مگر آپ یہ سن کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ خود ذات بابرکت اور سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جو معصوم تھے اور خاتم الرسل، بایں ہمہ آپ کا یہ حال تھا کہ ایک لمحہ کے لئے بھی عفت اور پاک دامنی کو فراموش نہیں فرماتے تھے

---

❶ صحیح ابن حبان: كتاب الجنائز، باب ما جاء في الصبر وثواب الأمراض، ج۷ ص۱۷۳، رقم الحديث: ۲۹۱۱ ❷ تفسير ابن كثير: سورة النور، آیت نمبر ۳۳ کے تحت، ج۶ ص۵ ❸ سنن ابن ماجه: كتاب إقامة الصلاة والسنة فيه، باب الخشوع في الصلاة، ج۱ ص۳۳۲، رقم الحديث: ۱۰۴۶

اور برابر اور چیزوں کے ساتھ پاکبازی کی بھی دعا کرتے رہتے تھے، کبھی دعا کرتے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُکَ الْهُدَى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى. ❶

اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، عفت اور غنا کی درخواست کرتا ہوں۔

کبھی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُکَ الصِّحَّةَ، وَالْعِفَّةَ، وَالْأَمَانَةَ، وَحُسْنَ الْخُلُقِ، وَالرِّضَا بِالْقَدَرِ. ❷

اے اللہ! میں صحت وتندرستی، پاکدامنی، حسن اخلاق اور تقدیر کے ساتھ راضی ہونے کے لئے تیرے در کا سوالی ہوں۔

کبھی دل کی گہرائی سے یہ آواز نکلتی اور عرش عظیم پر پہنچتی:

اَللّٰهُمَّ أَلْهِمْنِي رُشْدِي، وَأَعِذْنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي. ❸

اے اللہ! مجھے راہ راست پر ہونے کی توفیق عطا فرما اور نفس کی برائی سے اپنی پناہ میں رکھ۔

کبھی رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان پر یہ دعا جاری ہوتی:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِکَ مِنْ مُنْکَرَاتِ الْأَخْلَاقِ، وَالْأَعْمَالِ وَالْأَهْوَاءِ. ❹

اے اللہ! برے اخلاق واعمال اور بری خواہشوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

آپ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دعاؤں میں دیکھ رہے ہیں کہ آپ پر خشیت الٰہی کا کتنا اثر اور عفت واخلاق کی طلب کا کس قدر خیال تھا کہ دوسری چیزوں کے ساتھ عفت کو بھی برابر یاد رکھتے ہیں، کبھی فراموش نہیں فرماتے۔

---

❶ صحيح مسلم: كتاب الذكر والدعاء، باب التعوذ من شر ما عمل، ج ۴ ص ۲۰۸۷، رقم الحديث: ۲۷۲۱ ❷ الأدب المفرد: باب من دعا الله أن يحسن خلقه، ص ۱۱۵، رقم الحديث: ۳۰۷ ❸ سنن الترمذي: أبواب الدعوات، باب جامع الدعوات، ج ۵ ص ۵۱۹، رقم الحديث: ۳۴۸۳ ❹ سنن الترمذي: أبواب الدعوات، باب دعاء أم سلمة، ج ۵ ص ۵۷۵، رقم الحديث: ۳۰۷

کیا ان دعاؤں میں افراد امت کے لئے کوئی سبق اور درس نہیں ہے؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھران دعاؤں سے سبق لینا چاہئے اور عفت کی اہمیت سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

دشمنِ عفت پر عذاب الٰہی

یہ جو کچھ عفت وعصمت اور اخلاق واعمال کی پاکی کا اہتمام نظر آرہا ہے یہ بلاوجہ نہیں ہے، اسلام آیا ہی دنیا سے شروفتن دور کرنے اور اہلِ دنیا کو اخلاق وعفت کی تعلیم دینے کے لئے ہے، جو لوگ عفت وعصمت اور اخلاق واعمال کے چہرہ کو داغدار کرتے ہیں رب العزت نے ان کے لئے دنیا وآخرت میں بڑی دردناک سزائیں مقرر کی ہیں۔ دنیاوی عذاب کا تذکرہ اپنے موقع پر تفصیل سے آئے گا، یہاں آخرت کے عذاب کی جھلک ملاحظہ فرمائیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گنہگاروں کے عذاب اور سزا کی مثال خواب میں دکھائی، اس موقع پر آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ:

آگ کا دہکتا ہوا تنور ہے، اس میں چیخ پکار اور گریہ وزاری کی صدا بلند ہو رہی ہے۔ آپ نے جھانک کر دیکھا کہ آخر واقعہ کیا ہے، رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا کہ آگ کے اس مشتعل تنور میں ننگے مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت ہے جو عذاب میں مبتلا ہے، مجھے بتایا گیا کہ یہ زنا کار مردوں اور عورتوں کی جماعت ہے جو دنیا میں بدکاری میں مبتلا رہے۔ (۱)

عفت وعصمت اور تعدد ازدواج

اس ذلت کے عذاب سے نجات کی صورت اور فضائلِ عفت کے حصول کا ذریعہ وہی ہے جس کی تعلیم اسلام نے دی ہے:

---

(۱) صحیح البخاري: كتاب التعبير، باب تعبير الرؤيا بعد صلاة الصبح، ج ۹ ص ۴۴، رقم الحديث: ۷۰۴۷

فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ. (النساء: ۳)

عورتوں میں سے جو تم کو اچھی لگیں ان سے نکاح کرلو، دو دو، تین تین، چار چار سے۔

فطری داعیات وجذبات کی تسکین نکاح کے ذریعہ حاصل کی جائے اور اصل سلسلہ میں اس حد تک اجازت ہے کہ ایک سے لے کر چار عورتوں تک سے بیک وقت شادی کی جاسکتی ہے بشرطیکہ وہ اس بلند اخلاق کا مالک ہو، جس سے اپنی متعدد بیویوں میں عدل ومساوات قائم رکھ سکے اور یکساں طور پر سب کے حقوق ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

تعدد ازدواج کی اجازت عدل کی شرط کے ساتھ

یہ حریص انسان کے لئے علاج کا دروازہ کھول رکھا گیا ہے، یہ منشا نہیں ہے کہ ایک سے زیادہ عورتوں کو عقد میں رکھنے کا حکم دیا گیا ہے یا اسلام اس کو مجبور کرتا ہے کہ وہ خواہ مخواہ ایک سے زیادہ شادیاں کرے۔ اس آیت کا یہ مقصد قطعاً نہیں، اسلام نے نہایت صفائی سے اعلان کیا ہے اور قرآن مقدس ہی میں اعلان کیا:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا. (النساء: ۳)

اگر تم اس بات سے ڈرو کہ (ان کے درمیان) انصاف نہیں کرسکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر بس کرو یا جو لونڈی تمہاری ملکیت میں ہو وہی سہی، اس امر مذکور میں زیادتی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے۔

مخالفین اسلام جہاں سے اعتراض کرتے ہیں اس کی شہ رگ یہیں سے اسلام نے کاٹ ڈالی ہے کیونکہ اسلام نے ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت اس حالت میں دی ہے کہ عدل ومساوات کے دامن کے چھوٹنے کا خوف نہ ہو اور اس کو متعدد بیویوں کی صحیح معنی میں ضرورت بھی ہو۔ ایک مقام میں قرآن پاک ہدایت کرتا ہے:

فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ. (النساء: ۱۲۹)

پس تم بالکل ایک ہی طرف مائل ہو کر دوسری کو بیچ میں لٹکی ہوئی نہ چھوڑ دو۔

عدل ومساوات

اوپر کی آیت میں ''عدل'' سے مراد یہ ہے کہ عورتوں کے جو واجب حقوق ہیں اور جن کی ادائیگی شوہر کے ذمہ ضروری ہے اس میں عدل ومساوات کا برتاؤ کیا جائے کیونکہ یہ انسان کے قصد واختیار سے تعلق رکھتے ہیں، جیسے کھانا، کپڑا، مکان، بیوی کے ساتھ رہنا سہنا اوراس کے طرح کے دوسرے تعلقات، باقی محبت طبعی اور تعلق قلبی، یہ ایسی چیز ہے جو انسانی طاقت سے باہر ہے، اس میں شریعت نے کوشش کی تاکید کی ہے۔اپنی جدوجہد کے باوجود اگر قلبی رجحان اور طبیعت کے میلان میں کمی وبیشی ہو تو اس پر گرفت نہیں:

وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا. (النساء: ۱۲۹)

اور اگر اصلاح کرلو اور احتیاط رکھو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والا اور بڑی رحمت والا ہے۔

اور عدل اختیاری میں بقول مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمہ اللہ:

یہ بھی لازم نہیں کہ ہر معاملہ مساوات عددی ہی کے ساتھ کیا جائے، ایک افریقی بیوی خوگر دوسری چیزوں کی ہوگی اور امریکی بیوی دوسری چیزوں کی، مسن (عمر رسیدہ) اور ادھیڑ عمر بیوی کی ضرورتیں، خواہشیں، دلچسپیاں سب ایک کم سن نوجوان بیوی کی ضرورتوں، دلچسپیوں، خواہشوں سے مختلف ہوں گی، مقصود یہ نہیں کہ ساری بھینسیں ایک ہی لاٹھی سے ہانکی جانے لگیں، مقصود ہر ایک کو بقدر امکان اور بلحاظ اس کے ذوق حالات کے راحت پہنچانا ہے۔فقہاء میں عدل بین الازواج (بیویوں کے درمیان انصاف) کو فرض قرار دیا ہے لیکن خود ''عدل'' کی تفسیر ''عدم ظلم'' سے کی ہے کہ کسی پر زیادتی نہ ہونے پائے۔ ❶

وَظَاهِرُ الْآيَةِ أَنَّهُ فَرْضٌ (أَنْ يَعْدِلَ) أَيْ أَنْ لَا يَجُورَ. ❷

ظاہر آیت سے بیویوں میں عدل ومساوات فرض ہے یعنی حق تلفی نہیں ہونی چاہئے۔

---

❶ صدق جدید لکھنؤ: ۸/ستمبر ۱۹۵۰ء

❷ الدر المختار: كتاب النكاح، باب القسم بين الزوجات، ج۳ ص ۲۰۱

عدل میں اندیشہ کے وقت صرف ایک کا حکم

اوپر کی آیت میں: ذٰلِکَ اَدْنٰی اَلَّا تَعُوْلُوْا. (النساء: ۳)

اس میں زیادتی نہ ہونے کی توقع غالب ہے۔

اور پھر یہ آیت: فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً. (النساء: ۳)

اگر تم کو خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو بس ایک ہی بیوی پر کفایت کرو۔

یہ واضح اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ایک ہی بیوی کے دستور کو اصل قاعدۂ اسلام قرار دیا گیا ہے، مگر ساتھ ہی یہ بھی برداشت نہیں کیا گیا کہ انسان کو ضرورت لاحق ہو اور وہ دوسری شادی نہ کر سکے۔

بلکہ اگر صحیح معنوں میں ضرورت ہے اور یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے اگر دوسری شادی نہ کی تو گناہ میں ملوث ہونے کا خطرہ ہے، ایسی ضروت ناگزیر میں اسلام کا قانون یہ ہے کہ ایک سے زیادہ شادیاں بھی کی جاسکتی ہیں اور اس طرح پاکبازی کی زندگی جس سے ہٹنے کا اندیشہ تھا اس پر جم جانے کی کدو کاوش کی جاسکتی ہے اور کوئی شبہ نہیں کہ اس طرح کی ضرورت آئے دن زندگی میں پیش آتی رہتی ہے۔ انسانی زندگی میں یہ چیزیں نایاب نہیں، کبھی کسی کی بیوی بانجھ ہوتی ہے اور اولاد کا طبعی اشتیاق مجبور کرتا ہے، کبھی کسی کی بیوی دائمی مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے اور اس وقت مرد کا طبعی تقاضا اور مریضہ بیوی کو تیمارداری کی ضرورت دونوں چیزیں متقاضی ہوتی ہیں کہ دوسری شادی کی جائے، کبھی مرد کا جنسی میلان زیادہ قوی ہوتا ہے اور بیوی کمزور رہوتی ہے اور کبھی ان کے علاوہ دوسری مجبوریاں پیش آتی ہیں۔

اسلام کا قانونِ تعدد ازدواج اور مخالفین

اب تو یہ چیز اتنی عیاں ہو چکی ہے کہ بحث مباحثہ کی ضرورت باقی ہی نہیں رہی، تعدد ازدواج کے مخالفین کو بھی حالات کے پیش نظر اس بات کو ماننا ہی پڑا کہ اسلام کا قانون ''تعدد ازدواج'' درست ہے، کسی مذہب اور دھرم کا ماننے والا، بشرطیکہ وہ دور اندیش اور تجربہ کار ہو''تعدد ازدواج'' کے جواز سے انکار نہیں کر سکتا اور نہ کسی مذہب و دین میں اس کا

انکار کیا گیا ہے بلکہ سب ادیان میں اس کی اجازت دی گئی ہے، خصوصًا اسلام نے جن قیود کے ساتھ ''تعدد'' کی اجازت دی ہے اس کی ضرورت کا تو انکار ہو ہی نہیں سکتا۔

مگر عجیب بات ہے کہ یورپ نے اسلام کے ''تعدد از دواج'' کے قانون کو اپنا نشانہ بنایا ہے، وہی یورپ جس کے ہاں نسوانی ناموس کی کوئی قیمت باقی نہیں رہی ہے بلکہ لٹ رہی ہے، لٹائی جارہی ہے، سر بازار سب کچھ ہو رہا ہے لیکن دیکھنے والے دیکھتے ہیں اور صرف دیکھتے رہتے ہیں۔ یورپ میں مرد اور عورت کے تعلقات میں بیبا کیوں کی کیفیت جو حد سے گزر چکی ہے اسی کو دیکھ کر اور دوسرے حالات سے متاثر ہو کر یورپ ہی کے بعض اربابِ فکر نے ''تعدد از دواج'' کے جواز کو تسلیم کرلیا ہے بلکہ اس کے جواز کو ضروری قرار دیا ہے۔

اہلِ یورپ کا اعتراف حق

لندن کے ایک اسکول کی استانی ''مس میری اسمتھ'' نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے:

یک زوجی کا جو قاعدہ قانون برطانیہ میں چلا ہوا ہے وہ تمام تر غلط ہے، مردوں کو دوسری شادی کی اجازت ملنا چاہیئے۔

میری اسمتھ کی اس کتاب کے متعلق سنڈے ٹریبون (ڈربن۔نٹال) مورخہ ۲۴ر نومبر ۱۹۵۱ء میں اس کے لندنی وقائع نگار لکھتے ہیں:

یقین ہے کہ پچیس سال سے اوپر عمر کی پچیس لاکھ بیوائیں جو اس وقت برطانیہ میں موجود ہیں، دلچسپی اور قدر کی نگاہ سے اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیں گی۔

ان اقتباسات سے اندازہ لگایئے کہ تعدد از دواج جس کی اسلام نے ناگزیر ضرورت کے وقت اجازت دی ہے، قانونِ فطرت کے کتنا مطابق ہے اور حالات نے لوگوں کو اسلام کے اس قانون کی حقانیت کا کیسا یقین دلایا ہے۔ یہی میری اسمتھ اپنی کتاب میں ایک جگہ لکھتی ہے:

چونکہ اس ملک (برطانیہ) میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں زیادہ ہے اس لئے ہر عورت شوہر کو پانے میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔

اس کے بعد اس نے کہا ہے:

ایک بیوی کا رواج ناکام ہو چکا ہے اور یہ رواج بھی کوئی سائنٹیفک نہیں ہے۔ ❶

انگلستان میں جنسی بے راہ روی کو روکنے کے لئے سترھویں صدی سے کثرتِ ازدواج کا چرچا شروع ہو گیا۔ چنانچہ ۱۶۵۸ء میں ایک شخص نے زنا کاری اور نومولود حرامی بچوں کی اموات کو روکنے کے لئے کثرتِ ازدواج کی حمایت میں ایک پمفلٹ شائع کیا۔ اس کے ایک صدی بعد انگلستان کے ایک قابل اعتماد اور صاحب کردار پادری نے اس مسئلہ کی تائید میں ایک کتاب لکھی۔ مشہور ماہر جنسیات ''جیمس ہلٹن'' نے فحاشی اور زنا کاری کو روکنے کے لئے کثرتِ ازدواج کے طریقہ کو اختیار کرنے کی رائے دی۔ ❷

شوپنہار نے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے لکھا تھا:

ایک بیوی پر اکتفاء کرنے والے کہاں ہیں؟ میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں، ہم میں سے ہر شخص ''کثرت ازدواج'' کا قائل ہے، چونکہ ہر آدمی کو متعدد عورتوں کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے مرد پر کسی قسم کی تحدید عائد نہیں ہونی چاہئے۔ ❸

مشہور ماہر جنسیات کیلی چن اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

گو انگلستان میں کثرتِ ازدواج کے اصول پر بالعموم عمل ہوتا ہے لیکن معاشرہ اور قانون نے ابھی اس چیز کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ معاشرہ ان اشخاص کے اعمال پر خاموش رہتا ہے جو ایک بیوی یا شوہر سے شادی کر کے دو یا تین داشتاؤں یا آشناؤں سے تعلقات رکھتے ہیں لیکن معاشرہ اس وقت چیخ اٹھتا ہے، جب کوئی شخص یہ تحریک پیش کرتا ہے کہ مرد کو ایک سے زائد عورتوں سے شادی کی اجازت دی جانی چاہئے۔ ❹

ایک بصیرت افروز واقعہ

علامہ عبدالعزیز سادیش مصری نے ایک واقعہ نقل کیا ہے، پڑھنے کے لائق ہے،

❶ ندائے حرم کراچی، ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ ❷ اسلام اور جنسیات: ص ۲۸۶

❸ اسلام اور جنسیات: ص ۲۸۵ ❹ اسلام اور جنسیات: ص ۲۸۷

لکھتے ہیں:

لندن میں ایک ہسپانوی شخص سے ملنے کا اتفاق ہوا، ہم نے بہت سے اسلامی مسائل پر تبادلہ خیالات کیا اور جیسے ہی تعدد ازدواج پر بحث چھڑی تو اس شخص نے کہا: کاش! میں بھی مسلمان ہوتا تو ایک اور بیوی کر لیتا، میں نے اس سے اس کی وجہ دریافت کی، اس نے کہا کہ میری بیوی کو جنون ہو گیا ہے اور اس پر کئی برس گزر چکے ہیں جس کی وجہ سے مجھے مجبورًا آشنائیں رکھنا پڑتی ہیں، کیونکہ میں دوسری بیوی نہیں کر سکتا، اگر میرے پاس دوسری جائز بیوی ہوتی تو اس سے میری جائز اولاد ہوتی جو میری کثیر دولت کی وارث بنتی، میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور بہتر رفیق ہوتی اور مجھے اس سے اطمینان اور سکون حاصل ہوتا۔ ❶

قانون اسلام سے روگردانی کا نتیجہ

مسز برڈسل کال کتر صدر ینگ وومین کرسچین ایسوسی ایشن نے واشنگٹن میں بکنگ کمیٹی کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا ہے:

امریکہ میں چودہ سال سے اوپر کی جوان لڑکیوں کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ ہے جو سب کی سب کنواری ہیں، ان کے مقابلے میں کنواروں کی تعداد نوے لاکھ ہے، اس حساب سے تیس لاکھ کنواری لڑکیوں کے لئے شوہروں کا ملنا محال ہے کیونکہ جنگ نے مردوں اور عورتوں کا عددی توازن بہت بڑی حد تک خراب کر دیا ہے۔ ❷

بتایا جائے کہ ایسی حالت میں کیا کیا جائے گا۔ اگر تعدد ازدواج کی اجازت نہیں دی جاتی ہے تو پھر عفت وعصمت کو دنیا کی کون سی طاقت بچا سکتی ہے اور بفرض محال بچ بھی جائے تو اس ظلم عظیم کا وبال کس کے سر آئے گا؟ اور ان تیس تیس لاکھ تعداد کی گریہ وزاری اور ان کے نالہ وشیون کیا کچھ نہ کریں گے۔ جس نے یہ لکھا بالکل سچ لکھا:

لوگ سمجھتے ہیں تعدد ازدواجی اور وحدت ازدواجی میں مقابلہ ہے لیکن یہ غلط ہے۔ اصل میں مقابلہ ہے محدود تعدد ازدواجی کا لامحدود حرام کاری سے، اسلام بعض سخت شرائط

❶ اسلام اور جنسیات: ص ۲۹۲ ❷ زمزم لاہور: ۱۵ ستمبر ۱۹۴۵ء

کے تحت محدود تعداد ازدواجی کی اجازت اس لئے دیتا ہے کہ لامحدود حرام کاری کا سدباب ہو لیکن جو وحدت ازدواجی کے قائل ہیں ان کے پاس لامحدود حرام کاری کے انسداد کا کوئی علاج نہیں۔اسی لئے تو وہ تعداد ازدواجی کے خلاف زہر افشانی کرتے ہیں، مگر وہ یہ آواز بلند نہیں کرتے کہ ایک عورت والے مرد کو دوسری جگہ شہوانی جذبات کی سیرابی کے لئے منہ کالا نہیں کرنا چاہئے۔ ❶

ہندوؤں کا اعترافِ حق

یہ تو مغرب کا اعتراف حق تھا، اب ہندوؤں کے متعلق سنیئے:

مدراس ہندو مہا سبھا نے ہندو لاء کمیٹی کے نام جو یادداشت ارسال کی ہے اس میں پہلی بار ہندو سوسائٹی کے لئے بعض حالات میں تعداد ازدواج کی ضرورت کا اعتراف کیا گیا ہے یعنی ہندوؤں کو بعض ایسے حالات بھی پیش آسکتے ہیں، جن میں ایک مرد کو کئی کئی عورتوں سے شادی کی اجازت ہونی چاہئے۔ ❷

ہمیں بتانا یہ ہے کہ اسلام نے عفت و عصمت اور پاکبازی کے لئے جو شاہراہ قائم کی ہے اس پر چلنے ہی سے عزت وآبرو اور پاک دامنی حاصل ہوسکتی ہے دوسری کوئی شکل نہیں اور وہ شاہراہ یہی ہے کہ جو عورتیں پسند آئیں ان سے شادی کرلی جائے، ایک سے کی جائے، ضرورت ہو تو دو سے، تین سے حتی کہ چار تک سے اجازت ہے مگر عدل و مساوات کی ضروری شرطوں کے ساتھ۔

تعداد ازدواج میں عدل و مساوات

کن امور میں عدل و مساوات ضروری ہے، اس کی کچھ بحث عورتوں کے حقوق میں آئے گی، کچھ یہاں لکھی جاتی ہے اور اگر واقعتاً ضرورت نے ایک سے زیادہ بیویاں کرنے پر مجبور کردیا ہے تو کرلی جائیں، مگر بدکاری اور منہ کالا کرنے کی کبھی جرأت نہ کی جائے اور دوسری شادی کی جائے تو یہ یقین کرکے کہ ہمیں اپنی تمام بیویوں کے درمیان عدل

❶ زمزم لاہور: ۱۷/اگست ۱۹۴۵ء ❷ زمزم لاہور: ۲۳/فروری ۱۹۴۵

ومساوات برتنا ہے، اس کے خلاف نہیں کرنا ہے کیونکہ رب العزت کا حکم ہے:

فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً. (النساء: ۳)

اگر تم کو احتمال ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایسی حالت میں ایک ہی پر اکتفاء کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ هَذِهِ قِسۡمَتِي فِيمَا أَمۡلِكُ، فَلَا تَلُمۡنِي فِيمَا تَمۡلِكُ وَلَا أَمۡلِكُ. ❶

اے اللہ! جس کا مجھے اختیار ہے اس میں میں نے تقسیم کی یعنی عدل کیا ہے اور اس چیز میں ملامت نہ فرما جس کا تو مالک ہے، میں مالک نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کا واقعہ ہے کہ انہوں نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

اے میری بہن کے نور نظر! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں میں جب باری مقرر کرتے تو کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے تھے بلکہ عدل ومساوات کی کارفرمائی ہوتی تھی، ہاں یہ البتہ ہوتا کہ ہم تمام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات فرماتے اور سب سے ملتے مگر رات انہی کے گھر آرام فرماتے جن کی باری ہوتی، دوسری کے یہاں غیر کی باری کے دن قیام نہیں کرتے۔ ❷

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری لمحاتِ حیات میں عدل ومساوات

مسلم شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات سے نماز عصر کے بعد ملتے تھے۔ ❸

---

❶ سنن الترمذي: أبواب النكاح، باب ما جاء في التسوية بين الضرائر، ج۳ ص۴۳۸، رقم الحديث: ۱۱۴۰ ❷ سنن أبي داؤد: كتاب النكاح، باب القسم بين النساء، ج۲ ص۲۴۲، رقم الحديث: ۲۱۳۵ ❸ صحيح مسلم: كتاب الطلاق، باب وجوب الكفارة على من حرم إمرأته ...... إلخ، ج۲ ص۱۱۰۱، رقم الحديث: ۱۴۷۴

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معاملہ میں عدل ومساوات برتنے کا یہ حال تھا کہ مرض الوفات میں بھی اس کو فراموش نہیں فرمایا۔ ایام مرض میں بھی دریافت فرماتے رہتے کہ کل میری باری کہاں ہے؟:

كَانَ يَسْأَلُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، يَقُولُ: أَيْنَ أَنَا غَدًا. ❶

مرض الوفات میں بھی پوچھتے تھے کہ کل میری باری کہاں ہے؟

مانوس کرنے کے لئے نئی بیوی کے ساتھ رعایت

دوسری شادی کرے تو دیکھا جائے گا کہ آنے والی نئی بیوی کنواری ہے یا بیاہی، اگر کنواری (باکرہ) ہوگی تو اس کے پاس سات دن قیام کرے گا، پھر مساوات کی باری چلے گی، اور اگر بیوہ (ثیبہ) ہے تو اس کے یہاں تین دن قیام کرے گا پھر اس کے بعد باری مقرر کی جائے گی، یعنی آنے والی نئی دلہن کے لئے یہ حق رکھا گیا ہے کہ باکرہ ہو تو اس کو سات دن دئے جائیں کہ وہ شوہر سے مانوس ہو، ثیبہ ہو تو تین دن۔ یہ حساب میں شمار نہیں ہوں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے:

إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَقَسَمَ، وَإِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلَى الْبِكْرِ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَسَمَ. ❷

مرد جب ثیبہ کے بعد کنواری سے شادی کرے تو اس کے پاس سات دن قیام کرے پھر باری تقسیم کرے اور ثیبہ سے جب شادی کرے تو اس کے پاس تین دن قیام کرے پھر باری مقرر کرے۔

سفر میں لے جانے کے لئے قرعہ

سفر میں جب کسی بیوی کو لے جانا ہو تو قرعہ کے ذریعہ فیصلہ کرے، جس کے نام کا

---

❶ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب إذا استأذن الرجل نسائه في أن يمرض في بيت بعضهن فأذن له، ج۷ ص ۳۴، رقم الحديث: ۵۲۱۷ ❷ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب إذا تزوج الثيب على البكر، ج۷ ص ۳۴، رقم الحديث: ۵۲۱۴

قرعہ نکلے اسی کو ساتھ لے جائے تا کہ نا انصافی نہ ہونے پائے اور خود بیویوں کو بھی یہ خیال نہ گزرے کہ ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا، حدیث میں ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ. ❶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج مطہرات میں قرعہ اندازی کرتے، جس کے نام کا قرعہ نکلتا وہ آپ کے ساتھ جاتی۔

سفر سے واپسی پر پھر حساب و کتاب کس نہج پر ہوگا؟ اس سلسلہ میں تین اقوال ہیں:

۱...... بعض علماء کی رائے ہے کہ سفر کی مدت کا حساب نہیں ہوگا، گھر پہنچنے کے بعد از سر نو سب کے لئے مساوات کے ساتھ باری چلے گی، جو سفر میں گئی ہے اس کی باری سے مدت سفر کی مقدار وضع نہیں کی جائے گی، خواہ قرعہ ڈالا گیا ہو اور نام نکلنے پر ساتھ لے گیا ہو یا بغیر قرعہ کے ہی ایسا کیا ہو۔ امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں۔

۲...... بعض علماء کہتے ہیں کہ مدت سفر کا حساب ہوگا اور جو عورت ساتھ گئی ہے اس کے حصہ سے اتنے دن وضع کر لئے جائیں گے جتنے دن وہ سفر میں ساتھ رہی ہے، یہی اہل ظاہر کا مذہب ہے، قرعہ کے ذریعہ سے ساتھ گئی ہے یا بغیر قرعہ کے۔

۳...... بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر قرعہ کے ذریعہ نام نکلا اور ساتھ گئی تو یہ دن حساب میں وضع نہیں ہوں گے اور اگر بغیر قرعہ کے کسی بیوی کو اپنی مرضی سے ساتھ لے گیا ہے تو ایسی صورت میں مدتِ سفر کو حساب میں شمار کیا جائے گا۔ یہی قول ہے امام احمد رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا۔

اپنے حصہ کا ہبہ اور ملنے کی آزادی

اگر کوئی بیوی اپنی باری اپنی سوکن کو بخشنا چاہے تو بخش سکتی ہے اور شوہر پر لازم ہوگا

❶ صحيح البخاري: كتاب الشهادات، باب القرعة في المشكلات، ج٣ ص ١٨٢، رقم الحديث: ٢٦٨٨

کہ اس بخشنے والی بیوی کی باری اس کے پاس گزارے جس کو اس نے اپنی باری ہبہ کی ہے۔ ہاں اگر اپنی باری شوہر ہی کو بخش دے تو پھر شوہر کو اختیار ہے جس کے پاس چاہے اس دن کو گزارے۔ ❶

ملنے اور بات چیت میں آزادی ہے، یعنی باری جس کی بھی ہو شوہر سب سے ملاقات کر سکتا ہے اور سب کو جمع کر کے بات چیت بھی کر سکتا ہے البتہ وطی اسی سے کرے گا جس کی باری ہے غیر سے نہیں کر سکتا۔ ❷

ایک بحث اور ہے کہ کیا بیویوں سے وطی کرنے میں بھی مساوات ضروری ہے؟

چونکہ وطی کا دار و مدار محبت اور طبیعت کے میلان پر ہے اس لئے اس میں مساوات ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے، لیکن یہ مطلب نہیں کہ مساوات کی کوشش ہی نہ کی جائے بلکہ کوشش اس میں بھی مساوات ہی کی رہنی چاہئے۔ اگر کوشش کے باوجود طبیعت مائل نہ ہو اور انتشار پیدا نہ ہو تو البتہ معذور سمجھا جائے گا اور اگر طبعی خواہش اور میلان نفس کے باوجود ترک کرنا چاہے تو اس کی ہرگز اجازت نہیں ہے کہ یہ قصداً حق تلفی اور ناانصافی ہے۔ ❸

بیوی کی خوشنودی

نان ونفقہ میں بھی عورتوں کے اندر عدل ومساوات سے کام لے یعنی ممکن حد تک اپنی تمام بیویوں میں عدل ومساوات کو قائم کرے اور ان کی ہر طرح دلداری ہی کرے۔

آپ کو سن کر حیرت ہوگی کہ اسلام جو جھوٹ کو بدترین گناہ کہتا ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کرتا، مگر بیویوں کی رضا مندی کے لئے بوقت ضرورت جھوٹ بولنے کی بھی اجازت ہے۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا راوی ہیں:

❶ زاد المعاد: فصل في حكمه صلى الله عليه وسلم في قسم الابتداء والدوام بين الزوجات، ج۵ ص ۱۳۹ ❷ زاد المعاد: فصل في حكمه صلى الله عليه وسلم في قسم الابتداء والدوام بين الزوجات، ج۵ ص ۱۳۹ ❸ زاد المعاد: فصل في حكمه صلى الله عليه وسلم في قسم الابتداء والدوام بين الزوجات، ج۵ ص ۱۳۹

وَلَمْ أَسْمَعْ يُرَخَّصُ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُ النَّاسُ كَذِبٌ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ: الْحَرْبُ، وَالْإِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ، وَحَدِيثُ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ وَحَدِيثُ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا. ❶

تین چیزوں کے سوا کسی میں آپ نے جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دی، صرف ان چیزوں میں رخصت تھی۔ لڑائی، صلح صفائی اور مرد کا بیوی سے (پیار بھری) باتیں کرنا اور بیوی کا مرد سے۔

عدمِ مساوات کا نتیجہ

مگر یہ کسی لمحہ برداشت نہیں کہ ناجائز طور پر بیوی پر ظلم ڈھا کر ان کی دل شکنی کرے اور ان کے شیشۂ دل کو ٹھیس لگائے، یہ وہ زریں ہدایات ہیں جن کا لحاظ اور پاس زندگی میں نہایت ضروری ہے، جو لوگ چند عورتوں سے بیک وقت شادی کرتے ہیں اور ان زریں اصولوں پر عمل نہیں کرتے ان کی زندگی عذابِ الیم کا منظر پیش کرتی ہے۔ بیویوں کی وجہ سے گھر فتنہ وفساد اور جھگڑے کا اکھاڑا بن جاتا ہے اور زن وشو میں کسی کو ایک لمحہ اطمینان کا سانس نصیب نہیں ہوتا۔ شوہر کا اثر ورسوخ دم توڑ دیتا ہے، وقار کی روح مردہ ہو جاتی ہے اور اپنے اور غیر میں اس کی پوزیشن پامال ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہی حال اس کی متعدد بیویوں کا ہوتا ہے۔

پھر یہیں پر بات ختم نہیں ہو جاتی، دونوں بیویاں اپنے بچوں کو دوسری ماں کے خلاف ابھارتی ہیں، خود باپ کی طرف سے بھی نفرت پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور بالآخر ایک شریف گھرانا جہنم کا نمونہ بن جاتا ہے۔

اس سے بڑھ کر بات یہ ہوتی ہے کہ اگر تمام بیویوں کے حقوق کا لحاظ نہیں کیا جاتا، جب آدمی ایک ہی بیوی پر اس طرح جھک پڑتا ہے کہ دوسری لٹکی رہ جاتی ہے تو دوسری بیوی کبھی اس کام کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کر لیتی ہے جس کا نام لینا بھی ننگ اور عار کی بات

❶ صحیح مسلم: کتاب البر والصلة، باب تحریم الکذب وبیان ما یباح منه، ج۴ ص ۲۰۱۱، رقم الحدیث: ۲۶۰۵

ہے، راجہ مہاراجہ اورنوابوں کی متعدد بیویوں کی کہانیاں مشہور ہیں۔ عفت وعصمت اس طرح لٹائی جاتی ہے جس کی کوئی مثال نہیں اوراسلام اسے ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت کرنے کو تیار نہیں۔

سارے قوانین کا ماحصل......عفت وعصمت

اس ساری بحث کا منشا یہ تھا کہ اسلام ایک لمحہ کے لئے بھی یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ انسان کی عفت وعصمت پامال ہو اور ان کے اخلاق واعمال کی گندگی دنیا کو متعفن کرڈالے۔ جنسی میلان آدمی کی فطرت میں رکھا گیا ہے لیکن اس کے لئے قدرتی راہ بھی بنادی گئی ہے، اس جائز راستہ سے داعیات فطرت پورے کئے جائیں، اگرکسی کوایک بیوی سے تسکین نہ ہواور جس معقول وجہ سے بھی سہی اور وہ یقین رکھتا ہے کہ عدل ومساوات کا دامن میرے ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے گا تو دوبیویاں رکھے، دوبیویاں کافی نہ ہوں تو مذکورہ شروط کے ساتھ تین بیویاں رکھے، اگرتین بیویاں بھی اس کی زندگی میں سکون پیدانہ کرسکیں تو مذکورہ شروط کوملحوظ رکھتے ہوئے چار بیویوں تک رکھ سکتا ہے۔ مگر یہ کسی حالت میں بھی قابلِ برداشت نہیں کہ عفت وعصمت کا دامن داغدار کرے۔

بیک وقت چار بیویوں سے زیادہ کی اجازت نہیں

ہاں بیک وقت چار بیویوں سے زیادہ نہیں رکھ سکتا، جولوگ چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کے قائل ہیں وہ تعامل، توارث، بلکہ صدراول کے اجماعی فیصلہ کومسترد کرکے بہت بڑی ذمہ داری اپنے سرلے رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے توان کی دس بیویاں تھیں، یہ بھی مسلمان ہوگئیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خُذْ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا. (1) ان میں سے چار پسند کرلو۔

(1) سنن ابن ماجه: كتاب النكاح، باب الرجل يسلم وعنده أكثر من أربع نسوة، ج ۱ ص ۶۲۸، رقم الحديث: ۱۹۵۳

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

أَنَّ غَيْلَانَ بْنَ سَلَمَةَ الثَّقَفِيَّ أَسْلَمَ وَلَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ فِي الجَاهِلِيَّةِ، فَأَسْلَمْنَ مَعَهُ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَخَيَّرَ أَرْبَعًا مِنْهُنَّ. ❶

غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے اور ان کی زمانۂ جاہلیت میں دس بیویاں تھیں، وہ بھی ان کے ساتھ مسلمان ہوگئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان میں کوئی سی چار بیویاں روک لو اور باقی سب کو چھوڑ دو (یعنی طلاق دے دو)۔

حضرت قیس بن حارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں مسلمان ہوا تو اس وقت میری آٹھ بیویاں تھیں، چنانچہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اپنی آٹھ بیویوں کا تذکرہ کیا، آپ نے یہ سن کر فرمایا:

اخْتَرْ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا. ❷ ان میں سے چار کو چن لو

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً چار بیویوں سے زیادہ رکھنے کی اجازت نہیں دی ہے، اور جن لوگوں کے پاس چار سے زیادہ بیویاں تھیں اسلام لانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان میں سے چار کی اجازت فرمائی، بقیہ کو علیحدہ کرا دیا۔ خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چار سے زیادہ بیویاں تھیں تو ظاہر ہے کہ یہ چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ خاص اور خصوصیت پیغمبری ہے۔

شادی کرنے والوں کے اختیارات وفرائض

اسلام نے جس طرح عفت وعصمت کے تحفظ کے لئے ایک سے زیادہ بیویوں کی بعض ضروری شرطوں کے ساتھ اجازت دی اور یہ گوارا نہیں کیا کہ انسانی چہرہ پر گندگی کی

❶ سنن الترمذي: كتاب النكاح، باب ما جاء في الرجل يسلم وعنده عشرة نسوة، ج٣ ص٤٢٧، رقم الحديث: ١١٢٨. ❷ سنن ابن ماجه: كتاب النكاح، باب الرجل يسلم وعنده أكثر من أربع نسوة، ج١ ص٦٢٨، رقم الحديث: ١٩٥٢

دھول بھی اڑ کر پڑے، ٹھیک اسی طرح عفت وعصمت اور اخلاق واعمال کی پاکیزگی کے لئے انسان کو اس بات کی بھی اجازت دی کہ شادی کرنے میں حدود اللہ کے اندر رہ کر اپنی پسند کی بیوی کرے اور عورت اپنی پسند کے مطابق شوہر تجویز کرے۔ ارشاد ربانی ہے:

فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ. (النساء: ۳)

تم ان عورتوں سے نکاح کرو جو تم کو پسند ہوں۔

حق انتخاب

ان عورتوں سے شادی کا مشورہ دیا گیا ہے جو پسند ہوں اور دل کو بھائیں۔ اس مسئلہ میں جو پابندی ہے وہ بس اتنی کہ حدود اللہ نہ ٹوٹنے پائیں، یعنی کچھ عورتیں ایسی ہیں جن سے شادی جائز نہیں ہے بلکہ ان سے رشتۂ ازدواج کا قیام شریعت نے حرام قرار دیا ہے، ان میں کچھ قرابت دار ہیں اور کچھ غیر مذاہب کی پابند، ان کو چھوڑ کر جو عورتیں حلال ہیں ان میں انتخاب کا حق عطا کیا گیا ہے۔ جس طرح مردوں کو عورتوں کے جائز انتخاب میں اختیار رہے اسی طرح عورتوں کو بھی اسلام نے حقِ انتخاب بخشا ہے۔ حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے ان میں سے کوئی بھی مجبور نہیں کیا گیا ہے کہ کسی خاص عورت یا مرد سے رشتہ جوڑے، ہر ذی عقل جانتا ہے کہ چند پیسے کی جو چیز خریدی جاتی ہے اُسے ٹھوک بجا کر لیا جاتا ہے اور شادی جیسی اہم چیز جس کا پوری زندگی سے واسطہ ہے اور جس کے ذریعہ وہ اجنبی مرد اور عورت ایک مضبوط رشتہ میں منسلک ہو رہے ہیں، اس میں غفلت کا مشورہ کون دے سکتا ہے؟

اسلام جو ستم رسیدوں کے لئے عدل ومساوات کا پیام بن کر آیا اور مظلوم وبے سہارا لوگوں کی جائز حمایت جس کی سرشت میں داخل ہے وہ کیسے برداشت کرسکتا تھا کہ حق والوں کو ان کا حق نہ ملے یا ظالموں کے ظلم کی بیخ کنی نہ ہو۔ چنانچہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک ظلم وجور کی بنیاد ڈھا دینے کا اعلان کیا۔ اس نے زندگی کے اس شعبہ میں بھی جس میں دو اجنبی ملتے ہیں اصلاح کی، مظلوموں کو ان کا حق دلایا اور ظالم کا ظلم سے ہاتھ پکڑ لیا، تا کہ رشتۂ ازدواج سے جو بنیادی مقاصد وابستہ ہیں وہ حسن وخوبی سے وجود میں آئیں۔

رشتۂ ازدواج کے سلسلہ میں قرآن پاک کی ہدایات اور مشکوٰۃ نبوت کی روشنی کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جائے تو یقینی طور پر بہتر ہوگا کہ نہ مرد مسلوب الاختیار رہے اور نہ عورتیں۔ جو بات پابندی کی نکلے گی وہ صرف اتنی کہ حدود اللہ کے اندر رہنا ضروری ہے۔

ظلم وجور کی بیخ کنی

حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے اسلام نے مرد اور عورت جن کی شادی ہورہی ہے ان کی رائے کو ترجیح دی ہے اور ان کی رائے قبول کرنے کو بہرحال ضروری بتایا ہے۔ اسلام سے پہلے اس باب میں ظلم ہوتا تھا، لڑکیوں پر ان کے ولی ناجائز دباؤ ڈالتے تھے اور ایسے مردوں سے ان کی شادی کردیتے تھے جن کو لڑکیاں پسند نہیں کرتی تھیں، یہ یتیم لڑکیوں کے حق میں خصوصیت سے ناانصافی ہوتی تھی۔

جاہلیت کی تاریخ پڑھئے تو معلوم ہوگا کہ جاہلی معاشرہ میں عورتوں کی حیثیت کس قدر پست تھی، یہ غریب مالِ منقولہ سمجھی جاتی تھیں شادی کے بعد شوہر یہ سمجھتا تھا کہ میں نے مہر کے بدلہ میں بیوی کو خرید لیا ہے، چنانچہ شوہر کے مرنے کے بعد شوہر کے وارث عورت کو اپنی ملکیت میں شمار کرتے اور یوں عورتوں پر کئی مظالم ڈھائے جاتے تھے، اسلام جب آیا تو اس نے اس ظلم وستم کی بیخ کنی کو بھی ضروری سمجھا۔

ولی کو مشورہ کا حق

حد بلوغ تک پہنچنے کے بعد عاقل لڑکا اور لڑکی جس طرح دنیا کے دوسرے معاملات میں بڑی حد تک آزاد ہوتے ہیں اسی طرح اسلام نے ان کو شادی کرنے میں بھی حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے آزادی بخشی ہے۔ والدین اور دوسرے اقرباء اس شعبۂ زندگی میں اپنے تجربات کی روشنی میں معتدل مشورے ضروری دے سکتے ہیں اور ان کو مشورہ دینا بھی چاہئے مگر یہ دباؤ نہیں ڈال سکتے۔ شادی کرنے والے جوڑے کو بھی چاہئے کہ اپنے بزرگوں کے مشوروں کو قبول کریں کہ ان کی آراء پختہ ہوتی ہیں اور محبت وشفقت میں ڈوبی ہوئی، بایں ہمہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ ان کو ان مشوروں کے قبول کرنے پر اسلام نے مجبور نہیں کیا ہے۔

عورتوں کو شوہر کے انتخاب میں اختیار

عورتیں جن کو ہندوستان کے ماحول میں ہم مجبور محض سمجھتے ہیں، اسلام نے ان کو اتنا مجبور ہرگز نہیں کیا، بالغ لڑکوں کی طرح بالغ لڑکیوں کو بھی اس باب میں بڑی حد تک آزادی ہے، نکاح کے باب میں بالغ لڑکیوں کی رضا اور ان کی اجازت ہر حال میں ضروری قرار دی گئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لاَ تُنْكَحُ الأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلاَ تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ. ❶

شوہر دیدہ کی شادی اس وقت تک نہ کی جائے جب تک اس سے مشورہ نہ کرلیا جائے اور کنواری عورت کا نکاح بھی اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت حاصل نہ کرلی جائے۔

دوسری حدیث اس سے واضح ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اَلْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا، وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا. ❷

شوہر دیدہ عورت خود اپنی ذات کی ولی سے زیادہ حقدار ہے اور کنواری کے نکاح کے وقت اس سے اجازت لے لی جائے اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے۔

تیسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ يَسْتَأْذِنُهَا أَبُوهَا فِي نَفْسِهَا،

---

❶ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب لا ينكح الأب وغيره البكر والثيب إلا برضاهما، ج٧ ص١٧، رقم الحديث: ٥١٣٦ ❷ صحيح مسلم: كتاب النكاح، باب استئذان الثيب في النكاح بالنطق والبكر بالسكوت، ج٢ ص١٠٣٧، رقم الحديث: ١٤٢١

وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا. ❶

وہ عورت جو شوہر دیکھ چکی ہے بذات خود ولی سے زیادہ حقدار ہے، اور کنواری سے اس کا باپ اجازت حاصل کرے اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے۔

ان حدیثوں میں جو لب ولہجہ اختیار کیا گیا ہے اور جو باتیں بیان کی گئی ہیں ان پر سنجیدگی سے غور کریں اور پھر فیصلہ کریں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا کیا ہے؟ عورتوں کو شادی کے باب میں مختار بنایا گیا ہے یا ان کو مسلوب الاختیار گردانا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جن کو ذرا بھی فہم وعقل عطا کی وہ یہ فیصلہ دینے پر مجبور ہوں گے کہ اسلام نے عورتوں کو شادی کرنے کے سلسلہ میں مسلوب الاختیار نہیں بنایا ہے بلکہ ان کی منظوری کو ضروری قرار دیا ہے۔ بغیر عورت کی رضا حاصل کئے ہوئے اس کی شادی کسی مرد سے نہیں کی جاسکتی۔

ولی کا فریضہ

ولی کا فریضہ ہے کہ پہلے بالغہ سے رضا حاصل کرے پھر وہ کسی مرد سے اس کی شادی کی بات چیت طے کرے۔ حد یہ ہے کہ باپ جو لڑکی کے حق میں سراپا رحیم وشفیق ہوتا ہے اس کو بھی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم حکم دے رہے ہیں کہ لڑکی کی رائے معلوم کرے اور اس کی اجازت حاصل کرلے، پھر اس کی شادی اس کی پسند کے مطابق کرے۔

مگر اسلام نے جہاں لڑکی کی رضا اور اجازت کو ضروری قرار دیا ہے، وہاں لڑکی کی حیاء اور شرم کو بھی مجروح نہیں ہونے دیا، بلکہ پاس ادب یہ ہے کہ لڑکی کے سکوت کو بھی اجازت کا درجہ دیا ہے، اگر وہ کنواری ہے۔ ہاں اگر ثیبہ ہے تو اس کی صراحتاً اجازت کی ضرورت ہے، مشورہ کرنے اور اجازت لینے سے اسی طرف اشارہ ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ سکوتِ باکرہ جو اذن کے درجہ میں ہے اس کے لئے اچھا ہے کہ عورت کو یہ مسئلہ معلوم ہو۔

❶ صحيح مسلم: كتاب النكاح، باب استئذان الثيب في النكاح بالنطق والبكر بالسكوت، ج ٢ ص ١٠٣٧، رقم الحديث: ١٤٢١

عورت کی عدمِ رضا سے نکاح کا رد عہد نبوی میں

حدیث میں ایک صحابیہ حضرت خنساء بنت حزام رضی اللہ عنہا کا واقعہ مذکور ہے کہ ان کے باپ نے کسی شخص سے ان کی شادی کردی، حضرت خنساء کو یہ رشتہ پسند نہ آیا، دربار نبوی میں حاضر ہوئیں اور درخواست کی، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کی درخواست قبول فرمالی اور ان کے باپ کے کئے ہوئے نکاح کو رد فرمادیا۔ ❶

دوسرا واقعہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ایک باکرہ عورت، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں آئی اور بیان کیا کہ میرے باپ نے جس سے میری شادی کردی ہے، وہ مجھے پسند نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو اختیار دے دیا کہ جی چاہے رکھو، جی چاہے رد کردو۔ ❷

باپ کو بھی جبر کا اختیار نہیں

ایک واقعہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان عورت دربار نبوی میں حاضر ہوئی اور بیان کیا کہ میرے والد محترم نے میری شادی میرے چچازاد بھائی سے کردی ہے جو مجھے پسند نہیں ہے، اس عورت کی اس رشتہ سے ناگواری سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملہ عورت کے ہاتھ میں دے دیا کہ تم کو اس نکاح کے قائم رکھنے اور رد کرنے کا اختیار ہے، عورت نے یہ سن کر اطمینان کا سانس لیا اور کہا کہ میرے باپ نے جو کچھ کیا اس کی اجازت دے چکی ہوں، لیکن اس وقت سوال کرنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب حاصل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ عورتوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ باپ کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ بالغ لڑکی کی رضا حاصل کئے بغیر شادی کردے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

---

❶ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب إذا زوج الرجل ابنته وهي كارهة فنكاحه مردود، ج۷ ص۱۸، رقم الحديث: ۵۱۳۸ ❷ سنن أبي داؤد: كتاب النكاح، باب في البكر يزوجها أبوها ولا يستأمرها، ج۲ ص۲۳۲، رقم الحديث: ۲۰۹۶

وَلَكِنْ أَرَدْتُ أَنْ تَعْلَمَ النِّسَاءُ أَنْ لَيْسَ إِلَى الْآبَاءِ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ. ❶

لیکن میں نے عورتوں کو یہ بتا دینا چاہا کہ باپ دادا کے ہاتھ میں نکاح کے معاملہ میں کچھ نہیں ہے۔

عبدالرحمٰن بن یزید انصاری اور مجمع بن یزید رضی اللہ عنہما ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص خذام کے نام سے مشہور تھا، انہوں نے اپنی لڑکی کی شادی کی، ان کی لڑکی کو یہ رشتہ پسند نہ آیا، چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور اپنی ناپسندیدگی کا تذکرہ کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باپ کے کئے ہوئے نکاح کو باطل قرار دے دیا اور پھر اس عورت نے ابولبابہ بن عبدالمنذر سے شادی کی۔ ❷

ان حدیثوں کو پڑھنے کے بعد اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ بالغہ عورت کو شادی کے معاملہ میں مجبور نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس کو شوہر کے انتخاب میں پورا اختیار ہے اور اس ساری کدوکاوش اور اختیار کا مقصد یہ ہے کہ عفت وعصمت، محبت ومودت اور بقائے نسل انسانی جو نکاح کے بنیادی مقاصد ہیں وہ بحسن وخوبی حاصل ہوں۔

ولی کو حقِ مشورہ اور اس کا لحاظ

البتہ ولی نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر سکتا ہے، اس کے مسئلہ میں باپ کو بھی اختیار ہے اور دوسرے ولی کو بھی، مگر باپ کا اختیار مضبوط ہے کہ بلوغ کے بعد لڑکی کو خیار بلوغ حاصل نہیں ہوگا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا خود اپنا بیان ہے کہ میری شادی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ہوئی جب میری عمر چھ سال کی تھی۔ ❸

بہر حال نکاح کا مسئلہ ایک اہم مسئلہ ہے اس لئے جو کچھ کیا جائے خوب سوچ سمجھ کر

❶ سنن ابن ماجه: كتاب النكاح، باب من زوج ابنته وهي كارهة، ج ا ص ٦٠٢، رقم الحديث: ١٨٧٤ ❷ سنن ابن ماجه: كتاب النكاح باب من زوج ابنته وهي كارهة، ج ا ص ٦٠٢، رقم الحديث: ١٨٧٣ ❸ سنن ابن ماجه: كتاب النكاح، باب نكاح الصغائر يزوجهن الآباء، ج ا ص ٦٠٣، رقم الحديث: ١٨٧٦

کیا جائے، ولی بھی اپنی حد تک اطمینان حاصل کرلیں اور جس کی شادی ہورہی ہے وہ بھی سکونِ قلب پالے۔

یہاں ایک اور بات سمجھنے کی ہے، وہ یہ کہ آج کل گزشتہ دور کا ردعمل یہ ہورہا ہے کہ شادی کرنے والے اپنی شادی کے معاملہ میں ولی حتی کہ والدین کی رائے بھی ضروری نہیں سمجھتے، کوئی شبہ نہیں کہ ''شادی اپنی پسند ہی کی ٹھیک ہوتی ہے'' مگر ساتھ ہی یہ بات بھی نہیں بھولنی چاہیئے کہ جوش کے ساتھ ہوش نہایت ضروری ہے اور شادی کا جہاں جنسی میلان کی تسکین سے تعلق ہے وہاں اس کا تعلق گھر، خاندان، قوم اور ملک سے بھی ہے، حال کے ساتھ مستقبل پر نگاہ رکھنا بھی ہر دور اندیش کا فریضہ ہے۔ اس لئے اگر یہ کہا جائے تو غیر مناسب نہ ہوگا کہ شادی کے معاملہ میں والدین یا جو ولی ہوں ان کا مشورہ بڑی حد تک ضروری ہے۔

اختلاف کے وقت عورت کی پسند قابلِ ترجیح

اب یہ سوال باقی رہ گیا کہ عورت کی رائے اور مرد کی رائے میں ٹکراؤ ناگزیر طور پر ہوتا ہے تو ایسے موقع پر کیا فیصلہ ہوگا؟ تو یہاں تک بغیر شک وشبہ یہ کہا جائے گا کہ عورت کی مرضی مقدم ہوگی اور اسی کی رائے کو شرعی طور پر ترجیح دی جائے گی، کیونکہ شادی عورت کی ہو رہی ہے، عفت وعصمت کا تعلق اس سے عورت کا ہے، ولی کی شادی نہیں ہورہی ہے، اور نہ اس بندھن کے نباہنے کی ذمہ داری ولی پر ہے۔ تو یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ٹکراؤ کے وقت ولی کی رائے کو ترجیح دی جائے اور عورت کی رائے ورضا کی پروانہ کی جائے۔ پھر عہد نبوی کے فیصلہ اور واقعات موجود ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی رضا کو ترجیح دی، باپ کا کیا ہوا نکاح بھی رد فرما دیا مگر عورت کی مرضی کے خلاف فیصلہ نہیں فرمایا، جیسا کہ میں اوپر نقل کر آیا ہوں۔ پھر قرآن پاک کی یہ آیت بھی سامنے رکھئے:

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. (البقرۃ: ۲۳۴)

وہ عورتیں جب اپنی میعاد پوری کرلیں تو تمہیں اس بات میں کوئی گناہ نہیں ہوگا جو وہ دستور کے مطابق اپنی ذات کے لئے کچھ کارروائی کریں۔

اس آیت میں عورت کو اپنا معاملہ نبٹانے کی پوری آزادی حاصل ہے۔عورت انسان ہے، عقل وفہم کی مالک ہے، وہ کوئی عضو معطل نہیں کہ بغیر ولی کی اجازت کے کوئی کام کر ہی نہیں سکتی۔

ان تمام باتوں کو سامنے رکھ کر ماننا پڑے گا کہ نکاح میں حتی الوسع عورت اور ولی دونوں کی موافقت ضروری ہے تاکہ کام خوش اسلوبی سے انجام پاسکے۔اس مسئلہ میں محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی رائے بہت درست ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے۔

امام العصر علامہ کشمیری رحمہ اللہ کا اصول اور فیصلہ

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

ایسے معاملات جن کا تعلق جماعت سے ہے، شریعت (اسلام) نے ان میں طرفین کی رعایت ملحوظ رکھی ہے اور ایسے باب میں مجموعۂ احادیث کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا چاہیئے۔ صرف ایک جانب کو سامنے رکھ کر جو بھی فیصلہ ہوگا اس سے شارع علیہ السلام کی مراد کا پالینا مشکل ہے۔مثلاً زکوٰۃ کا معاملہ ہے اس معاملہ کا زکوٰۃ دینے والے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے دونوں سے تعلق ہے، زکوٰۃ دینے والے کے متعلق حدیث میں صراحت کے ساتھ یہ بات ہے کہ اگر اس کے پاس زکوٰۃ وصول کرنے والا آئے تو زکوٰۃ دینے والا اس کو خوش کرے، جو مانگے دے، انصاف کرے گا اپنے لئے کرے گا، اور اگر اللہ نہ کرے ظلم کرے گا تو اپنے لئے وبال خریدے گا، کیونکہ زکوٰۃ کا کمال یہ ہے کہ وصول کرنے والا خوش خوش جائے۔کسی حدیث میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے زکوٰۃ وصول کرنے والے عامل کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو خوش کرو زکوٰۃ میں جیسا بھی مال مانگے دو، پوچھنے والے نے پوچھا کہ اگر ظلم کرے تو بھی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں پھر بھی۔

دوسری طرف عامل کے متعلق حدیث میں صراحت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! مال والوں کا بہترین مال زکوٰۃ میں لینے سے پرہیز کرو، مظلوم کی دعا سے ڈرو کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے۔

دونوں کو سامنے رکھئے اور سوچئے تو معلوم ہوگا کہ زکوٰۃ دینے والوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو ہدایت دے رہے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اس معاملہ میں بولنے کا حق نہیں ہے، عامل جو مانگے دے، ظلم کرے تو بھی نہ بولے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے کے متعلق جو ہدایت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو زیادتی کا کوئی حق نہیں ہے۔ انصاف سے مال والا جو دے دے، لے لے، ورنہ وعید کا مستحق ہوگا۔

خود میاں بیوی کا باہمی معاملہ قابل غور ہے، ایک طرف بیوی کو حکم ہے کہ شوہر کو خوش رکھو، بیوی کے لئے ذرا سی بدخلقی پر دوزخ کی شدید وعید ہے مگر دوسری طرف شوہر کو فرمایا جا رہا ہے کہ تم میں مکمل ایمان والا وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو اور اپنی بیوی کے لئے بہترین ہو۔

ٹھیک اسی طرح عورت اور اس کے ولی کا معاملہ ہے، عورت کو کہا جا رہا ہے کہ تمہارے نکاح میں ولی کا حق ہے اور اس قدر حق ہے کہ بغیر اس کی اجازت کے نکاح باطل ہے اور ولی کو کہا جاتا ہے کہ عورت اپنے حق کی تم سے زیادہ حقدار ہے، گویا ولی کو اس میں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔

مگر اس باب کے پورے ذخیرۂ احادیث کو سامنے رکھ کر یہی فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ دونوں پر ذمہ داری ہے کہ ایک دوسرے کی رضا کے بغیر نکاح نہ ہو۔ عورت کے لئے ولی کی بات کا پاس رکھنا فرض ہے اور ولی کو عورت کی رضا حاصل کرنا ضروری ہے، نہ ولی اس حد تک زیادتی کرے کہ عورت اپنے جائز حق سے محروم ہو جائے اور نہ عورت اتنی بے راہ روی اختیار کرے کہ ولی اور خاندان کے لئے باعث عار بن جائے۔

یوں بالغہ عورت پر ولی کو جبر کا بالکل اختیار نہیں، ہاں مستحب ہے کہ مشورہ دے،

نابالغ کے باب میں جبر کا البتہ اختیار ہے اور ولی اور عورت کی رائے میں جب اختلاف ہوگا تو بالغہ عورت کی رائے کو ترجیح ہوگی جس کی قرآن وحدیث سے تائید ہوتی ہے۔ ❶

علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی یہ رائے صرف اسی ایک مسئلہ میں نہیں، بلکہ ہر اجتماعی مسئلہ میں قابل عمل اور لائق ترجیح ہے، انہوں نے امر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی گہرائیوں کو پالیا ہے اور اس طرح کی حدیثوں کا جو انداز بیان ہے اس کو خوب سمجھا ہے۔

محدث الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تائید

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کی جو توجیہ بیان کی ہے، اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، گو انداز بیان بدلا ہوا ہے اور کوئی شبہ نہیں اس مسئلہ میں جو طرز ادا مولانا کشمیری رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے وہ سب سے عمدہ اور پاکیزہ ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نکاح میں تنہا عورت کی رائے جائز نہیں کیونکہ ان کی عقل میں نقص ہے، ان کا غور وفکر نسبتاً زیادہ اہم نہیں، پھر مردوں کو عورتوں پر حاکم بنایا گیا ہے۔ اربابِ حل وعقد مرد ہی ہیں، پھر معاملہ ایسا ہے کہ عورت کرے تو بے حیائی سے تعبیر ہو، آشنائی اور نکاح میں تمیز کے لئے بیچ میں اولیاء کا ہونا ضروری ہے تاکہ اس کی شہرت ہو سکے، اس لئے عورت کو ولی کی رائے لینا چاہئے مگر ولی کو بھی یہ اختیار ہرگز نہیں کہ صرف اپنی رائے سے عورت کی شادی کر دے، اس لئے کہ معاملہ عورت کا ہے اور اپنا معاملہ جو خود عورت سمجھتی ہے، مرد نہیں سمجھ سکتا ہے، نفع ونقصان عورت کو پہنچنے والا ہے اس لئے اس کی رضا ومشورہ ضروری ہے۔ ❷

امام نووی رحمہ اللہ کی رائے

امام نووی رحمہ اللہ جو شافعی المذہب ہیں، وہ بھی فرماتے ہیں کہ لڑکی کی رائے کو ولی کی رائے پر ترجیح ہوگی۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

---

❶ فيض الباري: كتاب النكاح، باب من قال: لا نكاح إلا بولي، ج۵ ص ۵۲۱ تا ۵۲۵

❷ حجة الله البالغة: باب صفة النكاح، ج۲ ص ۱۹۲

وَحَقُّهَا أَوْكَدُ مِنْ حَقِّهِ فَإِنَّهُ لَوْ أَرَادَ تَزْوِيجَهَا كُفُؤًا وَامْتَنَعَتْ لَمْ تُجْبَرْ وَلَوْ أَرَادَتْ أَنْ تَتَزَوَّجَ كُفُؤًا فَامْتَنَعَ الْوَلِيُّ أُجْبِرَ فَإِنْ أَصَرَّ زَوَّجَهَا الْقَاضِي فَدَلَّ عَلَى تَأْكِيدِ حَقِّهَا وَرُجْحَانِهِ. ❶

عورت کا حق ولی کے حق سے زیادہ مؤکد ہے، اگر ولی کسی کفو سے اس کی شادی کرنا چاہے اور لڑکی آمادہ نہ ہو تو اس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا، اور اگر خود عورت کسی کفو سے شادی کرنے کا ارادہ کرے اور اس کا ولی راضی نہ ہو تو اس ولی کو مجبور کیا جائے گا اور اگر ولی اصرار کرے گا تو قاضی اس عورت کی شادی کر دے گا، یہ دلیل ہے کہ عورت کا حق مؤکد اور راجح ہے۔

ہر حال میں بالغہ لڑکی کی رائے قابلِ ترجیح ہے

تمام مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت شادی کے معاملہ میں مجبور محض نہیں بلکہ اچھا طریقہ وہی ہے کہ ولی عورت کی رائے معلوم کر کے اس کی شادی کا انتظام کرے، اگر کسی لڑکے سے عورت شادی کرنے سے انکار کر دے تو اس کی زبردستی اس سے شادی کرنے کی جرأت نہ کی جائے، قرآن پاک نے جس سکون وطمانیت کو مقصد اولیٰ قرار دیا ہے وہ عورت کی رضا کے بغیر ممکن نہیں ہے، طلاق وخلع وغیرہ مسائل اسی لئے وضع کئے گئے ہیں۔

چنانچہ ''مبسوط'' میں ہے کہ نکاح کے موقع پر عورت سے اجازت لے لی جائے، کیونکہ ہو سکتا ہے اس کو کوئی اندرونی مرض ہو جس کی وجہ سے عورت سے صحبت نہیں ہو سکتی ہے یا ممکن ہے کہ عورت کا دل اس شخص کے علاوہ کسی دوسرے سے معلق ہو جس سے شادی ہو رہی ہے، تو اگر عورت سے اجازت لئے بغیر اس کی شادی کر دی جائے گی تو اس حالت میں اس شوہر سے اس کا نباہ نہیں ہوگا اور عورت فتنہ میں پڑ جائے گی کیونکہ اس کا دل تو غیر سے معلق ہے اور عشق کی بیماری سے بڑھ کر دوسری بیماری کون سی ہو سکتی ہے۔ ❷

❶ المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج: كتاب النكاح، باب استئذان الثيب في النكاح بالنطق ...... إلخ، ج۹ ص ۲۰۴ ❷ المبسوط للسرخسي: كتاب النكاح، ج۴ ص۱۹۷

مردوں کو اختیارات

عورت کے مسئلہ کے حل ہو جانے کے بعد مرد کی رضا کا سوال پیدا ہوتا ہے، اس کے متعلق صرف اس قدر کہنا ہے کہ بالغ عاقل مرد جس کی شادی ہو رہی ہے اس کی رضا اور اجازت مقدم ہے، مرد کو چونکہ کبھی مجبور محض نہیں سمجھا گیا ہے اس لئے اس مسئلہ کی بحث کی ضرورت ہی نہیں بلکہ یہاں تو یہ کہنا چاہیئے کہ لڑکا جب اپنی شادی کرنے لگے تو اپنے بڑے بزرگ کی رائے پر ضرور غور کرے، یہ کہہ کر نظر انداز نہ کردے کہ اس ذاتی معاملہ میں والدین اور گھر کے بڑے بوڑھے دخل دینے والے کون ہوتے ہیں؟ کیونکہ شادی میں تجربہ کار اور دانشمند ماہرین کی آراء بہت اہمیت رکھتی ہیں، اور یہ ایک عام بات ہے کہ دور اندیشی جو بڑوں اور بزرگوں میں ہوتی ہے ان نوجوانوں میں ہرگز نہیں ہوتی جن کے ہوش پر جوش کا غلبہ ہوتا ہے۔

عورت کے انتخاب میں ہدایتِ نبوی

اب رہا عورت کے انتخاب کا مسئلہ، اس میں شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ دینداری کا لحاظ مقدم ہونا چاہیئے۔ مال دار سے شادی کی جائے، اونچے حسب نسب والی سے شادی کی جائے، حسین اور خوب صورت سے شادی کی جائے یا کسی معمولی عورت سے، بہر حال پہلے عورت کی دینداری اور سیرت کا جائزہ لیا جائے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ. (۱)

> عورت سے چار چیزوں کو مدنظر رکھ کر شادی کی جاتی ہے۔ اس کی مالداری کی وجہ سے، حسب نسب کی وجہ سے، خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کی دینداری کی وجہ سے، پس تو ایسا کر کہ دیندار عورت کو اختیار کر۔ (اگر ایسا نہ کرے) تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔

---

(۱) صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب الإكفاء في الدين، ج۷ ص۷، رقم الحديث: ۵۰۹۰

محض دولت پرستی

مقصد یہ ہے کہ انسان جب شادی کرنے لگتا ہے تو عورت کا انتخاب انہی چیزوں کے پیش نظر کرتا ہے، کبھی بیوی کا انتخاب اس کی مالداری کی وجہ سے کرتا ہے کہ عورت صاحب جائداد ہے، باثروت ہے اور شان دار کوٹھی کی مالکہ ہے، اگر اس سے شادی ہوگئی تو زندگی مزے سے گزرے گی، بہت سی فکروں سے نجات مل جائے گی اور اپنے افلاس کے باوجود مطمئن زندگی کا ذریعہ پیدا ہو جائے گا، دیندار ہو یا نہ ہو۔ مگر عجلت پسندی کی وجہ سے دوسرے پہلو پر غور نہیں کرتا ہے کہ مالدار بیوی کو شریک حیات بنائے گا تو زندگی کا لطف جاتا رہے گا، لذت و مسرت مفقود ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے زن و شو کی اجتماعی زندگی کی جو صدارت مرد کے حوالہ کی ہے اس میں رخنہ پڑ جائے گا، عورت کے نان و نفقہ کا قیام باقی نہ رہ سکے گا اور گھر کے سامان اور فرنیچر کو دیکھ کر جو مسرت ہوا کرتی ہے، بال بچوں کے لباس سے طبیعت میں جو کیف و انبساط پیدا ہوتا ہے یہ کرکرا ہو جائے گا، کیونکہ یہ سب غیر کا اثر نعمت ہے، اپنی کمائی نہیں، بیوی کی نگاہ میں جو عزت و وقعت چاہئے باقی نہ رہے گی کیونکہ مالدار بیوی کی نظر میں مفلس شوہر کی وقعت منتظم سے زیادہ نہیں ہوتی ہے اور یہ بھی اس وقت جب عورت بااخلاق ہو، اور اگر اللہ نہ کرے عورت بے ادب ہوئی تو قدم قدم پر ٹھوکر لگائے گی، احسان جتائے گی۔ پھر اپنی اس مالدار بیوی سے جو اولاد ہوگی یہ اولاد بھی باپ کی وہ عزت و تکریم نہیں کر سکتی ہے جو کرنی چاہئے، بیوی کی کسی غلطی پر شوہر تنبیہ کرنا چاہے گا تو ایسی بیوی مقابلہ کے لئے آمادہ ہو جائے گی اور نہ معلوم کیا کیا کہہ دے گی، پھر خود سوچا جائے ایسے حالات میں زندگی کی لذت و مسرت کیا باقی رہے گی۔ اسی طرح اشارہ کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَزَوَّجُوهُنَّ لِأَمْوَالِهِنَّ، فَعَسَى أَمْوَالُهُنَّ أَنْ تُطْغِيَهُنَّ. ❶

عورتوں سے ان کی مالداری کی وجہ سے شادی نہ کرو، عموماً ان کا مال ان کو سرکشی پر آمادہ کر دیتا ہے۔

---

❶ سنن ابن ماجه: كتاب النكاح، باب تزويج ذات الدين، ج ۱ ص ۵۹۷، رقم الحديث: ۱۸۵۹

نسل ونسب کے بت پر جان دینا

کبھی کوئی عورت کا انتخاب محض اس کے حسب نسل کی وجہ سے کرتا ہے، ذاتی شرافت اور صلاحیت بھی نہ ہو اور پھر اگر صرف نسلی امتیاز ہو اور دینداری نہ ہو تو یہ نسلی امتیاز بھی عورت میں کبر وغرور پیدا کر دیتا ہے اور وہ اپنے مقام سے آگے بڑھ جانے کی کوشش کرتی ہے، بتدریج یہ چیز بھی مرد کی قوامیت کو مجروح کر ڈالتی ہے، مقصد یہ نہیں ہے کہ نسب کا لحاظ کیا ہی نہ جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ صرف نسلی امتیاز کوئی مفید چیز نہیں جب تک ذاتی صلاحیت اور دینداری نہ ہو اور یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اسلام میں اول دینداری، پھر کوئی اور چیز ہے، دین کے مقابلہ میں حسب نسب کوئی چیز نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَلَأَمَةٌ خَرْمَاءُ سَوْدَاءُ ذَاتُ دِينٍ أَفْضَلُ. ❶

کالی کلوٹی لونڈی خواہ عقل میں کچھ کم بھی ہو مگر ہو دیندار افضل ہے۔

دوسری حدیثوں سے بھی اس نقطۂ نظر کی تائید ہوتی ہے۔

حسن پرستی

اور کبھی کوئی بیوی کے انتخاب میں محض خوبصورتی کو معیار بنا لیتے ہیں کہ تراش خراش اور نوک پلک دلکش ہو، رنگ وروپ میں جاذبیت ہو عشوہ وادا کی مجسمہ ہو اور اس کے اعضاء متناسب ہوں اور صرف یہی نہیں بلکہ جدید روشنی سے آراستہ ہو، شوخ اور بے باک ہو اور زمانہ کے اثر سے پوری متاثر ہو۔

مگر ان خیالات کے وقت سوچتے نہیں کہ یہ کوئی خاص خوبی نہیں، اگر اس میں صلاحیت اور سلیقہ نہیں تو محض خوبصورتی کوئی معیار نہیں، اگر خوبصورتی کے ساتھ حسنِ سیرت نہ ہو تو پھر یہ حسن وجمال سراپا فتنہ بن جائے گا اور یہ حسن بیوی میں ناز ونخرہ ضرورت سے زیادہ پیدا کر دے گا اور وہ فضول کرچ اور متکبر ثابت ہوگی، دوسرے لوگ الگ فتنہ میں ڈالنے کی کوشش کریں گے۔ اسی تنہا خوبصورتی کے متعلق ارشاد نبوی ہے:

❶ سنن ابن ماجه: كتاب النكاح، باب تزويج ذات الدين، ج ۱ ص ۵۹۷، رقم الحديث: ۱۸۵۹

لَا تَزَوَّجُوا النِّسَاءَ لِحُسْنِهِنَّ، فَعَسَى حُسْنُهُنَّ أَنْ يُرْدِيَهُنَّ. ❶
عورتوں سے محض ان کے حسن کی وجہ سے شادی کی خواہش نہ کرو کیونکہ حسن عموماً ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔

معیار دینداری اور ذاتی صلاحیت ہو

اس لئے رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شادی کے موقع پر عورت کے انتخاب میں ''دینداری'' کو معیار بناؤ۔ مال و دولت، حسن و جمال اور حسب نسب ایسی چیزیں نہیں ہیں جن کو اس باب میں معیار قرار دیا جائے۔ بیوی کے انتخاب میں آدمی پر فرض ہے کہ وہ اس کی ذاتی صلاحیت اور حسن سیرت پر نگاہ رکھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا:

حسن و جمال اور دولت و ثروت کی بنیاد پر شادی نہ کیا کرو کہ ان سے فتنے کے اندیشے ہیں، تم دینداری کو ترجیح دیا کرو کہ کالی کلوٹی دیندار عورت بہرحال بہتر ہے۔ ❷

ارشاد نبوی ہے: وَلٰكِنْ تَزَوَّجُوهُنَّ عَلَى الدِّينِ. ❸
لیکن عورتوں سے شادی ان کی دینداری کی بنیاد پر کرو۔

بات بھی معقول ہے کہ با صلاحیت اور دیندار بیوی شوہر کے حقوق کا ہر وقت احساس رکھتی ہے، شوہر کی خوشنودی اپنا فریضہ سمجھتی ہے اور گھر کا کام ہر حال میں عمدہ طریقہ سے کرتی ہے۔ ایسی عورت میں بے جا کبر و غرور پیدا نہیں ہوتا، بچوں کی تعلیم و تربیت کا پورا دھیان رکھتی ہے۔ پڑوسیوں، قرابت داروں اور دوسرے لوگوں سے جھگڑا نہیں کرتی۔ خود دوسرے لوگوں کو بھی دیندار اور نیک عورت پر اعتماد ہوتا ہے۔ ہمسائے اور محلّہ دار اس کی عزت کرتے ہیں اور اس طرح شوہر کا گھر باوقار بن جاتا ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ سنن ابن ماجه: كتاب النكاح، باب تزويج ذات الدين، ج ۱ ص۵۹۷، رقم الحديث: ۱۸۵۹

❷ سنن ابن ماجه: كتاب النكاح، باب تزويج ذات الدين، ج ۱ ص۵۹۷، رقم الحديث: ۱۸۵۹

❸ سنن ابن ماجه: كتاب النكاح، باب تزويج ذات الدين، ج ۱ ص۵۹۷، رقم الحديث: ۱۸۵۹

جس شخص کو چار چیزیں حاصل ہوجائیں اس کو دین ودنیا دونوں کی بہتری حاصل ہوگئی، ایک شکر گزار دل، دوسری ذاکر زبان، تیسری مصائب پر صبر کرنے والے بدن اور چوتھی ایسی بیوی جو گناہ سے اجتناب کرنے والی اور شوہر کے مال کی محافظ ہو۔ ❶

ایک مرتبہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شادی ایسی عورت سے کی جائے جو اپنے اندر کمال درجہ کا ایمان رکھتی ہو اور آخرت کے لئے معین اور مددگار ثابت ہو۔ ❷

اخلاق واعمال سے صرف نظر اور اس کا نتیجہ

یہ بات قابلِ غور ہے کہ اگر لوگوں کا نقطۂ نگاہ اخلاق واعمال کی بجائے صرف جاہ ومرتبہ اور حسن وجمال ہوجائے تو پھر دنیا کا کیا حال ہوگا؟ شر وفتن کے چشمے ابل پڑیں گے، امن وامان خطرہ میں گھر جائے گا اور عزت وآبرو ناپید ہوجائے گی، بہت سی ایسی لڑکیاں گھروں میں بیٹھی نظر آئیں گی جن کو شوہر میسر نہ ہوگا اور جب عورتیں کنواری رہیں گی اور ان کی شادی نہ ہوگی تو اس وقت شیطان کو اپنی شیطنت کا پورا موقع ملے گا۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ، إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ، وَفَسَادٌ عَرِيضٌ. ❸

جب تم کو کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین واخلاق تم کو پسند ہے تو اس سے شادی کردو، ورنہ زمین میں فتنہ وفساد پھیل پڑے گا۔

---

❶ شعب الإيمان للبيهقي: تعديد نعم الله عز وجل وما يجب من شكرها، ج٦ ص٢٤٦، رقم الحديث: ٤١١٥ ❷ سنن ابن ماجه: كتاب النكاح، باب أفضل النساء: ج١ ص٥٩٦، رقم الحديث: ١٨٥٦ ❸ سنن الترمذي: كتاب النكاح، باب ما جاء فيمن ترضون دينه فزوجوه، ج٣ ص٣٨٦، رقم الحديث: ١٠٨٤

بیوی کا انتخاب اور فقہائے کرام

بیوی کے انتخاب کے سلسلہ میں فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ اصول پیش نظر ہوں تو مناسب ہے:

وَيُنْدَبُ كَوْنُهَا دُونَهُ سِنًّا وَحَسَبًا وَعِزًّا، وَمَالًا وَفَوْقَهُ خُلُقًا وَأَدَبًا وَوَرَعًا وَجَمَالًا. ❶

بہتر یہ ہے کہ عورت حسب نسب، عزت و مال اور عمر میں مرد سے کم ہو اور اخلاق و ادب اور حسن و ورع میں عورت مرد سے زیادہ ہو۔

ان کے ساتھ ساتھ شادی کے وقت ان امور کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ:

وَلَا يَتَزَوَّجُ طَوِيلَةً مَهْزُولَةً، وَلَا قَصِيرَةً دَمِيمَةً، وَلَا مُكْثِرَةً، وَلَا سَيِّئَةَ الْخُلُقِ، وَلَا ذَاتَ الْوَلَدِ، وَلَا مُسِنَّةً وَلَا زَانِيَةً. ❷

وہ عورت مرد جس سے شادی کر رہا ہے وہ لمبی، دبلی، کوتاہ قد، بدصورت، بد اخلاق، صاحبِ اولاد، سن رسیدہ اور بدکار نہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس عورت سے شادی ہو رہی ہے، وہ ہر اعتبار سے مناسب وموزوں ہو، دنیوی لحاظ سے بھی اور دینی پہلو سے بھی، تاکہ باہم موافقت اور انس ومحبت قائم رہے، احادیث کی روشنی میں عورتوں میں جن خوبیوں کا ہونا سمجھ میں آتا ہے ان کا اجمالی بیان یہ ہے:

۱......عورت دیندار اور نیک طینت ہو، ارشاد نبوی ہے: **فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ.** ❸

۲......خوشی وغم میں شریک ہونے والی اور فرماں بردار ہو:

تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ، وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ. ❹

---

❶الدر المختار: كتاب النكاح، ج۳ ص۸ ❷رد المحتار: كتاب النكاح، مطلب: كثيرا ما يتساهل في إطلاق المستحب على السنة، ج۳ ص۹ ❸صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب الأكفاء في الدين، ج۷ ص۷، رقم الحديث: ۵۰۹۰ ❹سنن النسائي: كتاب النكاح، باب إلى من ينكح وأي النساء خير، ج۶ ص۶۸، رقم الحديث: ۳۲۳۱

۳ ...... پاک دامن، امانت دار، گھر کی منتظم، مہذب اور شاکر وصابر ہو، اور اپنے نفس اور دولت میں اس کی رائے کے خلاف نہ کرے:

وَلا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ. (1)

۴ ...... بال بچوں کی خدمت گزار، ان سے محبت وشفقت کا برتاؤ کرنے والی اور تندرست ہو:

خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الإِبِلَ صَالِحُ نِسَاءِ قُرَيْشٍ، أَحْنَاهُ عَلَى وَلَدٍ فِي صِغَرِهِ، وَأَرْعَاهُ عَلَى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ. (2)

۵ ...... شوہر سے انس ومحبت کرنے والی اور زیادہ اولاد جننے والی:

تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ. (3)

۶ ...... آزاد صالحہ اور باعزت خاندان کی ہو: **فَلْيَتَزَوَّجِ الْحَرَائِرَ.** (4)

۷ ...... نیک صفتوں کی مالک اور عیوب سے پاک ہو۔

۸ ...... دنیا میں رہ کر آخرت سے بے فکر نہ رہتی ہو۔

شوہر کا انتخاب

عورت اپنے شوہر کا انتخاب کرنے میں بھی کم وبیش انہی امور کو ملحوظ رکھے تاکہ اس کی زندگی خوشگوار اور مطمئن گزرے۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں:

وَالْمَرْأَةُ تَخْتَارُ الزَّوْجَ الدَّيِّنَ الْحَسَنَ الْخُلُقِ الْجَوَادَ الْمُوسِرَ، وَلا تَتَزَوَّجُ فَاسِقًا. (5)

---

(1) سنن النسائي: كتاب النكاح، باب إلى من ينكح وأي النساء خير، ج٦ ص٦٨، رقم الحديث: ٣٢٣١ (2) صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب إلى من ينكح وأي النساء خير ...... إلخ، ج٧ ص٥، رقم الحديث: ٥٠٨٢ (3) سنن أبي داؤد: كتاب النكاح، باب النهي عن تزويج من لم يلد من النساء، ج٢ ص٢٢٠، رقم الحديث: ٢٠٥٠ (4) سنن ابن ماجه: كتاب النكاح، باب تزويج الحرائر والولود، ج١ ص٥٩٨، رقم الحديث: ١٨٦٢. (5) رد المحتار: ج٣ ص٩

عورت ایسے مرد کو اپنا شوہر بنائے جو دیندار، با اخلاق، سخی اور مالدار ہو،

عورت اس مرد کو شوہر نہ بنائے جو دین سے بیگانہ ہو۔

اسی طرح اگر باپ لڑکی کی شادی کرے تو وہ بھی ان ضروری باتوں کو پیش نظر رکھے لیکن آج کل یہ برا رواج عام ہو گیا ہے کہ جاہل اور لالچی باپ جب اپنی لخت جگر کے لئے شوہر کا انتخاب کرتا ہے تو اس کی نگاہ دولت پر ہوتی ہے، عمر، صلاحیت اور ذاتی شرافت پر نہیں ہوتی۔

اس رواج سے بھی متنفر ہونا اور گریز کرنا انسانی فریضہ ہے۔ فقہائے کرام لکھتے ہیں:

وَلَا يُزَوِّجُ ابْنَتَهُ الشَّابَّةَ شَيْخًا كَبِيرًا وَلَا رَجُلًا دَمِيمًا. ❶

باپ اپنی جوان لڑکی کی کسی بوڑھے اور بدصورت مرد سے شادی نہ کرے۔

ہم عمری کا لحاظ

لڑکی کی شادی میں شوہر کے ہم عمر ہونے کا لحاظ بھی ولی کا اخلاقی اور مذہبی فریضہ ہے، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں ''ہم عمری'' کا لحاظ رکھا تھا، نسائی نے ایک الگ باب باندھا ہے ''تزوج المرأة مثلها في السن''، یعنی عورت کی شادی اس کے ہم عمر سے کرنا اور اس باب کے تحت حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے:

خَطَبَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَاطِمَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهَا صَغِيرَةٌ فَخَطَبَهَا عَلِيٌّ، فَزَوَّجَهَا مِنْهُ. ❷

حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے لئے پیغام بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ (فاطمہ رضی اللہ عنہا) کمسن ہیں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ

❶ رد المحتار: ج۳ ص ۹ ❷ سنن النسائي: كتاب النكاح، باب تزوج المرأة مثلها في السنن، ج٦ ص ٦٢، رقم الحديث: ٣٢٢١

عنہا سے نکاح کے لئے پیغام دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کردی۔

محدثین نے اس حدیث کے ضمن میں لکھا ہے کہ ہم عمری کا لحاظ بڑی حد تک ضروری ہے اور یہ بڑے فوائد پر مشتمل ہے۔ گو یہ بات مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی کم سنی میں شادی کی مگر یہاں جو مقصد پیش نظر تھا وہ سب سے اہم تھا، دنیا کو اس کا علم ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ دین کا کتنا بڑا حصہ پھیلا اور اسلام کی کتنی عظیم الشان خدمت اس سلسلہ سے انجام پذیر ہوئی۔

سیرت کے ساتھ صورت کا لحاظ

عورت کے انتخاب کے سلسلہ میں جو کچھ اوپر لکھا گیا، اس سے یہ سمجھنے کی کوشش نہ کی جائے کہ مرد خوب صورت عورت سے شادی نہ کرے بدصورت سے کرے، یہ منشا ہرگز نہیں ہے، مقصد صرف اتنا تھا کہ صورت کے ساتھ ساتھ سیرت پر نظر کی جائے، سیرت کو نظر انداز کر کے صرف صورت پر جان نہیں دینا چاہئے، ورنہ خوب صورتی کوئی بری چیز نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔

حدیث میں ایک صحابی کا واقعہ مذکور ہے کہ انہوں نے خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آ کر کہا کہ ایک انصاری عورت سے شادی کی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دیکھ لیا کرو، اس لئے کہ انصاری عورتوں کی آنکھوں میں کچھ عیب ہوتا ہے۔ ❶

مطلب یہ ہے کہ دیکھ بھال کر شادی کیا کرو، بعد میں ایسی نوبت نہ آئے کہ تم کو اس سے شکایت پیدا ہو جائے اور اس بہانہ سے آپس کی زندگی میں کشیدگی اور ناراضگی پیدا ہو جائے۔

---

❶ صحیح مسلم: کتاب النکاح، باب ندب النظر إلی وجه المرأة و کفیها لمن یرید تزوجها، ج ۲ ص ۱۰۴۰، رقم الحدیث: ۱۴۲۴

نوجوان عورت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا واقعہ حدیث میں مذکور ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ ابھی حال ہی میری شادی ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: باکرہ (کنواری) یا ثیبہ (شادی شدہ) سے؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ثیبہ ہے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَهَلَّا جَارِيَةً تُلاَعِبُهَا وَتُلاَعِبُكَ. ❶

کنواری سے کیوں نہیں کی کہ تم اس سے دل لگی کرتے اور وہ تم سے دل لگی کرتی۔

مسلم کی روایت میں اس کے ساتھ اتنے الفاظ زیادہ ہیں:

تُضَاحِكُهَا وَتُضَاحِكُكَ. ❷

وہ تم سے ہنسی مذاق کرتی اور تم اس سے ہنسی مذاق کرتے۔

میں مانتا ہوں کہ باکرہ اس لئے فرمایا کہ اس سے موافقت اور اتحاد عمل کی زیادہ امید ہوتی ہے، کم سے کم پر راضی وشاکر رہتی ہے، محبت زیادہ کرتی ہے۔ لیکن اگر اس سے خوبصورتی ورعنائی بھی سمجھی جائے تو کیا برا ہے جبکہ حدیث کا لب ولہجہ بھی اس کی تائید میں ہے کہ آپس کی تفریح اور دل لگی میں رعنائی اور حسن سیرت اور خوبصورتی دونوں کو دخل ہے۔

اسی سلسلہ کی دوسری حدیث میں ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالْأَبْكَارِ، فَإِنَّهُنَّ أَعْذَبُ أَفْوَاهًا، وَأَنْتَقُ أَرْحَامًا، وَأَرْضَى بِالْيَسِيرِ. ❸

تم کو کنواری عورتوں سے شادی کرنا لازم ہے کہ وہ شیریں دہن ہوتی ہیں،
بچے بہت جنتی ہیں اور تھوڑے پر خوش وخرم رہتی ہیں۔

---

❶ صحیح البخاری: کتاب النکاح، باب تزویج الثیبات، ج۷ ص۵، رقم الحدیث: ۵۰۷۹ ❷ صحیح مسلم: کتاب الرضاع، باب استحباب نکاح البکر، ج۲ ص۱۰۸۷، رقم الحدیث: ۱۴۶۶ ❸ سنن ابن ماجه: کتاب النکاح، باب تزویج الأبکار، ج۱ ص۵۹۸، رقم الحدیث: ۱۸۶۱

اس حدیث میں باکرہ کی تخصیص صراحت کے ساتھ ہے، اس میں بھی ایک پہلو ایسا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شادی میں عورت کی دلربائی اور رعنائی بھی مدنظر ہو جائے تو کوئی بری بات نہیں ہے بلکہ کسی درجہ میں شاید مطلوب بھی ہے۔

نوجوان عورت کی خصوصیات

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا کہ راستہ میں ان کی ملاقات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوگئی، وہ کھڑے ہو کر ان سے گفتگو کرنے لگے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

أَلَا نُزَوِّجُکَ جَارِيَةً شَابَّةً، لَعَلَّهَا تُذَكِّرُکَ بَعْضَ مَا مَضَى مِنْ زَمَانِکَ. ❶

آپ کی شادی کسی نوجوان لڑکی سے نہ کردیں کہ وہ آپ کو گزرے ہوئے دنوں کی یاد دلائے۔

اس حدیث کے ضمن میں امام نووی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

وَفِيهِ اِسْتِحْبَابُ نِكَاحِ الشَّابَّةِ لِأَنَّهَا الْمُحَصِّلَةُ لِمَقَاصِدِ النِّكَاحِ فَإِنَّهَا أَلَذُّ اسْتِمْتَاعًا وَأَطْيَبُ نَكْهَةً وَأَرْغَبُ فِي الْاِسْتِمْتَاعِ الَّذِي هُوَ مَقْصُودُ النِّكَاحِ وَأَحْسَنُ عِشْرَةً وَأَفْكَهُ مُحَادَثَةً وَأَجْمَلُ مَنْظَرًا وَأَلْيَنُ مَلْمَسًا وَأَقْرَبُ إِلَى أَنْ يُعَوِّدَهَا زَوْجُهَا الْأَخْلَاقَ الَّتِي يَرْتَضِيهَا. ❷

اس حدیث میں ہے کہ نوجوان سے شادی مستحب ہے کہ مقاصد نکاح کے حصول کے لئے موزوں ہے، لطف اندوزی میں مزیدار ہے، خوشبو میں سب سے عمدہ ہے اور لطف

---

❶ صحيح مسلم: كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه و وجد مؤنة اشتغال من عجز عن المؤن بالصوم، ج ۲ ص ۱۰۱۸، رقم الحديث: ۱۴۰۰

❷ المنهاج شرح مسلم بن الحجاج: كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه ووجد مؤنة، ج ۹ ص ۱۷۴.

اندوزی میں طبیعت زیادہ مائل ہوتی ہے، رہن سہن میں بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ گفتگو میں خوش طبع ہوتی ہے، دیکھنے میں خوبصورت اور چھونے میں نرم ونازک اور اس کی قوی امید ہے کہ شوہر اپنے اخلاق کا اسے عادی بنادے۔

دین اور حسن کا اجتماع

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو ترغیب دیتے کہ دیندار اور خوبصورت عورت سے شادی کیا کریں۔ الفاظ یہ ہیں:

وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّضُ أُمَّتَهُ عَلَى نِكَاحِ الْأَبْكَارِ الْحِسَانِ، وَذَوَاتِ الدِّينِ. ❶

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو باکرہ، خوبصورت اور دیندار عورتوں سے شادی کرنے کی ترغیب دیتے۔

جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے، اس سے اتنی بات آسانی سے ثابت ہوجاتی ہے کہ اگر کوئی خوبصورت عورت سے شادی کرے تو یہ کوئی عیب کی بات نہیں بلکہ اچھی بات ہے مگر حسن وجمال کو مقصد اصلی قرار نہیں دینا چاہئے اور صرف خوبصورتی ہی پر نظر نہیں رکھنی چاہئے بلکہ ساتھ ساتھ اخلاق واعمال اور سیرت وکردار پر بھی نظر ہونی چاہئے۔

خوبصورتی کا معیار

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ خوبصورتی کا مطلب صرف چمڑے اور رنگ وروپ کی خوبصورتی ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی سیرت بھی خوب ہو، اخلاق واعمال پاکیزہ ہوں اور دین میں پختگی بھی ہو۔ پھر خوبصورتی کا معیار رنگ وروپ میں بھی اپنے طبعی ذوق پر ہے، کسی آدمی کو وہ عورت بھی خوبصورت معلوم ہوتی ہے جو اکثر کی نگاہ میں بدصورت سمجھی جاتی ہے، تو اب اس معاملہ میں دوسروں کی پسند کا اعتبار نہیں ہوگا۔

سچی بات پوچھئے تو بہت سے واقعات کی روشنی میں کہنا پڑتا ہے کہ خوبصورتی محبت

❶ زاد المعاد: فصل: هديه صلى الله عليه وسلم في الجماع، ج ۴ ص ۲۲۸

سے پیدا ہوتی ہے اور موافقت و پسندیدہ سیرت سے۔ واقعات شاہد ہیں کہ محبت وعشق نے رنگ وروپ کی جاذبیت کو غلط ثابت کر دیا ہے پھر اس وقت اور بھی جب اعمال واخلاق اچھے نہ ہوں، اس لئے رنگ وروپ پر جان دینا عقل مندی نہیں، ہاں دینداری اور پسندیدہ اعمال واخلاق کے ساتھ خوبصورتی مل جائے تو نعمت سمجھنا چاہئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عفت وعصمت کی حفاظت کی خاطر اسلام نے اس بات کی بھی اجازت دی ہے بلکہ کہنا چاہئے رغبت دلائی ہے کہ نوجوان شیریں دہن اور پیکر حسن وجمال سے شادی کرے مگر گوہر عفت وعصمت کی بے وقعتی کا دھیان ہرگز دل میں نہ آنے دے۔

بیوہ عورت سے شادی

یہ مطلب نکالنے کی کوشش نہ کی جائے کہ کنواری ہی سے شادی ضروری ہے، بیوہ سے شادی کرنا مناسب نہیں ہے، بلاشبہ احادیث میں کنواری عورتوں سے شادی کی ترغیب پائی جاتی ہے اور اس کی معقول وجہ بھی ہے، جیسا کہ بعض حدیثوں میں سبب بیان کر دیا گیا ہے کہ کنواری سے میل ملاپ اور ہم ذوقی جلد پیدا ہو جاتی ہے۔ پہلے پہل شوہر کے یہاں آتی ہے اس لئے شوہر جس چیز کا عادی بناتا ہے آسانی سے ہو جاتی ہے، کم سے کم چیز پر خوش رہتی ہے اور ان سب سے بڑھ کر مرد اس سے دلی طور پر اتنا گھل مل جاتا ہے کہ محبت دل میں گھر کر لیتی ہے اور اس طرح مرد نظر اور خیالات کی بدکاری سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

مرد اگر خود دوسری شادی کر رہا ہو یا زیادہ عمر کا ہو تو کمسن لڑکی سے اس کی شادی بے جوڑ ہوگی اور فقہائے کرام کی رائے آپ پڑھ آئے ہیں کہ انہوں نے جوان لڑکی کی شادی بوڑھے مرد کے ساتھ کرنے سے منع کیا ہے، اس لئے ایسے عمر رسیدہ مرد کو بیوہ سے شادی کرنا چاہئے کہ میاں بیوی میں نباہ ہو سکے۔

بیوہ سے شادی عہد نبوی اور عہد صحابہ میں

پھر اس کے علاوہ خود ذات بابرکت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس کا عملی نمونہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کے سوا باقی تمام شادیاں بیوہ عورتوں ہی سے

کیں اپنی بعض صاحبزادیوں کی جو بیوہ ہوگئی تھیں شادی کرائی۔ جلیل القدر خلفاء اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تاریخ پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ ان حضرات نے بیوہ عورتوں سے کس کثرت سے شادیاں کیں، صحابیات کی زندگی پڑھیں گے تو دیکھیں گے کہ انہوں نے خاوندوں کی وفات کے بعد دوسری، تیسری شادیاں کیں۔

ان واقعات کو عرض کر کے بتانا یہ ہے کہ اگر بیوہ سے شادی کرنا کوئی ناپسندیدہ بات ہوتی، تو خود عہد نبوی وعہد صحابہ میں ان بیواؤں سے کیسے شادی کی جاتی۔ پس معلوم ہوا کہ بیواؤں سے شادی کوئی ناپسندیدہ فعل نہیں بلکہ ایک کار ثواب ہے اور شرعی نقطہ نظر سے ایک پسندیدہ عمل ہے۔

شادی سے پہلے عورت کو دیکھنا

اسلام نے عفت وعصمت کے تحفظ کے لئے اس کی بھی اجازت دی ہے کہ ممکن ہو تو بغیر کسی خاص اہتمام کے عورت کو شادی سے پہلے دیکھا بھی جاسکتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا:

إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ، فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ. (1)

> تم میں سے جب کوئی عورت کو پیام نکاح دے اور وہ اس چیز کے دیکھنے پر قدرت رکھتا ہو جو اس عورت کے نکاح کی طرف داعی ہو تو اس کو ایسا کرنا چاہئے۔

معلوم ہوا نکاح سے پہلے مہذب اور شرعی طریقہ پر عورت کو دیکھ سکتا ہے تو دیکھ لے تاکہ تذبذب جاتا رہے اور شادی کرنے میں عورت کی طرف سے جو شکوک وشبہات ہیں وہ دور ہوجائیں، آئندہ کے لئے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ عورت کے متعلق کوئی ایسی بات کہنے کا

(1) سنن أبي داؤد: كتاب النكاح، باب في الرجل ينظر إلى المرأة وهو يزيد تزويجها، ج۲ ص۲۲۸، رقم الحديث: ۲۰۸۲

موقع نہیں رہے گا جس سے عورت کی سبکی ہو اور اس طرح مقاصد نکاح بحسن وخوبی بروئے کار آسکیں گے، گو یہ ضروری نہیں ہے کہ خود ہی دیکھے، کوئی دوسرا دیکھ لے اور اس کے بیان پر اعتماد ہو تو یہی کیا جائے۔ مزید اس حدیث سے بات معلوم ہوئی کہ عورت کے متعلق جو معلومات حاصل کرنا چاہے کرسکتا ہے۔ دین، جمال، خاندان، خوش حالی اور اس طرح کی دوسری باتیں تاکہ اطمینان حاصل کیا جاسکے۔

دیکھنے کے لئے مشورۂ نبوی

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی شادی کا تذکرہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے دیکھ لیا ہے؟ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا نہیں یارسول اللہ! یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُنْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا. ❶

اس عورت کو دیکھ لو، اس لئے کہ یہ باہمی تعلقات کی استواری کے لئے زیادہ مناسب ہے۔

یہ فرمان نبوی واضح ثبوت ہے کہ جس عورت سے شادی ہونے والی ہے اس کو ایک نظر دیکھ لینا بہتر ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے اور بعض اہل علم اس حدیث کی طرف گئے ہیں اور نہوں نے کہا ہے کہ عورت کو شادی سے پہلے دیکھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ اس کا وہ حصہ نہ دیکھا جائے جس کا دیکھنا حرام ہے اور یہی مذہب امام احمد رحمہ اللہ اور امام اسحاق رحمہ اللہ کا ہے۔ پھر امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحْرَى أَنْ يُّؤْدَمَ بَيْنَكُمَا، قَالَ: أَحْرَى أَنْ تَدُومَ الْمَوَدَّةُ بَيْنَكُمَا.

''اَنْ یُّؤْدَمَ بَیْنَکُمَا'' کے معنی ہیں کہ تم میں پائیدار محبت رہ سکے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

❶ سنن الترمذي: كتاب النكاح، باب ما جاء في النظر إلى المخطوبة، ج۳ ص ۳۸۹، رقم الحديث: ۱۰۸۷

ایک شخص سے جس نے کسی عورت سے شادی کرنے کا ارادہ کیا تھا، پوچھا:

أَنَظَرْتَ إِلَيْهَا؟ کیا تو نے اس کو دیکھ لیا ہے۔

اس نے نفی میں جواب دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا کہ اس نے دیکھا نہیں ہے اور شادی کرنا چاہتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَاذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا، فَإِنَّ فِي أَعْيُنِ الْأَنْصَارِ شَيْئًا. ❶

جاؤ! اس عورت کو دیکھ لو کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ (عیب) ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ کی شرح

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اس عورت کو دیکھنا جس سے شادی کرنے کا ارادہ کیا جائے مستحب ہے، یہی ہمارا شافعی مذہب ہے اور یہ ہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ اور تمام کوفیین کا مذہب ہے، امام احمد رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے اور جمہور علماء کا بھی۔ قاضی نے جو ایک قوم کی کراہت کا قول نقل کیا ہے وہ غلط ہے اور اس صریح حدیث کے خلاف اور اجماعِ امت کے مخالف ہے۔

آگے لکھتے ہیں:

پھر ہمارا، امام مالک رحمہ اللہ کا، امام احمد رحمہ اللہ کا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس دیکھنے میں عورت کی رضا شرط نہیں ہے، بلکہ بغیر اطلاع عورت کی غفلت پا کر بھی اس کو دیکھا جا سکتا ہے، عورت سے طلبِ اذن کی بھی شرط نہیں ہے، عورت سے بغیر اجازت حاصل کئے اسے دیکھا جا سکتا ہے، اجازت کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے اور اس طرح کے معاملہ میں عورت کو اجازت دینے میں حیاء بھی دامنگیر ہوا کرتی ہے اور معاملہ دھوکا کا ہے یقینی نہیں ہے۔ کیونکہ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ عورت کو دیکھا جاتا ہے اور وہ پسند نہیں آتی ہے جس کا نتیجہ یہ

❶ صحیح مسلم: کتاب النکاح، باب ندب النظر إلی وجه المرأة وکفیها لمن یرید تزوجها، ج ۲ ص ۱۰۴۰، رقم الحدیث: ۱۴۲۴

ہوتا ہے کہ دیکھنے والا شادی نہیں کرتا ہے۔تو وہ اگر اجازت کے حصول کے بعد دیکھا جائے اور شادی نہ کی جائے تو اس کو اس سے اذیت اور دلی تکلیف ہوگی اور اگر بغیر اطلاع دیکھ لی گئی اور اس سے شادی نہ کی گئی تو یہ فعل اس کے لئے موجب اذیت نہ ہوگا کیونکہ اس کو علم ہی نہیں اور اس کی وجہ سے ہمارے اصحاب (شوافع) کہتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ شادی کا پیغام بھیجنے سے پہلے ہی دیکھ لیا جائے تاکہ اگر پسند نہ آئے تو بغیر کسی تکلیف دئے ہوئے معاملہ ختم ہو جائے، بخلاف اس صورت کے کہ پیغام نکاح کے بعد دیکھی جائے اور پسند نہ آنے پر چھوڑ دی جائے، ہمارے اصحاب (شوافع) کا قول ہے کہ اگر خود ممکن نہ ہو تو کسی ایسی عورت کو اسے دیکھنے کے لئے بھیجا جائے جس پر اعتماد اور وثوق ہو تاکہ وہ آکر صحیح صحیح خبر دے اور یہ سب نکاح کی بات چیت کرنے سے پہلے ہونا چاہئے۔ ❶

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا أَلْقَى اللّٰهُ فِي قَلْبِ امْرِءٍ خِطْبَةَ امْرَأَةٍ، فَلَا بَأْسَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا. ❷

اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کے دل میں کسی عورت سے شادی کرنے کی خواہش ڈال دے تو اس کے لئے اس عورت کو دیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

دیکھنے میں اخلاص واعتدال

ان تمام حدیثوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شادی سے پہلے عورت کو دیکھ لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اچھا ہے، خواہ خود اپنی آنکھوں سے ہو یا کسی معتمد عورت کے ذریعہ ہو، اس سے بڑی حد تک اطمینان قلب حاصل ہو جاتا ہے اور شادی کرنے میں شکوک وشبہات اور شیطانی وساوس پیدا نہیں ہوتے، پھر اس سلسلہ کے ابتدائی فتنے سر اٹھانے نہیں پاتے، البتہ لازمی شرط یہ ہے کہ اخلاص ہو، دیکھنے سے منشا فتنہ پیدا کرنا نہ ہو۔ فقہائے کرام

❶ المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج: كتاب النكاح، باب ندب من أراد نكاح امرأة إلى أن ينظر إلى وجهها، ج٩ ص ٢١٠، ٢١١ ❷ سنن ابن ماجه: كتاب النكاح، باب النظر إلى المرأة إذا أراد أن يتزوجها، ج١ ص ٥٩٩، رقم الحديث: ١٨٦٤

بھی دیکھنے کو جائز کہتے ہیں۔ محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالُوْا يَجُوْزُ النَّظْرُ إِلَى الْمَخْطُوْبَةِ كَيْلَا يَنْجَرُّ الْأَمْرُ إِلَى الْفَسَادِ وَقَالُوْا يُخْلِصُ النِّيَّةُ عِنْدَ ابْتِدَاءِ النَّظْرِ ثُمَّ يُفَوِّضُ الْأَمْرُ إِلَى اللّٰهِ. ❶

فقہائے کرام نے کہا ہے کہ جس سے شادی کرنا چاہتا ہے اس کو دیکھنا جائز ہے تاکہ معاملہ فساد برپا نہ کرے اور یہ بھی کہا ہے کہ دیکھتے وقت نیت میں خلوص ہو، پھر معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے۔

شادی سے پہلے دیکھنا مستحب ہے

اب یہ سوال کہ شادی سے پہلے عورت کو دیکھنا کیسا ہے، اس باب میں عموماً مستحب کے قائل ہیں، جسے وہ ندب کے لفظ سے ظاہر کرتے ہیں۔ صرف قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ انہوں نے سنت سے تعبیر کیا ہے مگر مقصد ایک ہی ہے، چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

سَنَّ لِلْخَاطِبِ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى وَجْهِ الْمَخْطُوْبَةِ وَكَفَّيْهَا قَبْلَ النِّكَاحِ إِجْمَاعًا. ❷

شادی کرنے والے کے لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ نکاح سے پہلے (عورت) مخطوبہ کو دیکھ لے، مخطوبہ کا چہرہ اور ہتھیلی دیکھنا بالاتفاق جائز ہے۔

فقہ کی کتابوں میں عام طور پر ندب ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے:

وَيُنْدَبُ إِعْلَانُهُ .....وَالنَّظْرُ إِلَيْهَا قَبْلَهُ. ❸

نکاح کا اعلان اور نکاح سے پہلے دیکھنا مستحب ہے۔

حدیثیں جو نقل کی جا چکی ہیں وہی بنیاد ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی اس پر عمل

---

❶ العرف الشذي: أبواب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، ج۲ ص۳۵۷
❷ التفسير المظهري: سورة النساء، آیت نمبر۳ کے تحت، ج۲ ص۵
❸ الدر المختار: كتاب النكاح، ج۳ ص۸

تھا، وہ بھی شادی سے پہلے عورت کو دیکھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا خود بیان ہے کہ میں نے ایک عوت کو شادی کا پیغام دیا اور میں نے چھپ کر اسے دیکھنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہوگیا اور دیکھنے کے بعد اس میں کچھ ایسی باتیں دیکھیں کہ میں نے اس سے شادی کر لی۔ ❶

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری نسبت ایک عورت سے ٹھہری، میں نے چھپ کر اسے دیکھنے کی کوشش کی، بالآخر ایک دن میں نے اسے اس کے باغ میں دیکھ لیا، ان کی اس حرکت پر بعض نے اعتراض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہو کر ایسا کرتے ہیں، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ دیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ❷

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ میں آپ کی لڑکی ام کلثوم سے شادی کا ارادہ رکھتا ہوں اور اس روایت کے اخیر میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے ان کو دیکھ لیا تھا۔ ❸

دیکھنے کا شرعی طریقہ

مگر یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ ہمارے یہاں دیکھنے کی اجازت ضرور ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سلسلہ میں وہ رواج بھی ہمارے یہاں جائز ہے جو غیر قوموں میں ہے کہ شادی سے پہلے ہونے والے میاں بیوی ایک مدت تک بیبا کی کے ساتھ ملی جلی زندگی گزارتے ہیں اور عشق ومحبت کی وادی طے کر کے نکاح کی منزل پر پہنچتے ہیں، یہ طریقے اسلام میں قطعاً جائز نہیں ہیں۔ ابھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دیکھنے کا واقعہ نقل کیا گیا

❶ سنن أبي داؤد: كتاب النكاح، باب في الرجل ينظر إلى المرأة وهو يريد تزويجها، ج ٢ ص ٢٢٨، رقم الحديث: ٢٠٨٢ ❷ سنن ابن ماجه: كتاب النكاح، باب النظر إلى المرأة إذا أراد أن يتزوجها، ج ١ ص ٥٩٩، رقم الحديث: ١٨٦٤

❸ نداء للجنس اللطيف: ص ١١١

ہے، اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اسلام میں دیکھنے کی کیا نوعیت تھی۔ پھر یہ بات بھی واضح رہے کہ اسلام میں شریف عورت کا تمام جسم ستر ہے سوائے چہرہ اور ہتھیلی یا زیادہ سے زیادہ قدم بھی ان تین (چہرہ، ہتھیلی، قدم) کے سوا عورت کے لئے جسم کے دوسرے حصہ کا کھولنا غیر مرد کے سامنے جائز نہیں ہے جیسا کہ تفصیل کے ساتھ آئندہ معلوم ہوگا، تو بس ہمارے یہاں اسی حد تک دیکھنا چاہئے۔

دیکھنے میں تجسس جائز نہیں، یہ بھی ضروری نہیں کہ عورت کو علم ہو کہ مجھے دیکھا جا رہا ہے۔ مرد کو مخطوبہ کے متعلق یقین کے ساتھ کسی طرح ضروری معلومات مل جانی چاہئیں۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صرف چہرہ اور ہتھیلی دیکھنا جائز ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

ثُمَّ إِنَّمَا يُبَاحُ لَهُ النَّظَرُ إِلَى وَجْهِهَا وَكَفَّيْهَا فَقَطْ لِأَنَّهُمَا لَيْسَا بِعَوْرَةٍ وَلِأَنَّهُ يُسْتَدَلُّ بِالْوَجْهِ عَلَى الْجَمَالِ أَوْ ضِدِّهِ وَبِالْكَفَّيْنِ عَلَى خُصُوبَةِ الْبَدَنِ أَوْ عَدَمِهَا. (1)

مرد کے لئے جائز ہے کہ مخطوبہ (جس سے شادی کا ارادہ ہے) کا چہرہ اور ہتھیلی دیکھ لے کہ یہ دونوں ستر میں نہیں ہیں اور اس لئے کہ چہرہ سے خوبصورتی معلوم ہو جائے گی اور ہتھیلی سے بدن کی تر و تازگی کا اندازہ ہو جائے گا۔

یہ بالکل درست ہے کہ چہرہ دیکھ کر آدمی عورت کی تراش خراش کا بڑی حد تک اندازہ لگا سکتا ہے، خوبصورتی و بدصورتی چہرہ سے عیاں ہو جاتی ہے بلکہ آدمی ذرا ذہین ہو تو صرف چہرہ سے اس کی زندگی کے متعلق بہت کچھ معلومات حاصل کر سکتا ہے، قدرت نے چہرہ کو ظاہری بدن کا قلب بنایا ہے اور اگر اسے آلہ باطن نما کہا جائے تو غلط نہیں۔

اس سلسلہ میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کا قول پہلے نقل کیا جا چکا ہے، وہ بھی کہتے ہیں کہ نکاح سے پہلے مخطوبہ کا چہرہ اور اس کی ہتھیلی دیکھ لی جائے، حدیث سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ باقی قدمین، اس کا فقہاء نے بعض شرعی بنیاد پر اضافہ کیا ہے۔

---

(1) المنهاج في شرح صحيح مسلم بن الحجاج: كتاب النكاح، باب ندب من أراد نكاح امرأة إلى أن ينظر إلى وجهها، ج ۹ ص ۲۱۰

گو اس باب میں علماء کا اختلاف ہے کہ مخطوبہ کا کونسا اور کتنا حصہ دیکھا جائے۔ چہرہ اور ہتھیلی پر تو اجماع ہے، اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں اور امام اوزاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مواضع لحم کو دیکھا جائے گا اور داؤد ظاہری فرماتے ہیں کہ غلیظ حصوں کے سوا تمام بدن کا دیکھنا جائز ہے۔ ❶

آپ آگے پڑھیں گے کہ شریعت اسلام میں پہلی نظر کی اجازت ہے، دوبارہ دیکھنا جائز نہیں، اس کی قطعاً اجازت نہیں کہ کوئی مرد اجنبی عورت سے تنہائی میں ملے اور بات چیت کرے، البتہ بوقتِ ضرورت لوگوں کے سامنے مل سکتا ہے۔ یہ اور اس طرح کی بہت ساری ہدایات آپ وہاں پڑھیں گے ان کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے یہاں دیکھنے کی گو اجازت ہے مگر ضروری حد تک اور اعتدال کے ساتھ، اس سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ عورت کو اس کے گھر میں اس کے رات دن کے لباس میں دیکھ لے گا اور بس، پھر شرط یہ ہے کہ نگاہ پاکیزہ ہو اور دل میں کوئی روگ نہ ہو:

قَالُوْا يُخْلِصُ النِّيَّةَ عِنْدَ ابْتِدَاءِ النَّظْرِ ثُمَّ يُفَوِّضُ الْأَمْرَ إِلَى اللّٰهِ. ❷

شروع میں دیکھتے وقت نیت مخلص ہو پھر معاملہ اللہ کے سپرد ہو۔

ان قوانین سے اسلام کا منشا یہ ہے کہ شادی میں ان تمام ضروری امور کا لحاظ رکھا جائے جس کی وجہ سے آئندہ ملی جلی زندگی میں کوئی بدمزگی پیدا نہ ہونے پائے اور مقاصد نکاح اس رشتہ سے پوری طرح ادا ہوں۔

عشق و محبت علامہ رشید رضا مصری کے تجربہ کی روشنی میں

علامہ رشید رضا مصری رحمہ اللہ کی یہ بات بالکل درست ہے کہ میں تیس چالیس سال سے عورت کے متعلق اور زن وشوئی تعلقات پر کام کر رہا ہوں۔ اس سلسلہ میں بہت سی قدیم وجدید کتابیں، رسالے اور اخبارات پڑھنے پڑے اور اس مسئلہ پر اپنی تفسیر ''المنار''

---

❶ نداء الجنس اللطيف: ص ۱۱۱، التفسير المظهري: سورة النساء، آیت نمبر ۳ کے تحت، ج ۲ ص ۵ ❷ العرف الشذي: أبواب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، ج ۲ ص ۳۵۷

میں بہت کچھ لکھ بھی چکا ہوں مگر بایں ہمہ اہل مغرب ومشرق کے اس قول کے غلط ہونے کا اعتقاد رکھتا ہوں کہ زن وشوئی تعلقات کی خوشگواری کا دار ومدار اس بات پر ہے کہ شادی سے پہلے ہونے والے میاں بیوی میں تعارف ہو اور ہر ایک کو دوسرے سے عشق ہو۔

مشاہدات نے اس بات کی غلطی آشکارا کر دی ہے اور یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ نوجوانوں کا باہمی عشق ومحبت شادی کے بعد عموماً ختم ہو جاتا ہے اور اہل عرب کا یہ قول بالکل صادق آتا ہے ''اَلزَّوَاجُ یُفْسِدُ الْحُبَّ'' ''شادی پہلی محبت کی بنیاد ہلا دیتی ہے''۔ زن وشوئی تعلقات کی خوشگواری کے لئے صحیح قاعدہ وہ ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے کہا تھا جس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی تھی اور اپنے شوہر کے متعلق کھل کر کہا تھا کہ میں:

اس سے طبعی محبت نہیں کرتی ہوں یعنی میرے دل میں اس کی طبعی محبت جاگزیں نہیں ہوتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اس عورت سے فرمایا، اگر عورتوں میں سے کسی عورت کو اپنے شوہر سے طبعی محبت نہ ہو تو اس عورت کو چاہئے کہ یہ بات اپنے شوہر سے نہ بیان کرے کیونکہ بہت کم ایسے گھر ہیں جن کی بنیاد طبعی محبت پر ہوتی ہے، لوگ باہمی زندگی حسب اور اسلام پر بسر کیا کریں، یعنی میاں بیوی میں ہر ایک اس بات کا التزام کرے کہ ایک دوسرے کے شرف ومجد کا لحاظ کرے اور اسلام نے زن وشوئی تعلقات کے سلسلہ میں جو ضروری ذمہ داریاں، آداب اور فرائض عائد کئے ہیں ان کو نباہنے اور بجالانے کی سعی کرے، بس اسی طریقہ سے زندگی کی خوشگواری نصیب ہو سکتی ہے۔ [1]

یہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ دل میں جتنی محبت پاتا ہے، اظہار اس سے زیادہ کا کرے تا کہ اس طرح بتدریج محبت دلوں میں جاگزیں ہو جائے اور باہمی زندگی اطمینان وسکون اور مسرت وانبساط سے نباہ دے۔

[1] نداء الجنس اللطیف: ص ۱۱۴

بلوغ کے بعد شادی کا حکم اور دیگر ہدایات

اسلام نے عفت وعصمت کے ان تمام لوازمات کو اپنی تعلیمات میں سمو دیا ہے جن سے عفت وعصمت کی بنیادیں استوار ہوں اور پاکبازی اور پاکدامنی کا ماحول فراہم ہو جائے، ساتھ ہی کہیں سے کوئی ایسا رخنہ پیدا ہونے کا موقع نہیں دیا ہے جس سے شیطانی وسوسے راستہ پاسکیں اور انسان کو عفت وعصمت کی مٹی پلید کرنے پر آمادہ کرسکیں۔

یوں تو اسلام نے اجازت دے رکھی ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے ہی لڑکا اور لڑکی کا نکاح کیا جاسکتا ہے اور جوانی کا ہنگامی دور آنے سے پہلے ہی ایسا رشتہ قائم کیا جاسکتا ہے جو مرد اور عورت کے خیالات کو بھکنے سے روک دے اور اس سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ابتدائے بلوغ میں بھی جب سوچیں گے تو دونوں جائز ہی محبت اور رشتہ داری پر سوچیں گے۔

بلوغ کے بعد شادی کی تاکید

مگر بلوغ کے بعد تو اسلام نے یہ قانون بنا دیا ہے کہ جلد سے جلد شادی ہو جانی چاہئے کہ یہ دور شباب کا ہے، امنگ کا زمانہ ہے اور جنسی خواہشات کے ابھرنے کا موقع ہے، آدمی میں اس عمر میں گو مستقبل پر غور کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے مگر وہ جذبات کے نیچے دبی ہوئی ہوتی ہے، عموماً کم ہی لوگ عمر کے اس حصہ میں نفع ونقصان سوچنے کی زحمت برداشت کرتے ہیں، اس لئے اگر عمر کے اس نازک ترین حصہ میں قانونی نگرانی نہ کی جائے تو راہ راست سے دور ہٹ جانے کا قوی اندیشہ ہے۔ اس لئے خصوصیت سے نوجوانوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ البَائَةَ فَلْيَتزَوَّجْ. ❶

اے نوجوانو! تم میں جو اسباب جماع پر قادر ہو اس کو شادی کر لینی چاہئے۔

شباب کا زمانہ بلوغ کے بعد شروع ہوتا ہے اور بتیس برس کی عمر تک رہتا ہے اور

---

❶ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم من استطاع منكم الباءة فليزوج، ج۷ ص۳، رقم الحديث: ۵۰۶۵

بعض کے نزدیک تیس برس کی عمر تک:

قَالَ الزَّمَخْشَرِيُّ: أَنَّ الشَّبَابَ مِنْ لَّدُنِ الْبُلُوغِ إِلَى اثْنَيْنِ وَثَلَاثِيْنَ، وَقَالَ النَّوَوِيُّ: اَلْأَصَحُّ الْمُخْتَارُ أَنَّ الشَّبَابَ مِنْ بُلُغٍ وَلَمْ يُجَاوِزِ الثَّلَاثِيْنَ ثُمَّ كُهْلٍ إِلٰى أَنْ يُجَاوِزَ الْأَرْبَعِيْنَ ثُمَّ هُوَ شَيْخٌ هٰكَذَا فِيْ فَتْحِ الْبَارِي. ❶

امام زمخشری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ شباب بلوغ سے بتیس سال کی عمر تک ہے، اور امام نووی رحمہ اللہ نے کہا صحیح یہ ہے کہ شباب بلوغ کے وقت سے لے کر تیس برس کی عمر تک ہے، تیس سے چالیس سال تک کہل (ادھیڑ پن) ہے چالیس کے بعد شیخ (بڑھاپا) ہے۔

بال سفید ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، یہ مزاجوں کے اختلاف سے مختلف ہوا کرتا ہے۔ اس تفصیل سے مقصد یہ ہے کہ بلوغ کے فوراً بعد اسلام نے شادی کرنے کا مطالبہ کیا ہے اور منشا یہی ہے کہ عمر کے اس ہنگامہ خیز زمانہ میں انسان غلط راستے پر پڑ کر عفت وعصمت کے دامن کو داغدار کرنے نہ پائے۔

لڑکے اور لڑکی کی شادی کا بار والدین پر

اس عمر میں عموماً انسان والدین کی زیر نگرانی ہوتا ہے، شادی کا سامان خود فراہم کرنا چاہے تو اکثر انسان فراہم نہیں کرسکتا۔ حیاء وشرم الگ دامن گیر ہوتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ضرورت محسوس کرنے پر والدین سے کہنے کی جرأت نہیں ہوتی اور ایسے زمانہ میں عفت وعصمت کبھی کبھی خطرہ میں گھر جاتی ہے۔ اس لئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمر کی شادی کی ذمہ داری والدین پر ڈالی ہے۔ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنِ اسْمَهُ وَأَدَبَهُ، فَإِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ فَإِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَأَصَابَ إِثْمًا، فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى أَبِيهِ. ❷

---

❶ ذخيرة العقبى في شرح المجتبى: كتاب النكاح، البحث على النكاح، ج۲۷ ص ۲۰

❷ شعب الإيمان للبيهقي: حقوق الأولاد والأهلين، ج ۱۱ ص۹۵، رقم الحديث: ۸۲۹۹

جس شخص کے بچہ ہو اس کو چاہئے کہ بچے کا اچھا نام رکھے، تعلیم وتربیت دے اور جب وہ بالغ ہوجائے تو اس کی شادی کردے، بلوغ کے بعد اگر باپ نے شادی نہیں کی اور اس سے گناہ ہوگیا تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہے۔

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں، پہلی بات یہ کہ لڑکے لڑکی کو تعلیم وتربیت دے جو اس کی آئندہ زندگی میں رہبر کا کام دے اور اس کے دل میں خشیتِ الٰہی کی پرورش کرے تاکہ یہ گناہ کے کاموں سے بچے اور دور رہے، دوسری بات یہ کہ جونہی بالغ ہو باپ اس کی شادی کردے، تاخیر اور تساہل سے کام نہ لے، کیونکہ اگر والدین کی عدمِ توجہی سے تاخیر ہوئی اور اس اثناء میں اس سے گناہ سرزد ہوگیا تو والدین بھی گناہ سے نہ بچ سکیں گے۔

دوسری حدیث میں لڑکی کے متعلق ہے:

فِي التَّوْرَاةِ مَكْتُوبٌ: مَنْ بَلَغَتِ ابْنَتُهُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُزَوِّجْهَا فَأَصَابَتْ إِثْمًا فَإِثْمُ ذَٰلِكَ عَلَيْهِ. [1]

تورات میں لکھا ہے کہ جس کی لڑکی بارہ سال کی ہوجائے اور وہ اس کی شادی نہ کرے اور اس کی لڑکی سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو وہ گناہ اس شخص (باپ) پر ہوگا۔

ان دونوں حدیثوں کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکا اور لڑکی بالغ ہوئے تو والدین پر ذمہ داری ہے کہ جلد سے جلد ان کی شادی کردیں، خود لڑکا اور لڑکی پر بھی ذمہ داری ہے کہ شادی کرنے میں ٹال مٹول نہ کرے، وقت آئے تو فوراً تیار ہوجائے اور والدین کا بھی فریضہ ہے کہ لڑکے لڑکی شادی وقت پر کردیں مگر ان کی رائے معلوم کرکے تاکہ رشتہ مضبوط ہوسکے۔

شادی کی اہمیت

والدین پر تاکید جتانے اور مسئلہ کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لئے یہ بھی فرمایا گیا ہے

[1] شعب الإيمان للبيهقي: حقوق الأولاد والأهلين، ج ۱۱ ص ۹۵، رقم الحديث: ۸۳۰۳

کہ اگر وقت پر شادی نہ ہوئی اور والدین نے اپنی ذمہ داری کا احساس نہ کیا اور اس کی وجہ سے لغزش ہوگئی اور لڑکے یا لڑکی میں سے زنا یا دواعی زنا کا ارتکاب ہوگیا تو گناہ کا ایک حصہ والدین کا بھی ہوگا اور مرتکب معصیت تو گناہ میں ڈوب ہی جائے گا۔

رشتۂ ازدواج میں استواری

رشتۂ ازدواج کے انعقاد میں اسلام نے اس کا بھی خیال رکھا ہے کہ رشتہ مضبوط سے مضبوط بنیاد پر قائم ہو، تاکہ آئندہ چل کر اس میں ضعف واضمحلال نہ پیدا ہونے پائے، اسی وجہ سے شریعت نے اس کا لحاظ رکھا ہے کہ جو دو اجنبی شادی کے رشتہ سے آپس میں مل رہے ہیں وہ دونوں اپنے عقائد واعمال، طرز معاشرت اور مسلک ومذہب میں ایک جیسے ہوں۔ اسی بنیاد پر مشرک مرد وعورت سے مسلمان مرد وعورت کی شادی کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کی یہ آیت: ﴿لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ جو مشرک کے ساتھ نکاح کی حرمت کو واضح کرتی ہے، کے ضمن میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مشرکین اور مشرکات جن کا اوپر ذکر ہوا، ان کے اقوال، ان کے افعال، ان کی محبت، ان کے ساتھ اختلاط کرنا شرک کی نفرت اور اس کی برائی کو دل سے کم کرتا ہے اور شرک کی طرف رغبت کا باعث ہوتا ہے، جس کا انجام دوزخ ہے۔ اس لئے ان کے ساتھ نکاح کرنے سے مکمل اجتناب ضروری ہے۔ ❶

محدث الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اس آیت میں مصلحت بیان کی گئی ہے کہ مسلمان جب کفار ومشرکین کے ساتھ صحبت اختیار کریں گے اور کافروں اور مسلمانوں میں مواسات کا تعلق ہوگا اور بالخصوص جب یہ تعلقات ازدواج کے طور پر ہوں گے تو دین میں فساد کا پیدا ہونا ایک لازمی امر ہے اور پھر کفر کا شعوری اور غیر شعوری طور پر قلب میں اثر انداز ہونا بھی لازمی امر۔ ❷

❶ تفسیر عثمانی: سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲۱ کے تحت، ص ۴۳

❷ حجة الله البالغة: المحرمات، ج ۲ ص ۲۰۲

یہ تو دینی نقصانات ہیں، دنیاوی طور پر نقصان یہ ہے کہ اختلاف دین کی صورت میں محبت اور پیار کی زندگی پروان نہیں چڑھ سکتی، خوشگواری کا پیدا ہونا مشکل ہے بلکہ تلخیوں کی خلیج وسیع ہوتی جائے گی جس کے نتائج میں بہت ممکن ہے عفت وعصمت خطرے میں گھر جائے یا سرے سے مقاصد نکاح ہی انجام پذیر نہ ہوسکیں۔

مسئلہ کفایت

اس مودت ومحبت اور خوشگواری کی وجہ سے خود مسلمانوں میں بھی بعض چیزوں میں کفو کا اعتبار کیا گیا ہے، مثلاً یہ کہ نیکوکار عورت کی شادی بدکار مرد سے یا نیکوکار مرد کی شادی بدکار عورت سے نہ کی جائے گی۔قرآن پاک نے بتایا:

اَلزَّانِیُ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً وَالزَّانِیَةُ لَا یَنْکِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٍ وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ. (النور: ۳)

زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا سوائے زانیہ یا مشرکہ کے اور زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا سوائے زانی یا مشرک کے اور یہ مسلمانوں پر حرام کیا گیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ زنا کار مرد اور زنا کار عورت نیک مرد اور نیک عورت کے کفو نہیں ہیں کیونکہ عملی طور پر ان دونوں میں بڑا فرق ہوگا، میل ملاپ ہونے کی امید بہت کم ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ قرآن میں کہا گیا ہے:

فَمَنْ کَانَ مُؤْمِنًا کَمَنْ کَانَ فَاسِقًا لَّایَسْتَوٗنَ. (السجدة: ۱۸)

کیا ایمان لانے والا (پستی وذلت کے) اس درجہ میں ہوگا جس درجہ میں نافرمان ہے؟ ہرگز دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔

مال میں کفو کا تقریباً اعتبار نہیں ہے، صرف امام شافعی رحمہ اللہ مالی کفو کے قائل ہیں، مگر تجربات کی روشنی میں یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو پیار اور محبت میں حائل ہو، یوں تو کبھی کبھی ثروت ودولت بھی باعث فساد ہوجایا کرتی ہے۔

نسبی کفو زیادہ قابل اعتماد نہیں

نسب میں بھی بعض ائمہ نے کفو کا اعتبار کیا ہے, غالباً عقلی مصالح ان کے پیش نظر تھے۔ تجربہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ خاندانوں کے معاشرتی اختلافات کی وجہ سے مختلف پیچیدگیاں عملی زندگی میں پیدا ہوتی ہیں لیکن جہاں تک مسئلہ کی دینی حیثیت ہے تو کفو نسبی کے معتبر ہونے میں کوئی بھی صحیح حدیث نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس ایسے آثار وروایات کا ذخیرہ کتابوں میں پایا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوت میں صحابہ میں نسبی کفو کو کسی قسم کی اہمیت نہیں دی جاتی تھی۔

بخاری نے ''باب الأکفاء في الدین'' کے عنوان کے نیچے دو ایسے واقعات نقل کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نسبی کفو کا اعتبار نہ تھا۔ پہلا واقعہ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے جو بدری صحابی ہیں کہ انہوں نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ، جو ایک انصاری عورت کے آزاد کردہ غلام تھے، ان کی شادی اپنی بھتیجی ہند بنت ولید رضی اللہ عنہا کے ساتھ کی، اور یہ ہند رضی اللہ عنہا مہاجرات میں سے ہیں۔ دوسرا واقعہ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا کا نقل کیا ہے کہ ان کی شادی حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی، حالانکہ ضباعہ رضی اللہ عنہا اپنے نسب کے اعتبار سے بہت اونچی تھی۔ ❶

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے اس پر بڑی تفصیل سے لکھا ہے اور ثابت کیا ہے کہ نسب میں کفو معتبر نہیں ہے اور اس میں شدت اختیار کرنا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے، اللہ تعالیٰ نے خاندان اور قبائل کو دنیا میں باہمی تعارف کا ذریعہ بنایا ہے۔ اسلام میں اس کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔ کیونکہ ارشاد ربانی ہے: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ. (الحجرات: ۱۳)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلاشبہ تم میں سے وہی زیادہ معزز ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرتا ہو۔

❶ صحیح البخاري: کتاب النکاح، باب الأکفاء في الدین، ج۷ ص۷، رقم الحدیث: ۵۰۸۸، ۵۰۸۹

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ. (الحجرات: ۱۰)

بلاشبہ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

نسبی کفو کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور آپ کے عہد کا عمل

یہ اور اسی طرح کی دوسری آیتیں مسلمانوں کی باہمی مساوات کو ظاہر کرتی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کو مزید اجاگر کیا ہے۔ ترمذی کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ اگر تمہارے پاس پیغام نکاح وہ بھیجیں جن کا اخلاق اور دین تم کو پسند ہے تو اس سے شادی کرلو، کیونکہ دین اور اخلاق کے ماسوا کوئی دوسری چیز کو بنیاد بناؤ گے تو روے زمین میں فتنہ وفساد کے چشمے ابل پڑیں گے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ آلَ بَنِي فُلَانٍ لَيْسُوْا لِي بِأَوْلِيَاءَ، إِنَّ أَوْلِيَائِيَ الْمُتَّقُونَ حَيْثُ كَانُوا وَأَيْنَ كَانُوا. ❶

بنی فلاں کی اولاد میرے اولیاء نہیں ہیں، میرے اولیاء متقی لوگ ہیں جہاں ہوں اور جس طرح کے ہوں۔

پھر یہ بات بھی کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش قرشیہ رضی اللہ عنہا کی شادی اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کی۔ ❷

فاطمہ بن قیس فہری رضی اللہ عنہا کی شادی زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے کی۔ ❸

---

❶ زاد المعاد: فصل: صلى الله عليه وسلم في الكفائة في النكاح، ج۵ ص ۱۴۴ ”سنن أبي داؤد“ میں یہ الفاظ ہیں ”وإنما أوليائي المتقون“ بے شک میرے دوست متقی وپرہیزگار لوگ ہیں۔ سنن أبي داؤد، كتاب الفتن والملاحم، باب ذكر الفتن ودلائلها، ج۴ ص ۹ رقم الحديث: ۴۲۴۲ ❷ الإصابة في تمييز الصحابه: حرف الزاء، من اسمه زيد، ترجمة: زيد بن حارثة، ج۲ ص ۴۹۶ ❸ صحيح مسلم: كتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها. ج۲ ص ۱۱۱۴، رقم الحديث: ۱۴۸۰

حضرت بلال بن رباح حبشی رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ سے ہوئی۔ ❶

اس طرح کے واقعات کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جائے کہ نسب میں برابری کی کتنی اہمیت باقی رہ جاتی ہے، اس ساری تفصیل کا مقصد یہ ہے کہ کفو کے مسئلہ میں سختی اختیار نہ کی جائے۔

نکاح کا اعلان

اسلامی قوانین عفت میں تمام فتنہ وفساد کے سرچشموں کو بند کرنے کی کوشش کی گئی ہے، معاشرہ کے اندر جس چیز سے بداخلاقی نشو ونما پاسکتی ہے حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے اس کو بند کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نکاح کا اعلان بڑی حد تک ضروری سمجھا ہے کیونکہ اگر نکاح کا اعلان نہ ہو تو اس راستہ سے فتنوں کے سر اٹھانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ واضح طور پر نکاح اور ناجائز تعلقات کے درمیان فرق کرنے والی کوئی حد ضرور ہونی چاہیئے تاکہ کوئی شک وشبہ تک باقی نہ رہے اور آدمی ذہنی گمراہی میں مبتلا نہ ہو۔

اوپر اشارہ کر آیا ہوں کہ نکاح کی صحت کی شرط یہ بھی ہے کہ کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اس معاملہ کی گواہ ہوں جو نکاح کی مجلس میں موجود ہوں اور ایجاب وقبول اس طرح ہو کہ گواہ سن سکیں اور بہتر یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ آدمی شریک ہوں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

أَعْلِنُوا هَذَا النِّكَاحَ، وَاجْعَلُوهُ فِي المَسَاجِدِ، وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالدُّفُوفِ. ❷

اس نکاح کا اعلان کرو اور نکاح مسجد میں کرو اور اس پر دف بجاؤ (تاکہ خوب اعلان ہو جائے)۔

---

❶ سنن الدار قطني: كتاب النكاح، باب المهر، ج۴ ص ۴۶۲، رقم الحديث: ۳۷۹۷

❷ سنن الترمذي: أبواب النكاح، باب ما جاء في إعلان النكاح، ج۳ ص ۳۹۰، رقم الحديث: ۱۰۸۹

مسجد میں نکاح کا ایک بڑا فائدہ اعلان کا حصول بھی ہے، جہاں آزادی کے ساتھ ہر خاص وعام آسکے، کسی کو پہنچنے میں کوئی اعتراض باقی نہ رہے اور دف بجانے کا مقصد اعلان کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ اسلام میں فضول لہو ولعب کی گنجائش نہیں رکھی گئی ہے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَصْلُ مَا بَيْنَ الحَرَامِ وَالحَلَالِ، الدُّفُّ وَالصَّوْتُ. ❶

حلال اور حرام میں حد فاصل (نکاح کی) شہرت اور دف ہے (کہ لوگوں کو خبر ہو)۔

اعلان کی ضرورت

واقعہ یہ ہے کہ اگر نکاح کا اعلان ضروری قرار نہ دیا جائے تو پھر لوگ چوری چھپے اور ناجائز آشنائی کو بھی نکاح کی صف میں لا کر ملادیں اور اس طرح ایک چور دروازہ قائم ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں اسی وجہ سے سختی کے ساتھ روکا ہے کہ عفت مقصود ہو صرف ہوس رانی نہ ہو۔ اس سلسلہ میں قرآن پاک میں ایک جملہ لاکر اس طرح اشارہ کیا گیا کہ نکاح اعلان کے ساتھ ہونا چاہئے، ارشاد ربانی ہے:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ. (النساء: ۲۴)

وہ مرد پارسا ہو، محض شہوت پوری کرنا مقصد نہ ہو اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والا۔ عورتیں پاکباز ہوں صرف شہوت پوری کرنا مقصد نہ ہو اور نہ چھپے چوری آشنائی کرنے والیاں۔

ان آیات میں معجزانہ پیرایۂ بیان اختیار کیا گیا ہے اور اعلان کی اہمیت ظاہر کی گئی ہے۔

نکاح کی شہرت بذریعہ دعوتِ ولیمہ

نکاح کے اعلان کی ایک اور صورت اختیار کی گئی ہے کہ جس کی دلچسپی اور پاکیزگی کا

---

❶ سنن الترمذي: كتاب النكاح، باب ما جاء في إعلان النكاح، ج۳ ص ۳۹۰، رقم الحديث: ۱۰۸۸

ہر ایک کو اعتراف کرنا پڑتا ہے، وہ یہ ہے کہ عورت کے پاس شب باشی کے بعد دعوتِ ولیمہ مستحب ہے، حدیثوں میں دعوت ولیمہ کی خاص تاکید آئی ہے خود ذات بابرکت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس دعوت کا اہتمام کیا ہے اور لوگوں کو ولیمہ کا کھانا کھلایا ہے۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے جب آپ نے عقد کیا تو بکری ذبح کی اور اس کے گوشت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی دعوتِ ولیمہ کی۔ ❶

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو حیس پکوایا اور لوگوں کو کھلایا۔ ❷

حیس ایک خاص طرح کا عربی کھانا ہوتا ہے جو کھجور، پنیر اور گھی کو ملا کر بنتا ہے، حتی کہ بعض ازواج مطہرات میں اور کچھ فراہم نہ ہوسکا تو دو مد جو سے دعوت کی۔

صحابہ کرام کو بھی دعوتِ ولیمہ کی تاکید فرمائی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ. ❸

(مجھ سے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دعوت ولیمہ کرو، گو ایک ہی بکری سے کرو۔

بعض لوگوں نے اسی وجہ سے اس دعوت کو واجب کہا ہے مگر صحیح یہی ہے کہ سنت ہے یا مستحب، جس کو جو میسر ہو اس سے دعوت ولیمہ کرے، کچھ لوگوں کو بھی کھلانے سے ولیمہ ہو جائے گا۔ اسلام کی یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ قرض لے کر یا سود پر رقم لے کر ضرور دعوت ولیمہ کرے۔

دعوتِ ولیمہ کا قبول کرنا

اور پھر غور فرمایئے، دعوت ولیمہ کا ایک طرف حکم ہے اور دوسری طرف جن لوگوں کو

---

❶صحيح البخاري: كتاب التفسير، باب قوله لا تدخلوا بيوت النبي صلى الله عليه وسلم ...... إلخ، ج٦ ص ١١٩، رقم الحديث: ٤٧٩٢ ❷صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب الوليمة ولو بشاة، ج٧ ص ٢٤، رقم الحديث: ٥١٦٩ ❸صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب الوليمة ولو بشاة، ج٧ ص ٢٤، رقم الحديث: ٥١٦٧

دعوت ملے ان کو حکم ہے کہ ضرور دعوت ولیمہ میں شریک ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى وَلِيمَةِ عُرُسٍ فَلْيُجِبْ. ❶

شادی میں جب کسی کو دعوت ولیمہ دی جائے تو اس کو قبول کرنا چاہیئے۔

مفلس کو بھی دعوت دی جائے

پھر تاکید نبوی ہے کہ دعوت ایسی نہیں ہونی چاہئے کہ مالداروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے، بلکہ بھوکوں اور غریبوں کو بھی بلایا جائے۔ ارشاد نبوی ہے:

شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الوَلِيمَةِ، يُدْعَى لَهَا الأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الفُقَرَاءُ، وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ❷

بدترین کھانا ولیمہ کا وہ کھانا ہے جس میں مالدار بلائے جائیں اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے اور جس نے دعوت ولیمہ میں (باوجود دعوت کے) شرکت نہ کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

ان حدیثوں کو سامنے رکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس دعوت کی کتنی اہمیت ہے، اس میں اظہار خوشی کے ساتھ ساتھ ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ نکاح کی خوب شہرت ہوتی ہے اور کسی کو شک وشبہ کا موقع نہیں ملتا۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اعلان اور شہرت کا بڑی حد تک مقصد یہی ہے کہ عفت وعصمت کی پوری طرح حفاظت کی جائے، اور کوئی اس راستہ سے ناجائز طور پر عفت وعصمت کی مٹی پلید کرنے نہ پائے، اور نہ نکاح کا نام لے کر کوئی بدنیت کوئی دوسری کارروائی کرسکے، اور ساتھ ہی جائز نکاح کے سلسلہ میں کسی کے دل میں شکوک وشبہات نہ رہ جائیں۔

---

❶ سنن ابن ماجه: كتاب النكاح، باب إجابة الداعي، ج ۱ ص ۶۱۶، رقم الحديث: ۱۹۱۴. ❷ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب من ترك الدعوة فقد عصى الله ورسوله، ج ۷ ص ۲۵، رقم الحديث: ۵۱۷۷

جائز لطف اندوزی کی آزادی

شادی ہو جانے کے بعد اسلام نے اس کا پورا موقع دیا ہے کہ شوہر بیوی سے اور بیوی شوہر سے دستور کے مطابق لطف اندوز ہوں، اس سلسلہ میں کوئی ادنیٰ رکاوٹ بھی باقی نہیں رکھی گئی ہے اور نہ دوسروں کی رکاوٹ برداشت کی گئی ہے۔ باہمی لطف اندوزی میں دن رات کی کوئی قید نہیں، گرمی سردی کا کوئی سوال نہیں، بہار وخزاں کی کوئی شرط نہیں، برسات اور غیر برسات کی کوئی بات نہیں اور نہ کسی غیر شرعی مداخلت کی گنجائش ہے۔

صرف سال کے کچھ حصوں میں ممانعت

پورے سال میں ایک مہینہ رمضان کا آتا ہے جس میں روزہ دونوں پر فرض ہے اور حالت روزہ میں صحبت کی اجازت نہیں ہے، پھر بھی باہم گفتگو اور دلچسپی کی باتوں کی ممانعت نہیں کی گئی ہے، بہرحال ممانعت کا تعلق صرف روزے کی حد تک ہے، افطار کے بعد تو رمضان میں بھی آزادی عطا کی گئی۔ خود قرآن ہی میں صراحتاً فرما دیا گیا ہے:

اُحِلَّ لَكُمۡ لَيۡلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمۡ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لِبَاسٌ لَّهُنَّ.
(البقرة: ۱۸۷)

روزوں کی راتوں میں تمہارے لئے اپنی عورتوں کے پاس جانا جائز کر دیا گیا ہے، وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔

اس آیت میں رمضان کی رات کا نام لیا گیا ہے۔ ایک دوسری آیت میں تذکرہ ہے کہ غروب آفتاب کے بعد میاں بیوی کے لئے ہم بستری جائز ہے۔ یہ اجازت ایسی ہے کہ کھانے پینے کی عام اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَالۡـٰٔنَ بَاشِرُوۡهُنَّ وَابۡتَغُوۡا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمۡ وَكُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الۡخَيۡطُ الۡاَبۡيَضُ مِنَ الۡخَيۡطِ الۡاَسۡوَدِ مِنَ الۡفَجۡرِ. (البقرة: ۸۷)

سو تم ان کے پاس جاؤ اور جو تمہارے لئے تجویز کر دیا ہے اس کا سامان کرو اور کھاؤ پیو، اس وقت تک کہ تمہارے لئے سفید دھاگا (صبح کی روشنی) سیاہ دھاگا (رات کے اندھیرے) سے واضح ہو جائے۔

رمضان کے علاوہ نفلی روزہ کے لئے عورت کو حکم ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے کہ کسی بھی وقت اس کو بیوی کی حاجت ہو سکتی ہے۔

حیض ونفاس

دو مواقع اور ہیں جن میں عورت قدرتی گندگی میں مبتلا رہتی ہے، ایک حیض کا وقت ہے جو خون غیر حاملہ کو ہر مہینہ آیا کرتا ہے، جس کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے اور کم سے کم تین دن، دوسرا نفاس کا زمانہ ہے کہ عورت جب بچہ جنم دیتی ہے تو اس کے بعد مسلسل کئی ہفتے اس کو خون آتا رہتا ہے، اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس یوم ہے اور کم کے لئے کوئی خاص مدت معین نہیں ہے۔ ان دنوں میں بھی صحبت کرنے سے پرہیز کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہ گندگی کا زمانہ ہے، طبعاً ایسے وقت میں عورت کے پاس جانے سے نفرت ہوتی ہے۔ دوسرے مہلک امراض کے پیدا ہونے کا بھی خطرہ رہتا ہے۔ قرآن پاک نے اس کا تذکرہ کیا ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهَ.

(البقرة: ۲۲۲)

لوگ آپ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ وہ گندی چیز ہے پس تم حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں، پھر جب وہ اچھی طرح پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آ ؤ جاؤ جس جگہ سے اللہ تعالیٰ نے تم کو اجازت دی ہے۔

اس حیض ونفاس کے بعد پھر کوئی رکاوٹ نہیں ہے، ان چند دنوں میں عورتیں آرام کر کے تازہ دم ہو جاتی ہیں اور حیض کے بعد ان میں حمل کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔ ان مواقع کے علاوہ اگر کوئی شرعی قباحت پیش نہیں آ گئی ہے تو ہر وقت زن وشو باہم مل سکتے ہیں اور تسکین نفس حاصل کر سکے ہیں، اس سے زیادہ آزادی اس باب میں اور کیا مل سکتی ہے!

عورتوں سے تمتع کا بلیغ بیان

قرآن پاک نے زن وشو کے باہمی تعلقات کے لئے جو عنوان اختیار کیا ہے وہ بڑا ہی بلیغ اور دونوں کے باہمی داعیاتِ فطرت کی تکمیل کے لئے جو طرز تعبیر مقرر کیا ہے وہ بہت ہی مہذب اور پاکیزہ ہے۔ ابھی ابھی سورۂ بقرہ کی آیت گزری ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ. (البقرۃ: ۸۷)

وہ (عورتیں) تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو۔

اس آیت میں ہر ایک کو دوسرے کے لئے پوشاک قرار دیا گیا ہے۔ عورت مرد کی عفت وعصمت کی حفاظت کرتی ہے اور مرد عورت کے ناموس کو بربادی سے بچاتا ہے، اسی طرح عورت مرد کے لئے زینت ہے اور مرد عورت کے لئے لباس ہے کہ جس طرح جب جی چاہتا ہے لباس زیب تن کر لیتا ہے، یہی حال زن وشو کا ہے کہ ہر ایک دوسرے سے جس وقت چاہیں مل سکتے ہیں، اس میں محبت اور یگانگت کی طرف بھی لطیف اشارہ ہے جو ازدواجی تعلق کی جان ہے۔ ''لباس'' کے لفظ میں یہ ساری باتیں مندرج ہیں۔ ایک دوسری آیت میں عورت کو کھیتی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ارشاد ہے:

نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ. (البقرۃ: ۲۲۲)

تمہاری بیویاں تمہارے لئے کھیت ہیں، سو اپنے کھیت میں جس طرف سے ہو کر چاہو، آؤ۔

اغلام بازی کی حرمت

عورت مرد کے لئے بمنزلہ کھیتی ہے، اس کھیتی سے مرد کو متمتع ہونے کا حق ہے، اسی لئے عورت سے جو اولاد ہوتی ہے وہ بھی باپ ہی کی کہی جاتی ہے۔ اس آیت میں اس بات کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ دوران صحبت کسی خاص شکل یا ہیئت کی پابندی ضروری نہیں ہے، البتہ ''حرث''، یعنی کھتی کا لفظ خود بتا رہا ہے کہ پیداواری کی حدود تک یہ حکم محدود ہے۔ اسی وجہ سے اغلام حرام ہے کیونکہ یہ انسانی تخم کی بربادی ہے نہ کہ اس کی کاشت۔ مذکورہ بالا

آیت سے بعضوں کو غلط فہمی ہوئی ہے، اس غلط فہمی کے ازالے کے لئے ''حرث''، ہی کا لفظ کافی ہے۔ ماسوا اس کے کہ صحیح حدیثوں میں گزر چکا کہ غیر فطری استعمال خواہ بیوی ہی کے ساتھ ہو قطعی حرام ہے۔ قرآن نے ایک دوسری جگہ اس کی صراحت کی ہے کہ عورت کی اگلی طرف میں ہی آنا چاہئے:

فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهَ. (البقرة: ۲۲۲)

تم ان کے پاس آؤ جاؤ جس جگہ سے تم کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔

اور یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ حکم صرف کاشت والی جگہ ہی کا ہے اس حصہ میں نہیں جو حیوان بھی پسند نہیں کرتا اور جس کی وجہ سے آدمی انسانیت کو پامال کرتا ہوا جانوروں سے بھی نیچے گر جائے، بھلا اس کو اسلام کیسے جائز رکھ سکتا ہے۔ حدیث میں کھلے طور پر اس سے روکا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَتَى حَائِضًا، أَوِ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا، أَوْ كَاهِنًا، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ. ❶

جو شخص حائضہ کے پاس آئے یا کسی عورت سے اغلام کرے یا کسی کاہن کے پاس آئے، اس نے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دیا۔

لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَى رَجُلٍ أَتَى رَجُلًا أَوِ امْرَأَةً فِي الدُّبُرِ. ❷

جو شخص کسی مرد سے اغلام کرے یا کسی عورت سے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔

مَنْ أَتَى النِّسَاءَ فِي أَعْجَازِهِنَّ فَقَدْ كَفَرَ. ❸

جن لوگوں نے عورتوں سے اغلام کیا وہ کافر ہو گئے۔

اس مسئلہ کے بعض پہلوؤں کا ذکر آگے اپنے محل پر کیا جائے گا۔

❶ سنن الترمذي: أبواب الطهارة، باب ما جاء في كراهية إتيان الحائض، ج ۱ ص ۲۴۲، رقم الحديث: ۱۳۵ ❷ سنن الترمذي: أبواب النكاح، باب ماجاء في كراهية إتيان النساء في أدبارهن، ج ۳ ص ۴۶۱، رقم الحديث: ۱۱۶۵ ❸ المعجم الأوسط للطبراني: ج ۹ ص ۷۸، رقم الحديث: ۹۱۷۹

پیار ومحبت

میاں بیوی کے تعلقات کو قرآن نے محبت اور پیار کی زندگی سے تعبیر کیا ہے اور سکون وطمانیت کی زندگی بتایا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی اہم نشانیوں میں زن وشو کے تعلق کو ایک اہم نشانی قرار دیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً. (الروم: ۲۱)

اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے جوڑا پیدا کیا تا کہ تم ان کے پاس چین حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان پیار اور مہربانی رکھی۔

ایک دوسری آیت میں اس سے ملی جلی پرسکون زندگی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔رب العزت کا فرمان ہے:

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا.

(الأعراف: ۱۸۹)

وہی ذات ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا، تا کہ وہ اس سے چین حاصل کرے۔

یہ اور اس طرح کی دوسری آیتیں ہیں جو زن وشوئی تعلقات کو عمدہ پیرایہ میں بتاتی ہیں اور انسان کی رہنمائی کرتی ہیں کہ انسان اپنے ان پاک طریقوں سے اپنی جنسی خواہشوں کی تسکین کرے اور روحانی بے چینی کا مداوا تلاش کرے، اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو جوڑا پیدا کیا کہ تنہائی کی بے چینی میں دوسرا غمگسار بنے اور اس طرح دونوں مطمئن زندگی گزار سکیں۔

بیوی بچوں کی محبت اور اس پر تنبیہ

بیوی بچے انسان کو طبعاً اتنے محبوب ہوتے ہیں کہ انسان کبھی ان میں الجھ کر اللہ تعالیٰ

کے فرمان بھول جاتا ہے، لذت ومسرت اور کیف وانبساط کی خوشگوار زندگی میں محو ہوجاتا ہے اور یہ دولت وراحت جس مالک نے عطا کی ہے اس کی یاد سے غفلت طاری ہوجاتی ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو تنبیہ فرمائی اور آگاہ کیا:

یٰاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجِكُمۡ وَاَوۡلَادِكُمۡ عَدُوًّا لَّكُمۡ فَاحۡذَرُوۡهُمۡ وَاِنۡ تَعۡفُوۡا وَتَصۡفَحُوۡا وَتَغۡفِرُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ. (التغابن: ۱۴)

اے ایمان والو! بے شک تمہاری بیویاں اور اولاد تمہارے دشمن ہیں سو ان سے بچتے رہو، اور اگر معاف کردو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بیوی بچوں کی محبت اور فکر میں گم ہوکر اللہ کو اور اس کے احکام کو بھلا دیتا ہے، ان تعلقات کے پیچھے کتنی برائیوں کا ارتکاب کرتا اور کتنی بھلائیوں سے محروم رہتا ہے، بیوی اور اولاد کی فرمائشیں اور رضا جوئی اسے کسی وقت دم نہیں لینے دیتیں۔ اس چکر میں پڑ کر آخرت سے غافل ہوجاتا ہے۔ظاہر ہے جو اہل وعیال اتنے خسارہ اور نقصان کا سبب بنیں، وہ حقیقتاً دوست نہیں کہلا سکتے بلکہ بدترین دشمن ہیں، جن کی دشمنی کا احساس بھی بسا اوقات انسان کو نہیں ہوتا، اس لئے حق تعالیٰ نے متنبہ فرمادیا کہ ان دشمنوں سے ہوشیار رہو اور ایسا رویہ اختیار کرنے سے بچو جس کا نتیجہ ان کی دنیا سنوارنے کی خاطر اپنا دین برباد کرنے کے سوا کچھ نہ ہو، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا میں سب بیویاں اور ساری اولاد اس قماش کی ہوتی ہے، بہت اللہ کی بندیاں ہیں جو اپنے شوہروں کے دین کی حفاظت کرتی اور نیک کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتی ہیں اور کتنی ہی سعادت مند اولاد ہے جو اپنے والدین کے لئے باقیات صالحات بنتی ہیں۔ ❶

❶ تفسیر عثمانی: سورہ تغابن آیت نمبر۱۴کے تحت،ص ۷۳۹

شوہر کے فرائض واختیار

اس جائز لطف اندوزی کے برقرار رہنے اور رشتۂ ازدواج کی استواری کے لئے اسلام نے کچھ حقوق اور احکام بیان کئے ہیں اور ان کے اوپر عمل پیرا ہونے کی تاکید کی ہے۔ یہ ایک مسلم بات ہے کہ دو اجنبی جو نکاح کے رشتہ سے مل رہے ہیں الگ الگ دل و دماغ اور فکر و عمل رکھتے ہیں، بسا اوقات دونوں کی طرز معاشرت میں بھی کسی نہ کسی درجہ میں فرق ہوتا ہے، اس لئے دونوں میں کلی موافقت پہلی ملاقات ہی میں ہو جانا ایک بعید از قیاس بات ہے۔ پھر عورت و مرد کے دماغی توازن میں یکسانیت بھی غیر ممکن ہے، دونوں کی فطرت میں بھی قدرت نے کچھ خاص عادات و اخلاق مرکوز رکھے ہیں، ان ساری باتوں کو پیش نظر رکھ کر اسلام نے مرد کو عورت کے تعلقات کے سلسلہ میں کچھ ضروری ہدایات دی ہیں اور کچھ اختیارات سپرد کئے اور اسی طرح عورتوں کے کچھ فرائض واختیارات ہیں۔ یہاں پہلے شوہر کے فرائض واختیارات کا اجمالی بیان ہوگا۔

صبر وتحمل

زندگی کے کسی موڑ پر میاں بیوی میں کشیدگی کا پیدا ہونا کوئی حیرت انگریز واقعہ نہیں ہے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں شیطان کو بہکانے کا موقع ہاتھ آجاتا ہے اور اس سے ''عفت وعصمت'' کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے، پھر اس وقت اور بھی جبکہ عورتیں نازک طبع، تند خو اور تلون مزاج ہوتی ہیں۔ اس لئے اسلام میں ان حقائق وواقعات سے چشم پوشی اختیار نہیں کی گئی ہے۔ عورتوں کی فطری کمزوریوں کو پیش نظر رکھ کر مردوں کو اس سلسلہ میں مفید ہدایات دی گئی ہیں، تا کہ زن وشو کی باہمی زندگی میں ناخوشگواری نہ آنے پائے اور اگر عورتوں کے کسی قول وفعل سے ان کو اذیت پہنچے تو ایسے موقع پر صبر وتحمل سے کام لیا جائے۔

ارشاد ربانی ہے:

وَ عَاشِرُوْهُنَّ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا. (النساء: ١٩)

اوران عورتوں کے ساتھ حسن وخوبی سے گزر بسر کرو اور اگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے۔

اس آیت میں ایک جامع ہدایت ربانی ہے کہ مردوں کو اگر ان کی بیویاں ناپسند ہوں اور طبیعت کے تقاضے کے خلاف معلوم ہوں تو ایسے وقت جذبات کی جگہ عقل سے کام لینا چاہیے اور ناگواری کو برداشت کرنا چاہیے، کیونکہ یہ کوئی عجوبہ نہیں ہے کہ انسان کو اپنی افتادِ طبع کی وجہ سے ایک چیز ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں کوئی منفعت مضمر ہو، جو اس کے لئے دین و دنیا دونوں میں خیر وبرکت کا باعث ہو اور سب سے اہم حکیمانہ نکتہ وہ ہے جس کی طرف اس ارشاد نبوی میں اشارہ کیا گیا ہے:

لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ. ❶

کوئی مسلمان مرد کسی مسلمان عورت کو اس لئے مبغوض نہ رکھے کہ اس کی کوئی عادت ناگوار لگتی ہے، اس لئے کہ اگر ایک عادت ناپسند ہے تو اس کی کوئی دوسری عادت پسندیدہ ہوگی۔

اور یہی واقعہ ہے کہ برے پہلوؤں کے ساتھ بھلائی کے پہلو بھی عموماً عورت میں پائے جاتے ہیں، پس چاہیے کہ آدمی برائیوں کی تلافی بھلائی کے پہلوؤں سے کرتا رہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی طبعی وفطری کمزوری کی نشاندہی فرماتے ہوئے مردوں کو ہدایت فرمائی:

وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا. ❷

❶ صحيح مسلم: كتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء، ج۲ ص ۱۰۹۱، رقم الحديث: ۱۴۶۷ ❷ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب الوصاة بالنساء، ج۷ ص ۲۶، رقم الحديث: ۵۱۸۶

تم وصیت قبول کرو کہ عورتوں سے بھلائی کرو گے، کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا حصہ اوپر والا ہے، لہٰذا تم اگر اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالو گے اور اگر چھوڑ دو گے تو ہمیشہ کے لئے کجی رہ جائے گی، اس لئے عورتوں کے متعلق نصیحت قبول کرو۔

اس حدیث میں بتایا گیا کہ ٹیڑھا پن عورتوں کی سرشت میں داخل ہے، اس سے جدا نہیں ہوسکتا۔ ہاں ان کی ضروری حد تک اصلاح ہوسکتی ہے اور وہ بھی پیار اور محبت سے، اس لئے اس کی تو کوشش ہی نہ کی جائے کہ وہ بالکل سیدھی ہوجائے اور ہر چیز اور ہر کام میں مرد کی موافقت کرے، کیونکہ دونوں کی طبیعت دو طرح پیدا کی گئی ہے۔ اگر کسی نے غلط فہمی سے ایسی کوشش کی تو اطمینان کی بجائے بلا ہی سامنے آئے گی۔ ہاں اس سے غافل بھی نہیں ہونا چاہئے کہ عورت اپنی من مانی کارروائی پر اتر آئے۔ کیونکہ میاں بیوی کے درمیان جو تعلقات ہیں وہ بہت گہرے ہیں، گھر کا سارا نظام دونوں کی مصالحت اور اتحادِ عمل میں مضمر ہے۔ عورت زندگی کی ساتھی ہے اس سے ایک لمحہ کے لئے بھی ہم بے نیاز نہیں ہوسکتے۔ اگر باہر کا سارا نظام مرد درست رکھتا ہے تو گھر کا سارا اندرونی نظام عورت کے ہاتھ میں ہے۔ گھر میں کھانے پینے کا نظم، بچوں کی پرورش اور ان کی تربیت اور اس طرح کی دوسری تمام چیزیں عورت سے تعلق رکھتی ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ میاں بیوی میں یگانگت اور موافقت نہ ہو اور زندگی کی گاڑی تیز رفتاری سے رواں دواں ہو۔ جس نے کہا سچ کہا کہ ''مرد اور عورت زندگی کی گاڑی کے لئے دو پہیے ہیں'' بغیر ان کی آپس کی دوستی اور اتحادِ عمل کے یہ گاڑی نہیں چل سکتی۔

اوپر والی حدیث کے سلسلہ میں صاحب فتح الباری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئی تھیں، اس وقت حضرت آدم علیہ السلام سوئے ہوئے تھے، اس لئے آپ کو اس کی خبر نہ ہوئی۔

رفق وملاطفت

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے بعد یہ باب باندھا ہے: ”بـاب قـولـه: قُـوْا اَنْـفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا“ جس کا منشاء یہ ہے کہ عورتوں کو ان کی حالت پر نہیں چھوڑنا چاہئے، بلکہ نرمی سے بتدریج اصلاح کی سعی پیہم کرنی چاہئے کہ مرد پر اس قدر اصلاح کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ نیز حدیث مذکور میں اس طرف رہنمائی کی گئی ہے کہ عورتوں کے ساتھ مدارات اور ملاطفت کا برتاؤ ناگزیر ہے جو دلوں میں محبت والفت کا باعث ہو، پھر ساتھ ہی یہ تدبیر بھی ہے کہ عورتوں کی بہت سی باتوں سے عفو ودرگزر کیا جائے اور ان کی بدخلقی پر صبر وتحمل سے کام لیا جائے۔

بات سمجھنے کی ہے کہ عورت میں جب پیدائشی طور پر ٹیڑھاپن ہے تو اس کا بالکلیہ استیصال کیسے ممکن ہے، ہاں محبت اور نرمی سے اس کی اصلاح بقدر ضرورت ہوسکتی ہے، جس میں کوئی اشکال نہیں۔ نرمی اور محبت سے سمجھانے کا مطلب یہ ہے کہ بیوی کو اپنا پورا اعتماد دے کر بتایا جائے کہ تم اپنے مقام کو پہچانو، تمہاری ذرا سی لغزش سے اتنے فتنے اٹھ سکتے ہیں۔ اس بات سے تمہارے خاندانی وقار کو بھی ٹھیس لگے گی اور تمہارے پیارے شوہر کے لئے بھی یہ ضرر رساں ثابت ہوگی۔ اگر بیوی دیندار اور غیرت مند ہے تو یہی پہلو اختیار کیا جائے۔ الغرض عورت کے مزاج کا لحاظ بہر حال ضروری ہے۔

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو تحمل مزاجی کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

اَلْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ، إِنْ أَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا، وَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ. ❶

عورت پسلی کی ہڈی کی طرح ٹیڑھی ہے اگر اس کو سیدھا کرو گے تو توڑ ڈالو گے
اور اگر فائدہ اٹھانا چاہو گے تو اس کی کجی کے ساتھ فائدہ اٹھا سکو گے۔

---

❶ صحیح البخاری: کتاب النکاح، باب المداراة مع النساء، ج۷ ص۲۶، رقم الحدیث: ۵۱۸۴

اس سے واضح روایت مسلم شریف کی ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ لَنْ تَسْتَقِيمَ لَکَ عَلَى طَرِيقَةٍ، فَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَبِهَا عِوَجٌ، وَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا، كَسَرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا. ❶

> عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، بالکل سیدھی ہرگز نہیں ہوگی، اس سے فائدہ کے حصول کی خواہش ہو تو اس کی کجی کے ساتھ فائدہ حاصل کر سکتے ہو اور اگر بالکل سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالو گے اور اس کو توڑنا اس کو طلاق دینا ہے۔

عورت کی تلون مزاجی

تجربات کی دنیا میں ان حدیثوں کے سمجھنے میں ذرا بھی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ ہم اپنی زندگی میں مشاہدات کرتے ہیں کہ عموماً عورتیں ضدی، اپنی بات پر اڑ جانے والی اور درشت خو ہوتی ہیں، پھر ان کو کسی حالت پر بھی قرار نہیں۔ خوش رہیں تو سراپا امتنان وتشکر اور اگر خفا ہو جائیں تو ناشکری کی آخری سرحد بھی پار کر جائیں، سورج گرہن والی حدیث میں عورتوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول موجود ہے:

يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ، لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ، ثُمَّ رَأَتْ مِنْکَ شَيْئًا، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْکَ خَيْرًا قَطُّ. ❷

> عورتیں شوہروں کی ناشکر گزار ہوتی ہیں اور ان کے احسان کی منکر، تم اگر ان کے ساتھ زندگی بھر احسان کرو پھر اگر کوئی بات تمہاری طرف سے ان کی طبیعت کے خلاف ہوگئی تو بول اٹھیں گی کہ میں نے کبھی تم سے کوئی بہتری نہیں دیکھی۔

مرد ایک ایک بات پر اگر دار و گیر شروع کر دے تو نباہ مشکل ہو جائے، مرد میں نسبتاً

❶ صحيح مسلم: كتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء، ج٢ ص ١٠٩١، رقم الحديث: ١٤٦٨ ❷ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب كفران العشير وهو الزوج وهو الخليط من المعاشرة، ج٧ ص ٣١، رقم الحديث: ٥١٩٧

ضبط وتحمل کا مادہ زیادہ ہوتا ہے، اس لئے اس پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ اگر کوئی باہمی زندگی میں نازک موقع آجائے تو صبر وتحمل کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ دے، عورت اس معاملہ میں کمزور ہے۔

جدید تحقیقات اور عورت

فرید وجدی آفندی نے ''المرأة المسلمة'' نامی کتاب میں عورت کے مزاج کے متعلق کافی بحث کی ہے۔ مولانا آزاد رحمہ اللہ نے اس کتاب کا ترجمہ اور تلخیص کی ہے، جس کا نام ''مسلمان عورت'' رکھا ہے۔ اس کتاب میں ایک جگہ فرید وجدی نے انیسوی صدی کے انسائیکلوپیڈیا کے حوالہ سے لکھا ہے:

درحقیقت عورت کی جسمانی ترکیب قریب قریب بچے کی جسمانی ترکیب کے واقع ہوئی ہے، اسی لئے تم دیکھتے ہو کہ بچے کی طرح عورت کا حاسہ بھی ہر قسم کے اثر سے بہت جلد اور بہت زیادہ متاثر ہوجاتا ہے۔ بچے کا قاعدہ ہے کہ اگر کوئی رنج اور افسوس کا واقعہ پیش آئے تو فوراً رونے لگتا ہے اور اگر کوئی خوشی کی بات ہو تو بے اختیار ہوکر اچھلنے کودنے لگتا ہے۔ قریب قریب یہی حال عورتوں کا ہے کہ بہ نسبت مرد کے بہت زیادہ اس قسم کے جذبات سے متاثر ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ مؤثرات اس کے تصور پر اس طرح اثر ڈالتے ہیں کہ عقل کا ان سے لگاؤ نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں استقلال نہیں ہوتا اور اسی لئے سخت اور خوفناک مواقع پر عورت ثابت قدم نہیں رہ سکتی۔ (1)

عورت کے عضلات

عورت اپنی قوت میں بھی مرد کے مقابل نہیں ہے۔ صبر وتحمل کا مادہ اس میں فطرتاً کم ہے، کیونکہ ضبط اور برداشت کی قوت کا دار ومدار عضلات کی طاقت پر ہے اور عورت کے عضلات نسبتاً کمزور ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر دوفارینی انسائیکلوپیڈیا میں لکھتا ہے:

مجموعی حیثیت سے اگر دیکھا جائے تو عورت کے جسم کے عضلات مرد کے عضلات

(1) مسلمان عورت: ص ۴۱

سے اس درجہ مختلف ہیں اور حجم اور قوت کے لحاظ سے اول الذکر (عورت) کے عضلات اس قدر ضعیف ہیں کہ اگر ان کی طبعی قوت کے تین حصے کئے جائیں تو دو حصے قوت مرد کے حصہ میں آئے گی اور صرف ایک حصہ قوت عورت میں ثابت ہوگی۔ عضلات کی حرکت کی سرعت اور ضبط کا بھی یہی حال ہے۔ مرد کے عضلات جسمی عورت کی نسبت حرکت میں زیادہ تیز اور اپنے فعل میں زیادہ قوی ہیں۔

عورت میں خوبیاں

مگر اس کے ساتھ ساتھ عورت میں بہت سی خوبیاں بھی ہیں جو مرد کو بہت بھاتی ہیں اور جن سے مرد کو قلبی سکون واطمینان میسر ہوتا ہے۔ اس لئے عورت کے ایک پہلو کی کمزوری سامنے رکھ کر اس کو طعنہ زنی کا نشانہ نہیں بنانا چاہئے۔

تجربات کی دنیا میں اسے ماننا پڑے گا کہ عورتیں عموماً جفاکش، ❶ قناعت پسند، شوہر پر جان چھڑکنے والی، بچوں کی پرورش پر نثار، گھریلو معاملات کی بہتر منتظم اور وفا واخلاص کی پیکر ہوتی ہیں۔ کہا جاسکتا ہے کہ عورت میں کمزوری سے زیادہ خیر اور بھلائی کے پہلو پائے جاتے ہیں۔

عورت کی محنت و جفاکشی کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب گردش زمانہ کی وجہ سے مصائب کا ہجوم ہوتا ہے اور اس کا شوہر کسی وجہ سے مصیبت اور تکلیف میں گرفتار ہو جاتا ہے، جدید تحقیق نے بھی اس کو ثابت کر دیا ہے۔ علامہ لومبروز لکھتے ہیں:

حمل اور وضع حمل کی شدید تکلیف پر غور کرو اور دیکھو کہ عورت کیسے کیسے آلام اور مصائب کی متحمل ہوسکتی ہے۔ اگر مرد کی طرح اس کا احساس قوی ہوتا تو ان تمام سختیوں کی کیونکر متحمل ہوسکتی۔ درحقیقت نوع انسانی کی یہ بڑی خوش قسمتی ہے کہ قدرت نے اسے قوی

❶ ہڈی سے عورت کی پیدائش میں شاید اس کی جفاکشی کی طرف بھی اشارہ ہو۔ نیز حسن و جمال میں مرد سے برتری شاید اسی لئے حاصل ہوئی کہ مرد "ماء مسنون، صلصال کالفخار" سے پیدا ہوا ہے اور عورت ایک سفید چمکدار چیز سے بنی۔

احساس سے محروم رکھا ہے ورنہ بنی نوع انسان کے نازک اور تکلیف دہ فرائض کی انجام دہی ایک غیر ممکن بات ہو جاتی۔ ❶

بلاشبہ یہ صنف نازک، ان کے دل چھوٹے اور نازک ہوتے ہیں، عشوہ وادا ان کی فطرت ہے، بات بات پر ہنسنے اور خوش ہونے والی بھی اور ذرا سی خلافِ طبیعت بات پر چراغ پا ہونا بھی جانتی ہیں۔ اس لئے مرد کو عورت کی مجموعی حیثیت کا پاس کرتے ہوئے کوئی برتاؤ کرنا چاہئے۔ قرآن پاک میں طلاق دینے کا جہاں تذکرہ کیا گیا ہے وہاں مردوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ عورتوں پر ظلم وتعدی نہ ہونے پائے۔

ظلم وتعدی کی ممانعت

پروردگار عالم کا ارشاد ہے:

وَلَا تُمۡسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعۡتَدُوۡا وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَهٗ وَلَا تَتَّخِذُوۡا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا. (البقرہ: ۲۳۱)

اور ان کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت رکھو، اس ارادے سے کہ ان پر ظلم کیا کروگے جو شخص ایسا کرے گا سو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور حق تعالیٰ کے احکام کو لہو ولعب مت سمجھو۔

یوں تو یہ آیت طلاق کے سلسلہ میں ہی ظلم وتعدی کی روک تھام کے لئے اتری مگر غور کیا جائے تو اس معجزانہ بیان میں بڑی جامعیت ہے اور عورت کے حالات پر رب العزت نے ترس کھایا ہے اور مردوں کو زیادتی سے روکا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی تلون مزاجی کو سامنے رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لا يَجلِدُ أَحدُكُم اِمرَأَتَهُ جلْدَ العَبْدِ، ثُمَّ يُجامِعُها فِي آخرِ اليَوْمِ. ❷

تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو اس طرح نہ پیٹنے لگے جس طرح غلام کو پیٹا

---

❶ مسلمان عورت: ص۴۰ ❷ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب ما يكره من ضرب النساء، ج۷ ص۳۲، رقم الحديث: ۵۲۰۴

جاتا ہے اور پھر دن کے دوسرے حصے میں جنسی میلان کی تکمیل کے لئے
اس کے پاس پہنچے۔

عورت میں ہیجان

عورت اس لئے پیدا نہیں کی گئی کہ اسے مارا پیٹا جائے، ہاں اس کی خام عقلی اور ضدی طبیعت کے پیش نظر اسلام نے ضرورتاً خاص حالات میں معمولی تنبیہ کی اجازت دی ہے اور یہ بھی اس وقت جب کوئی چارۂ کار نہ رہے۔ یہ بھی شاید اس لئے کہ نظامِ حیات میں برہمی نہ آنے پائے عورت کی عفت وعصمت محفوظ رہ سکے۔ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے مزاج میں ہیجان کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ عورت طبعاً زود رنج واقع ہوئی ہے اور مرد میں عقل وفہم زیادہ ہے، اس لئے یہ ضبط وتحمل کی صلاحیت زیادہ رکھتا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا میں وفارینی کہتے ہیں:

یہ اختلاف ان دونوں کے ظاہری ممیّزات سے بالکل مطابق ہے: مرد میں ذکا، فہم اور ادراک کا مادہ زیادہ ہوتا ہے اور عورت میں انفعال اور ہیجان کا جذبہ بڑھا ہوا ہے۔

ایک ماہر انگریز تروسیہ کا قول ہے:

عورت کے عصبی ضعف کا یہ نتیجہ ہے کہ تم اس کے مزاج میں مرد کی نسبت ہیجان زیادہ پاتے ہو۔

زدوکوب کی ممانعت

عورت کو مار پیٹ سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور موقع پر روکا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

وَلَا تَضْرِبْ ظَعِيْنَتَكَ كَضَرْبِكَ أُمَيَّتَكَ. ❶

اپنی شریک حیات کو لونڈی کی طرح ہرگز نہ مارو پیٹو۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بیویوں کے حقوق ہم پر کیا

❶سنن أبي داؤد: كتاب الطهارة، باب في الاستشار، ج ۱ ص ۳۴، رقم الحديث: ۱۴۲

ہیں؟اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ، أَوِ اكْتَسَبْتَ، وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ. ❶

جب تم کھاؤ اس کو کھلاؤ اور جب تم پہنو اس کو پہناؤ، نہ اس کے چہرہ پر مارو نہ برا بھلا کہو، اور سوائے گھر کے ناراض ہو کر علیحدگی اختیار نہ کرو۔

یہ ساری تاکید نبی کریم صلی اللہ علیہ اس لئے فرمارہے ہیں کہ بعض موقعوں پر مردوں کو اجازت دی گئی ہے کہ بعض خاص حالات میں عورتوں کو تنبیہ کی جاسکتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مرد اس اجازت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں اور عورتوں کو ستانے یا اذیت دینے لگیں یا اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھیں اور غریب عورت کی زندگی بے کیف بناڈالیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کے ساتھ جو برتاؤ اور حسن سلوک کر کے دکھایا، عبرت کے اسباق سے وہ معمور ہے، نازک ترین مواقع میں بھی جسمانی اذیت پہنچانے کا خیال بھی شاید نہیں کیا گیا۔

سرزنش کی اجازت اور اس کا مطلب

حالانکہ قرآن میں ''جسمانی اذیت'' تک کی اجازت خاص حالات میں دی گئی ہے۔ یعنی ارشاد ہوا ہے:

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا. (النساء: ۳۴)

ایسی عورتیں جن کی نافرمانی کا تم کو احتمال ہو، ان کو زبانی نصیحت کرو اور ان کو ان کے لیٹنے کی جگہ تنہا چھوڑ دو اور ان کو مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کردیں تو ان پر بہانہ مت تلاش کرو۔

---

❶ سنن أبي داؤد: كتاب النكاح، باب في حق المرأة على زوجها، ج ۲ ص ۲۴۴، رقم الحديث: ۲۱۴۲

لیکن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ بتا رہا ہے کہ عملی طور پر اس اجازت سے مجبوریوں کے خاص حالات ہی میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ بہر حال قرآن میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس کا مطلب ہے کہ ضد اور ہٹ دھرمی کی صورت میں پہلا درجہ یہ ہے کہ مرد عورت کو زبان سے سمجھائے اور منا لینے کی کوشش کرے۔ دوسرا درجہ جب زبانی نصیحت بے اثر ہو کر رہ جائے تب حکم دیا گیا ہے کہ اپنی خواب گاہ میں عورت کے ساتھ سونا چھوڑ دے اور علیحدگی کی یہ شکل بھی جب ناکام ہو جائے تب ﴿فَاضْرِبُوْهُنَّ﴾ کی اجازت سے چاہے تو مرد فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ لیکن اس ضرب یا مار کی نوعیت کیا ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حد بندی کرتے ہوئے فرمایا:

فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ. ❶

ان عورتوں کو مارو اس طرح کہ جسم پر گہرے زخم نہ لگیں۔

جس کا مطلب یہی ہوا کہ معمولی سرزنش (چاہے گوشمالی کہہ لیجئے) سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے۔

خطبہ حجۃ الوداع میں عورتوں کے متعلق ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حجۃ الوداع کا تاریخی خطبہ جہاں دوسرے اہم حقائق کا حامل ہے، انہی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا:

أَلَا وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّمَا هُنَّ عَوَانٌ عِنْدَكُمْ، لَيْسَ تَمْلِكُونَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ، إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ، فَإِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ، وَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا، أَلَا إِنَّ لَكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ حَقًّا، وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا، فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ فَلَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُونَ، وَلَا يَأْذَنَّ فِي

❶ صحيح مسلم: كتاب الحج، باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم، ج ٢ ص ٨٨٦، رقم الحديث: ١٢١٨

بُيُوتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُونَ، أَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تُحْسِنُوا إِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ. ❶

سنو! عورتوں کے متعلق بھلائی کا تاکیدی حکم قبول کرو کیونکہ وہ تمہارے یہاں قیدی ہیں، اس کے سوا تم ان کی کسی چیز کے مالک نہیں ہو، اگر وہ کھلی ہوئی نافرمانی پر اتر آئیں تو ان کو بستر پر تنہا چھوڑ دو اور معمولی تنبیہ کرو، اطاعت کرلیں تو پھر زیادتی کی ضرورت نہیں۔ سنو! تمہاری عورتوں پر تمہارے حقوق ہیں اور اسی طرح تمہاری عورتوں کے تم پر۔ تمہارے حقوق میں سے یہ ہے کہ وہ ان کو تمہارے بستر پر نہ بیٹھنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو، اور تمہارے گھروں میں ان کو نہ بلائیں جن کا آنا تمہیں پسند نہیں، اور تم پر حق ہے کہ تم ان کو کپڑا دینے اور کھانا دینے میں احسان کرو۔

سچ تو یہ ہے کہ ضرب جس کی اجازت قرآن میں دی گئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ ''فاحشہ مبینہ'' ہی کی حدتک اجازت کو محدود رکھا جائے، ماسوا اس خطبۂ نبویہ کے مذکورہ بالا قطعہ کا ایک ایک فقرہ ''زن وشو'' کے باہمی تعلقات کے متعلق بصیرتوں کی دنیا اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

غور کیجئے! ان ہدایات پر جو اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے متعلق دی ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ گھریلو زندگی کے نظام میں مرکزیت پیدا کرنے کے لئے مردوں کو عورتوں پر برتری عطا کی گئی ہے، آخر دونوں کی حیثیت اگر برابر ہوگی تو اقتداری مسوات کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ عائلی زندگی کا شیرازہ منتشر ہوکر رہ جائے، دو بادشاہ ایک اقلیم میں نہیں رہ سکتے۔ اس کے بعد وہی بات یعنی ''فاحشہ'' کی صورت میں زبانی نصیحت، بستر الگ اور اس کے بعد ایسی مار کی اجازت دی گئی ہے جس میں ہڈی وغیرہ نہ ٹوٹے اور گہرا زخم نہ آئے اور پھر دونوں کے حقوق کا بیان ہے، اس میں مرد کو ہدایت

❶ سنن الترمذي: أبواب الرضاع، باب ما جاء في حق المرأة على زوجها، ج۳ ص ۴۵۹، رقم الحديث: ۱۱۶۳

ہے کہ پوشاک وخوراک میں حسن سلوک سے پیش آ ؤ، گھر کا سربراہ بن جانے سے دھوکا نہ کھاؤ کہ جو جی میں آئے کر بیٹھو۔ بلکہ عورتوں کی فطرتی دلچسپیوں کا خیال رکھو، کھانے پینے اور لباس میں ان کے شوق کو پورا کرو، کیونکہ اس باب میں عورتیں تمہاری محتاج ہیں۔

اصول یہ ہے کہ جس شعبۂ زندگی میں آدمی دوسرے کا محتاج ہوتا ہے اس میں اگر اس کے ذوق کی آسودگی نہیں ہوتی تو اس کو دلی تکلیف ہوتی ہے اور اس کے نازک قلب کو ٹھیس لگتی ہے۔

جاہلیت میں عرب کا یہ جاہلی دستور تھا کہ غیر محرم عورتوں اور مردوں کے میل جول میں کسی قسم کا مضائقہ محسوس نہیں کرتے تھے جیسا کہ آج کل بھی یورپ کی جدید جاہلیت میں دیکھا جا رہا ہے۔

اس حدیث میں ''فَلَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ'' سے اسی طرف اشارہ ہے کہ عورتیں اب پہلی جاہلیت کی رسموں کو ختم کردیں ''وطی فرش'' سے مراد نفس زنا نہیں ہے کیونکہ یہ تو کلیتًا حرام ہے، پھر مکروہ سمجھنے کا کیا منشا ہوگا؟ اس سلسلہ میں عورتوں پر دوسری ذمہ داری یہ عائد ہوتی ہے کہ گھر میں محرم یا غیرم حرم جو بھی داخل ہو، اس کے آنے کے متعلق شوہر کی رائے معلوم کرلی جائے، کسی کو شوہر کی رضا معلوم کئے بغیر یونہی گھر میں نہ آنے دے۔

عورتوں سے حسن سلوک احادیث کی روشنی میں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی کہ مومن کی شان یہ ہے کہ حسن واخلاق کا پیکر اور مروت وحسن کردار کا مجسمہ ہو اور اس شعبہ میں بہترین مسلمان وہ ہے جو اپنے بال بچوں اور بیوی کے لئے اخلاق ومروت میں سب سے اچھا ثابت ہو۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِمْ. (1)

---

(1) سنن الترمذي: أبواب الرضاع، باب ما جاء في حق المرأة على زوجها، ج۳ ص۴۵۸، رقم الحديث: ۱۱۶۲

ایمان میں کامل ترین مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو اور تم میں بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لئے بہترین ثابت ہوگا۔

اس حدیث میں صراحت ہے کہ کامل اور بہترین مومن کی شناخت یہ ہے کہ حسن سلوک میں سب سے اچھا اپنی بیوی کے ساتھ ہو۔ یہ طرز بیان بتاتا ہے کہ مردوں کو اپنی بیویوں کے حق میں سراپا محبت وشفقت ہونا چاہئے اور بیوی کی ہر جائز دلدہی کرنی چاہئے۔ الغرض بیوی کے ساتھ جو اپنے آپ کو اچھا ثابت کرنے میں کامیاب ہو۔ بتایا گیا ہے یہی مرد کی فطرت کی نیکی کی دلیل ہے، ورنہ کچھ دیر کے لئے مصنوعی طور پر تو بد سے بدتر آدمی بھی ثابت کر دیتا ہے کہ وہ بڑا نیک ہے۔ لیکن بیوی کی دائمی رفاقت اصل فطرت اور افتاد طبع کو تباہ کر دیتی ہے اور یہی مرد کی فطرت کی حقیقی کسوٹی ہے۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَضْرِبُوا إِمَاءَ اللّٰهِ. (1)

اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو مارنے پیٹنے سے اجتناب کرو۔

عرب جہاں عورتوں کو جانوروں سے زیادہ اہمیت نہ تھی، مردوں کے جو جی میں آتا تھا ان کے ساتھ برتاؤ کرتے تھے مار پیٹ تو معمولی بات تھی، لیکن اسلام کا سورج طلوع ہونے کے ساتھ ہی سارے ظالمانہ قصے ختم ہوگئے، عورتوں کی جان میں جان آئی۔

صدیوں کی مظلومیت سے خلاصی کا ردعمل جیسا کہ ہونا چاہئے تھا وہ بھی سامنے آیا، جس کا پتہ اس روایت سے چلتا ہے جس میں ہے کہ ایک دن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

”عورتیں اپنے شوہروں کے مقابلہ میں جری ہوگئی ہیں۔“

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مذکورہ بالا فرمان کی سختی میں نرمی

---

(1) سنن أبي داؤد: كتاب النكاح، باب في ضرب النساء، ج ۲ ص ۲۴۵، رقم الحديث: ۲۱۴۶

آ گئی، مگر مردوں نے اس ''نرمی'' سے معلوم ہوتا ہے، ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کیا، جس کی شکایتیں دربار نبوت میں پہنچنے لگیں۔ انہی شکایتوں کو سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن یہ اعلان فرمایا:

لَقَدْ طَافَ بِآلِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ كَثِيرٌ يَشْكُونَ أَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ أُولَئِكَ بِخِيَارِكُمْ. ❶

بہت سی عورتوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو گھیر لیا، جو اپنے شوہروں کی شکایت کر رہی ہیں، ان کے شوہر اچھے لوگ نہیں ہیں۔

اچھے نہ ہونے کی خبر اور وہ بھی پیغمبر کی زبان سے اپنے متعلق کون برداشت کر سکتا تھا، جیسی چاہت تھی اسی طرح معاملہ حد اعتدال پر آ گیا اور مقصود حاصل ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات میں

زندگی کے آخری حصہ میں یعنی وفات سے آٹھ نو سال پہلے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امہات المومنین کا اجتماع دوسرے مصالح کے ساتھ ساتھ ''زن وشو'' کے باہمی تعلقات کا عملی درس، یہ بھی اس کی بڑی غرض تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي، وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ. ❷

تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لئے بہتر ہے اور خود میں اپنے اہل وعیال کے لئے سب سے بہتر آدمی ہوں اور جب تمہاری رفیقۂ حیات مرجائے تو اس کے لئے دعا کرو۔

❶ سنن أبي داؤد: كتاب النكاح، باب في ضرب النساء، ج۲ ص۲۴۵، رقم الحديث: ۲۱۴۶ ❷ سنن الترمذي: أبواب المناقب، باب فضل أزواج النبي صلى الله عليه وسلم، ج۵ ص۷۰۹، رقم الحديث: ۳۸۹۵

اس میں بھی اسی راز کا انکشاف کیا گیا ہے کہ وقتی طور پر اپنے آپ کو نیک بنا کر پیش کرنا یہ کوئی بات نہیں ہے، نیکی اور بھلائی تو وہی ہے جو بال بچوں کے تعلقات میں نمایاں ہو۔ بہرحال عمل کر کے بھی دکھایا اور زبان مبارک سے بھی فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَأَلْطَفُهُمْ بِأَهْلِهِ. ❶

سب سے زیادہ کامل مومن وہ ہے جو اخلاق میں اچھا ہو اور اپنے بال بچوں کے لئے نرم خو ہو۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے محبت

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی وہی تھی جو فرمایا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی ہیں، ان کے متعلق روایتوں میں متعدد واقعات ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ان کی وفات کے بعد برابر یاد کرتے اور ان کی سہیلیوں سے حسن سلوک فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ کر آپ کی اور کسی بیوی پر مجھے رشک نہیں ہوتا تھا۔ گو میں نے ان کو نہیں دیکھا تھا، مگر آپ اس کثرت سے ان کا ذکر فرماتے (کہ وہ میرے لئے اجنبی نہ تھیں) انس ومحبت کا یہ عالم تھا کہ گھر میں جب کبھی بکری ذبح ہوتی تو آپ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آجاتیں اور گوشت کا ایک حصہ ان کی سہیلیوں میں تقسیم فرما دیتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اکثر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتی تھی کہ کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا اور کوئی عورت نہیں ہے؟ یہ کثرت یاد کو دیکھ کر کہتی، جب کبھی میں یہ باتیں کہتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:

---

❶ سنن الترمذي: أبواب الإيمان، باب ما جاء في استكمال الإيمان والزيادة والنقصان، ج۵ ص۹، رقم الحديث: ۲۶۱۲

بات یہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ان سے اولاد دی تھی اور وہ بہت زیادہ نیک اور باوفا تھی۔ ❶

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیویوں سے محبت

اس عملی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس رنگ میں رنگ گئے تھے اور ان بزرگوں کو بھی اپنی بیویوں سے بڑی مخلصانہ محبت تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک جلیل القدر صحابی ہیں، ایک دفعہ جہاد کے سلسلہ میں سفر میں تھے، جہاد سے واپسی ہوئی تو راستہ میں کسی نے بتایا کہ آپ کی بیوی بیمار ہے، یہ سننا تھا کہ آپ بے چین ہو گئے اور بڑی تیزی سے وہاں سے روانہ ہوئے اور جلد پہنچنے کی خاطر آپ نے اس موقع پر مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ ادا کی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ کسی وجہ سے آپ کے محترم ابا جان نے حکم دیا کہ بیوی کو علیحدہ کردو (یعنی طلاق دے دو)۔ یہ سن کر شش و پنج میں پڑ گئے۔ ایک طرف بیوی کی محبت، دوسری طرف والد محترم کا حکم، نتیجہ یہ ہو کہ آپ کوئی فیصلہ نہ کر پائے، بلکہ عملی طور پر طلاق دینے سے کلی انکار کردیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو آپ کے والد محترم تھے، انہوں نے یہ مقدمہ دربار نبوی میں پیش کردیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب والد کی اطاعت کا فیصلہ کیا تب کہیں جا کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ ❷

جگر گوشۂ بتول حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کسی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور بیوی کا حق مہر بھی بیوی کے یہاں بھجوا دیا۔ ان کی بیوی کو جب طلاق کی خبر پہنچی تو ان پر رقت طاری ہو گئی اور رونے لگیں۔ قاصد نے آ کر بیوی کا یہ سب حال حضرت حسن رضی اللہ

---

❶ صحيح البخاري: كتاب المناقب، باب تزويج النبي صلى الله عليه وسلم خديجة وفضلها رضي الله عنها، ج۵ ص۳۸، رقم الحديث: ۳۸۱۸ ❷ مسند أحمد: مسند عبد الله بن عمر، ج۸ ص۳۳۳، رقم الحديث: ۴۷۱۱

عنہ سے بیان کیا تو آپ بھی بے اختیار رو پڑے اور فرمانے لگے کہ طلاق بائن نہ دے چکا ہوتا تو رجوع کر لیتا۔ ❶

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند ارجمند کے متعلق بھی اسی طرح کا ایک واقعہ مذکور ہے کہ ان کو اپنی بیوی سے بے حد محبت تھی اور اس محبت کے غلو کا یہ عالم تھا کہ ان کو بیوی سے جدا ہو کر جہاد میں جانا بھی شاق گزرتا تھا، اسی وجہ سے کبھی کبھی جہاد کی شرکت سے محروم بھی رہے۔ اس کی اطلاع جب ان کے باپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو بیٹے کو بلا کر کہا کہ بیوی کو طلاق دے دو۔ پہلے تو صاحبزادے نے ٹالنے کی کوشش کی، مگر والد محترم کا جب اصرار ہوا تو اطاعت پر مجبور ہو گئے اور بیوی کو علیحدہ کر دیا۔ علیحدہ تو کر دیا مگر دل سے محبت نہ گئی، جدائی پر دردناک اشعار کہنے لگے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بیٹے کی اس حالت کا علم ہوا تو بلا کر ان سے کہنا پڑا کہ "رجوع کر لو"۔ ❷

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اور مغیث رضی اللہ عنہ کی محبت کا واقعہ حدیث کی کتابوں میں بہت مشہور ہے اور دلچسپ بھی۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پہلے لونڈی تھیں اور ان کی شادی حضرت مغیث رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ یہ جب آزاد کر دی گئیں تو شرعی طور پر ان کو پہلے شوہر کے ساتھ رہنے نہ رہنے کا اختیار حاصل ہو گیا۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے آزادی کے بعد طے کر لیا کہ مغیث رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہ رہیں گی۔ حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو بیوی کی جدائی پر مدینہ کی گلیوں میں روتے پھرتے تھے۔ ❸

اسلام کے قانون عفت وعصمت کا یہ فیض تھا کہ جو عورتیں کل تک دنیا کی نگاہ میں حقیر وذلیل تھیں وہ آسمان عزت وعظمت کی آفتاب وماہتاب بن کر چمکیں اور کیسے یہ عزت ورفعت حاصل نہ کرتیں جبکہ پیغمبر اسلام نے ان کو ان کے حقوق دلوا رہے تھے۔

---

❶ اسوۂ صحابہ: ج۱ص۳۵۳ ❷ اسوۂ صحابہ: ج۱ص۲۵۳ ❸ صحيح بخاري: كتاب الطلاق، باب خيار الأمة تحت العبد، ج۷ ص۴۸، رقم الحديث: ۵۲۸۲

بیوی کے حقوق کی اہمیت

عبادت وریاضت کتنی قابل ستائش چیز ہے، مگر اسلام نے یہاں بھی یہ برداشت نہیں کیا کہ عورتوں کے حقوق پر دست درازی کر کے ان کو محروم رکھا جائے اوران سے علیحدہ رہ کر کوئی دن رات عبادت میں مشغول رہے۔ ابتداء میں چند ایک صحابہ راتوں کو عبادت گزاری میں مشغول رہتے تھے اور ''زن وشو'' کے باہمی تعلقات کی ان کی نگاہ میں کوئی وقعت نہ تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر ان کو سمجھایا:

وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا. ❶

تم پر تمہاری بیوی کا بھی ضروری حق ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا واقعہ بڑی تفصیل سے حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے۔

بیوی کے لئے نظافت کا اہتمام

اپنی بیوی کے لئے اپنے آپ کو بہتر اور اچھا ثابت کرنے کی عملی صورتیں جہاں یہ ہیں کہ بیوی کی خاطر ومدارت اور دلجوئی وغیرہ میں کوشش کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے، اسی کے ساتھ ان باتوں کا بھی مرد کو خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے جن کی طرف ارشاداتِ نبوی میں اشارے کئے گئے ہیں:

مثلاً شوہر کو چاہئے کہ بیوی کے سامنے آئے تو صاف ستھرے کپڑوں میں آئے، تاکہ اس کو دیکھ کر بیوی کو مسرت ہو اور یہ محسوس کر کے وہ خوشی سے پھول جائے کہ ہمارا شوہر لباس میں، وضع قطع میں صاف ستھرا اور پاکیزہ مذاق ہے، گندا گھناؤنا، بدسلیقہ اور پھوہڑ نہیں ہے۔ آخر جب مرد چاہتا ہے کہ اس کی بیوی صاف ستھری رہے، میلی کچیلی نہ رہے تو اس طرح عورتوں کی بھی طبعی خواہش یہی ہوتی ہے کہ ہمارے شوہر خوش وضع ہوں۔ یوں بھی مسلمانوں کو کب اس کی

❶ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب لزوجك عليك حق، ج۷ ص ۳۱، رقم الحديث: ۵۱۹۹

اجازت دی گئی ہے کہ اپنے آپ کو ممسوخ و منحوس شکل میں رکھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی صفائی، پاکیزگی اور خوش وضعی کی اپنی مثال آپ تھی۔ کون نہیں جانتا کہ سفر وحضر ہر حال میں آئینہ، کنگھی، سرمہ دانی اور اسی قسم کی دیگر چیزیں جن سے اپنی اصلاح اور درستی میں مدد ملتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التزاماً اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔

اس سلسلہ کے لئے **"مشكاة المصابيح"** کے **"كتاب اللباس"** کے **"باب الترجل"** کا مطالعہ کریں۔

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ناپسند فرماتے تھے کہ آدمی یوں بھی بری ہیئت میں رہے۔ حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے اور پراگندہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ بالوں کو درست کرلے۔ چنانچہ اس نے اشارۂ نبوی پا کر سر اور داڑھی کے بال درست کرلئے اور اس شخص کو واپس جاتے وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اچھی ہیئت میں دیکھا تو فرمایا:

''یہ ہیئت پہلی ہیئت سے بہتر ہے، جو شیطان سی معلوم ہوتی تھی۔'' ❶

یہ حدیث بھی مشہور ہے:

إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطَّيِّبَ، نَظِيفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ. ❷

اللہ پاک ہے، پاکی کو پسند کرتا ہے، اللہ پاکیزہ ہے، پاکیزگی کو محبوب رکھتا ہے۔

بیویوں کے لئے سامان

ان حدیثوں کے پیش نظر اگر یہ کہا جائے کہ شوہر کو بیوی کے لئے خصوصاً صاف ستھرا رہنا چاہیے اور بیوی کو شوہر کے لئے تو یہ ایسی بات ہوگی جس پر عمل کرنا چاہیے۔ فقہائے کرام نے اس کی تفصیل کی ہے کہ مردوں کے فرائض میں سے ایک فریضہ یہ بھی ہے کہ بیوی

❶ مؤطا مالك: كتاب الشعر، باب إصلاح الشعر، ج ٢ ص ٩٤٩، رقم الحديث: ٧

❷ سنن الترمذي: أبواب الأدب، باب ما جاء في النظافة، ج٥ ص ١١١، رقم الحديث: ٢٧٩٩

کو ایسا سامان فراہم کرے جس سے وہ اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھ سکے:

وَيَجِبُ عَلَيْهِ مَا تُنَظِّفُ بِهِ وَتُزِيلُ الْوَسَخَ كَالْمُشْطِ وَالدُّهْنِ وَالسِّدْرِ وَالْخِطْمِيِّ وَالْأُشْنَانِ وَالصَّابُونِ عَلَى عَادَةِ أَهْلِ الْبَلَدِ وَأَمَّا الطِّيبُ فَيَجِبُ عَلَيْهِ مَا يَقْطَعُ بِهِ السَّهُوكَةَ لَا غَيْرُ، وَعَلَيْهِ مَا تَقْطَعُ بِهِ الصُّنَانَ. ❶

شوہر پر واجب ہے کہ بیوی کے لئے ایسی چیزوں کا سامان کردے جس سے وہ اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھ سکے اور میل کچیل سے پاک رہے، کنگھی، تیل، بیری کے پتے، خطمی، اشنان اور صابون، جیسا کہ وہاں رواج ہو اور جس سے بدبو کو دور کر سکے اتنی خوشبو کا فراہم کرنا بھی ضروری ہے، اسی طرح بغل کی بو کو دور کرنے کا سامان۔

وَعَلَيْهِ مِنَ الْمَاءِ مَا تَغْسِلُ بِهِ ثِيَابَهَا وَبَدَنَهَا مِنَ الْوَسَخِ. ❷

اتنا پانی بھی فراہم کردینا شوہر پر ضروری ہے جس سے وہ اپنے کپڑے اور اپنا بدن دھو سکے۔

حدیث میں جہاں ذکر کیا گیا ہے کہ شوہر اگر سفر میں گیا ہوا ہے، تو اس کو واپسی کے وقت چاہئے کہ کسی ذریعہ سے اپنی آمد کی اطلاع کردے، دفعتاً پہنچنے کی کوشش نہ کرے۔ وہاں اس کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ عورت چونکہ شوہر کے نہ ہونے کی صورت میں صفائی کا وہ اہتمام نہیں کرتی جو اس کو شوہر کے لئے رکھنا چاہئے، اس لئے پہلے اگر عورت کو اطلاع مل جائے گی تو وہ اپنے آپ کو سنوار لے گی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ. ❸

تاکہ عورت پراگندگی درست کرلے اور استرہ استعمال کرکے صاف ستھری بن جائے۔

---

❶ رد المحتار: كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب لا تجب على الأب نفقة زوجة ابنة الصغير، ج۳ ص ۵۷۹، ۵۸۰ ❷ الفتاوى الهندية: كتاب الطلاق، الباب السابع، الفصل الأول، ج ۱ ص ۵۴۹ ❸ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب تزويج الثيبات، ج۷ ص ۵، رقم الحديث: ۵۰۷۹

عورت کی مصیبت میں اظہارِ وفاداری

شوہر کا یہ بھی اخلاقی فریضہ ہے کہ بیوی کے ساتھ وفاداری اور خوش اخلاقی کا برتاؤ کرے، اگر حوادث زمانہ کی وجہ سے عورت پر کوئی ناگہانی آ جائے تو محبت اور لطف وکرم میں کمی نہ کرے، بلکہ پہلے سے بڑھ کر اخلاق ومروت سے پیش آئے، اس کے دفعیہ کی سعی کرے۔ اگر کسی بیماری کی وجہ سے اس کی شکل وصورت میں فرق آ جائے تو عورت کو بد صورت دیکھ کر بے مروتی اور بداخلاقی کا برتاؤ نہ کرے۔ بلکہ اس کی دل دہی اور دل جوئی کرے۔ مرد اگر ایسا نہ کرے گا تو اس کا دل ٹوٹ جائے گا، اس کی مسرت حزن وملال میں تبدیل ہو جائے گی اور عورت مرد کی بے وفائی پر گھٹ گھٹ کر جان دے دے گی۔

ٹھنڈے دل سے سوچنے کی بات ہے، کل ایک حسین اور دلفریب عورت کو شادی کر کے لائے، اس پر اپنی جان نثار کی، بلائیں لیں، اس کی خوشنودی کے لئے بازار چھان ڈالا اور قیمتی سے قیمتی زیور اور کپڑا لا کر دیئے، سب کی ناراضگی برداشت کی۔ اتفاق کی بات وہی بیمار ہوئی اور آج اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چیچک نے اس کی صورت بگاڑ دی، یا آنکھوں کی بینائی چھین لی، آئینہ دیکھتی ہے تو اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آتے ہیں کہ یہ کیا سے کیا بن گئی اور اگر اندھی ہوگئی ہے تب تو ساری دنیا ہی اندھیر ہے۔ بیچاری عورت ان مصیبتوں کی تاب نہ لا کر دن رات روتی ہے۔ اس پر ظلم یہ ہوا کہ شوہر کی آنکھیں بھی گئیں، بات بات پر غریب جھڑکی جارہی ہے، یہ بساط محبت کیوں الٹ گئی اور بہار خزاں میں کیوں تبدیل ہوگئی؟ حسن وجمال جاتا رہا اور وہ بھی قدرتی مرض ہے۔

للہ سوچا جائے! انسانیت کا یہی تقاضا ہے!! محبت کا یہی انجام ہے!! اخلاق کی عدالت کا یہی فیصلہ ہے!! پھر یہ بھی پیش نظر رکھنے کی سعی کی جائے کہ غریب وبے کس عورت کی دل سوزیوں کا وبال کس کے سر ہوگا، اس کے گرم گرم آنسو جو آنکھوں سے جاری ہیں کیا رنگ لائیں گے۔ یقین کیا جائے اسلام ایسی بے مروتی اور کج خلقی کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ

ایسی سنگ دلی کو برداشت نہیں کرتا بلکہ اعلان کرتا ہے:

مَنْ لاَ یَرْحَمُ لاَ یُرْحَمُ. ❶ اس پر رحم نہیں کیا جاتا جو رحم نہیں کرتا۔

بیوی کے جذبات کا پاس

یہ تو ایک ضمنی بات تھی بتانا یہ تھا کہ شوہر کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ بیوی کی ہر طرح دلجوئی کرے، اس کے تمام داعیات وجذبات کا پاس کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ ایک رات بحیثیت خلیفہ گشت کر رہے تھے کہ ایک گھر سے دردناک اشعار پڑھے جانے کی آواز آئی آپ کھڑے ہو گئے اور غور سے سننے لگے، ایک عورت یہ شعر اپنے خاص انداز میں پڑھ رہی تھی:

فَوَ اللّٰہِ لَوْ لَا اللّٰہُ تُخْشٰی عَوَاقِبُہٗ

لَزَحْزَحَ مِنْ ھٰذَا السَّرِیْرِ جَوَانِبُہٗ

اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ کے عقاب کا خوف نہ ہوتا

تو اس چارپائی کے کنارے جنبش میں ہوتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ اس عورت کا خاوند جہاد کے سلسلہ میں باہر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اس سچے جذبۂ محبت کا بڑا گہرا اثر ہوا۔ وہ اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے تھیں) پوچھا، عورت بغیر مرد کے کتنے دنوں صبر کر سکتی ہے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا چار مہینے، یہ معلوم کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بحیثیت خلیفہ سپہ سالاروں کے نام یہ حکم بھیج دیا:

أَنْ لاَ یَتَخَلَّفَ الْمُتَزَوِّجُ عَنْ أَھْلِہٖ أَکْثَرَ مِنْھَا.

جو شادی شدہ ہو وہ اپنی بیوی سے چار مہینے سے زیادہ غائب نہ رہے۔

---

❶ صحیح البخاري: کتاب الأدب، باب رحمة الولد وتقبیله ومعانقته، ج۸ ص۷، رقم الحدیث: ۵۹۹۷

اس تاریخی واقعہ سے معلوم ہوا کہ آدمی پر ان باتوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ بیوی کے داعیات وجذبات کو بھول نہ جائے اور اگر زیادہ مدت کے لئے پردیس میں رہے تو بال بچوں کو ساتھ رکھے۔

اس کی تائید قرآن پاک کی آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں ایلاء کا ذکر ہے کہ اگر کوئی شخص بلا قید مدت، یا چار ماہ یا زیادہ مدت کے لئے بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھائے اور اس پر عمل کرے تو اس صورت میں عورت کو طلاق ہو جائے گی اور اس کو دوسری شادی کی اجازت حاصل ہوگی:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَائِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَائُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْر رَّحِيْم وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْع عَلِيْم. (البقرة: ۲۲۷)

جو لوگ اپنی بیویوں سے قسم کھا بیٹھتے ہیں ان کے لئے چار مہینے کی مہلت ہے سو اگر یہ رجوع کرلیں تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے، رحمت فرمائیں گے اور اگر چھوڑ ہی دینے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے تو اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں۔

بیوی پر اعتماد

مرد کا یہ بھی فریضہ ہے کہ بیوی پر اعتماد کرے اور گھر کے اندرونی معاملات اس کے حوالہ کر دے تا کہ وہ اپنی حیثیت کو جان سکے اور اس کی عزت وعظمت اور اس کا وقار اس میں خود اعتمادی پیدا کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو گھر کا نگران مقرر کیا ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا. ❶

عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے۔

---

❶ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب المرأة راعية في بيت زوجها، ج۷ ص ۳۱، رقم الحديث: ۵۲۰۰

دوسری بہت سی حدیثوں سے اس کی تائید ہوتی ہے جن میں کہا گیا ہے کہ عورتیں اپنے شوہر کے مال کی محافظ ہیں، عورتوں پر اعتماد سے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ اس کا وقار بلند ہوگا اور یہ اپنے آپ کو گھر کے ایک شعبہ کی ذمہ دار سمجھے گی، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مرد کو بڑی حد تک سکون رہے گا اور اس کو اطمینان کی زندگی میسر ہوگی۔

بیوی کی رازداری

بیوی کا مرد پر ایک حق یہ بھی ہے کہ مرد عورت کے پردہ کی بات دوسروں سے نہ کہے بلکہ اس راز کو راز ہی کے درجے میں رہنے دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی کے پردہ کی باتوں کو افشاں کرے:

إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الرَّجُلَ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ، وَتُفْضِي إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا. ❶

لوگوں میں اللہ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کے پاس جائے اور اس کی بیوی اس سے ملے پھر مرد اس راز کی بات کو پھیلائے۔

معلوم ہوا کہ مرد اور عورت کی نجی باتیں طشت از بام نہ ہونی چاہئیں، امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مرد اور عورت کے باہمی استمتاع کا تفصیلی تذکرہ کرنا حرام ہے۔ مثلاً یہ کہے کہ جماع کے باب میں یہ بات باہم پیش آئی اور پھر زن وشو کے راز کی کہانی بیان کرے۔ حد یہ ہے کہ بلا فائدہ جماع کا اجمالی تذکرہ بھی کراہت سے خالی نہیں۔ امام موصوف لکھتے ہیں:

وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ تَحْرِيمُ إِفْشَاءِ الرَّجُلِ مَا يَجْرِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ مِنْ أُمُورِ الاِسْتِمْتَاعِ وَوَصْفِ تَفَاصِيلِ ذٰلِكَ وَمَا يَجْرِي مِنَ الْمَرْأَةِ فِيهِ مِنْ

❶ صحيح مسلم: كتاب النكاح، باب تحريم إفشاء سر المرأة، ج ٢ ص ١٠٦٠، رقم الحديث: ١٤٣٧

قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ وَنَحْوِهِ. ❶

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میاں بیوی کے راز کی باتوں کو ظاہر کرنا اور اس کی تفصیل کہ باہم ایسے ایسے ہوا حرام ہے، اسی طرح عورت سے متعلق کوئی راز کی بات یا کوئی فعل یا کسی ایسی ہی چیز کا اظہار حرام ہے۔

بیوی کا نفقہ

شریعت نے جہاں مردوں پر بیویوں کی بہت ساری ذمہ داریاں عائد کی ہیں، ان میں سے ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ ''بیوی'' کو نفقہ (کپڑا، کھانا اور گھر) دیا کرے اور بیوی کو ان ضروریات سے بے نیاز کردے جو اس کے لئے ضروری ہیں تا کہ وہ بال بچوں کی تربیت آزادی کے ساتھ کرسکے۔ رب العزت کا ارشاد ہے:

لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا اٰتٰهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَا اٰتٰهَا. (الطلاق: ٧)

جس کو گنجائش ہو اس کو چاہئے کہ اپنی گنجائش سے خرچ کرے اور جس کی آمدنی نپی تلی ہو وہ جتنا اس کو اللہ نے دیا ہے، اس کے موافق خرچ کرے، اللہ نے جس کو جتنا دیا ہے اس سے زیادہ تکلیف کسی کو نہیں دیتا۔

کسی پر اس کی وسعت سے زیادہ جبر نہیں ڈالا گیا ہے، بلکہ ہر شخص پر اس کی صلاحیت کے انداز ہی سے ذمہ داری عائد کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ:

وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا.

(البقرة: ٢٣٣)

اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ اس کا کھانا اور کپڑا قاعدہ کے مطابق ہے کسی شخص کو اس کی برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔

---

❶ المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج: كتاب النكاح، باب تحريم إفشاء المرأة، ج ١٠ ص ٨

بتاتا ہے کہ بیوی کے ''نفقہ'' کا بار شوہر پر اس لئے ڈالا گیا ہے تاکہ وہ بچہ پیدا کرے، اس کی تربیت اور نشو ونما میں بیوی بے فکر ہو کر کوشاں رہے، جس کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ خود بچہ کی نفسیات پر بھی خوشگوار اثر پڑے گا اور وہ افکار کے ہجوم سے طبعی طور پر محفوظ رہے گا۔

پہلے ابواب میں جو حدیثیں گزر چکی ہیں ان میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ بیوی کا حق یہ بھی ہے کہ: أَنْ تُحْسِنُوا إِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ. ❶

تم ان (بیویوں) کے ساتھ کپڑا اور کھانا دینے میں خوش اخلاقی کا برتاؤ کرو۔

مقدارِ نفقہ

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ مشہور ہے کہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور شکوہ سنج ہوئیں کہ میرا شوہر کنجوس آدمی ہے، بخوشی اتنا بھی دینے کو تیار نہیں جو میرے بچوں کو کافی ہو، یہ روداد سنا کر دریافت کیا:

فَهَلْ عَلَيَّ مِنْ حَرَجٍ أَنْ أُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهُ عِيَالَنَا؟ ❷

اگر میں ان کے مال سے بال بچوں کو کھلاؤں تو اس میں کیا کوئی حرج ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ، بِالْمَعْرُوفِ. ❸

اتنا لے لیا کرو جو تیرے اور تیرے بال بچوں کے لئے کافی ہو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نظم نفقہ

خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی دستور تھا کہ ازواجِ مطہرات کے نفقہ کا

---

❶ سنن الترمذي: أبواب الرضاع، باب ما جاء في حق المرأة على زوجها، ج۳ ص ۴۵۹، رقم الحديث: ۱۱۶۳ ❷ صحيح البخاري: كتاب الأحكام، باب من رأى القاضي أن يحكم يعلمه في أمر الناس إذا لم يخف الظنون والتهمة، ج۹ ص۲۶، رقم الحديث: ۷۱۶۱ ❸ صحيح البخاري: كتاب النفقات، باب إذا لم ينفق الرجل فللمرأة أن تأخذ بغير علمه ما يكفيها بالمعروف، ج۷ ص۶۵، رقم الحديث: ۵۳۶۴

نظم فرمادیا کرتے، بلکہ ایک باغ ہی اس کام کے لئے خاص کر رکھا تھا جس کا پھل فروخت کر کے سال بھر کا نفقہ ایک ہی دفعہ جمع کرادیتے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبِيعُ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ، وَيَحْبِسُ لِأَهْلِهِ قُوتَ سَنَتِهِمْ. ❶

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر کے کھجوروں کے باغ (کی کھجوریں) فروخت فرمایا کرتے اوراس کی قیمت اپنے اہل وعیال کے سال بھر کے نفقہ کے لئے جمع فرمادیتے۔

فقہاء نے نفقہ کی ادائیگی کو واجب کہا ہے اور بیوی مال دار ہو، غریب ہو، جیسی بھی ہو اگر وہ شوہر کے زیر فرمان ہے تو نفقہ دلوایا ہے۔ نفقہ کا ماحاصل کھانا، کپڑا اور مکان ہے:

هِيَ لُغَةً: مَا يُنفِقُهُ الْإِنسَانُ عَلَى عِيَالِهِ. وَشَرْعًا: هِيَ الطَّعَامُ وَالْكِسْوَةُ وَالسُّكْنَى. ❷

لغت میں نفقہ اس چیز کو کہتے ہیں جو آدمی اپنے بال بچوں پر خرچ کرتا ہے اور شریعت میں نفقہ کھانا، کپڑا اور مکان کا نام ہے۔

اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

بیوی کو والدین سے ملنے کی اجازت

بیوی کے حقوق میں سے شوہر پر ایک حق یہ بھی ہے کہ بیوی کو اس کے ماں باپ سے ملاقات کی اجازت دے اور قریبی رشتہ دار سے بھی، یعنی ان لوگوں سے جو محرم ہیں، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ اپنی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جا کر ملاقات کرتے۔ شیخین یعنی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اپنی اپنی صاحبزادیوں کو ملنے

❶ صحيح البخاري: كتاب النفقات، باب حبس الرجل قوت سنة على أهله وكيف نفقات العيال، ج۷ ص۶۳، رقم الحديث: ۵۳۵۷ ❷ الدر المختار: كتاب الطلاق، باب النفقة، ج۳ ص۵۷۱

کی غرض سے شانۂ نبوی میں حاضری دیا کرتے۔ حدیث کی کتابوں میں اس طرح کے واقعات بکثرت مذکور ہیں۔ ہفتہ میں ایک دن والدین سے ملنے کے لئے جائے تو شوہر کو روکنا نہ چاہئے مگر یہ اس وقت جبکہ بیوی کے والدین کسی معقول عذر کی وجہ سے خود حاضری سے مجبور ہوں، ورنہ وہ خود آ کر لڑکی سے مل جائیں گے۔

زن وشو میں اختلاف کے وقت حکم

بیوی سے کسی بات میں اختلاف ہوجائے اور کشیدگی بڑھ جائے تو شوہر کے لئے اس وقت بھی عجلت پسندی اچھی نہیں سمجھی جائے گی۔ ضرب کے بعد بھی معاملہ درست نہ ہوتو ایسی شکل میں دونوں جانب سے نمائندے مقرر کردئے جائیں۔ قرآنی ارشاد ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا.

(النساء: ۳۵)

اگر تمہیں ان دونوں میاں بیوی میں اختلاف کا اندیشہ ہوتو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو۔

مگر ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھا جائے کہ جو بھی نمائندے مقرر کئے جائیں وہ مخلص ہوں، کیونکہ ان کا اخلاص ہی ان گتھیوں کو سلجھا سکتا ہے۔ ورنہ پھر فائدہ کے بجائے شدید نقصان کا احتمال ہے۔ قرآن پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

اِنْ يُّرِيْدَا اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا.

(النساء: ۲۳۵)

ان دونوں آدمیوں کو اگر اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان دونوں میاں بیوی میں اتفاق فرمادیں گے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور باخبر ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اس سلسلہ کی آیتوں کے تفسیری ترجمہ میں فرماتے ہیں:

اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو قرائن سے ان کی بد دماغی کا احتمال قوی ہو تو ان کو اول زبانی نصیحت کرو، نہ مانیں تو ان کو لیٹنے کی جگہ تنہا چھوڑ دو یعنی ان کے پاس مت لیٹو اور اس سے بھی نہ مانیں تو ان کو اعتدال کے ساتھ مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر زیادتی کرنے کے لئے بہانہ اور موقع مت ڈھونڈو، اور اگر قرائن سے تم اوپر والوں کو ان دونوں میاں بیوی میں کشاکش کا اندیشہ ہو کہ اس کو وہ باہم نہ سلجھا سکیں گے تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو ایسے ہی تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے تجویز کر کے اس کشاکش کو رفع کرنے کے لئے ان کے پاس بھیجو کہ وہ جا کر تحقیق حال کریں اور جو بے راہی پر ہو یا دونوں کا کچھ کچھ قصور ہو سمجھا دیں۔ ان دونوں آدمیوں کو سچے دل سے معاملہ کی اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی میں بشرطیکہ وہ ان دونوں آدمیوں کی رائے پر عمل کریں اتفاق فرمائیں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور بڑے خبر والے ہیں، جس طریقہ سے ان میں باہم مصالحت ہو سکتی ہے اس کو جانتے ہیں، جب حکمین کی نیت ٹھیک دیکھیں گے وہ طریقہ ان کے قلب میں القا فرما دیں گے۔ ❶

بہر حال نمائندے دیانت داری اور اخلاص کے ساتھ دونوں میاں بیوی کے اختلاف کو خوش اسلوبی سے حل کرنے کی انتھک جدوجہد کریں اور دونوں کو ایک مرکز پر لا کر باہم جوڑ دیں، ساتھ ہی میاں بیوی کا اخلاقی فریضہ ہے کہ نمائندے سے تعاون کریں جو صورت صلح اور میل میلاپ کی پیدا کر رہے ہیں ان پر عمل پیرا ہونے کی سعی بلیغ کریں۔

بیوی کے فرائض واختیارات

بیوی کے ''حقوق'' کے سلسلہ میں اسلام نے مردوں پر جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں اس کا اجمالی نقشہ پیش کیا جا چکا ہے۔ اب مردوں کے حقوق کے سلسلہ میں عورتوں کو جو زریں ہدایات دی گئی ہیں اسے بھی اجمال کے ساتھ بیان کر دینا مناسب ہے تا کہ دونوں کے

❶ بیان القرآن: سورہ نساء آیت نمبر ۳۵ کے تحت، ج ا ص ۳۴۰

فرائض واختیارات کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جاسکے کہ اسلام نے عصمت وعفت کے تحفظ کی کتنی زبردست جدوجہد کی ہے اور دونوں کے باہمی رشتہ محبت کو کس قدر پائدار اور جاندار قرار دیا ہے۔

قانون کا کمال

کوئی ایسا قانون جو صرف ایک فریق پر ذمہ داری عائد کرے اور دوسرے کو ہر ایک ذمہ داری سے بری قرار دے، وہ کتنا ہی خوش نما اور جاذب نظر کیوں نہ ہو اسے ادھورا اور ناقص ہی کہا جائے گا۔ آئین اور ضابطے وہی مکمل ہوسکتے ہیں جو ہر ایک پر دوسرے کی ذمہ داری کو ضروری قرار دیں گو اس کی شکل مختلف ہی کیوں نہ ہو۔

کوئی شبہ نہیں کہ عورت اپنی خلقت میں کمزور، اپنے فطری جذبات میں اعتدال سے دور اور اپنی جسمانی ساخت میں بڑی حد تک ضعیف ہے اور اسی وجہ سے یہ قابلِ لطف وکرم، لائقِ انس ومحبت اور باعثِ درگزر رہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اسے اس کے لائق ذمہ داریوں سے بھی سبکدوش رکھا جاتا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عورت اور مرد کی اجتماعی زندگی نہایت ناخوشگوار حد تک پہنچ جاتی۔

نظامِ منزلی کی صدارت

اسلام نے عورت کی ان تمام کمزوریوں کی رعایت ملحوظ رکھی، جو اس مرد کے مقابل میں قدرت کے خزانہ سے عطا ہوئی ہیں اور اسی وجہ سے باہمی زندگی کی صدارت وامارت مرد کے سر ڈالی گئی، یعنی زن وشو کی اجتماعی زندگی کا امیر اور صدر مرد کو منتخب کیا تا کہ نظامِ منزلی میں کوئی سخت دقت آئے تو مرد اپنی خداداد قوت اور شوکت سے اسے حل کرے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کی صدارت کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ. (النساء: ۳۴)

مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر

فضیلت دی ہے اوراس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔

جس کا ماحصل یہ ہے کہ مردوں کو علم وعمل میں فضیلت اور بڑائی عطا کی گئی ہے۔ ساتھ ہی مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں اورعورت کو مہر، خوراک وپوشاک کے راستے سے سہارا دیتے ہیں، اسی لئے مرد کو زن وشو کی باہمی زندگی کا امیر اور صدر بنایا گیا ہے۔

مرد کی صدارت کی وجہ

کوئی ذی عقل انسان اس امر سے انکار نہیں کرسکتا کہ مرد اپنی اللہ کی عطا کردہ صلاحیتوں کی وجہ سے بہت سے امور میں عورت سے فائق ہے، غریب عورت پر زندگی میں کچھ زمانہ ایسا گزرتا ہے جس میں وہ بڑی حد تک بیکار ہو جاتی ہے اور دوسرے کی امداد واعانت کی محتاج رہتی ہے۔ میری مراد حمل، رضاعت، بچوں کی تربیت اور حیض ونفاس کے زمانہ سے ہے۔ محدث الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ مرد کی صدارت کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:

ضروری ہے کہ مرد کو اس کی بیوی کا قوام بنایا جائے، اور فطرت کا تقاضا ہے کہ عورت پر مرد کو غلبہ حاصل ہو، اس لئے کہ مرد عقل میں کامل، سیاست میں ماہر، حمایت میں مضبوط اور ننگ وعار کو دور کرنے کی صلاحیت کا مالک ہے اور اس حیثیت سے بھی مرد کو عورت پر برتری حاصل ہے کہ مرد عورت کا کپڑا، روٹی اور گھر مہیا کرتا ہے۔ (۱)

جدید تحقیق میں مرد کی حیثیت

جدید تحقیق نے بھی اس کی تائید کر دی ہے کہ مرد کا دماغ عورت سے بڑا، اس میں فہم وذکا کا مادہ نسبتاً زیادہ اوراس کی عقل میں پختگی ہوتی ہے۔ ساتھ ہی مرد کا جسم اور عضلات مضبوط ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں کچھ اقوال نقل کئے جا چکے ہیں، یہاں بھی کچھ لوگوں کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

مشہور نیشنلسٹ فلاسفر علامہ پروڈن اپنی کتاب ''ابتکار النظام'' میں لکھتا ہے:

عورت کا وجدان بمقابلہ مرد کے اسی قدر ضعیف ہے جس قدر اس کی عقلی قوت مرد

---

(۱) حجة اللّٰه البالغة: حقوق الزوجية، ج۲ ص ۲۰۹

کی عقلی قوت کے مقابلہ میں ضعیف نظر آتی ہے، اس کی اخلاقی قوت بھی مرد کے اخلاق سے بالکل مختلف ہے، اور ایک دوسری قسم کی طبیعت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس چیز کے حسن وقبح کے متعلق وہ رائے قائم کرتی ہے وہ مردوں کی رائے کے مطابق نہیں ہوتی۔ پس مرد اور عورت میں یہ فرق کوئی عارضی فرق نہیں ہے بلکہ عورت کی طبعی خاصیت پر مبنی ہے۔ ❶

اس قول کو نقل کر کے علامہ فرید وجدی لکھتے ہیں:

حواسِ خمسہ جس پر انسان کی عقلی اور دماغی نشو ونما کا دارومدار ہے، اس میں بھی سخت اختلاف پایا جاتا ہے۔ علامہ نیکولس اور علامہ بیلی نے ثابت کر دیا ہے کہ عورت کے حواس خمسہ مرد کے حواس سے ضعیف تر ہیں۔ ❷

علم سائیکلوجیا نے ثابت کر دیا ہے کہ عورت کے بھیجے اور مرد کے بھیجے میں مادتاً اور شکلاً سخت اختلاف ہے۔ مرد کے بھیجے کے وزن کا اوسط عورت کے بھیجے سے سو ڈرام زیادہ ہے۔ ❸

عورت کا دماغ

جدید تحقیق نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ عورت کا دماغ مرد کے دماغ سے چھوٹا ہے، جس کا اثر عقل وشعور پر پڑتا ہے، تولنے کے بعد معلوم ہوا ہے کہ احمق کا دماغ عقلمند کے دماغ سے کافی چھوٹا ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ فرید وجدی لکھتے ہیں:

یہی وہ قوائے عقلیہ کا سرچشمہ ہے جس میں مرد کا پلہ عورت سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے۔ مرد کے دماغ کے وزن کا اوسط عام طور پر (۴۹،۱/۲) ساڑھے انچاس اوقیہ ہے اور عورت کے دماغ کا وزن صرف (۴۴) چوالیس اوقیہ۔ دو سو ستتر مردوں کے دماغ کے وزن کیئے گئے تو سب سے بڑے دماغ کا وزن (۶۵) پینسٹھ اوقیہ اور سب سے چھوٹے دماغ کا وزن (۳۴) چونتیس اوقیہ ثابت ہوا، لیکن جب دو سو اکانوے (۲۹۱) دماغ عورتوں کے وزن کیئے گئے تو سب سے وزنی دماغ (۵۴) اوقیہ کا اور سب سے کم وزنی دماغ (۲۱) اکیس اوقیہ کا نکلا۔ کیا یہ اس امر کا ثبوت نہیں ہے کہ عورتوں کے عقلی قویٰ مرد کے

❶ مسلمان عورت: ص ۳۹ ❷ مسلمان عورت: ص ۳۹ ❸ مسلمان عورت: ص ۳۹

قویٰ سے بدرجہا ضعیف ہیں۔ ❶

پھر واضح رہنا چاہئے کہ یہ اختلاف ہر جگہ واقع ہوتا ہے، اس میں متمدن اور غیر متمدن کا کوئی سوال نہیں جس کی آڑ لے کر بعض ناسمجھ بحث شروع کر دیتے ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا کا مصنف پروفیسر دوفارینی لکھتا ہے:

''جس طرح مرد عورت کے جسمانی اور دماغی قویٰ کا باہمی اختلاف تم کو پیرس جیسے متمدن شہر کے شائستہ باشندوں میں نظر آتا ہے اسی طرح امریکہ کے وحشی ترین اقوام میں بھی پایا جاتا ہے۔''

خلاصہ یہ کہ جدید تحقیقات نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ مردوں میں عورتوں کی بہ نسبت زیادہ صلاحیت پائی جاتی ہے اور مرد صلاحیت میں عورتوں سے ہر اعتبار سے بڑھے ہوئے ہیں۔

مرد کی صدارت کے باوجود دونوں حقوق میں برابر ہیں

زن وشو کی باہمی زندگی میں مرد کی صدارت سے جو لوگ یہ مطلب پیدا کرنے کی سعی کرتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو مرد کا غلام بنا دیا ہے، سراسر بے جا اور ہٹ دھرمی ہے۔ عقل سے بیگانہ ہو کر ہی ایسی بات کہی جا سکتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ زن وشو کی رائے میں اختلاف ناممکن ہے؟ تو اگر کوئی ایسی بات آپڑی جس میں دونوں کی رائے میں اختلاف ہو گیا تو پھر اس وقت کیا کیا جائے گا؟ اسلام کہتا ہے کہ اس وقت مرد کی رائے کو ترجیح ہو گی اور عورت کا فریضہ ہے کہ ایسے موقع پر مرد کی رائے کو ترجیح دے کہ یہ اپنی مخصوص صلاحیتوں کی وجہ سے باہمی اور منزلی زندگی کا صدر اعظم ہے۔

ورنہ اسلام خود چاہتا ہے کہ جو کام انجام پائے وہ باہم مشورے اور اتفاق رائے سے انجام پذیر ہو۔ علاوہ ازیں مرد اور عورت میں مکمل مساوات ہے اور ہر ایک کے دوسرے پر حقوق اور فرائض ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

❶ مسلمان عورت: ص ۴۱

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ.

(البقرہ: ۲۲۸)

جس طرح کے حقوق عورتوں پر ہیں اس کے مثل خود عورتوں کے بھی حقوق قاعدہ کے مطابق ہیں اور مردوں کا ان کے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے۔

اس آیت میں باوجود ایجاز واختصار کے ایک بڑا ضابطہ مندرج ہے اور ایک قاعدہ کلیہ کا اعلان ہے، وہ یہ کہ عورت ہر چیز میں مرد کے مساوی ہے اور تمام انسانی حقوق میں مرد کے برابر ہے۔ صرف ایک امر میں البتہ عورت مرد کے برابر نہیں، جس کو "لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ" سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور جس کی "اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ" کے تحت کی گئی، اس ایک بات کے علاوہ عورت سارے معاملات، اخلاق اور عبادات میں مرد کے مساوی ہے، کوئی ایسی بات نہیں جس سے مرد کو بڑا اور عورت کو حقیر سمجھا جائے اور اسلام ہی ہے جس نے سب سے پہلے عورتوں کو عزت عطا کی۔

ایک فلاسفر کا قول

ایک فلاسفر نے کتنی درست بات کہی ہے کہ اگر رب العزت کا مقصد یہ ہوتا کہ زن وشو کی اجتماعی زندگی کی صدارت عورت کے حصہ میں آئے تو عورت کو مرد کے سر والے حصہ سے پیدا کرتے اور اگر عورت کو خادمہ کے درجہ میں رکھنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ عورت کو مرد کے پاؤں والے حصہ سے وجود عطا کرتا، مگر چونکہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی مقصد نہ تھا بلکہ ان دونوں سے بلند ایک جداگانہ مقصد تھا اور وہ یہ کہ عورت اور مرد مساوات کی زندگی گزاریں، دوستانہ برتاؤ قائم رکھیں اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی عزت اور محبت کو اپنے دل میں جگہ دے اس لئے رب العزت نے عورت کو مرد کے پہلو سے پیدا کیا۔

صدارت کے باوجود عورت سے مشورہ کا حکم

یہی وجہ ہے کہ صدارت کے لئے مرد کا نام لینے کے باوجود قدرت کا منشا یہ ہے کہ سارے امور باہمی مشورے سے طے کئے جائیں اور اس طرح کے جو کام انجام پائیں وہ

باہمی رضا مندی اور خوشنودی سے۔قرآن پاک نے جہاں یہ بیان کیا ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو پورے دوسال دودھ پلائیں اور بچے کے باپ پر دودھ پلانے والی کا کھانا اور کپڑا ہے۔اس مقام پر یہ بیان کرتے ہوئے کہ اگر تم دودھ چھڑانا چاہو تو باہمی مشورے اور رضا مندی سے ایسا کرو۔قرآن پاک نے بیان کیا ہے:

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا.
(البقرۃ: ۲۳۳)

پھر اگر دونوں اپنی رضا مندی اور مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کسی قسم کا گناہ نہیں۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ جو کام انجام پائے حتی الوسع باہمی مشورے سے انجام پائے۔پھر مومنوں کی شان ہی یہ بیان فرمائی ہے:

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ. (الشوری: ۳۸)

اور وہ آپس میں مشورے سے کام کرتے ہیں۔

اس ساری تفصیل کا ماحصل یہ ہے کہ اسلام نے مرد اور عورت میں جائز رشتہ کے قیام کے بعد ایک نظام قائم کر دیا ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے دونوں میں محبت رہے گی اور پھر اس طرح عفت وعصمت پر کوئی دھبہ نہ پڑ سکے گا۔

موجودہ دور میں تعطل

اس دور پرفتن میں آئے دن یہ بات سننے میں آتی ہے کہ مالدار گھرانوں میں میاں بیوی میں ذرا سی بات پر اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اور دونوں علیحدہ ہو کر زندگی گزارتے ہیں، برسوں دونوں میں جدائی رہتی ہے۔ بیوی اپنی ضد پر رہتی ہے اور شوہر اپنی شان میں، یہ جدائی کا زمانہ دونوں کے لئے نازک ہوتا ہے۔کیونکہ نفسانی خواہشات سے کوئی خالی نہیں۔ اسلام نے اس طرح کی زندگی کو لعنت قرار دیا ہے اور کہیں اس کی گنجائش نہیں رکھی ہے، جیسا کہ آئندہ تفصیل سے معلوم ہوگا۔

نیک خاتون اوراس کا فریضہ

میاں بیوی کے سامنے اگر اسلام کے قوانین ہوتے تو ایسی نوبت ہرگز نہ آتی اور ایسے مواقع پر مرد کی قوامیت کا فیصلہ فتنہ کے اس سوراخ کو بند کر دیتا ''اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ'' کے بعد ہی ارشاد ربانی ہے:

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ. (النساء: ۳۴)

پس نیک بخت عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں اور مرد کی غیر موجودگی میں اللہ کی حفاظت سے نگہبانی کرتی ہیں۔

اس ٹکڑے میں عورت کی شناخت کا بیان ہے اور اس طرح عورت کو مرد کی اطاعت پر ابھارا گیا ہے تاکہ دونوں میں اختلاف رائے کبھی ہو تو علیحدگی کی نوبت نہ آئے۔ پھر مزید اس رشتہ کی مضبوطی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا فِي غَيْرِ مَا بَأْسٍ، فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ. ❶

جو عورت خواہ مخواہ معمولی باتوں میں اپنے شوہر سے طلاق چاہتی ہے، اس پر جنت کی بو حرام ہے۔

اس میں عورت کو ہدایت دی گئی ہے کہ زن وشو کی باہمی زندگی میں ایسی بات ہو جائے جو تم کو ناپسند ہو تو ایسی ذرا ذرا سی بات پر شوہر سے طلاق کا مطالبہ شروع نہ کر دیا کرو، کیونکہ اجتماعی زندگی میں عموماً ایسی بات ہوتی رہتی ہے کیونکہ دونوں کے مزاجوں میں قدرتی طور پر اختلاف پایا جاتا ہے۔

نیک عورت کا فریضہ ہے کہ باہمی اجتماعی زندگی کے نظام میں جونہی برہمی اور انتشار محسوس کرے شوہر کی صدارت کو یاد کرے اور جوش کو ترک کر کے ہوش کو رہبر بنائے، یہ یقین پیدا کر کے کہ شوہر باہمی زندگی یا نظام منزلی کا صدر اور امیر ہے اس کی اطاعت اپنا فریضہ

❶ سنن أبي داؤد: كتاب الطلاق، باب في الخلع، ج۲ ص۲٦۸، رقم الحديث: ۲۲۲٦

سمجھے۔ اگر اپنے صدر کی زیادتی کا شبہ ہو تو قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس کی زیادتی اس پر آشکارا کرے اور حزم واحتیاط اور انصاف کا جو تقاضا ہو اسے مہذب طور پر پیش کرے۔

اللہ نہ کرے اگر عورت نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تو پھر یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اجتماعی زندگی کا سکون واطمینان جاتا رہے گا، ہر کام میں انتشار اور برہمی لازمی ہے اور میاں بیوی جس چھوٹی سی سلطنت کے ذمہ دار رکن ہیں وہ تباہ وبرباد ہوجائے گی اور اسی کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا کی نگاہ میں دونوں میں سے کسی میں بھی گھریلو سلطنت چلانے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اب کوئی بھی جلد ان کو اس حکومت کی رکنیت دینے پر راضی نہ ہوگا۔

شوہر کی تعظیم وتکریم

مرد کی محبت اور صدارت کی وجہ سے عورت پر اپنے شوہر کی دلجوئی اور اس کی تعظیم وتکریم ازبس ضروری ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد:

لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَّسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا. ❶

کسی کو کسی آدمی کے سجدہ کا میں اگر حکم دیتا، تو پہلے عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

کا مطلب اس کے سوا کیا ہے کہ بیوی پر اپنے شوہر کی تعظیم وتکریم اور اس کی دلجوئی ضروری ہے۔ عقل بھی کہتی ہے کہ جس شوہر نے اپنے کو بیوی کی محبت میں سرشار کرلیا، اپنی کمائی اور جائداد بیوی کے آرام وعافیت کے لئے اس کے قدموں میں ڈال دی اور اپنے انس ومحبت کا مرکز بنالیا، اس کی دلجوئی اور عزت وتکریم عورت کا فریضہ ہے۔

رسمی تعظیم وتکریم تک ہی تعلق کافی نہیں ہے بلکہ اخلاص بھی ضروری ہے تاکہ شوہر کے قلب پر اثر پڑے اور یہ اپنی بیوی سے خوش رہے۔ شوہر کی رضا کی ضرورت بیوی کو دنیا

❶ سنن الترمذي: أبواب الرضاع، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة، ج۳ ص۴۵۷، رقم الحديث: ۱۱۵۹

میں بھی ہے اور آخرت میں بھی۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ. ❶

جو عورت مر جائے اور اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں جائے گی۔

اطاعت وفرماں برداری

شوہر کی محبت اور اس کی رضا عورت اپنے ایثار اور فرماں برداری ہی سے خرید سکتی ہے، یعنی عورت جب اپنے شوہر کی ہر جائز بات پر گردن جھکاتی رہے گی، شوہر اس پر اپنی جان چھڑکتا رہے گا اور بیوی کے لئے وہ سارے جتن کرے گا جو ایک شریف مرد کر سکتا ہے، چنانچہ عورت کی خوبیوں میں شوہر کی جائز اطاعت کو بھی شمار کیا گیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خُمُسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَصَّنَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ بَعْلَهَا دَخَلَتْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ. ❷

عورت جب پنج وقتی نماز پڑھے، رمضان کے مہینہ کے روزے رکھے، اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کرے، اور اپنے شوہر کی فرماں بردار ہو تو وہ جنت کے دروازوں میں سے جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جائے۔

نماز روزہ اور عفت وعصمت کی حفاظت کے ساتھ شوہر کی فرماں برداری بھی ضروری قرار دی گئی، اور اس حدیث میں اشارہ کیا گیا کہ عورت پر جہاں حقوق اللہ کی بجا آوری ضروری ہے شوہر کے حقوق کا لحاظ اور پاس بھی اس کا فریضہ ہے۔ شوہر کے حقوق سے چشم پوشی کر کے عورت کامیاب نہیں ہو سکتی۔

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ بہترین عورت کونسی ہے؟

---

❶ سنن الترمذي: أبواب الرضاع، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة، ج۳ ص۴۵۷، رقم الحديث: ۱۱۶۱ ❷ صحيح ابن حبان: كتاب النكاح، باب معاشرة الزوجين، ج۹ ص۴۷۱، رقم الحديث: ۴۱۶۳

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ، وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ، وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ. ❶

شوہر جب اس کو دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے اور جب کسی (جائز) کام کا حکم دے بجالائے، اور وہ اپنی جان و مال میں ایسی مخالفت نہ کرے جو اس (کے شوہر) کو ناپسند ہو۔

شوہر کے حقوق کی بجا آوری کی تاکید کا اس سے دلچسپ انداز اور کیا ہوسکتا ہے، گویا جو عورت محسوس کرے کہ اس میں یہ خوبیاں نہیں ہیں وہ یقین کرے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بہتر نہیں ہے، سب کچھ ہے مگر جو اپنے خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں بہتر نہیں نکمی اور محروم القسمت ہے۔

شوہر کی ناجائز بات میں اطاعت نہیں

مگر یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ شوہر کی جائز اطاعت سے آگے نہ بڑھنا چاہئے، یعنی عورت اپنے شوہر کی ان باتوں پر عمل نہ کرے گی جو رب العزت کے احکام کے خلاف ہوں۔ حدیث میں ایک واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ ایک انصاری خاتون ایک مرتبہ خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور بتایا کہ میں نے اپنی لڑکی کی شادی کر دی ہے۔ اتفاق سے میری لڑکی کے بال گر گئے ہیں، اب میرے داماد کا تقاضا ہے کہ دوسرے بال علیحدہ سے لے کر اس کے بالوں میں شامل کر دئے جائیں کہ بدصورتی جاتی رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سلسلہ میں کیا ارشاد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایسی عورت پر لعنت کی گئی ہے جو الگ سے بال لے کر اپنے بالوں میں جوڑے۔ ❷

---

❶ سنن النسائي: كتاب النكاح، باب أي النساء خير، ج٦ ص٦٨، رقم الحديث: ٣٢٣١ ❷ سنن النسائي: كتاب الزينة، باب لعن الواصلة والمستوصلة، ج٨ ص١٨٧، رقم الحديث: ٥٢٥٠

شوہر کی خوشنودی

ان امور میں بلا شبہ شوہر کا حکم بجالائے گی جن میں شریعت کی ممانعت وارد نہیں ہوئی ہے، فرماں بردار بیوی کو حدیث میں بڑی گراں قدر نعمت قرار دیا گیا ہے۔ اس حدیث کو پڑھئے اور اندازہ لگائیے کہ فرماں بردار بیوی کا اسلام میں کیا درجہ ہے:

مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللّٰهِ خَيْرًا لَهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ، إِنْ أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ، وَإِنْ نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ، وَإِنْ أَقْسَمَ عَلَيْهَا أَبَرَّتْهُ، وَإِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهِ. ❶

تقویٰ کے بعد مسلمان کے لئے بہترین چیز جو اس کے لئے قابلِ استفادہ ہے وہ نیک عورت ہے کہ اگر اس کو شوہر حکم کرے بجالائے، اس کو دیکھے تو خوش کردے، اس کو قسم دے تو پورا کر دکھائے اور اگر شوہر موجود نہ ہو تو اپنی ذات اور شوہر کے مال میں خیر خواہ بن کر رہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خشیت اور اس کے خوف کے بعد بہترین دولت نیک اور فرماں بردار بیوی ہے جو اپنے پیارے شوہر کی لاڈلی اس پر جان دینے والی، اپنے ہنس مکھ چہرے سے شوہر کا دل لبھانے والی، اس کے ایک ایک حکم پر اپنے کو نثار کرنے والی اور عصمت مآب ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

وَلَوْ أَنَّ رَجُلًا أَمَرَ امْرَأَتَهُ أَنْ تَنْقُلَ مِنْ جَبَلٍ أَحْمَرَ إِلَى جَبَلٍ أَسْوَدَ، وَمِنْ جَبَلٍ أَسْوَدَ إِلَى جَبَلٍ أَحْمَرَ، لَكَانَ نَوْلُهَا أَنْ تَفْعَلَ. ❷

اگر شوہر اپنی بیوی کو حکم دے کہ سرخ پہاڑ سے سیاہ پہاڑ پر پتھر لے کر جائے اور سیاہ پہاڑ سے سرخ پہاڑ پر تو بیوی وہی ہے جو اس حکم کو بجالائے۔

---

❶ سنن ابن ماجه: كتاب النكاح، باب أفضل النساء، ج ١ ص ٥٩٦، رقم الحديث: ١٨٥٧ ❷ سنن ابن ماجه: كتاب النكاح، باب حق الزوج على المرأة، ج ١ ص ٥٩٥، رقم الحديث: ١٨٥٢

اسلام نے زن وشو کے رشتہ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنا چاہا ہے اور اس سلسلہ میں دونوں کی نفسیات کو پیش نظر رکھ کر ہر ایک کو اس کے لائق حقوق عطا کئے ہیں۔ بیوی پر شوہر کے جو حقوق ہیں وہ سب اسی لائق ہیں کہ عورت بہ دل وجان بجالائے۔

ایک دفعہ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَلَا تَجِدُ امْرَأَةٌ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ حَتَّى تُؤَدِّيَ حَقَّ زَوْجِهَا. ❶

کوئی بیوی اس وقت تک ایمان کی مٹھاس سے لذت اندوز نہیں ہوسکتی ہے جب تک وہ اپنے شوہر کے حقوق ادا نہ کرے۔

پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ شوہر اپنے پورے گھر کا نگران ہے جس میں بیوی بھی داخل ہے، پھر نگران کے جائز حکم کی سرتابی کیونکر جائز ہوسکتی ہے۔

یہ احکام عورت بخوشی بجالائے کہ عورت اپنے شوہر کی رفیقِ حیات اور شریکِ زندگی ہے اور ایک دوست کا فریضہ ہے کہ دوسرے دوست کے لئے ایثار وقربانی سے کام لے۔ عورت جو کچھ کرے رفیقۂ حیات کی حیثیت سے اسے کرنا چاہئے اپنے کو غلام اور محکوم تصور نہ کرنا چاہئے۔

جنسی میلان میں حکم کی بجا آوری

جنسی میلان کی تکمیل جو بظاہر دنیاوی امور میں سے ہے مگر اس سلسلہ میں بھی شوہر اپنی بیوی کو بلائے تو بیوی کی طبعی محبت کا تقاضا ہے کہ شوہر کی فرماں برداری کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّورِ. ❷

شوہر جب اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کے لئے بلائے تو وہ فوراً اس کے لئے حاضر ہوجائے گو وہ تنور پر بیٹھی (روٹی پکا رہی) ہو۔

---

❶ المستدرک على الصحيحين: كتاب البر والصلة، ج۴ ص ۱۹۰، رقم الحديث: ۷۳۲۵. قال الحاكم والذهبي: على شرط الشيخين ❷ سنن الترمذي: أبواب الرضاع، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة، ج۳ ص۴۵۷، رقم الحديث: ۱۱۶۰

بلکہ حدیث میں صراحت ہے کہ اگر اس سلسلہ میں بھی حکم نہ بجالائے گی تو گنہگار ہوگی۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ، فَأَبَتْ أَنْ تَجِيءَ، لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ. ❶

شوہر جب اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کردے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

شرعی طور پر عورت کا شوہر کے مطالبۂ ہم بستری کو ٹھکرا دینا حرام ہے، یہ الگ بات ہے کہ خود شوہر کو بھی بیوی کے حالات کا لحاظ کرنا ازبس ضروری ہے۔ صرف جنسی میلان کی خاطر عورت کی صحت کو نظر انداز کر دینا انسانیت اور اخلاق دونوں کے منافی ہے۔ فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ عورت کی صحت اجازت نہ دے تو پرہیز چاہئے:

وَلَوْ تَضَرَّرَتْ مِنْ كَثْرَةِ جِمَاعِهِ لَمْ تَجُزْ الزِّيَادَةُ عَلَى قَدْرِ طَاقَتِهَا. ❷

اگر کثرت مباشرت عورت کے لئے مضر ہو تو ایسی حالت میں اس کی طاقت سے زیادہ ہم بستری مرد کے لئے جائز نہیں ہے۔

بہرحال عورت اس باب میں بھی شوہر کے حکم کی پابند ہے، اُسے نافرمانی کی اجازت نہیں ہے۔ اس حدیث سے بھی اس کی اہمیت سمجھ میں آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ. ❸

شوہر موجود ہو تو بغیر اس کی اجازت کے عورت نفلی روزے نہ رکھے۔

---

❶ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب إذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها، ج۷ ص ۳۰، رقم الحديث: ۵۱۹۳ ❷ الدر المختار: كتاب النكاح، باب القسم، ج۳ ص ۲۰۳ ❸ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب صوم المرأة باذن زوجها تطوعا، ج۷ ص ۳۰، رقم الحديث: ۵۱۹۲

ان سارے قوانین کا منشا یہ ہے کہ عفت وعصمت کا تحفظ ہو اور اخلاق واعمال پاکیزہ رہیں، ساتھ ہی زن وشو کے تعلقات مستحکم اور باہمی انس ومحبت قائم ودائم رہے۔

شوہر کی خوشنودی خیر القرون میں

یہی وجہ تھی کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں عورتیں اپنے شوہروں کو خوش رکھنے کی بے انتہا سعی کرتی تھیں، شوہر کی ذرا سی ناراضگی ان کے لئے سوہان روح بن جاتی تھی۔ شوہر کی بے رخی پر بھی وہ اپنا طرز عمل نہیں چھوڑتی تھی۔

خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے کہ ایک دن یہ اپنے ہاتھوں میں چاندی کے چھلے پہنے ہوئے تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چھلوں کو ان کے ہاتھوں میں پہنے ہوئے دیکھ کر فرمایا: عائشہ یہ کیا؟ بولیں: یہ آپ کی خوشنودی ہی حاصل کرنے کے لئے پہنے گئے ہیں۔ ❶

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بیان کیا کہ میں ہر رات عمدہ لباس پہن کر اور آراستہ ہو کر لوجہ اللہ اپنے شوہر کے لئے دلہن بن جاتی ہوں اور ان کے پاس سو جاتی ہوں مگر پھر بھی وہ توجہ نہیں کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ واقعہ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا: ان سے کہہ دو کہ وہ اپنے شوہر کی اطاعت کرتی رہیں۔ ❷

ازواجِ مطہرات کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

اس طرز معاشرت کا نتیجہ یہ تھا کہ میاں بیوی میں بے حد محبت ہوتی تھی، ایک دوسرے پر جان دیتے تھے۔ خود ازواجِ مطہرات کی زندگی ملاحظہ فرمائیے کہ ان کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر والہانہ محبت تھی، آپ جانتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک مالدار عورت تھیں مگر جب ان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی ہوگئی تو انہوں نے اپنی کل دولت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار کردی، آپ کو کوئی درد وغم پیش

❶ اسوۂ صحابہ: ج ا ص ۲۵۲ ❷ اسوۂ صحابہ: ج ا ص ۲۵۱

آیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تڑپ اٹھیں اور آپ کو تسلی دی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محبت بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشہور ہے آپ پر وہ اپنی جان چھڑکتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے خود اپنے ہاتھوں سے دھویا کرتیں، آپ کو خوشبو لگاتیں، آپ کی مسواک چبا دیا کرتیں اس کو حفاظت سے اٹھا کر رکھتیں۔ حد یہ ہے کہ قربانی کے جانور کے لئے خود اپنے ہاتھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قلادہ کی رسی بٹتی تھیں۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کمبل اوڑھ کر مسجد میں تشریف لائے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے توجہ دلانے سے معلوم ہوا کہ کمبل پر دھبہ ہے، آپ نے اسے اتار کر اندر بھیج دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود برتن میں پانی لے کر بیٹھ گئیں اور اپنے ہاتھوں سے اسے دھویا پھر خشک کر کے خدمت اقدس میں بھیجا۔ ❶

صحابیات کی اپنے شوہروں سے محبت

صحابیات رضی اللہ عنہن بھی اسی رنگ میں ڈوبی ہوئی تھیں، اپنے شوہر کی خوشنودی پر جان دیتی تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی بیٹی تھیں، ان کی شادی ابو العاص سے ہوئی تھی، ابو العاص ابھی مسلمان بھی نہ ہوئے تھے کہ غزوہ بدر کا واقعہ پیش آ گیا، اس حق و باطل کی جنگ میں ابو العاص کافروں کی طرف سے آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جب مسلمانوں کو فتح عطا کی اور قریش کی ایک بڑی تعداد ان کے ہاتھوں میں گرفتار ہوئی تو ان میں ابو العاص بھی تھے۔ آپ کی طرف سے جب فدیۂ رہائی کا اعلان ہوا تو ابو العاص کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رہائی کے لئے اپنے گلے کا قیمتی ہار بھیج دیا۔ یہ ہار حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ان کی ماں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی یادگار کی حیثیت سے تھا۔ ❷

حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کے شوہر جہاد میں گئے اور اللہ کے دین کی بلندی کی خاطر جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ خبر پہنچی کہ ان کے

❶ اسوۂ صحابہ: ج ا ص ۲۵۰ ❷ اسوۂ صحابہ: ج ا ص ۲۴۸

شوہر تو غزوہ میں شہید ہو گئے ہیں تو ضبط نہ کر سکیں اور فرطِ محبت میں چیخ اٹھیں۔ ❶

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی روزے کے دنوں میں فرط محبت سے اپنے لاڈلے شوہر کے سر کو بوسہ دیا کرتیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیوی کو طلاق کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان کے شوہر کی طرف سے جب مہر ملا تو وہ رو پڑیں اور فرمانے لگیں: جدا ہونے والے محبوب کے مقابلہ میں یہ رقم بالکل حقیر ہے۔ ❷

ان حقائق کو غور سے پڑھا جائے اور پھر اندازہ لگایا جائے اسلام نے زن وشو کی زندگی کو کس بنیاد پر قائم رکھنا چاہا ہے، کیا یہ حقیقت نہیں کہ بغیر محبت واطاعت رشتۂ نکاح بے روح جسد ہے۔

شوہر کا خیر مقدم خندہ روئی سے

جو کچھ گزر چکا اس کی روشنی میں یہ ماننا پڑے گا کہ عورت کا فریضہ یہ بھی ہے کہ شوہر جب گھر میں داخل ہو تو بیوی شوہر کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کرے، کیونکہ قدرت نے عورت کی مسکراہٹ میں ایسی عظیم الشان قوت عنایت کی ہے کہ شوہر بیوی کی مسکراہٹ دیکھ کر تھوڑی دیر کے لئے سارے غم بھول جاتا ہے اور اگر مرد تھکان سے نڈھال ہو رہا تھا تو پھر بیوی کی تبسم آمیز گفتگو اور دلجوئی سے تازہ دم ہو جاتا ہے اور اس کی قوت عود کر آتی ہے۔

جو عورتیں اپنے شوہروں کے سامنے منہ بسورتی ہیں، وہ گھر کو قصداً جہنم بنانا چاہتی ہیں اور شوہر کی زندگی کو گھن لگاتی ہیں۔ اس حدیث میں اسی طرف اشارہ گزر چکا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین عورت کی تعریف میں فرمایا:

الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ. ❸

شوہر کی نگاہ جب بیوی پر پڑے تو بیوی اس کو خوش کر دے۔

---

❶ اسوۂ صحابہ: ج ۱ ص ۲۴۸ ❷ اسوۂ صحابہ: ج ۱ ص ۲۴۹ ❸ سنن النسائي: كتاب النكاح، باب أي النساء خير، ج ٦ ص ٦٨، رقم الحديث: ٣٢٣١

نیز اس طرح کے موقع پر بیوی شوہر کے سامنے آئے تو بن سنور کر اور صاف ستھرے لباس میں آئے، گھر، بستر اور دوسرے سامان کو شوہر کے سامنے صفائی کے ساتھ پیش کرے۔

شوہر اور گھر کی خدمت

ضرورت کے وقت شوہر کی خدمت سے بھی نہ چوکے کہ ازواجِ مطہرات کی یہی زندگی تھی۔ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی دستور تھا، گھر کا کام کاج اپنے ہاتھ سے کرلیا کرتیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں ایک باب باندھا ہے "باب عمل المرأة في بيت زوجها" عورت کا اپنے شوہر کے گھر میں کام کاج کرنا اور اس ضمن میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ چکی چلاتے چلاتے ہاتھ پر گھٹے پڑ گئے تھے۔ ❶

محدثین نے اس واقعہ کو سامنے رکھ کر بتایا ہے کہ عورتوں کو چاہئے کہ گھر کے معمولی کام کاج خود کرلیا کریں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب چکی چلاسکتی ہیں تو کیا یہ بعید ہے کہ آپ آٹا بھی گوندھتی ہوں، روٹی بھی پکاتی ہوں۔ ❷

غزوۂ تبوک میں جو تین بزرگ شریک نہ ہوسکے تھے اور جن کا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بائیکاٹ کیا گیا تھا، ان میں حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ کچھ دنوں بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان جاری ہوا کہ ان کی بیویاں بھی اس قت تک ان سے ترکِ تعلق کرلیں جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فیصلہ نہ آجائے، اس فرمان کے فوراً بعد ہی حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور درخواست کی کہ میرے شوہر بوڑھے آدمی ہیں کوئی خادم نہیں ہے جو ان کی خدمت انجام دے سکے، لہٰذا حضور اجازت مرحمت فرمائیں تو میں ان کی خدمت کیا کروں۔

---

❶ صحيح البخاري: كتاب النفقات، باب عمل المرأة في بيت زوجها، ج٧ ص٦٥، رقم الحديث: ٥٣٦١ ❷ عمدة القاري: كتاب النفقات، باب عمل المرأة في بيت زوجها، ج٢١ ص٢٠

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال رضی اللہ عنہ کی بیوی کو اس کی اجازت دے دی۔ ❶

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی خدمت کا تفصیلی واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر کی کس قدر خدمت سرانجام دیا کرتی تھیں۔ ❷

ضد اور ہٹ دھرمی سے پرہیز

عورتوں کا ایک بڑا عیب ضد اور ہٹ دھرمی ہے، اس سے عورتوں کو بالکل اجتناب کرنا چاہئے۔ کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ جہاں کوئی ایک بات بھی ان کی طبیعت کے خلاف پڑی تو آگ بگولا ہوگئیں، اس سے آپس کے تعلقات خراب ہوجاتے ہیں اور شوہر بیوی سے بددل ہوجاتا ہے اگر کوئی معقول بات ہو تو شوہر کو سمجھانے کی سعی کرے۔ منہ پھلانا اور لڑنا بری بات ہے، شوہر کو گرم دیکھے تو خود نرم ہو اور اپنی گرمی کا اظہار ضروری سمجھے اور جی نہ مانے تو گرمی نکال لے مگر تعلقات پر ان باتوں کا اثر نہ آنے دے۔

مرد کی زیادتی اور بد دماغی سے معاملہ پڑے تو ہوش و خرد سے کام لے، عجلت نہ کرے، کچھ دب کر ہی سہی صلح کرلے تو عورت کے لئے مفید ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

وَاِنِ امۡـرَاَةٌ خَافَتۡ مِنۡ بَعۡلِهَا نُشُوۡزًا اَوۡ اِعۡرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يُّصۡلِحَا بَيۡنَهُمَا صُلۡحًا ‌ؕ وَالصُّلۡحُ خَيۡرٌ‌ؕ (النساء: ۱۲۸)

اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے غالب احتمال بد دماغی اور بے پروائی کا ہو تو دونوں کو کوئی گناہ نہیں کہ دونوں باہم خاص طور پر صلح کرلیں اور یہ صلح بہتر ہے۔

---

❶ صحيح البخاري: كتاب المغازي، باب حديث كعب بن مالك، ج٦ ص٣، رقم الحديث: ۴۴۱۸ ❷ زاد المعاد: فصل في حكم النبي صلى الله عليه وسلم في خدمة المرأة لزوجها، ج٥ ص ۱۷۱

عفت وعصمت کے تحفظ کے لئے چند ضروری قوانین

گزشتہ مباحث اگر آپ نے غور سے پڑھی ہوں گی تو یہ بات آپ پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہوگی کہ اسلام نے اپنے قوانین میں میاں بیوی کے درمیان محبت، یگانگت اور جذبۂ ایثار کی بے انتہاء رعایت ملحوظ رکھی ہے تا کہ نکاح کے جو مقاصد ہیں وہ روئے زمین پر ظاہر ہوں انسانیت اطمینان وسکون کا سانس لیتی رہے، کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے زوجین کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو سکے اور اس طرح عفت وعصمت اور اخلاق کی مٹی پلید ہو۔

یہی وجہ ہے کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک کے حقوق دوسرے پر اس طرح جتائے گئے ہیں کہ اگر دونوں اپنے فرائض ادا کرتے رہیں تو پھر باہمی رنجش اور کشیدگی کی کبھی نوبت نہ آنے پائے۔

میاں بیوی کی محبت میں حائل ہونے کی مذمت

قوم کو بھی ان تمام حرکتوں سے سختی کے ساتھ اسلام نے روکا ہے جو مرد اور عورتوں کے تعلقات کو خراب کرتی ہوں۔ قرآن پاک میں جادو کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی سب سے بڑی برائی یہ بتائی گئی ہے کہ اس سے میاں بیوی میں تفریق پیدا کرتے تھے:

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ. (البقرة: ۱۰۲)

سو وہ لوگ ان دونوں سے ایسا سحر (جادو) سیکھ لیتے تھے کہ اس کے ذریعہ
کسی مرد اور اس کی بیوی میں تفریق پیدا کر دیتے تھے

پھر اس جادو کا انجام ذکر کرتے ہوئے قرآن ہی میں ارشاد ہے:

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَالَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ. (البقرة: ۱۰۲)

اور ضرور یہ بھی اتنا جانتے ہیں کہ جو شخص اس کو اختیار کرے، ایسے شخص کا
آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

میاں بیوی کی تفریق سے شیطان کی مسرت

جس کا ماحصل یہی ہوا کہ میاں بیوی میں پھوٹ ڈالنا بڑا گناہ ہے اور ایسا شخص

آخرت کی نعمتوں سے محروم رہے گا۔ سید الکونین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ابلیس اور اس کی ذریات کی شیطنت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ابلیس اپنا تخت شاہی بچھا کر جلوہ افروز ہو جاتا ہے اور اپنی شیطانی فوج کو انسانوں میں بھیجتا ہے تاکہ ان میں فتنے برپا کرے، چنانچہ شیطانی فوج اپنی خدمات کی انجام دہی پر روانہ ہو جاتی ہے اور ابلیس اس فوج میں اس کو زیادہ نوازتا ہے جس نے سب سے بڑھ کر فتنہ برپا کیا ہو، شیطانی فوج جب اپنی فتنہ گری سے واپس آتی ہے تو ان میں سے ہر ایک اپنے سردار کے روبرو ایک رپورٹ پیش کرتا ہے کہ میں نے یوں کیا، میں نے یوں کر ڈالا اور میں نے یہ عظیم الشان کام سرانجام دیا۔ اسی سلسلہ میں ایک شیطان آگے بڑھتا ہے اور اپنے سردار کے روبرو آکر کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنی رپورٹ پیش کرتا ہے:

میں نے اپنی ڈیوٹی بڑی تندہی سے ادا کی اور اس وقت تک اطمینان کی سانس نہ لی جب تک میں نے میاں بیوی میں پھوٹ ڈالنے کی کامیابی حاصل نہ کر لی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ابلیس یہ رپورٹ سن کر خوشی سے اچھل پڑتا ہے اور اس شیطان کو اٹھ کر سینہ سے چمٹا لیتا ہے اور تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے، تو نے خوب کیا اور سب سے بازی لے گیا۔ ❶

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میاں بیوی کی تفریق اور پھوٹ سے شیطان کی مسرت کی وجہ یہ ہے کہ وہ زنا کی کثرت کو پسند کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ حرامی بچے پھیلیں اور زمین پر فتنہ وفساد کی گرم بازاری ہو۔ ❷

زوجین کے درمیان تعلقات بگاڑنے کی مذمت

کسی ذی عقل پر یہ بات راز نہیں ہے کہ میاں بیوی کی باہمی کشیدگی اور علیحدگی سے

---

❶ صحیح مسلم: كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب تحريش الشيطان وبعثه سرايا لفتنة الناس، ج۴ ص۲۱۶۷، رقم الحديث: ۲۸۱۳ ❷ مرقاة المفاتيح: كتاب الإيمان، باب في الوسوسة، ج۱ ص۱۴۱، رقم الحديث: ۷۱

کیا برائیاں پیدا ہوتی ہیں، اس لئے اس شخص کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے، جو بالقصد میاں بیوی کے تعلقات خراب کرنے کی فکر میں منہمک رہتا ہے اور بیوی کو شوہر سے اور شوہر کو بیوی سے بدظن کرنے کی سعی کرتا ہے، یہ انسان نہیں انسانیت کا دشمن ہے۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ خَبَّبَ زَوْجَةَ امْرِءٍ، أَوْ مَمْلُوكَهُ فَلَيْسَ مِنَّا. ❶

جس نے کسی عورت کی اس کے شوہر کے سامنے چغلی کھائی وہ ہم میں سے نہیں۔

جو دین ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے اور منتشر افراد کی شیرازہ بندی کرنے آیا ہو، اس دین کا پیرو اگر ایسا کرتا ہے جس سے پھوٹ پڑتی ہے اور کشیدگی بڑھتی ہے تو واقعہ ہے کہ اس میں اپنے دین کی کوئی خوبی نہیں۔

بالخصوص میاں بیوی کے تعلقات کو بگاڑنا جس سے بنا بنایا گھر برباد ہو۔ عصمت وعفت کو خطرہ لاحق ہو اور اخلاق واعمال کے گندہ ہونے کا اندیشہ ہو، یہ کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں۔

رشتۂ نکاح کے ختم کرنے کی اجازت

رشتۂ نکاح کے قیام کا منشا تو بلاشبہ یہی ہے کہ عورت اور مرد اس رشتہ میں منسلک ہوکر عفت کی زندگی گزاریں اور تاحیات اس بندھن کو کھلنے نہ دیں مگر کبھی زندگی میں ایسا موڑ بھی پیش آجاتا ہے کہ وہاں اس رشتہ کا ختم کرنا ہی سودمند ہوتا ہے۔

ہم رشتۂ ازدواج کے قیام کی بحث میں اس طرف اشارہ کرآئے ہیں کہ شادی کرنے سے پہلے عورت اور مرد میں سے ہر دوسرے کے حالات معلوم کرلیں، ممکن حد تک دیکھ بھال کرلی جائے اور طرفین کو جب ہر طرح تشفی حاصل ہوجائے تو یہ رشتہ وجود میں لایا

❶ سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في من خبب مملوكا على مولاه، ج ۴ ص ۳۴۳، رقم الحديث: ۵۱۷۰

جائے تاکہ یہ رشتہ زیادہ سے زیادہ مضبوط ثابت ہو اور زن وشو میں اخوت ومحبت قائم رہ سکے، لیکن کوئی شبہ نہیں کہ بایں ہمہ کوئی ایسی بات پیش آجاتی ہے کہ جو نکاح کے مقاصد ہیں وہ پورے ہوتے نظر نہیں آتے، ان مشکلات میں اسلام نے کچھ ایسے معتدل قوانین نافذ کئے ہیں جن پر عمل کرنے سے عفت وعصمت پر جو خطرات منڈلانے لگتے ہیں وہ ٹل جاتے ہیں اور عورت ومرد اطمینان کی زندگی گزارنے کا راستہ پا لیتے ہیں۔

ناگہانی مصائب

بظاہر زوجین کے تعلقات کی باگ ڈور مرد ہی کے ہاتھ میں معلوم ہوتی ہے اور عورت مجبور محض معلوم ہوتی ہے، لیکن ایسی بات ہرگز نہیں، عورت کے لئے قاضی کی مجلس با اختیار قرار دی گئی ہے۔ جس عورت پر اگر کوئی ناگہانی افتاد آپڑے یا شوہر کے مظالم سے عاجز ہو تو قاضی عورت کو اس کے شوہر سے نجات دلا سکتا ہے اور اس کی افتاد کی تدبیر کر سکتا ہے۔

شوہر کا نامرد ہونا

دنیا میں یہ کوئی عجیب وغریب معاملہ نہیں ہے کہ کبھی کسی عورت کا شوہر مرد کی شکل میں رہتے ہوئے بھی عوت کے جنسی میلان کی تکمیل سے مجبور ہوتا ہے۔ مرد اس قابل نہ ہو کہ اس کی بیوی اس سے اپنے داعیاتِ فطرت کی تسکین کر سکے، اس حالت میں اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے علیحدہ ہونا چاہئے اور شوہر اس کے لئے آمادہ نہ ہو تو اسلام نے اس کے لئے قاضی کی مجلس کو اختیار دیا ہے، عورت قاضی کا دروازہ کھٹکھٹائے اور اپنا مقدمہ پیش کرے۔ قاضی اس کے شوہر کو نوٹس دے گا اور حالات کی تحقیقات کرے گا، اگر مرد عنین (نامرد) ثابت ہوگا تو قاضی اس کو پہلے ایک سال کی مہلت دے گا کہ وہ اپنا علاج ودوا کرے، اگر مرد کار آمد ثابت ہوگا تب تو خیر! ورنہ ناکامی کی صورت میں تفریق کردے گا۔ حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کا بیان ہے:

مَنْ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَمَسَّهَا، فَإِنَّهُ يُضْرَبُ لَهُ أَجَلٌ، سَنَةً،

فَإِنْ مَسَّهَا وَإِلَّا فُرِّقَ بَيْنَهُمَا. ❶

جو کسی عورت سے شادی کرے اور اس کو عورت سے ہم بستر ہونے کی قدرت نہ ہو تو اس کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی اگر اس کے بعد ہم بستر ہوسکا تب خیر، ورنہ ان دونوں میں تفریق کردی جائے گی۔

امام مالک رحمہ اللہ نے ابن شہاب رحمہ اللہ سے پوچھا کہ نامرد (عنین) شوہر کو علاج کے لئے ایک سال کی جو مہلت دی جائے گی وہ کب سے؟ رخصتی کے دن سے یا اس دن سے کہ قاضی کے یہاں مقدمہ آیا۔ امام ابن شہاب رحمہ اللہ نے فرمایا:

بَلْ مِنْ يَوْمٍ تُرَافِعُهُ إِلَى السُّلْطَانِ. ❷

سلطان کے پاس مقدمہ کی پیشی کے دن سے۔

بہرحال اس طرح عورت اپنے عنین (نامرد) شوہر سے علیحدہ ہوسکتی ہے اور پھر شریعت کی روشنی میں دوسری شادی کرسکتی ہے۔

شوہر کا مجبوب ہونا

اسی طرح اگر کسی عورت کا شوہر مجبوب ہو، یعنی اس کا عضو تناسل کٹ جائے اور عورت کے جنسی میلان کی تکمیل کے لائق باقی نہ رہے تو عورت ایسے شوہر سے اسی ترکیب سے بآسانی علیحدہ ہوسکتی ہے، بلکہ اتنی اس میں سہولت اور ہے کہ ایک سال کی تاخیر بھی نہ ہوگی، درخواست پاتے ہی قاضی تحقیقِ حال کرے گا اور عورت کو مرد سے علیحدہ کردے گا۔

امام قدوری رحمہ اللہ عنین وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِذَا كَانَ الزَّوْجُ عِنِّيْنًا اَجَّلَهُ الْحَاكِمُ حَوْلًا، فَإِنْ وَصَلَ إِلَيْهَا وَإِلَّا فُرِّقَ بَيْنَهُمَا إِنْ طَلَبَتِ الْمَرْأَةُ ذٰلِكَ وَإِنْ كَانَ مَجْبُوْبًا فَرَّقَ الْقَاضِي بَيْنَهُمَا فِي الْحَالِ وَلَمْ يُؤَجِّلْهُ. ❸

❶ مؤطا مالك: كتاب الطلاق، باب أجل الذي لايمس امرأته، ج۲ ص ۵۸۴، رقم الحديث: ۴۷ ❷ المصفى على المؤطا: ج۲ ص ۲۳ ❸ المختصر للقدوري: كتاب النكاح، ص۱۵۷

اگر کسی کا شوہر نامرد ہو تو حاکم اُسے دوا اور علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دے گا، اگر وہ عورت کے لائق ہو گیا تب تو خیر ورنہ ان دونوں میں عورت کے مطالبہ پر تفریق کر دی جائے گی، اور اگر مقطوع الذکر ہو (جس کا عضو تناسل کٹا ہوا ہو) تو قاضی بغیر مہلت کے فوراً تفریق کر دے گا۔

خصی شوہر کا حکم

خصی شوہر کا حکم بھی عنین ہی جیسا ہے یعنی مرد اپنے کو خصی کرا کے اس لائق بنا لے کہ اس میں جنسی میلان باقی نہ رہے، اور اس طرح وہ عورت کے لئے ناکارہ ثابت ہو تو قاضی کے پاس عورت درخواست دے، قاضی فوراً شوہر کی حالت کی تحقیق کرے گا، علاج کے لئے ایک سال کا موقع دے گا اور اگر اس کے بعد بھی نکما ہی باقی رہے گا تو قاضی عورت کو اس مرد سے جدا کر دے گا:

وَالْخَصِيُّ يُوَجَّلُ كَمَا يُوَجَّلُ الْعِنِّيْنُ. ❶

شوہر خصی کو عنین کی طرح ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔

فروعات میں نہیں جانا بلکہ یہ بتانا ہے کہ اسلام نے ان تمام صورتوں کی راہ پیدا کی ہے جن صورتوں میں عورت کو عصمت کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے، کوئی ایسی شکل باقی نہیں رکھی کہ عورت معصیت کے لئے اپنے آپ کو مجبور پائے۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کا ارشاد

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ اس بحث کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں:

وَالْقِيَاسُ أَنَّ كُلَّ عَيْبٍ يُنَفِّرُ الزَّوْجَ الْآخَرَ مِنْهُ وَلَا يَحْصُلُ بِهِ مَقْصُودُ النِّكَاحِ مِنَ الرَّحْمَةِ وَالْمَوَدَّةِ يُوجِبُ الْخِيَارَ. ❷

---

❶ المختصر للقدوري: كتاب النكاح، ص١٥٧ ❷ زاد المعاد: فصل في حكمه صلى اللّٰه عليه وسلم وخلفائه في أحد الزوجين يجد بصاحبه برصا أو جنونا أو جذاما، ج٥ ص١٦٣

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر وہ عیب جس کی وجہ سے زوجین میں یکجہتی باقی نہ رہ سکے اور نکاح کا مقصد جو محبت ومودت ہے فوت ہوجائے، تو ایسی حالت میں علیحدگی کا اختیار دینا ضروری ہوجاتا ہے۔

بعض جزئیات میں ائمہ کا باہمی اختلاف ہے، مگر یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ کوئی ایسی صورت اسلام نے برداشت نہیں کی ہے کہ مرد اور عورت میں کوئی اپنے آپ کو بدکاری کے لئے مجبور محسوس کرے۔

اسلام کا قانونِ خلع

اسی طرح کے نازک وقت کے لئے اسلام نے کشمکش کی آخری شکل میں ''خلع'' کی اجازت بخشی ہے، ناجائز فائدہ اٹھانے والوں کے لئے پیش بندی کے طور پر سختی کے ساتھ خلع سے روکا ہے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

أَيُّـمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا فِي غَيْرِ مَا بَأْسٍ، فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ. ❶

جو عورت خواہ مخواہ معمولی باتوں میں اپنے شوہر سے طلاق چاہتی ہے، اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُنْتَزِعَاتُ وَالْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ. ❷

شوہر سے علیحدہ ہونے والی اور خواہ مخواہ خلع کی طالب عورتیں منافق ہیں۔

ان حدیثوں کا منشا یہی ہے کہ عورتیں خواہ مخواہ اپنے شوہروں سے جدائی کی خواہش نہ کریں۔ تلذذ کی خاطر ایسا کرنا اسلام کے ایک عظیم الشان قانون کو بازیچۂ اطفال بنالینا

❶ سنن أبي داؤد: كتاب الطلاق، باب في الخلع، ج٢ ص٢٦٨، رقم الحديث: ٢٢٢٦

❶ سنن النسائي: كتاب الطلاق، باب ما جاء في الخلع، ج٦ ص١٦٨، رقم الحديث: ٣٤٦١

ہے، لیکن اگر واقعی عورت دیانت داری سے یہ محسوس کرے کہ اگر خلع کی صورت اختیار نہ کی گئی تو رب العزت کے قائم کردہ حقوق باقی نہ رہ سکیں گے اور عورت کو ظنِ غالب ہے کہ موجودہ تعلقات دین ودنیا کے لئے مضر ہیں، تو ایسی مجبوری اور نزاکت کے وقت عورت خلع کے قانون سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلاَ جُنَاحَ عَلَیْھِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ.

(البقرۃ: ۲۲۹)

سو اگر تم لوگوں کو احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابط الٰہیہ کو قائم نہ کر سکیں گے تو دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑا لے۔

عہد نبوی میں خلع

گو حدود اللہ کے عدم قیام کی شرط کے ساتھ خلع کی اسلام نے اجازت دی ہے، اس سے پہلے ہرگز اجازت نہیں ہے، خلع کی مثال عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے۔ حدیث کی کتابوں میں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کہ حبیبہ بنت سہل انصاری رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ سے بیاہی گئی تھیں، ایک صبح سویرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لئے نکلے، دروازے پر پہنچے تو دیکھا ایک عورت کپڑے میں لپٹی، سمٹی ہوئی کھڑی ہے، صبح کی تاریکی ابھی باقی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ کون ہیں؟ آواز آئی: یا رسول اللہ! میں سہل کی بیٹی حبیبہ ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا بات ہے؟ حضرت حبیبہ نے کہا: نہ تو میں ثابت بن قیس کے ساتھ ہوں اور نہ ثابت میرے ساتھ یعنی ہم دونوں میاں بیوی میں اتفاق ونباہ کی امید باقی نہیں رہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سن لیا اور نماز کے لئے روانہ ہوگئے۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ جب خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حبیبہ بنت سہل انصاری ہیں، اللہ تعالیٰ کو جو منظور تھا اُسے آ کر انہوں نے یہاں بیان کیا، حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا نے مہر کی واپسی پر بھی اپنی آمادگی ظاہر کر دی اور درخواست کی

کہ شوہر کا عطیہ موجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت سے فرمایا: اپنا عطیہ واپس لے لو۔ یہ سن کر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے بیوی سے اپنا عطیہ واپس لے لیا اوراس طرح دونوں میں جدائی ہوگئی۔

بخاری میں ہے کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر بیان دیا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ، ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلاَ دِيْنٍ، وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ.

یارسول اللہ! میں ثابت بن قیس کو ان کے اخلاق و دین میں عیب نہیں لگاتی
لیکن بات یہ ہے کہ میں اسلام میں کفر کی بات پسند نہیں کرتی۔

یہ سن کر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کا باغ واپس کرنے پر تیار ہو؟ ثابت رضی اللہ عنہ کی بیوی نے اثبات میں جواب دیا۔ یہ معلوم کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اَقْبَلِ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً. ❶

باغ لے لو اور اس کو ایک طلاق دے دو۔

بخاری نے یہ واقعہ جو بیان کیا ہے، یہ ہے تو ثابت رضی اللہ عنہ ہی کی بیوی کا مگر حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نہیں ہے بلکہ ان کی دوسری بیوی جمیلہ بنت سلول کا ہے، ابن ماجہ میں یہی واقعہ جمیلہ کے نام کے ساتھ مذکور ہے۔ ❷

واقعہ یہ ہے کہ حضرت ثابت بن قیس کوتاہ قد، بدصورت اور تیز مزاج تھے، اس لئے کسی عورت کی نگاہ میں سماتے نہیں تھے۔ بعض روایات میں ان کی بیوی کا ان کے بارے

---

❶ صحيح البخاري: كتاب الطلاق، باب الخلع وكيف الطلاق فيه، ج۷ ص ۴۶، رقم الحديث: ۵۲۷۳ ❷ دیکھئے: سنن ابن ماجه: كتاب الطلاق، باب المختلعة تأخذ ما أعطاها، ج ۱ ص ۶۶۲، رقم الحديث: ۲۰۵۶

میں بڑا سخت جملہ ہے۔ ❶

حدیث کی کتابوں میں خلع کے اور واقعات بھی مذکور ہیں یہاں تفصیل مقصود نہیں۔

مفقود الخبر کی بیوی کا حکم

عورت اس وقت بھی مشکلات میں نظر آتی ہے جب اس کا شوہر لاپتہ ہوجائے نہ یہی معلوم ہو کہ مر گیا اور نہ یہی پتہ چلے کہ زندہ ہے اور ہے تو کہاں ہے؟ ایسے وقت عورت کیا کرے، یہ ایک اہم سوال ہے۔

کوئی شبہ نہیں یہ مسئلہ ائمہ کے درمیان مختلف فیہ ہے مگر اس سلسلہ میں علماء راسخین کا جس پر فتویٰ ہے وہ یہ ہے کہ عورت اپنے مفقود الخبر شوہر کا چار سال انتظار کرے گی، اس عرصہ میں بھی کوئی پتہ نہ چلے تو چار سال بعد عدتِ وفات چار ماہ گزارے گی اور اس کے بعد شرعی حدود میں رہ کر دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ فَقَدَتْ زَوْجَهَا فَلَمْ تَدْرِ أَيْنَ هُوَ؟ فَإِنَّهَا تَنْتَظِرُ أَرْبَعَ سِنِينَ، ثُمَّ تَعْتَدُّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ثُمَّ تَحِلُّ. ❷

جس عورت کا شوہر کھو جائے اور پتہ نہ چلے کہ وہ کہاں ہے تو ایسی عورت چار سال انتظار کرے اور پھر چار مہینے دس دن عدت کے دن گزارے اور حلال ہوجائے۔

امام مالک رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے، علماء احناف نے اس قول پر فتویٰ کی اجازت دی ہے، اس سلسلہ میں صاحب جامع الرموز، صاحب الدر المنتقیٰ اور صاحب رد المحتار کا خصوصیت سے نام لیا جاتا ہے، علماء ہند میں حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ

---

❶ دیکھئے: سنن ابن ماجه: كتاب الطلاق، باب المختلعة تأخذ ما أعطاها، ج ا ص ٦٦٢، رقم الحديث: ٢٠٥٧ ❷ مؤطا مالک: كتاب الطلاق، باب عدة التي تفقد زوجها، ج ٢ ص ٥٧٥، رقم الحديث: ٥٢

اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمہ اللہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، جن بزرگوں نے دلیل کے ساتھ اسے تسلیم کیا ہے۔ ❶

اسلام کا قانونِ طلاق اور عفت وعصمت کی حفاظت

طلاق کا مسئلہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے یعنی اگر مرد اور عورت کا تعلق ازدواج ناکام ہوجائے، حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے زوجین میں صلح وآشتی اور اتحاد واتفاق کی زندگی محال ہوجائے تو ایسے موقع پر مرد اپنی مرضی سے عورت کو علیحدہ کرسکتا ہے مگر یہ بالکل آخری شکل ہے۔

طلاق کا قانون یہود میں

اسلام نے طلاق کا جو ضابطہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اس کی تفصیل سے پہلے یہ عرض کردینا ضروری ہے کہ طلاق کی اجازت اور گنجائش دوسرے مذاہب وادیان میں بھی ہے۔ یہود کے یہاں طلاق میں بہت ڈھیل ہے، شوہر کی خواہش ہی طلاق کے لئے کافی سمجھی گئی ہے، یعنی شوہر اگر چاہے کہ موجودہ بیوی کو علیحدہ کردے اور اس سے خوبصورت عورت سے شادی کرلے تو اس کو طلاق کی اجازت ہوگی۔ اسی طرح عورت کے معمولی معمولی عیوب بھی وجہ طلاق بن سکتے ہیں مثلاً عورت کی دونوں آنکھیں برابر نہ ہوں، چھوٹی بڑی ہوں، عورت کی بغل سے بو آتی ہو، لنگڑی یا کبڑی ہو یا بانجھ ہو۔ جس طرح یہ خلقی عیوب طلاق کی وجہ کے لئے کافی سمجھے گئے ہیں اسی طرح کچھ اخلاقی عیوب بھی، جیسے سخت مزاج ہو، زیادہ بولنے والی ہو، بے ادب ہو، لالچی ہو، کھانے میں نفاست پسند نہ ہو، اس کی خوراک زیادہ ہو اور اسی طرح کے دوسرے عیوب۔ ❷

---

❶ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ: ۲/ ۳۹۳، اور مسوی علی المؤطا: ۲ / ۶۸، ۶۹، اردو زبان میں اس موضوع پر تفصیلات کیلئے دیکھیں "حیلہ ناجزہ" "یعنی عورتوں کا حقِ تنسیخِ نکاح" از حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ❷ تفصیل کے لئے دیکھئے "سعادۃ الزوجین"، "أحکام الطلاق عند اسرائیلین" اور "نداء للجنس اللطیف: ص ۹۷

مردوں کو طلاق کے لئے اتنے وسیع اختیارات مگر عورت کے ساتھ یہ ظلم ہے کہ وہ مرد کے ہزاروں عیوب کے بعد بھی مرد سے علیحدگی کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔

قانونِ طلاق عیسائیوں میں

عیسائیت میں سرے سے یہ جائز ہی نہیں تھا کہ طلاق کسی وجہ سے بھی دی جائے، رشتہ نکاح دوامی سمجھا جاتا تھا۔ موت کے سوا جدائی کی کوئی اور وجہ ناممکن تھی اور یہ ساری سختی حضرت مسیح علیہ السلام کے اس قول سے اخذ کی گئی تھی:

جسے خدا نے جوڑا اُسے آدمی جدا نہ کرے۔ (متی ۶:۱۹)

حالانکہ اس قول کا یہ مطلب سرے سے غلط تھا، یہ ایک اخلاقی ہدایت تھی اور منشا بے وجہ طلاق دینے کو روکنا تھا کیونکہ خود متی کی دوسری آیت میں ہے:

جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسرا بیان کرے وہ زنا کرتا ہے۔ (متی ۹:۱۹)

اس آیت میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ بوقتِ ضرورت طلاق دی جاسکتی ہے مگر مسیحی علماء نے اس کو پہلی آیت سے متعارض سمجھ کر یہ تاویل کی کہ بعد کا اضافہ ہے، اس دوسرے قول پر عمل جائز نہ ہوگا اور بعض مسیحی علماء نے یہ مطلب اخذ کیا:

حرام کاری کی صورت میں میاں بیوی میں تفریق کرادی جائے مگر رشتۂ نکاح بدستور قائم رہے، یعنی مرد اور عورت میں سے کوئی اس تفریق کے بعد دوسری شادی نہیں کر سکتا۔

آپ یہ سن کر حیرت زدہ رہ جائیں گے کہ صدیوں مسیحی دنیا اسی قانون پر عامل رہی، ایک تو طلاق ہی ناجائز سمجھی جاتی تھی اور جن لوگوں کے یہاں طلاق جائز تھی ان کے یہاں فیصلہ یہ تھا کہ اب مرد اور عورت دونوں تجرد کی زندگی گزاریں۔ بعد میں مشرقی کلیسا نے کچھ صورتیں رشتۂ نکاح کے ختم کرنے کی نکالیں، مگر مغربی مذہبی پیشواؤں نے اس کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور وہ کلیسائے روم کی ہی فقہ پر عامل رہے کہ موت کے سوا کوئی دوسرا

سبب اس رشتہ کو منقطع نہیں کرسکتا۔ تقریباً پندرہ سو سال تک عیسائیوں کو کلیسا کے اس ظالمانہ اور جابرانہ قانون کی وجہ سے مصیبتوں میں مبتلا رہنا پڑا۔

قانونِ طلاق کی اصلاح

سولہویں صدی سے طلاق کے قانون کی اصلاح کی آواز اٹھی مگر نتیجہ کے اعتبار سے کچھ زیادہ سودمند ثابت نہ ہوئی۔ انگلستان میں ۱۸۵۷ء سے پہلے تک جب تک زنا اور ظالمانہ برتاؤ نہ ثابت کیا جائے قانونی تفریق کا فیصلہ بھی نہیں ملتا تھا، اگر کسی نے یہ دو جرم ثابت کردئے تو قانونی تفریق حاصل ہوتی۔ لیکن اس کو اب بھی دوسری شادی کی اجازت نہیں تھی اور ہر حال میں شرط یہ تھی کہ مقدمہ عدالت میں پیش ہو اور عدالت ہی فیصلہ کرے اور پھر مرد اور عورت میں سے جو بھی طلاق کا خواہشمند ہو اس پر ضروری تھا کہ دوسرے پر زنا ثابت کرے اور اگر عورت فریادی ہے تو مرد پر زنا کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ بھی۔ یہ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ قانون نے یہ بھی حق دیا تھا کہ مرد اپنی بیوی کے ناجائز دوست سے ہرجانہ یا یوں کہئے کہ: ''بیوی کی عصمت کا معاوضہ وصول کرسکتا ہے''۔

۱۸۶۶ء کے قانون میں عدالت کو حق دیا گیا کہ خطا کار شوہر پر مطلقہ عورت کے نفقہ کا بوجھ بھی ڈال دے اور ۱۹۰۷ء میں ''خطا کار'' کی شرط بھی ختم کردی گئی یعنی میاں بیوی میں مکمل جدائی کے باوجود عدالت کو حق تھا کہ مرد سے مطلقہ بیوی کو نفقہ دلوائے۔

۱۸۹۵ء میں طے کیا گیا کہ شوہر کے ظلم وجور کی وجہ سے اگر عورت گھر چھوڑ کر چلی جائے اور شوہر سے الگ کسی دوسری جگہ رہنا شروع کردے تو عدالت شوہر کو بیوی کے پاس جانے سے روک دے گی مگر بیوی کو شوہر سے نفقہ دلائے گی۔ اسی قانون میں یہ بھی طے کیا گیا کہ عورت اگر شوہر کی بے پروائی اور بدسلوکی کی وجہ سے زنا کی مرتکب ہوئی اور شوہر نے بیوی پر مقدمہ کرکے طلاق کا مطالبہ کیا تو عدالت شوہر کے مقدمہ کو خارج کردے گی۔

رپورٹ شاہی کمیشن

۱۹۱۰ء میں ایک شاہی کمیشن مقرر کیا گیا کہ وہ طلاق ونکاح کے مسائل ومعاملات پر

غور کر کے اپنی رپورٹ پیش کرے، تو اس کمیشن نے اپنی رپورٹ میں اور چیزوں کے ساتھ ساتھ اس کی بھی سفارش کی کہ:

اسبابِ طلاق کے اعتبار سے مرد اور عورت دونوں کو مساوی قرار دیا جائے یعنی جن وجوہ کی بنیاد پر مرد کو طلاق دینے کا حق حاصل ہے، انہی وجوہ کی بنا پر عورت بھی طلاق حاصل کرنے کی مستحق ہے۔

۱۹۲۳ء کے قانون میں اسے شامل کر لیا گیا۔ اس قانون کی رو سے مرد اگر ایک مرتبہ بھی زنا کا ارتکاب کرے تو عورت مرد سے طلاق لے سکتی ہے۔

ایک تو اصلاح ہی ناقص ہوئی اور دور اندیشی کا پورے قانون میں کہیں نام ونشان نہیں ہے۔ دوسری طرف ظلم یہ ہوا کہ بہت سے لوگوں نے اس کو بھی برداشت نہ کیا۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ۱۹۳۰ء میں صریح الفاظ میں یہ فیصلہ کیا گیا:

ہم کسی ایسے مرد اور عورت کا نکاح نہیں پڑھا سکتے جس کا سابق شریک حیات زندہ ہے۔ ❶

انسانی قانون کا انجام

مختصر یہ کہ یہود کے یہاں افراط تھی تو عیسائیوں نے تفریط سے کام لیا اور اس کا انجام یہ ہوا کہ جونہی قانون نے طلاق کی معمولی اجازت دی، طلاق بکثرت ہونے لگی۔ مندرجہ ذیل اعداد سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

سین کی عدالت دیوانی نے ایک مرتبہ صرف ایک تاریخ میں دوسو چورانوے (۲۹۴) نکاح فسخ کیے۔ ۱۸۴۴ء میں جب طلاق کا نیا قانون پاس ہوا تھا چار ہزار طلاقیں واقع ہوئی تھی۔ ۱۹۰۰ء میں یہ تعداد ساڑھے سات ہزار تک پہنچی۔ ۱۹۱۳ء میں سولہ ہزار اور ۱۹۳۱ء میں اکیس ہزار۔ ❷

جج لنڈ سے لکھتا ہے:

❶ عیسائی طلاق کا برا حصہ حقوق الزوجین ضمیمہ نمبر۲ سے ماخوذ ہے۔ ❷ پردہ: ص ۵۹

۱۹۲۲ء میں ڈنور میں ہر شادی کے ساتھ ایک واقعہ تفریق کا پیش آیا اور دو شادیوں کے مقابلہ میں ایک مقدمہ طلاق کا پیش ہوا۔ یہ حالت محض ڈنور ہی کی نہیں ہے امریکہ کے تمام شہروں کی قریب قریب یہی حالت ہے۔

بیس سال قبل ہر سات شادیوں میں ایک طلاق ہونے لگی۔ اب اعداد سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ولایات متحدہ میں ہر تین شادیوں میں ایک طلاق ہونے لگی یہ شرح کچھ عرصہ سے برابر بڑھتی جا رہی ہے۔

انگلستان کی ایک عدالت جب تعطیل کے بعد کھلی تو پہلے ہی روز چار ہزار ایک سو نو درخواستیں طلاق کی پیش ہوئیں۔ ❶

جاہلیت کا قانونِ طلاق

اسلام سے پہلے جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ مرد عورتوں کو متعدد طلاقیں دیتے اور رجوع کر لیتے اور اس طرح برسوں عورتوں کو ستاتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک شخص جتنی دفعہ چاہتا اپنی بیوی کو طلاق دیتا اور عدت کے اندر رجوع کر لیتا، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ عورت اس مرد کی زوجیت سے نہیں نکل سکتی تھی۔ ایک مرد سو سے زیادہ دفعہ طلاق دیا کرتا تھا۔

اس افراط وتفریط کا اخلاق اور عفت وعصمت پر جو اثر پڑا اس کی تفصیل لمبی ہے۔ اس سلسلہ کے لئے دوسری بہت سی کتابیں موجود ہیں، ان کو ملاحظہ فرمائیں۔ لاکھوں عورتوں کی عصمت غارت ہوئی، لاکھوں مردوں کے اخلاق واعمال برباد ہوئے۔ ان گنت گھر اجڑے، نہ معلوم کتنے ملکوں اور آبادیوں کے اخلاقی اقدار پست ہوئے اور قانونِ طلاق کی ناہمواری کی وجہ سے بے شمار آفتیں اور مصیبتیں پیش آئیں۔

اسلام کا قانونِ طلاق

اس اندھیری رات میں اسلام کا ماہتاب عالمتاب چمکا اور اس کی روشنی میں طلاق کا

❶ پردہ: ص ۵۹

اسلامی قانون روئے زمین پر نازل ہوا اور اس نے افراط وتفریط کا راستہ چھوڑ کر اعتدال کا راستہ پیش کیا، اور مظلوم انسانوں کے لئے ابر کرم بن کر برسا، یعنی اس مسئلہ میں بھی مرد اور عورت کو ان کا پورا پورا حق دیا گیا، کسی کو اس کے جائز حق سے محروم نہیں کیا گیا۔

اسلام نے طلاق کے باب میں عجلت سے سختی کے ساتھ روکا کہ اس فعل سے دو شخص اور دو خاندانوں کا تعلق ہے۔ ان کی عزت وآبرو اور عفت وعصمت کا معاملہ ہے۔ شریعت میں گو طلاق جائز ہے مگر حلال چیزوں میں اسے سب سے زیادہ مبغوض بتایا گیا ہے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

مَا أَحَلَّ اللّٰهُ شَيْئًا أَبْغَضَ إِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ. ❶

حلال چیزوں میں سب سے مبغوض اللہ تعالیٰ کو طلاق ہے۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

وَلَا خَلَقَ اللّٰهُ شَيْئًا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَبْغَضَ إِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ. ❷

اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر طلاق سے بڑھ کر کوئی چیز مبغوض پیدا نہیں کی۔

طلاق فقہائے کرام کی نظر میں

فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ طلاق دراصل ممنوع ہے۔ ہاں کوئی عارضی یا ایسی ضرورت پیش آجائے کہ بغیر طلاق کے کوئی گنجائش ہی نہ ہو تو ایسے وقت میں جائز ہے۔ جیسا میاں بیوی میں ایسی عداوت یا بغض وکینہ پیدا ہو جائے کہ نباہ غیر ممکن ہو اور حدود اللہ کے ٹوٹنے کا خطرہ لاحق ہو جائے۔ ❸

اور اگر مرد میں وظیفۂ زوجیت پورا کرنے کی صلاحیت سرے سے باقی ہی نہ رہے

---

❶ سنن أبي داؤد: كتاب الطلاق، باب في كراهية الطلاق، ج ٢ ص ٢٥٤، رقم الحديث: ٢١٧٧ ❷ سنن الدار قطني: كتاب الطلاق والخلع والإيلاء، ج٥ ص ٦٣، رقم الحديث: ٣٩٨٤ ❸ رد المحتار: كتاب الطلاق، ج٣ ص ٢٢٨

جیسے عنین (نامرد) ہو، خصی ہو یا مجبوب ہو تو ان مجبوریوں کے وقت طلاق واجب ہو جاتی ہے۔ ❶

طلاق کی باگ ڈور مرد کے ہاتھ میں

دوسرا یہ کہ طلاق کی باگ ڈور مردوں کے سپرد کی گئی اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مرد نسبتاً دور اندیش، معاملہ فہم، بردبار اور عقل میں عورت سے بڑھا ہوا ہوتا ہے جیسا کہ پہلے آپ پڑھ آئے ہیں۔

علاوہ ازیں مرد شادی کے سلسلہ میں کافی اخراجات برداشت کرتا ہے اور اسے مہر کی کافی رقم ادا کرنا پڑتی ہے، پھر عدت کے زمانہ کا نفقہ بھی مرد ہی کے ذمہ ہے اور اگر اس نے دوسری شادی کی تو پھر اس کو اخراجات برداشت کرنے ہوں گے۔ لہٰذا ان ذمہ داریوں کے ہوتے ہوئے مرد کے لئے طلاق کا استعمال آسان نہیں ہے۔

طلاق کے سلسلہ میں دوسرے قوانین کو سامنے رکھ کر غور کیا جائے تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس طرح طلاق کے امکانات برائے نام رہ جاتے ہیں۔

طلاقِ رجعی اور مسئلہ عدت

پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ شریعت نے طلاق کا جو مسنون طریقہ مقرر کیا ہے، اس میں رجعت کی گنجائش رکھی ہے۔ یہ مسئلہ بھی طلاق کے عدمِ وقوع کے لئے معاون کی حیثیت رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ گو طلاق تین تک ہے مگر ان کا یکبارگی استعمال سخت ناپسندیدہ ہے۔

پھر طلاق کے بعد فوراً عورت کو نکاح کی اجازت نہیں ہے بلکہ شریعت نے اس کے لئے عدت مقرر کی ہے یعنی اگر بالغہ حائضہ ہے تو تین حیض آنے تک انتظار کرے گی یا سرے سے حیض نہیں آتا ہے یا آئسہ (حیض سے ناامید) ہے تو تین ماہ انتظار کرے گی اور اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت وضعِ حمل ہے۔ اس عدت کا استبرائے رحم اور اولاد کی حفاظت

❶ رد المحتار: کتاب الطلاق، ج۳ ص ۲۲۹

کے ساتھ ساتھ یہ بھی فائدہ ہے کہ طلاقِ رجعی میں مرد کو سوچنے سمجھنے کا موقع مل جاتا ہے۔

یہاں طلاق کے احکام بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ اشارہ کرنا ہے کہ اسلام نے اپنے قوانین میں ان تمام چیزوں کی رعایت ملحوظ رکھی ہے جس سے طلاق بجائے مضر ہونے کے صحیح معنی میں مفید ہو اور کائناتِ انسانی اس کو راہ عمل بنا کر اپنی عفت وعصمت کی جائز حفاظت کر سکے اور عورتیں ظلم وجور کا شکار بننے سے محفوظ و مامون رہیں۔

آپ طلاق کے اعداد وشمار اٹھا کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اسلامی ممالک میں طلاق نفی کے درجہ میں ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ اسلام کا قانونِ طلاق دنیا کے لئے رحمت ہے، زحمت کا اس میں نام ونشان تک نہیں۔

کچھ لوگوں کا کہنا کہ طلاق کا اختیار بجائے شوہر کے عدالت کو ہونا چاہئے لیکن یہ عدمِ تدبر کا نتیجہ ہے، اس طرح کا مسئلہ عدالت کے ہاتھ دینا اور عیسائیوں کی طرح زنا ثابت کرنا مرد اور عورت دونوں کی زندگی کو برباد کرنا ہے اور کون نہیں جانتا کہ پھر عورت کی دوسری شادی اس طرح تقریباً ناممکن ہو جاتی ہے۔ اسلام نے خواہ مخواہ عیب جوئی کرنا اور اسے عوام الناس میں عام کرنا پسند نہیں کیا۔ آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ اسلام نے قاضی کو فسخ نکاح کا اختیار انہی امور میں دیا ہے جن کے اعلان میں کوئی خاص قباحت نہیں بلکہ کچھ مخصوص فائدے ہی ہیں جیسے شوہر کا عنین ہونا وغیرہ۔

بہرحال مجموعی طور پر اسلام کا قانونِ طلاق کائناتِ انسانی کے لئے مفید اور اس کی عفت وعصمت کا محافظ ہے۔

لعان

شوہر اگر اپنی عفیفہ، بالغہ، آزاد اور مسلمان بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور مقدمہ قاضی کے یہاں لے کر جائے تو ایسی صورت میں قاضی چار عینی گواہوں کی شہادت بطورِ ثبوت طلب کرے گا، اگر شوہر ایسا کرنے سے قاصر رہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر چار

مرتبہ کہنا پڑے گا کہ میں اس دعویٰ میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ کہے گا کہ اگر میں بیوی کو زنا کا الزام لگانے میں جھوٹا ہوں تو اللہ کی مجھ پر لعنت ہو۔ اب اگر عورت اپنے کو پاک سمجھتی ہے تو اس کو بھی یہ چار بار کہنا پڑے گا کہ واللہ اس الزام تراشی میں میرا شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں بار کہے گی کہ اگر میرا شوہر اس پر الزام لگانے میں سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو، اسی کو شریعت کی اصطلاح میں ''لعان'' کہتے ہیں۔

قاضی کی عدالت میں جب شرعی لعان مکمل ہو جائے گا تو قاضی دونوں میں تفریق کر دے گا، جس کے بعد ان دونوں کا آپس میں نکاح کسی بھی صورت میں نہیں ہو سکتا۔ قرآن پاک کی اس آیت میں یہی بیان ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ، وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ، وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ، وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ. (النور: ٦۔ ٩)

جولوگ اپنی بیویوں کو تہمت لگائیں اور ان کے پاس بجز اپنے کوئی گواہ نہ ہو تو ان کی شہادت یہی ہے کہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر یہ کہہ دے کہ بیشک میں سچا ہوں اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو، اور اس عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار بار قسم کھا کر کہے کہ بیشک یہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں بار کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب ہو اگر یہ سچا ہو۔

یہاں بھی مقصد وہی ہے کہ جب میاں بیوی کی باہمی زندگی تلخ ہو جائے تو خواہ مخواہ انہیں تلخی کے ساتھ رشتۂ نکاح میں منسلک رہنے پر قانوناً مجبور نہ کیا جائے کیونکہ ایسی حالت میں جبکہ ایک کو دوسرے کا اعتماد حاصل نہ ہو، زندگی ہر اعتبار سے جہنم کا نمونہ بن جائے گی۔

لعان کا پہلا واقعہ خود عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش آ چکا ہے، جس کی تفصیل کتبِ احادیث میں آپ پڑھ سکتے ہیں اور لعان کی مکمل تفصیل احادیث اور فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

عفت وعصمت کے لوازم

عفت وعصمت کے تحفظ کے سلسلہ میں اسلام نے کچھ ایسے آئین وقوانین پیش کئے ہیں جن کا تعلق رات دن کی زندگی سے ہے اوران کا لحاظ اور پاس ہر محتاط انسان کے لئے بہت ضروری ہے۔ کیونکہ ان میں ذراسی غفلت اور کوتاہی انسان کی عفت کو مجروح کر ڈالنے کے لئے کافی ہے، جنسی میلان جوانسان کے خمیر میں پیوست ہے، اس میں کچھ ایسی درندگی ہے جو معمولی سی بے حجابی کو برداشت نہیں کرتی اور موقع پا کر انسان کو ہلاکت میں ڈالنے کے درپے ہوجاتی ہے، پھر شیطان جس نے بنی آدم کی عداوت پر قسم کھا رکھی ہے وہ الگ تاک جھانک میں رہتا ہے اور ناپاک راستہ پر غلط طور پر جذبات کو مشتعل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے اسلام نے نکاح سے پہلے بھی اور بعد بھی ''شرم وحیاء'' سے متعلق کچھ ضروری احکام نافذ کئے ہیں۔

شرم وحیاء اسلام میں

اسلام نے اپنے قانون ''شرم وحیاء'' کا نفاذ اپنے ماننے والوں میں ضروری سمجھا ہے اور پیغمبر اسلام نے حیاء کی مختلف پیرایہ میں تاکید فرمائی ہے اور ساتھ ہی ترغیب بھی دی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ دیکھا ایک انصاری اپنے بھائی سے کہہ رہا ہے کہ زیادہ شرم نہ کیا کرو، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انصاری صحابی سے فرمایا کہ ایسا نہ کہو کیونکہ:

فَإِنَّ الحَيَاءَ مِنَ الإِيمَانِ. ❶

حیاء ایمان کا جزو ہے۔

شریعت میں ''حیاء'' اس صفت کا نام ہے جو انسان کو ان تمام چیزوں کے چھوڑنے پر ابھارے جو شریعت میں قبیح ہیں اور اسی بنا پر ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ. ❷

---

❶ صحيح البخاري: كتاب الأدب، باب الحياء، ج۸ ص ۲۹، رقم الحديث: ٦١١٨

❷ صحيح البخاري: كتاب الأدب، باب الحياء، ج۸ ص ۲۹، رقم الحديث: ٦١١٧

حیاء خیر ہی کی موجب ہوتی ہے۔

شرم وحیاء انسانی زندگی کے لئے ایک ضروری حیثیت رکھتی ہے، افعال میں ہو، اخلاق میں ہو یا اقوال میں، جس میں حیاء کا جذبہ نہ ہو اس کے لئے ہر آن گمراہ ہونے کا خطرہ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ. ❶

شرم وحیاء باقی نہ رہے تو جو جی میں آئے کرو۔

یہی وجہ ہے کہ ایک دفعہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ، وَالْإِيمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ، وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ. ❷

شرم وحیاء جزو ایمان ہے، اور ایمان باعثِ دخول جنت ہے، اور بے حیائی جفا ہے، اور جفا باعث دخول دوزخ ہے۔

شرم وحیاء کی اہمیت جتا کر اسلام نے ان تمام چیزوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے جو بے حیائی کی پیداوار ہیں اور جن کی وجہ سے عفت وعصمت اور اخلاق کا دامن داغدار ہو سکتا ہے۔ اس سلسلہ سے متعلق جو احکام وہدایات ہیں ان کو یہاں اجمالی طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ ان تعلیمات سے آپ اندازہ لگا سکیں گے کہ عفت وعصمت کے تحفظ کے لئے یہ چیزیں کتنی ضروری ہیں۔

بے باک نگاہ اور اس کے متعلق ہدایات

ان میں بدنظری کو ام الخبائث کی حیثیت حاصل ہے کہ یہ تمام فواحش کی بنیاد ہے، اسلام نے اس سوراخ کو پہلے بند کیا ہے اور نظر کو آنکھوں کا زنا قرار دیا ہے اور پھر نگاہ کا تیر

❶ صحيح البخاري: كتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث الغار، ج۴ ص۱۷۷، رقم الحديث: ۳۴۸۴ ❷ سنن الترمذي: كتاب البر والصلة، باب ما جاء في الحياء، ج۴ ص۳۶۵، رقم الحديث: ۲۰۰۹

مشہور ہے اور تجربہ کی دنیا میں بھی مسلّم ہے۔ عشق ومحبت کی تعریف کرنے والوں نے تعریف کی ہے کہ محبت ایک نادیدہ چیز ہے جو آنکھوں کے راستہ دل میں اترتی ہے بعض علماء نے لکھا ہے نگاہیں شہوت کی قاصد ہیں۔ شعراء نے اس مسئلہ پر سب سے زیادہ روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ کتنی نگاہیں ہیں جو تیر کی طرح دل میں پیوست ہو جاتی ہیں۔

اسلام سے پہلے شعراء نے بھی اقرار کیا ہے کہ دل کے زخمی کرنے میں آنکھ کا بڑا قصور ہے، اور اسلام کے بعد شعراء نے بھی بتایا ہے کہ نگاہوں سے دل چھلنی ہوتا ہے۔ پھر اس مسئلہ میں ہر مذہب وملت کے شعراء متفق ہیں کوئی اختلاف نہیں۔ نگاہ کی تاثیر کے باعث اسلام نے اعلان کیا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ. (النور: ۳۰)

> ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ ذرا اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنے ستر کو بچائے رکھیں، اس میں ان کے لئے پاکیزگی ہے، اللہ تعالیٰ کو جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کی خبر ہے۔

فتنہ کا چشمہ جہاں سے ابلتا تھا اور اخلاق اور سوسائٹی پر جہاں سے ضرب پڑتی تھی ان صورتوں اور سوراخوں ہی کو بند کر ڈالا، جائز حد تک اجازت دی اور اس کے بعد پہرہ بٹھا دیا کہ کوئی شخص قصداً یا بغیر قصد ایسا کوئی کام نہ کرے جو برائی کا زینہ بن جائے۔ نگاہ جس کو سلف صالحین نے "**بريد العشق**" (عشق کا پیامبر) سے تعبیر کیا ہے، اسلام نے اس پر قانون کی مہر لگا دی ہے اور اس کے نتیجہ اور فائدہ کو بتایا ہے کہ اس سے شہوت کی جگہوں کی صیانت اور حفاظت ہوگی نیز یہ چیز تزکیۂ قلوب میں بھی معاون ہوگی۔

اوپر کی آیت میں جس چیز کا حکم فرمایا گیا ہے وہ ہر مسلمان کے لئے لازم ہے، نگاہ نیچی رکھنا فطرت اور حکمت الٰہی کے تقاضے کے مطابق ہے۔ اس لئے کہ عورتوں کی محبت اور دل میں ان کی طرف خواہش فطرت کا تقاضا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَاءِ. (آل عمران: ۱۴)

مرغوب چیزوں کی محبت پر لوگ فریفتہ کئے گئے ہیں جیسے عورتوں پر

غور وفکر سے معلوم ہوگا کہ آنکھوں کا فتنہ مہلک اور بہت سارے فتنوں اور آفتوں کا بنیادی سبب ہے۔اسی وجہ سے امام غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

ثُمَّ عَلَيْكَ وَفَّقَكَ اللّٰهُ وَإِيَّانَا بِحِفْظِ الْعَيْنِ فَإِنَّهَا سَبَبُ كُلِّ فِتْنَةٍ وَّافَةٍ. ❶

آنکھوں کے فتنہ سے یقینی طور پر اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ یہ تمام فتنوں اور آفتوں کا بنیادی سبب ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہمیں توفیق دے۔

پھر صاحب منہاج العابدین لکھتے ہیں کہ آیت "قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ" (النور: ۳۰) میں رب العزت نے تین چیزیں بیان کی ہیں، تادیب، تنبیہ اور تہدید۔آیت کے ابتدائی حصہ میں تادیب ہے کہ بندہ اپنے آقا کی اس باب میں فرماں برداری کرے یعنی کسی کی طرف اگر دیکھنا ناجائز ہو تو دیکھنے کی جرأت نہ کرے اور دوسرے حصہ "اَزْكٰى لَهُمْ" میں تنبیہ ہے کہ آنکھوں کو نیچا رکھنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ قلب میں پاکیزگی آئے گی اور عبادت میں رغبت اور دلچسپی پیدا ہوگی اور اگر اس ہدایت پر عمل نہ ہوگا تو آنکھوں کے ذریعہ کسی نہ کسی فتنہ میں پڑنے کا قوی اندیشہ ہے۔جس کا نقصان یہ ہوگا کہ سکون قلب جاتا رہے گا اور دل وسوسوں کی آماجگاہ بن جائے گا اور آیت کے آخری حصہ "وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ" میں تہدید ہے کہ اگر بندوں نے اس ہدیت کی پروانہ کی تو یہ سمجھ رکھیں رب العزت غافل نہیں، وہ ساری کارروائیوں سے واقف ہے۔ ❷

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ. ❸

---

❶ منهاج العابدين: ص ۲۸ ❷ منهاج العابدين: ص ۲۸، ۲۹ ❸ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب ما يتقى من شؤم المرأة، ج۷ ص۸، رقم الحديث: ۵۰۹۶

میں نے اپنے بعد عورتوں سے بڑھ کر اور کوئی فتنہ مردوں کے لئے ضرر رساں نہیں چھوڑا۔

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ، فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ. ❶

دنیا اور عورتوں سے ڈرو کیونکہ بنی اسرائیل میں پہلا جو فتنہ پیدا ہوا تھا وہ عورتوں میں تھا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کا لحاظ فرمایا اور شہوت کی رعایت سے نکاح کی اجازت ہی نہیں دی بلکہ حکم فرمایا اور پھر اس کے بعد انسانی طبیعت پر کنٹرول کرنے اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کے طریقے بیان کئے۔ حد سے بڑھتی ہوئی حرص جو حریص انسان کی طبعی خواہش ہے اس پر پہرا بٹھایا اور کائناتِ انسانی کو فتنہ وفساد سے محفوظ کر دیا۔

عورتوں کو ہدایت

اگر اسلام نے صراحتاً مردوں کو عفت کی تعلیم دی تو عورتوں کو بھی فراموش نہیں کیا کیونکہ مرد اور عورت دنوں کا خمیر ایک ہی ہے۔ کم وبیش کا فرق ہے، عورت کی فطرت بھی شہوت اور اس کے دواعی سے خالی نہیں، اس لئے رب العالمین نے فرمایا:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا. (النور: ۳۱)

ایمان والیوں سے کہہ دے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور اپنی شہوت کی جگہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زیبائش نہ دکھلائیں مگر جو ان میں سے خود ظاہر ہے۔

❶ صحیح مسلم: کتاب الرقاق، باب أکثر أهل الجنة الفقراء وأکثر أهل النار النساء، ج۴ ص۲۰۹۸، رقم الحدیث: ۲۷۴۲

ان آیتوں کا لب ولہجہ بتا رہا ہے کہ آنکھوں کی بے باکی اور ان کی آزادی شہوت میں انتشار اور شرمگاہ میں ابھار پیدا کرتی ہے۔ عقلی طور پر سنجیدگی سے غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ آنکھوں میں ایک ایسا زہر پوشیدہ ہے جو موقع پا کر انسانی دل اور دماغ میں تیزی سے سرایت کرنے کی سعی پیہم کرتا ہے اور جب سرایت کر جاتا ہے تو دل اور دماغ کو ماؤف کر ڈالتا ہے، چنانچہ آپ نے دیکھا ہوگا، سنا ہوگا کہ اجنبی مرد نے جب کسی اجنبی عورت کو زیب وزینت میں دیکھا اور بار بار دیکھا تو اس کی دبی دبائی چنگاری انگارے میں تبدیل ہوگئی۔

شہوت کے معاملہ میں جو حال مردوں کا ہے، کم وبیش یہی حال عورتوں کا بھی ہے بلکہ ان کی نگاہ تو اور بھی فتنے جگاتی ہے۔ جذبات میں عموماً عورتیں آگے ہوتی ہیں اور جلد متاثر ہونا ان کے لئے ایک مستقل مرض ہے۔ واقعات شاہد ہیں کہ قدم قدم پر عورت بدلتی رہتی ہے اس لئے ان کو اپنی آنکھوں کی حفاظت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے، ایسا نہ ہو کہ کسی خوبرو تنومند نوجوان کی ادا بھا جائے اور ظاہر نہ سہی باطن ہی گندا کر ڈالے، اور اگر ایسا نہیں تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ نوجوان عشق ومحبت کی آگ میں تڑپنے لگتا ہے اور اس کو خبر بھی نہیں ہوتی۔

چنانچہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود عورت کے دل میں تو کوئی خطرہ نہیں گزرتا، مگر ان کی بے احتیاطی سے کسی مرد کا سکونِ دل جاتا رہتا ہے اور وہ مرد اپنی غرض کے سلسلہ میں اندھا بن جاتا ہے اور پھر سینکڑوں تدبیریں عمل میں لاتا ہے، بیسیوں جال بچھاتا ہے اور کبھی کبھی زبردستی کسی معصومہ کی عصمت دری کے درپے ہو جاتا ہے۔ ''صدقِ جدید'' لکھنو میں ایک لڑکی کا خط شائع ہوا ہے، وہ لکھتی ہے: ''اسکول جاتے وقت پانچ چھ نوجوان میرا پیچھا کرتے ہیں''۔ ۲/مارچ ۱۹۵۱ء۔ [1]

---

[1] اسکول، کالج اور یونیورسٹی کے کچھ نوجوان کہتے ہیں کہ چونکہ ہمارے یہاں بے پردگی عام نہیں ہے اس لئے کبھی کبھی ایسی بات ہوتی ہے، اگر پردہ بالکل یورپ کی طرح اٹھا دیا جائے تو پھر بدکاری ختم ہو جائے گی اور مخلوط سوسائٹی مردوں اور عورتوں کے احساس کو ماؤف کر ڈالے گی۔ (بقیہ اگلے صفحہ کے حاشیہ پر)

نگاہ کی حفاظت کا حکم

اس آیت اور قرآن پاک کی دوسری آیات کو سامنے رکھ کر علماء کی ایک بڑی جماعت کہتی ہے کہ عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی اجنبی مرد کو دیکھے۔ اس کا یہ دیکھنا شہوت سے ہو یا بغیر شہوت کے دونوں ہی صورتیں ناجائز ہیں۔

حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اور میمونہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھیں۔ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی کسی ضرورت سے خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے، ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: تم دونوں پردہ میں چلی جاؤ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، یارسول اللہ! یہ (ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ) تو نابینا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا، أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ. (1)

کیا تم دونوں بھی اندھی ہو، ان کو نہیں دیکھتیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مگر ہماری رائے اس کے بالکل برعکس ہے، دلیل میں صرف امریکہ کے صدر مسٹر ٹرومین کی میڈم کی وہ تقریر پیش کروں گا جو انہوں نے ''اخلاقی پستی'' کے عنوان پر کی تھی۔ کہتی ہے: یہ لڑکیاں نہ بازاری ہیں نہ حسن فروش، پندرہ بیس سال کی کمسن اور بھولی بھالی لڑکیاں ہیں، اکثر یونیورسٹی، کالج اور ہائی سکول کی طالبات ہیں، اس وقت حکومت امریکہ اور امریکن قوم کے سامنے نامعلوم باپ کے بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کا اہم مسئلہ ہے، کنواری ماؤں کے ان بچوں کی مائیں یونیورسٹی کی طالبات ہیں نیز تعلیم وتربیت کے تحقیقاتی کمیشن نے اپنی رپورٹ میں بیان کیا ہے کہ ان بچوں کے باپ کالج ہی کے ہونہار طلبہ ہیں، اصل یہ ہے کہ امریکہ میں تمام خاندانوں نے اپنی لڑکیوں کو کامل آزادی دے رکھی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک نوجوان لڑکی جو اپنی گھریلو زندگی میں محبت وشفقت سے محروم رہتی ہے کالج میں قدم رکھتے ہی کسی طالب علم سے مل کر عشق ومحبت کے تجربہ کا شکار ہوجاتی ہے۔ ندائے حرم کراچی جمادی الاولی ۱۳۶۹ھ۔

(1) **سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في قوله تعالىٰ: وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن، ج۴ ص ۶۳، رقم الحديث: ۴۱۱۲**

یہ واقعہ نزولِ حجاب کے بعد کا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی کسی مرد کو نہ دیکھیں۔ ''یَحۡفَظۡنَ فُرُوۡجَهُنَّ'' کے متعلق سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس میں فواحش سے بچنے کا حکم ہے۔ حضرت قتادہ اور سفیان رحمہما اللہ کہتے ہیں ان تمام چیزوں سے عورتوں کی حفاظت کا حکم ہے جو ان کے لئے حلال نہیں ہے۔ ❶

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عورت کے لئے شہوت کے ساتھ سوائے اپنے شوہر کے کسی کی طرف دیکھنا جائز نہیں۔ شہوت کے بغیر دیکھنے میں تفصیل ہے کہ عورت کا دوسری عورتی کے بدن کو بجز ناف سے زائد تک دیکھنا درست ہے اور مرد کے بدن کو ناف اور زانو کے درمیان تو بالاتفاق حرام ہے اور اس کے ما سوا کو دیکھنے میں اختلاف ہے، شافعیہ کے نزدیک حرام ہے اور حنفیہ کے نزدیک بلا شہوت گو حرام نہیں مگر یہ اولیٰ یعنی افضل کام کے خلاف ہے۔ ❷

چنانچہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور بیہقی میں حدیث ہے کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنا چاہا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور میمونہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: پردہ میں ہو جاؤ، انہوں نے عرض کی کہ وہ تو نابینا ہیں، ہم کو نہ دیکھیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم بھی اندھی ہو، کیا تم ان کو نہ دیکھوگی؟ اور شرعی ضرورت سے اجازت ہے، اسی طرح قصداً نظر پڑنے سے جبکہ فوراً ہٹالی جائے، گناہ نہیں، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، یہ تفصیل ہے ''يَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِهِنَّ'' کی اور اس میں ''مِن'' تبعیضیہ کی وہی توجیہ ہے کہ بعض جگہ اجازت ہے اور بعض جگہ نہیں۔ ❸

نگاہ کے فتنے

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

❶ تفسیر ابن کثیر: سورة النور، آیت نمبر ۳۱ کے تحت، ج ۶ ص ۴۱ ❷ علامہ زمخشری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وغضها بصرها من الأجانب أصلا أولى بها وأحسن. کشاف: سورة النور آیت نمبر ۳۱ کے تحت، ج ۳ ص ۲۲۹ ❸ بیان القرآن: سورہ نور آیت نمبر ۳۱ کے تحت، ج ۲ ص ۵۶۹

نگاہ شہوت کی قاصد اور پیامبر ہوتی ہے اور نگاہ کی حفاظت دراصل شرمگاہ اور شہوت کی جگہ کی حفاظت ہے۔ جس نے نظر کو آزاد کر دیا اس نے اس کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ اور نظر ہی ان تمام آفتوں کی بنیاد ہے، جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے کیونکہ نظر کھٹک پیدا کرتی ہے، پھر کھٹک فکر کو وجود بخشتی ہے اور فکر شہوت کو ابھارتی ہے، شہوت ارادہ کو جنم دیتی ہے، اور قوی ہو کر عزیمت میں تبدیل ہو جاتا ہے، اور عزیمت میں مزید پختگی ہو کر فعل واقع ہوتا ہے جس سے اس منزل پر پہنچ کر اس وقت کوئی چارۂ کار نہیں رہتا جب کوئی مانع حائل نہ ہو۔ ❶

اسی وجہ سے کہا گیا ہے:

الصَّبْرُ عَلَى غَضِّ الْبَصرِ أَيْسَرُ مِنَ الصَّبْرِ عَلَى أَلَمِ مَا بَعْدَهُ. ❷

آنکھ بند کرنا آسان ہے مگر بعد کی تکلیف پر صبر مشکل ہے۔

کیونکہ نظر کا تیر اگر پیوست ہو گیا تو پھر اس سے حسرت، سوزشِ قلب، جگر کی ٹیس اور آہ وفغاں پیدا ہوتی ہے۔ آدمی اس قت بے قابو ہو جاتا ہے اور اس کے لئے یارائے ضبط باقی نہیں رہتا اور یہ ایک مستقل عذاب بن جاتا ہے۔

النَّظْرَةُ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيسَ مَسْمُومَةٌ فَمَنْ تَرَكَهَا مِنْ خَوْفِ اللّٰهِ أَثَابَهُ جَلَّ وَعَزَّ إِيمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَهُ فِي قَلْبِهِ. ❸

نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔ جس نے میرے خوف کی وجہ سے (اجنبی عورت کی طرف نگاہ اٹھانے سے) گریز کیا، میں اُسے بدلے میں ایمان عطا فرماؤں گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

---

❶ الجواب الكافي: فصل: مدخل المعاصي النظرة، ص ۱۵۲ ❷ الجواب الكافي: فصل: مدخل المعاصي النظرة، ص ۱۵۲ ❸ المستدرک على الصحيحين: كتاب الرقاق، ج ۴ ص ۳۴۹، رقم الحديث: ۷۸۷۵، وقال الذهبي: إسحاق بن عبد الواحد واه وعبد الرحمن هو الواسطي ضعفوه

ایک لمبی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْاِسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا، وَالْقَلْبُ يَهْوَي وَيَتَمَنَّى، وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهُ. ❶

آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، زبان کا زنا بات کرنا ہے، ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے اور پیر کا زنا چلنا ہے اور دل کا زنا آرزو اور تمنا کرنا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔

بعض سلف صالحین نے کہا ہے:

اَلنَّظْرُ سَهْمُ سَمٍّ إِلَى الْقَلْبِ. ❷

نگاہ ایک تیر ہے جو قلب میں زہر ڈال دیتی ہے۔

نظر کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اس کی حفاظت بہت ضروری ہے، ورنہ اس سے بڑے بڑے فتنے پیدا ہوتے ہیں، قوم اور ملک کا امن وامان خطرہ میں گھر جاتا ہے، اخلاق اور اعمال کی مٹی پلید ہو جاتی ہے اور عفت عصمت دم توڑ دیتی ہے۔

پست نگاہ کی تاکید

یہی وجہ ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر کو نیچا رکھنے کی تاکید فرمائی ہے اور مختلف پہلوؤں سے اس مسئلہ کی اہمیت کو اجاگر فرمایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ ، فَإِنَّ لَكَ الْأُولَى وَ لَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ. ❸

---

❶صحیح مسلم: کتاب القدر، باب قدر علی ابن آدم حظه من الزنا وغیره، ج۴ ص۲۰۴۷، رقم الحدیث: ۲۶۵۷ ❷التفسیر المنیر: سورة النور آیت نمبر۳۰ کے تحت، ج۱۸ ص۲۱۴ ❸سنن أبي داؤد: کتاب النکاح، باب في ما یؤمر من غض البصر، ج۲ ص۲۴۶، رقم الحدیث: ۲۱۴۹

اے علی! ایک بار نظر پڑ جانے کے بعد دوبارہ نہ دیکھو کیونکہ تمہارے لئے صرف پہلی نظر معاف ہے دوسری نہیں۔

پہلی نظر جو بغیر ارادہ پڑتی ہے، اس میں انسان بڑی حد تک بے بس ہوتا ہے اس لئے یہ معاف ہے مگر پھر دوبارہ نگاہ نہیں ڈالی جاسکتی، یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ پہلی نظر ڈالنے کی اجازت ہے، حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رحمتِ عالم صلی اللہ سے پوچھا کہ جو نظر اچانک پڑ جاتی ہے اس کے متعلق کیا ارشاد ہے؟

فَأَمَرَنِي أَنْ أَصْرِفَ بَصَرِي. ❶

نگاہ پھیرنا مختلف طور پر ہوتا ہے، مقصد یہ ہے کہ کسی طرح اپنے آپ کو اس فتنہ سے جو سامنے ہے بچا لیا جائے، نظر پھیر لی جائے یا نیچی کر لی جائے یا کسی دوسری چیز پر نگاہ جمادے تاکہ نظر کے فتنہ سے محفوظ ہو جائے۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَاحْفَظُوا فُرُوجَكُمْ وَغُضُّوا أَبْصَارَكُمْ. ❷

اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو اور اپنی نگاہوں کو نیچا رکھو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اپنی مجلس میں فرمایا:

أَيُّ شَيْءٍ خَيْرٌ لِلْمَرْأَةِ. عورتوں کے لئے کونسی چیز بہتر ہے؟

کسی نے جواب نہ دیا، سب کے سب خاموش رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں خود بھی اس مجلس میں شریک تھا، مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ جب گھر آیا تو میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا:

---

❶ صحیح مسلم: کتاب الأداب، باب نظر الفجاء، ج۳ ص ۱۶۹۹، رقم الحدیث: ۲۱۵۹ ❷ مسند أحمد: حدیث عبادة بن صامت، ج۳۷ ص ۴۱۷، رقم الحدیث: ۲۲۷۵۷

أَيُّ شَيْءٍ خَيْرٌ لِلنِّسَاءِ؟ عورتوں کے لئے کونسی چیز بہتر ہے؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے برجستہ جواب دیا:

أَلَّا يَرَاهُنَّ الرِّجَالُ.

سب سے بہتر یہ ہے کہ مردوں کی نگاہ سے عورتیں محفوظ رہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس جواب سے اس قدر خوش ہوئے کہ جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس جواب کا تذکرہ کیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوش ہوئے اور فرمایا: فاطمہ میرا ایک حصہ ہے۔ (1)

راستہ میں مجلس جما کر بیٹھنے سے اسی وجہ سے منع کیا گیا ہے کہ وہ عام گزرگاہ ہے، ہر طرح کے آدمی گزرتے ہیں۔ نظر بے باک ہوتی ہے، ایسا نہ ہو کہ کسی پر نظر پڑ جائے اور وہ برائی کا باعث بن جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک دفعہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راستوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرو۔ صحابہ نے اپنی مجبوری بیان کی اور کہا کہ اس کے سوا کوئی چارۂ کار ہی نہیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو جب ایسی ہی مجبوری ہو تو راستہ کا حق ادا کرو۔ صحابہ نے پوچھا راستہ کا کیا حق ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(1) مسند البزار: مسند علي بن أبي طالب، ج٢ ص ١٥٩، رقم الحديث: ٥٢٦. قال البزار: لا نعلم له إسنادا عن علي رضى الله عنه إلا هذا الإسناد / قال العراقي في تخريج أحاديث الإحياء: رواه البزار من حديث علي بسند ضعيف. ١ / ٤٨٥، رقم: ٩ / قال الهيثمي في مجمع الزوائد رواه البزار وفيه من لم اعرفه وعلي بن زيد أيضا. ٤ / ٢٥٥، رقم: ٧٣٢٨.

یہ روایت سند کے اعتبار سے نہایت ضعیف ہے، اس میں دو راویوں پر محدثین کی کافی جرح ہے۔ ا۔ قیس بن ربیع کوفی ۔ ۲۔ علی بن زید بن جدعان ۔ دیکھئے تفصیلاً: میزان الاعتدال: ۳/۳۹۳/ ایضا: ۳/ ۱۲۷، ۱۲۸

غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْأَذَى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ. ❶

نگاہ نیچی رکھنا، کسی کو تکلیف نہ پہنچانا سلام کا جواب دینا اور بھلی بات کا حکم دینا اور بری بات سے منع کرنا۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِضْمَنُوا لِي سِتًّا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ: اُصْدُقُوا إِذَا حَدَّثْتُمْ، وَأَوْفُوا إِذَا وَعَدْتُمْ، وَأَدُّوا إِذَا اؤْتُمِنْتُمْ، وَاحْفَظُوا فُرُوجَكُمْ، وَغُضُّوا أَبْصَارَكُمْ، وَكُفُّوا أَيْدِيَكُمْ. ❷

تم میرے لئے چھ چیزوں کی کفالت کرو میں تمہارے لئے جنت کا کفیل بنتا ہوں۔ جب کسی سے بات کرو تو جھوٹ نہ بولو، جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت نہ کرو اور وعدہ خلافی نہ کرو اور اپنی نگاہوں کو پست رکھو، اپنے ہاتھوں کو روکو اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو۔

اس حدیث میں جن چھ چیزوں کی ذمہ داری پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی کفالت فرمارہے ہیں ان میں غض بصر (نگاہ پست رکھنا) اور حفظ فروج (شہوت کی جگہ کی حفاظت) بھی ہے، اس سے نظر کی اہمیت بآسانی سمجھ میں آ سکتی ہے۔ مسند احمد میں ایک روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَنْظُرُ إِلَى مَحَاسِنِ امْرَأَةٍ أَوَّلَ مَرَّةٍ، ثُمَّ يَغُضُّ بَصَرَهُ إِلَّا أَحْدَثَ اللّٰهُ لَهُ عِبَادَةً يَجِدُ حَلَاوَتَهَا. ❸

---

❶ صحيح البخاري: كتاب المظالم، باب أفنية الدور والجلوس فيها والجلوس على الصعدات، ج۳ ص ۱۳۲، رقم الحديث: ۲۴۶۵ ❷ مسند أحمد: حديث عبادة بن صامت، ج ۳۷ ص ۴۱۷، رقم الحديث: ۲۲۷۵۷ ❸ مسند أحمد: حديث أبي أمامة الباهلي، ج ۳۶ ص ۶۱۰، رقم الحديث: ۲۲۲۷۸ (بقیہ اگلے صفحہ کے حاشیہ پر)

جو مسلمان کسی عورت کے محاسن کی طرف (اچانک) پہلی مرتبہ دیکھے پھر اپنی نگاہ جھکالے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایسی عبادت پیدا کردیں گے جس کی مٹھاس وہ محسوس کرے گا۔

طبرانی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَتَغُضَّنَّ أَبْصَارَكُمْ، وَلَتَحْفَظُنَّ فُرُوجَكُمْ. ❶

تم ضرور اپنی نگاہیں پست رکھو اور شرمگاہوں کی یقینی حفاظت کرو۔

(بقیۂ حاشیۂ صفحہ گزشتہ) اس روایت کی سند نہایت ضعیف ہے، اس میں ایک راوی ہے "**علي بن زيد بن أبي هلال الهاني**" امام بخاری رحمہ اللہ اس راوی کے متعلق فرماتے ہیں "**منكر الحديث**" امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "**ليس بقوي**" امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "**متروك**"، تفصیلاً دیکھئے: **ميزان الاعتدال: ترجمة: علي بن يزيد الهاني الشامي، ج۳ ص ۱۶۱.** اس میں ایک راوی "**عبد اللّٰه بن زحر ضمري افريقي**" ہے، اس کے متعلق امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں "**حديثه عندي ضعيف**" نیز یہ بھی فرماتے ہیں "**ليس بشيء**" امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "**منكر الحديث**" امام دارقطنی رحمہ اللہ "**ليس بالقوي**" امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں "**يروي الموضوعات عن الأثبات**" تفصیلاً دیکھئے: **ميزان الاعتدال: ترجمة: عبيد اللّٰه بن زحر، ج۳ ص ۶، ۷.** امام ابن حبان رحمہ اللہ اس راوی کے متعلق فرماتے ہیں "**وإذا روى عن علي بن يزيد أتى بالطامات**" **وإذا اجتمع في إسناد خبر عبيد اللّٰه بن زحر وعلي بن يزيد والقاسم أبو عبد الرحمن لا يكون متن ذلك الخبر إلا مما عملت أيديهم.** اس سند کے اندر یہ تینوں راوی جمع ہیں۔ دیکھئے تفصیلاً: **المجروحين لابن حبان: ترجمة: عبيد اللّٰه بن زحر، ج۲ ص ۶۲.** محقق شعیب ارنؤوط نے "**مسند أحمد**" کی تعلیقات میں اس روایت کو "**ضعيف جدا**" قرار دیا۔ علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو "**ضعيف جدا**" کہا ہے۔ **سلسلة الأحاديث الضعيفة: ج۳ ص ۱۷۶، رقم: ۱۰۶۴** (از نعمان)

❶ **المعجم الكبير للطبراني: ج۸ ص ۲۰۸، رقم الحديث: ۷۸۴۰**، یہ روایت بھی سند کے اعتبار سے نہایت ضعیف ہے، اس سند میں یہ تینوں راوی ہیں: "**عبيد اللّٰه بن زحر، علي بن يزيد، قاسم أبو عبد الرحمن**" جس سند میں یہ تینوں راوی جمع ہوجائیں ان کے متعلق امام ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہم نے گزشتہ روایت کی تحقیق میں نقل کردیا ہے، نیز پہلے دونوں راویوں پر تحقیق گزشتہ روایت میں نقل کردی ہے وہاں مراجعت فرمائیں۔

نگاہ پست رکھنے کے فائدے

ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس کے زہر میں بجھائے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر نظر بھی ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس کی حفاظت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو ایمان کی شیرینی میں بدل دے گا، جس کی لذت وہ اپنے قلب میں پائے گا۔ ❶

صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شہوت کی جگہوں سے بچنے کا عہد کرے اس کے لئے جنت کی بشارت ہے:

مَنْ يَضْمَنُ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنُ لَهُ الْجَنَّةَ. ❷

جو شخص اس چیز کی ضمانت دے جو اس کی داڑھوں (زبان) اور پاؤں کے درمیان (شرمگاہ) ہے تو میں اس کی جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قیامت کے دن تمام آنکھیں رو رہی ہوں گی مگر ان میں کچھ آنکھیں خوش ہوں گی، ایک وہ آنکھ جس کو محارم اللہ سے محفوظ رکھا گیا ہے، اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستے میں جاگنے کی صعوبت برداشت کی ہے، اور تیسری وہ آنکھ جس نے خشیتِ الٰہی سے آنسو بہایا ہے۔ ❸

---

❶ المعجم الكبير: ج ١٠ ص ١٧٣، رقم الحديث: ١٠٣٦٢، اس روایت کی سند میں "عبد الرحمن بن إسحاق بن حارث واسطي" راوی ہے جو ضعیف ہے۔ دیکھئے: تقريب التهذيب: ج ١ ص ٣٣٦، رقم: ٣٧٩٩ ❷ صحيح البخاري: كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، ج ٨ ص ١٠٠، رقم الحديث: ٦٤٧٤ ❸ حلية الأولياء: ترجمة: صفوان بن سليم، ج ٣ ص ١٦٣، اس روایت کی سند میں "عمر بن صهبان" ہے، جس پر محدثین نے کافی جرح کی ہے، امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں "لم يكن بشيء" امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک پیسے کے برابر بھی نہیں ہے "لا يساوي فلسا" امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں "منكر الحديث" امام ابوحاتم اور امام دارقطنی رحمہما اللہ فرماتے ہیں "متروك الحديث" دیکھئے تفصیلاً: ميزان الاعتدال: ترجمة: عمر بن صهبان الأسلمي، ج ٣ ص ٢٠٧، رقم: ٦١٤٩ (از نعمان)

اس ساری تفصیل کے بعد آسانی سے یہ بات سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ رب العالمین نے حفظ ما تقدم کے طور پر جن بہت سی باتوں کا حکم دیا ہے ان میں نگاہ بھی ہے اور شہوت کی جگہ سے اجتناب بھی، اور مقصد یہ ہے کہ عفت جو انسان کے لئے نیز پوری قوم اور ملک کے لئے ایک بیش قیمت موتی ہے اس کی حفاظت کے تمام جائز طریقے برتنا ضروری اور انسانی فریضہ ہے تا کہ انسانی سوسائٹی فتنہ وفساد کی آماجگاہ نہ بن سکے اور ملک وشہر کا امن وامان خطرے میں نہ گھرے۔

اس سلسلہ میں عورتوں کو خصوصی خطاب بھی کیا گیا ہے۔ صیغۂ مذکر میں اصولی طور پر عورتیں بھی شامل تھیں مگر پھر صیغۂ مؤنث لاکر ان کی مزید تاکید کی گئی ہے۔ خصوصی خطاب کی وجہ ظاہر ہے کہ ان کے متعلق خود قرآن نے کہا:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَاءِ. (آل عمران: ۱۴)

مرغوب چیزوں کی محبت نے لوگوں کو فریفتہ کیا ہے جیسے عورتیں۔

جاہلی بے پردگی کی ممانعت

اور یہی وجہ ہے کہ عورتیں حدود وقیود میں گھری نظر آتی ہیں، شریعت مطہرہ نے ان پر پہرہ لگا دیا ہے اور ان تمام خطرات کی حفاظت کی ہے جو ان کی ذات سے وابستہ ہیں، رات دن کے تجربات شاہد ہیں کہ عورتوں کی بے باکانہ چہل پہل مردوں کی جماعت میں ایک شورش پیدا کر دیتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰی. (الأحزاب: ۳۳)

اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور جاہلیت کے وقت میں دکھانے کا جو دستور تھا
اس طرح دکھلاتی نہ پھرو۔

اس آیت کا شان نزول گو خاص ہے مگر حکم عام ہے۔ اس آیت میں رب العزت نے عورتوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ شرعی حدود کے اندر رہیں، جاہلیت کی رسم ترک کر ڈالیں۔

جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ عورتیں بن سنور کر مردوں میں بیباک گھومتی تھیں، زینت

کی عجیب وغریب تدبیریں عمل میں لائی جاتی تھیں، دوپٹہ اس طرح ڈالتی تھیں کہ سینے کا ابھار، گلے کے زیورات، کانوں کی بالیاں اوران کی ہیئت فتنہ سامان ہوتیں، مرد اس ادا کو دیکھ کر مسحور ہو جاتے۔ پھر جاہلیت میں عورتیں مٹک مٹک کر چلتی تھیں اوران کا بانکپن اوران کی ادائیں غضب ڈھاتی تھیں، اس لئے اسلام جب آیا تو اس نے اصلاح کی، عورتوں کو پہلے رسم ورواج سے روکا اور پاک زندگی کا سلیقہ بتایا، پہلی بات یہ ہے کہ عورتیں گھر ہی میں رہیں اوراگرضرورت کے تحت نکلیں تو جاہلیت کے طریقہ پر بن سنور کر نہ نکلیں۔

نزولِ حکم حجاب

یہاں یہ بتادینا ضروری ہے کہ اول اسلام میں پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا بلکہ ہجرت کے بعد پانچویں سال میں حکم نازل ہوا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کواس کی بڑی فکر تھی اوران کی دلی خواہش تھی کہ پردہ کا حکم نازل ہو۔ انہوں نے مختلف طور پر اپنی اس خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی جن قلبی خواہشوں کورب العزت نے شرفِ قبولیت بخشا ان میں سے ایک حجاب کا مسئلہ بھی ہے۔ صحیحین میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ، فَلَوْ أَمَرْتَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِالْحِجَابِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ الْحِجَابِ. (1)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نیک اور بد ہر طرح کے لوگ آتے ہیں، کاش آپ امہات المومنین کو پردہ کرنے کا حکم دیتے تو اس پر پردہ کی آیت اتری۔

اوران کی اسی درخواست کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

(1) صحيح البخاري: كتاب التفسير، باب قوله: لا تدخلوا بيوت النبي إلا أن يؤذن لكم، ج٦ ص١١٨، رقم الحديث: ٤٧٩٠

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّا اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ.
(الأحزاب: ۵۳)

اے ایمان والو! تم نبی کے گھروں میں بغیر اجازت نہ جاؤ۔

عورتوں سے استفادہ پردہ کی اوٹ سے

یہ واقعہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقع پر پیش آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے جب شادی ہوئی تو لوگوں کو کھانے کی دعوت دی گئی۔ کھانے کے بعد تمام لوگوں کو چل دینا چاہئے تھا، مگر تین آدمی بات چیت کرتے رہے اور اس موقع پر ان بیٹھنے والوں کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچی۔ خود تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم شرم اور حیاء کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکے مگر اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر حجاب کے متعلق پوری ہدایت نازل فرمادی۔ [1]

عورتوں سے ضروری استفادہ کی راہ بھی بند نہیں کی گئی بلکہ اس کا ایک معقول اور پاکیزہ تر راستہ باقی رکھا۔ ارشاد فرمایا گیا:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ. (الأحزاب: ۵۳)

اور جب تم بیبیوں سے کوئی کام کی چیز مانگنے جاؤ تو پردہ کے باہر سے مانگ لو، اس میں تمہارے اور ان کے دلوں کے لئے خوب ستھرائی ہے۔

یہ آیتیں گو شانِ نزول میں خاص ہیں مگر حکم میں عام ہیں، تمام مسلمانوں کے لئے یہ حکم ہے کہ عوتوں سے جو کچھ لینا ہو پردہ کے پیچھے سے لیں، بے پردگی نہ ہونے پائے تا کہ طرفین خود بھی محفوظ رہ سکیں اور دوسروں کو بھی غلط فہمی میں نہ پڑنے دیں۔

---

[1] صحيح البخاري: كتاب التفسير، باب قوله: لا تدخلوا بيوت النبي إلا أن يؤذن لكم، ج٦ ص١١٨، رقم الحديث: ٤٧٩١

مخلوط سوسائٹی مضر ہے

کوئی شبہ نہیں کہ عورت اور مرد کے میل جول کی حالت میں نفس انسانی کو بہکنے کا موقع ملتا ہے اور شیطان کے لئے دوسروں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کا موقع ہاتھ آ جاتا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہمیں عورتوں پر اعتماد نہیں ہے اور مردوں کو ہم شیطان سمجھتے ہیں، بلکہ ہم عورت اور مرد دونوں کو ہی قابلِ اعتماد اور لائق وثوق یقین کرتے ہیں، مگر ساتھ ہی ہم اس کے بھی قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی سرشت میں شہوت ودیعت کی ہے۔ مرد اور عورت کی اس میں کوئی تفریق نہیں اور تاریخ کی روشنی میں ہم جانتے ہیں کہ دشمنوں اور بد باطنوں نے پاکدامن عورت اور مرد پر تہمت لگائی ہے اور اس سے پیدا شدہ شر وفتن بھی ہمیں معلوم ہیں۔ اس لئے عقل کی روشنی میں بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایسی تدابیر اختیار کی جائیں جن سے وہ راستے بند ہو جائیں جن سے فتنہ وفساد کے چشمے ابلتے رہتے ہیں۔

تاریخ اخلاقِ یورپ نے مرد اور عورت کے باہمی میل جول کے نتائج جو سامنے پیش کر دئے ہیں اور خود ہمارے ملک میں کالج و یونیورسٹی کی ملی جلی زندگی نے جو تجربات فراہم کر دئے ہیں ان کو سامنے رکھ کر عقلاً بھی پردہ کا شرعی حکم بغیر افراط و تفریط سراپا رحمت ہے۔

مخلوط تعلیم کا اثر عفت و عصمت پر

ایک خاتون ان الفاظ میں اپنی دلسوزی کا اظہار کرتی ہیں:

جو لڑکیاں مخلوط تعلیم کی پیداوار ہیں، ان کی اخلاقی سیرت کے متعلق یہ کہنا چاہتی ہوں کہ مخلوط تعلیم سے ان کی خلقی عصمت اور غیرت تباہ ہو جاتی ہے اور ان میں زیادہ سے زیادہ مردانہ اوصاف پیدا ہو کر انہیں زیادہ سے زیادہ خراب کر دیتے ہیں، جس کے وہ بعد گھریلو زندگی کا نظام سنبھالنے کے قابل نہیں رہتیں۔ موجودہ یونیورسٹیوں کی مخلوط تعلیم جو مغربی خطوط پر قائم ہے، ہماری لڑکیوں کے لئے بے سود اور غیر ضروری ہے۔ [1]

---

[1] زمزم لاہور: ص ۱۵، اکتوبر ۱۹۴۵ء

جن ملکوں میں مخلوط تعلیم عام ہے ان کے واقعات ملاحظہ فرمائیے، امریکہ کے متعلق وہاں کے جج لنڈ سے لکھتے ہیں:

ہائی سکول کی کم عمر چارسو پچانوے لڑکیوں نے خود مجھ سے اقرار کیا کہ ان کو لڑکوں سے جنسی تعلقات کا تجربہ ہو چکا ہے۔ ❶

اسی جج لنڈ سے کا بیان ہے:

اندازہ ہے کہ ہائی اسکول کی کم از کم ۴۵ فیصد لڑکیاں اسکول چھوڑنے سے پہلے خراب ہو چکی ہوتی ہیں۔ ❷

ایک مغربی خاتون ''مسز ڈون تھی ہال'' اپنے مضمون ''عورتوں کی تعلیمی دقت'' میں رقمطراز ہیں:

آخر میں یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ مخلوط طریقۂ تعلیم میں اگرچہ دعویٰ کتنا بھی کیا جائے، ان جذباتی دقتوں کا ازالہ نہیں ہوتا جو نوجوانوں میں صنفی شعور کے آغاز سے پیدا ہو جاتی ہیں اور جو بعض طبائع کے لئے مطالعہ میں کامل انہماک کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرتی ہیں، جو چودہ اور اٹھارہ برس کی درمیانی مدت میں ناگزیر ہیں۔ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے مابین روزمرہ کے اختلاط کے نتیجہ کے طور پر نہ صرف جذباتی تعلقات پیدا ہو سکتے ہیں بلکہ مطالعہ اور ضبط زندگی کے لئے اور بھی زیادہ تباہ کن یہ بات ہے کہ بعض اوقات شاگرد اور استادوں سے جذباتی وابستگی پیدا کر لیتے ہیں۔ ❸

جو کچھ پیش کیا گیا یہ ملاؤں کے بیان نہیں، سب جدید تعلیم یافتہ خواتین وحضرات کے بیانات ہیں جو تجربات کے بعد دئے گئے ہیں اور لکھے گئے ہیں، جب تعلیمی اداروں اور تعلیم یافتہ طبقہ کا یہ حال ہو پھر عوام کے متعلق آپ کیا رائے قائم کریں گے۔

آپ یقین فرمائیں کہ اسلام کی تعلیمات بڑی دور اندیشانہ اور انسانی نفسیات کے بالکل مطابق ہیں۔ عفت وعصمت کے بچاؤ کی شکل یہی ہے کہ اسلام کی تعلیم کو رواج دیا جائے اور اسے جزو زندگی بنایا جائے۔

---

❶ پردہ: ۱۷ ❷ پردہ: ۱۷ ❸ ندائے حرم جمادی الاولی: ۱۳۶۹ھ

پاکیزہ نفس و پاکدامن عورتوں کے امتیاز کی ضرورت

کوئی ذی عقل اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ مختلف طبیعتوں کے لوگ ہر زمانہ میں پائے جاتے ہیں۔ جہاں نیک لوگ بستے ہیں وہیں کچھ بدطینت لوگوں کا بھی بسیرا ہوتا ہے جو ہر وقت برائی کی تلاش میں رہتے ہیں اور جن کی نگاہیں بے باک ہوتی ہیں اور اس جماعت میں مرد اور عورت دونوں شریک ہیں۔ مگر جو لوگ اس طرح کے ہوتے ہیں وہ اپنے رہن سہن اور طور طریقہ کے اعتبار سے بڑی حد تک جانے پہچانے جاتے ہیں، بدکار مردان عورتوں کو خواہ مخواہ چھیڑنے کی جرأت کرتے ہیں جن کے متعلق ان کو کسی رنگ ڈھنگ سے معلوم ہو جائے کہ یہ دوسری قبیل سے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں اور مردوں کی عفت و عصمت کے پیش نظر حکم دیا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاۗءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔

(الأحزاب: ۵۹)

اے نبی! اپنی عورتوں، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی چادریں اپنے (منہ کے) اوپر جھکا لیا کریں۔ اس طریقے میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی تو ان کو کوئی نہ ستائے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ پاکدامن اور مومن عورتیں اپنا دوپٹہ باضابطہ رکھ لیا کریں جس سے نمایاں طور پر معلوم ہو کہ یہ شریف طبقہ کی عورتیں ہیں، زنا کار اور بدچلن نہیں ہیں تاکہ فاسق اور بدکار مردوں کو معلوم رہے اور وہ اپنی شرارت کی وجہ سے ان کو چھیڑنے کی ہمت نہ کریں۔

دستور بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ عورتیں جو خاص طرز کا لباس پہنتی ہیں یا خاص طور پر بن سنور کر نکلتی ہیں اور اپنی خوبصورتی اور زینت کا اعلان کرتی ہیں ان کے متعلق کوئی مرد اچھی رائے نہیں رکھتا، ان سے بدقماش قسم کے لوگ موقع پا کر آنکھ لڑانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن

وہ عورتیں جن کو اپنی عزت وآبرو کا پاس رہتا ہے، عصمت مآب اور دیندار ہوتی ہیں، ان کے رہن سہن ہی سے پاکدامنی تو نمایاں ہوتی ہے تو کوئی بھول کر بھی ان سے الجھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اس آیت کے ضمن میں علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

یعنی بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکالیں۔ روایات میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر مسلمان عورتیں بدن اور چہرہ چھپا کر اس طرح نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کے لئے کھلی رہتی تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ فتنہ کے وقت آزاد عورت کو چہرہ بھی چھپالینا چاہئے۔ ❶

عہد نبوی میں امتیازی لباس کا حکم

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ بدمعاش یہودی اور منافق اس طرح کے تھے جو عورتوں کو چھیڑا کرتے تھے اور دوسری قسم کی عورتوں کے ساتھ ساتھ بعض پاکدامن شریف عورتیں بھی ان کی چھیڑ چھاڑ سے نہیں بچتی تھیں، تو دوپٹہ اور چادر بڑھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس میں امتیاز پیدا کردیا۔ اس امتیاز پیدا کردینے کے بعد خود رب العالمین نے فرمایا:

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيلاً. (الأحزاب: ٦٠)

اگر منافق لوگ اور جن کے دلوں میں روگ ہے باز نہیں آتے اور نہ جھوٹی خبریں مدینہ میں اڑانے والے باز آئے تو پھر بلاشبہ ہم تم کو ان کے پیچھے لگادیں گے، پھر وہ تیرے ساتھ تھوڑے دنوں کے علاوہ شہر میں رہنے نہ پائیں گے۔

اس امتیازی شان کے بعد بھی اگر کسی بدطینت نے کسی پاک دامن عورت کو چھیڑا تو اس کو معاف نہیں کیا جائے گا اور عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا ہی ہوا، یہودی جلا وطن ہوئے۔

---

❶ تفسیر عثمانی: سورہ احزاب آیت نمبر ۵۹ کے تحت، ص ۵۶۸

کہنا یہ ہے کہ اولاً تو قرآن کا مطالبہ ہے کہ عورتیں بغیر ضروت گھر سے باہر نہ نکلیں، جیسا کہ قرآن کی اس سلسہ کی پہلی آیت ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ میں ارشاد گزرا، بلکہ قرآن کا صراحتاً حکم گزرا ہے۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

إِنَّ الْمَرْأَةَ عَوْرَةٌ، فَإِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ، وَأَقْرَبُ مَا تَكُونُ مِنْ وَجْهِ رَبِّهَا وَهِيَ فِي قَعْرِ بَيْتِهَا. ❶

عورت ستر ہے، جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکتا ہے اور اس کے لئے اپنے گھر کے گوشہ میں رہنا باعث رحمت الٰہی ہے۔

گھر سے باہر آنے کے آداب

ثانیاً قرآن پاک کا مطالبہ ہے کہ اگر ضرورت کی وجہ سے ان کو نکلنا ہی پڑے تو نگاہیں پست رکھیں اور شہوت کے مقام سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں، مثلاً کوئی کلب، مخلوط سوسائٹی، سینما، تھیٹر اور اس طرح کی دوسری جگہوں سے مکمل اجتناب رکھیں۔جس کا حکم ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ......﴾ (النور: ۳۱) میں گزرا۔

پھر یہ کہ نکلیں تو ستر چھپا کر اور آزاد عورت کا سارا بدن ستر ہے، سوائے ہتھیلی اور چہرہ کے جس کا ذکر ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ (النور: ۳۱) میں ہے۔

ثالثاً باہر نکلیں یا کسی کے سامنے آئیں تو چادر (دوپٹہ) اوپر ڈال لیں اور بدن کی تراش خراش ظاہر نہ ہونے دیں، جیسا کہ ابھی آیت گزری ﴿يُدْنِيْنَ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ اور دوسری جگہ قرآن پاک نے اعلان کیا:

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ. (النور: ۳۱)

اور عورتیں اپنی اوڑھنی اپنے گریبان پر ڈال لیں۔

---

❶ صحيح ابن خزيمة: كتاب الإمامة، باب اختيار صلاة المرأة في بيتها في المسجد ...... إلخ، ج۳ ص۹۳، رقم الحديث: ۱۶۸۵

دوپٹہ اوڑھنے کا طریقہ

خمار لغت میں اس دوپٹہ کو کہتے ہیں جس کو عورت اپنے سر پر ڈالتی ہے۔ سلفِ صالحین نے بیان کیا کہ سر سے لا کر سینہ پر اس طرح ڈالا جائے کہ جسم کے ابھار اور مواضع زینت میں سے کوئی حصہ نظر نہ پڑے۔ اس طرح ہرگز نہ ہو کہ دوپٹہ کا آنچل پیچھے کی طرف ڈال لیا جائے جس سے سینہ کا ابھار نہ چھپ سکے بلکہ اس طرح اور ابھار پیدا ہو جائے گا۔ جیسا کہ جاہلیت کے دور میں رواج تھا اور جس کو اسلام مٹانے آیا تھا۔ یہاں یہ حکم ہے کہ قمیص کے اوپر دوپٹہ اس طرح ڈالا جائے کہ پوری ستر پوشی ہو سکے۔

ہمارے شعرائے کرام کے یہاں جوبن کے ابھار کو جو مقام حاصل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، نیز شعراء وغیرہ کا تازہ کردہ احساس بسا اوقات آدمی کو اس ابھار کی طرف متوجہ کر دیتا ہے، اس لئے موجودہ دور میں اور بھی ضرورت ہے کہ اس کی پوری ستر پوشی عمل میں لائی جائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

يَرْحَمُ اللّٰهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلَ، لَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ: وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ شَقَّقْنَ مُرُوطَهُنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهَا. ❶

اللہ پہلے پہل ہجرت کرنے والی عورتوں پر رحم فرمائے، جب دوپٹہ کا حکم نازل ہوا تو انہوں نے اپنی چادریں پھاڑ پھاڑ کر دوپٹہ بنا لیا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اور بھی بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس آیت پر پورا پورا عمل کیا گیا۔

اظہار زینت وغیرہ کی ممانعت

رابعاً نکلیں تو کوئی ایسی حرکت نہ ہونے پائے جس سے زینت کا اظہار ہو یا دوسروں کی توجہ اس کی طرف ہو، نہ ظاہری طور پر ایسی بات ہو اور نہ باطنی طریقہ پر، بلکہ ہر

❶ صحيح البخاري: كتاب التفسير، باب: وليضربن بخمرهن على جيوبهن، ج٦ ص ١٠٩، رقم الحديث: ٤٧٥٨

طرح ظاہر وباطن پاک ہو۔ باطن کے متعلق تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ. (الغافر: ۱۹)

وہ آنکھوں کی چوری اور دلوں کے بھید کو جانتا ہے۔

اور ظاہر کے متعلق ہدایت فرمائی:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (النور: ۳۱)

اور عورتیں اپنے پاؤں کو زمین پر نہ ماریں کہ ان کی مخفی زینت جانی جائے،

اور اے ایمان والو! سب مل کر اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم بھلائی پاؤ۔

عورتیں عموماً پاؤں میں مختلف اور متعدد زیورات پہنا کرتی ہیں۔ بعض زیور بنایا ہی اس طرح جاتا ہے کہ جب عورتیں اس کو پہن کر چلیں گی تو اس میں آواز پیدا ہوگی جیسے گھونگرو وغیرہ، اس طرح کے زیورات بالکل ممنوع ہیں، شریعت میں اس کی اجازت نہیں ہے اور بعض زیورات خود ایسے نہیں ہوتے مگر ان کے آپس میں ٹکرانے سے آواز پیدا ہوتی ہے جیسے چوڑیاں اور کڑا وغیرہ۔ اس طرح کے زیورات گو پہننا جائز ہیں مگر احتیاط کا حکم ہے کہ چلنے میں ایک دوسرے سے ٹکرا کر آواز نہ پیدا کریں پھر ان کو پہننے اور پہن کر چلنے میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ ان کی چمک دمک دوسروں کی آنکھوں کو خیرہ نہ کر رہی ہو کیونکہ آواز ہو یا چمک دمک، بسا اوقات یہ بھی فتنہ وفساد بن جاتی ہے۔

اس سے یہ بات بھی بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ جب زیورات کو پوشیدہ رکھنے کا حکم ہے اور ان کی آواز کے متعلق احتیاط اور ممانعت کا حکم ہے تو جن اعضاء میں، یہ زیورات پہنے جاتے ہیں ان کو چھپانے کا تو بدرجہ اولیٰ حکم ہوگا اور شریعت میں ان اعضاء کے ستر کا تاکیدی حکم ہے۔ پس معلوم ہوا کہ زیورات اور ان کے اعضاء سب کی ستر پوشی کا حکم ہے۔

﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ﴾ کے ضمن میں قاضی بیضاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ اس لئے منع کیا گیا ہے کہ یہ آواز مردوں میں عورتوں کی خواہش پیدا کرتی ہے، نیز لکھتے ہیں

کہ یہ تعبیر اس سے زیادہ بلیغ ہے کہ اظہار زینت سے منع کیا جاتا، بلند آواز سے روکا جاتا کیونکہ اس تعبیر میں یہ سب خود بخود داخل ہو گئے۔ ❶

انسانی فطرت ہے کہ جب مرد عورت کی پازیب کی آواز سنتا ہے تو اس کے جنسی میلان میں تلاطم پیدا ہونے لگتا ہے اور عورتوں کو دیکھنے کی خواہش بڑھ جاتی ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ ایک آزاد کردہ لونڈی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئیں، لڑکی کے پاؤں میں بجنے والا زیور تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کاٹ ڈالا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

إِنَّ مَعَ كُلِّ جَرَسٍ شَيْطَانًا. ❷

بے شک ہر گھنٹی کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے۔

اسی طرح ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک عورت بجنے والا زیور پہن کر جانے لگیں تو انہوں نے روک دیا اور فرمایا کہ اسے اتار کر آؤ، اس لئے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ جَرَسٌ. ❸

اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں گھنٹی ہوتی ہے۔

خوشبو لگا کر نکلنے کی ممانعت

اس آیت میں جو علت بیان کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ کوئی ایسی چیز استعمال نہ کی جائے کہ وہ دوسروں سے عورت کی مخفی باتوں کی چغلی کرتی ہو یا ان کو عورت کی طرف متوجہ کرتی ہو، لہٰذا معلوم ہوا کہ خوشبو اور عطر اور سینٹ لگا کر گھر سے باہر نہ نکلیں۔ حدیث میں عورتوں کے لئے مسجد میں جانے کی اجازت مذکور ہے مگر وہاں بھی گو وہ عبادت کے لئے اللہ

---

❶ تفسير البيضاوي: سورة النور آیت نمبر ۳۱ کے تحت، ج۴ ص۱۰۵ ❷ سنن أبي داؤد: كتاب الخاتم، باب ما جاء في الجلاجل، ج۴ ص ۹۰، رقم الحديث: ۴۲۳۰ ❸ سنن أبي داؤد: كتاب الخاتم، باب ما جاء في الجلاجل، ج۴ ص ۹۲، رقم الحديث: ۴۲۳۱

کے گھر میں حاضر ہو رہی ہیں، خوشبو لگا کر نکلنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ ہدایت ہے کہ کپڑوں میں چمک دمک نہ ہو، معمولی اور عام استعمال کے کپڑے پہن کر مسجد میں آئیں۔ ❶

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عورتوں کو اگر ضرورت کی وجہ سے نکلنے کی حاجت ہو تو اس طرح نکلیں کہ وہ دوسروں کے لئے جاذب نظر نہ ہوں۔ ایک حدیث ہے:

كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ، وَالْمَرْأَةُ إِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا يَعْنِي زَانِيَةً. ❷

ہر آنکھ زانیہ ہے اور جو عورت خوشبو لگا کر مجلس کے پاس سے گزرتی ہے وہ بھی زانیہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو دیکھا جس سے خوشبو آ رہی تھی تو انہوں نے اس سے پوچھا کہ کیا مسجد سے آ رہی ہو؟ بی بی نے کہا، ہاں! فرمایا: خوشبو لگائے ہوئے ہی؟ اس نے کہا، جی ہاں! فرمایا:

إِنِّي سَمِعْتُ حِبِّي أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ لِامْرَأَةٍ تَطَيَّبَتْ لِهَذَا الْمَسْجِدِ. ❸

میں نے اپنے محبوب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت خوشبو لگا کر مسجد میں آتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں فرماتا ہے۔ چنانچہ وہ گئیں اور اپنے کپڑوں کو خوب اچھی طرح دھویا۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَثَلُ الرَّافِلَةِ فِي الزِّينَةِ فِي غَيْرِ أَهْلِهَا كَمَثَلِ ظُلْمَةِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا نُورَ لَهَا. ❹

---

❶ اس سلسلہ میں مصنف کی کتاب ''اسلام کا نظام مساجد'' کا یہ باب دیکھیں ❷ سنن الترمذي: كتاب الأدب، باب ما جاء في كراهية خروج المرأة متعطرة، ج۵ ص۱۰۶، رقم الحديث: ۲۷۸۶ ❸ سنن أبي داؤد: كتاب الترجل، باب في طيب المرأة للخروج، ج۴ ص۷۹، رقم الحديث: ۴۱۷۴ ❹ سنن الترمذي: كتاب الرضاع، باب ما جاء في كراهية خروج النساء في الزينة، ج۳ ص۴۶۲، رقم الحديث: ۱۱۶۷

اپنے اہل وعیال کے سوا دوسرے لوگوں میں بن سنور کر جانے والی ایسے ہے جیسے قیامت کے دن کی تاریکی، اس کے لئے کوئی روشنی نہ ہوگی۔

عام گزرگاہ سے اجتناب کا حکم

اوپر جو آیت ذکر کی گئی اس سے یہ بھی کنایتاً معلوم ہوا کہ فتنہ سے بچنے کی خاطر صدر راستہ سے نہ گزریں، جہاں مردوں کی ریل پیل ہو بلکہ وہ کنارے سے ہوکر گزر جائیں۔ جہاں مسجد میں ان کو آنے کی اجازت ہے وہیں ان کو حکم ہے کہ پچھلی صف میں نماز ادا کریں۔ حدیث میں صراحت ہے:

وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا، وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا. ❶

عورتوں کے لئے بہترین صف اس کی پچھلی صف ہے اور بدترین صف ان کی پہلی صف ہے۔

اور مردوں کے لئے اسی حدیث میں مذکور ہے کہ ان کے لئے بہترین صف پہلی صف ہے اور بدترین آخری۔ اسی طرح مسجد سے واپسی میں ہدایت تھی کہ عورتیں پہلے چلی جائیں پھر مرد مسجد سے باہر نکلیں، اور یہ کہ اگر راستہ میں مرد آ رہے ہوں تو راستہ کے ایک طرف ہو جائیں۔ ایک دفعہ ایسا ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِسْتَأْخِرْنَ فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيقَ عَلَيْكُنَّ بِحَافَّاتِ الطَّرِيقِ. ❷

عورتیں پیچھے ہو جائیں، عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ راستہ کے ایک طرف ہوکر چلیں۔

اس حکم کے بعد عورتوں کا اسی پر عمل رہا وہ اس طرح چلتی تھیں کہ ان کا کپڑا دیوار سے لگا ہوتا تھا۔

---

❶ صحيح مسلم: كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها وفضل الأول فالأول منها، ج ا ص ۳۲۶، رقم الحديث: ۴۴۰ ❷ سنن أبي داؤد: كتاب الأدب، باب في مشي النساء مع الرجال في الطريق، ج ۴ ص ۳۶۹، رقم الحديث: ۵۲۷۲

اسلام میں احترام عفت

آج کون ایسا عقلمند ہے جس کو دنیا کا تھوڑا بہت بھی تجربہ ہو اور وہ ان ہدایات کی حکمتوں کا انکار کر دے۔ جو قوم اور جماعت ان ہدایات پر عمل نہیں کرتی وہاں عفت وعصمت خطرہ میں پڑ جاتی ہے، جس کی خبریں رات دن ہم اخباروں میں پڑھتے ہیں۔ صدق لکھنو کی فائل دیکھیں، اس میں اس طرح کی سینکڑوں خبریں مل جائیں گی۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ بغیر قصد وارادہ کے بھی نو جوان نظر کے تیر کا شکار ہو جاتے ہیں اور ادائے جاناں پر فریفتہ ہو کر جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ اسلام نے فروع سے صرف نظر کیا ہے مگر اصل حقیقت کو خوب سمجھا ہے اور ان تمام راہوں پر آہنی دیوار کھینچ دی ہے جن سے فتنوں کے داخلہ کا خطرہ ہو سکتا ہے اور اس طرح عفت وعصمت کے دامن کو داغدار ہونے سے بچا لیا ہے۔

بات کرنے میں نرمی نہ ہو

اسی حد تک بس نہیں ہے، اسلام نے اس کا حکم بھی دیا ہے کہ وہ اگر کسی اجنبی مرد سے اپنے شوہر کے علاوہ مجبوراً باتیں کرے، گو وہ پردہ کی اوٹ سے ہو تو بھی گفتگو میں نرمی اور شیرینی پیدا نہ ہونے پائے تا کہ کسی بدطینت کو شرارت کا موقع نہ ملے۔ ارشاد ربانی ہے:

فَلاَ تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا.
(الأحزاب: ۳۲)

اور نرم لہجہ میں بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہے وہ لالچ کرے اور تم معقول بات کہو۔

اپنے شوہر کے ساتھ بات کرنے کا جو طریقہ ہے، وہ بس اسی کے لئے خاص ہے، دوسروں کے لئے وہ طرز گفتگو اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ غیر سے جو بات کی جائے وہ صاف اور بھلی ہو، عشوہ ادا کے ساتھ ہرگز گفتگو نہ کی جائے اور گفتگو میں لب ولہجہ خشک ہی رکھا جائے۔ لگی لپٹی باتیں جس سے مرد کے شیطانی نفس کو حیلہ کی راہ سوجھتی ہے، اس سے بالکلیہ

اجتناب ضروری ہے۔

فقہائے کرام نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ عورت کی آواز ستر نہیں ہے، ضرورت کے وقت وہ اجنبی سے بول سکتی ہے۔ ہاں کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ عورت کی آواز بھی ستر ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ ایسی گفتگو میں جس میں نرم لہجہ ہو، عورت کے لئے جائز نہیں ہے یا بغیر ضرورت مردوں سے بات چیت کی آزادی نہیں ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے علامہ مقدسی رحمہ اللہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے:

کوئی ناسمجھ "صَوْتُ الْمَرْأَةِ عَوْرَةٌ" (عورت کی آواز ستر ہے) کا مطلب یہ نہ سمجھے کہ بات چیت کو ہم ناجائز کہتے ہیں بلکہ ہم تو بوقت ضرورت اجنبیوں کے لئے عورتوں سے کلام کو جائز کہتے ہیں، ہاں ہم یہ جائز نہیں سمجھتے کہ عورتیں تیز آواز میں بولیں، لوچ دار گفتگو کریں، آواز میں شیرینی اور جاذبیت پیدا کریں، جس سے مردوں کے دل ان کی طرف مائل ہوں اور ان کے جنسی میلان میں تحریک پیدا ہو، اور یہی وجہ ہے کہ ہم عورتوں کو اذان دینے کی اجازت نہیں دیتے کہ عموماً اس میں خوش آوازی سے کام لیا جاتا ہے۔ ❶

محرم کے لئے رعایت

اسلام نے اظہار زینت، بے پردگی، لوچ دار گفتگو کرنے اور اس طرح کی دوسری چیزوں سے سختی کے ساتھ روکا ہے، البتہ اپنے ان خصوصی رشتہ داروں کے سامنے آنے کی اجازت دی ہے جن کو اپنے خصوصی رشتہ کی وجہ سے طبعاً عورت کے لئے خیر کی خواہش ہوتی ہے۔ جیسے باپ، حقیقی بھائی، حقیقی بیٹا اور حقیقی بھتیجا وغیرہ۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِىْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِىْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التَّابِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ. (النور: ۳۱)

❶ رد المحتار: كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب في ستر العورة، ج ۱ ص ۴۰۶

اور عورتیں اپنی زینت نہ کھولیں مگر اپنے خاوند کے لئے یا اپنے باپ کے سامنے یا اپنے خاوند کے باپ کے یا اپنے خاوند کے بیٹے کے یا اپنے بھائی کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی عورتوں کے یا اپنی لونڈیوں کے یا خدمت میں مشغول رہنے والوں کے جو مرد کہ کچھ غرض نہیں رکھتے، یا لڑکوں کے جنہوں نے ابھی عورتوں کے بھید کو نہیں پہچانا۔

اس آیت میں جہاں بھائی کا ذکر ہے اس سے صرف اپنا حقیقی، علاتی اور اخیافی بھائی مراد ہے، چچازاد بھائی، ماموں زاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی اور اس طرح کے دوسرے وہ بھائی مراد نہیں ہیں جن سے شادی کبھی جائز ہوسکتی ہے۔ ان سے بھی پردہ اسی طرح ضروری ہے جس طرح غیروں سے۔

محرم اس کو کہتے ہیں جس سے کبھی بھی شادی درست نہ ہو اور زینت کو ظاہر کرنا صرف انہی کے سامنے جائز ہے جو محرم ہیں۔ ہندوستان اور غیر ممالک میں چچازاد اور ماموں زاد بھائی وغیرہ سے جو بے پردگی کا رواج ہے یہ شریعت کے سراسر خلاف ہے۔ بھائی کے لڑکے سے مراد آیت میں اپنا حقیقی، علاتی اور اخیافی بھائی کا لڑکا ہی مراد ہے، دوسرے بھائیوں کے لڑکے مراد نہیں ہیں۔ اسی طرح بہن کے بیٹوں میں صرف حقیقی، علاتی اور اخیافی بہن کے لڑکے شریک ہوں گے، غیر نہیں۔ اپنی عورتوں سے آیت میں دینی بہنیں مراد ہیں، کافر عورتوں سے بھی پردہ ضروری ہے کہ وہ اجنبی مرد کے حکم میں داخل ہیں، ہاں کافر لونڈیوں سے پردہ نہیں ہے۔ غلام بھی اجنبی مرد کے حکم میں ہے ان سے بھی پردہ ہوگا اگر یہ بالغ ہوں۔

مردوں میں جو نابالغ ہوں یا کم عقلی کی وجہ سے مرد عورت کی اسے تمیز نہ ہو اور نہ عورت سے اس کو کوئی رغبت ہو، ان سے پردہ ضروری نہیں ہے باقی تمام بالغ مردوں سے عورت کے لئے پردہ ضروری ہے، گو وہ بوڑھا ہو یا عنین ہو یا مجبوب ہو۔

جن کے سامنے زینت ظاہر کرنے کی اجازت ہے

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ خواہ مخواہ زینت ظاہر کی جائے۔ ہاں ان کے

سامنے کسی وجہ سے ظاہر ہو جائے تو شرعاً مضائقہ بھی نہیں ہے۔ مگر جن حصوں کا کھولنا جائز ہے وہ ہتھیلیاں اور چہرہ ہے جیسا کہ اوپر قرآن کی آیت گزر چکی ہے اور زیادہ سے زیادہ محرم کے سامنے وہ اعضاء بھی ضرورتاً کھولے جا سکتے ہیں جن میں زیور پہنے جاتے ہیں، میری مراد کان، بازو اور گردن وغیرہ سے ہے۔ ہاں شوہر سے کسی بھی حصہ کا چھپانا ضروری نہیں ہے، البتہ ادب یہ ہے کہ ایک دوسرے کی شرمگاہ نہ دیکھیں۔

مخنث عورتوں کے پاس نہ آئے

مخنث کو بھی عورتوں میں آنے کی اجازت نہیں ہے۔ ابتداء میں اجازت تھی، ایک مخنث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آتا تھا، لوگوں کا خیال تھا کہ اس کو عورتوں کی ذات میں کوئی توجہ نہیں مگر تجربہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس کو بھی عورتوں کے حسن و جمال سے لگاؤ ہے۔ چنانچہ ایک دن وہ بیٹھا کسی عورت کی آمد کا نقشہ کھینچ رہا تھا، اس کی خبر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَدْخُلَنَّ هٰؤُلَاءِ عَلَيْكُنَّ. (۱) اب یہ تمہارے پاس کبھی نہ آئے۔

قریب البلوغ کے لئے ہدایات

شریعت مطہرہ نے قریب البلوغ لڑکے کو بھی عورتوں میں آنے کی اجازت نہیں دی اور نہ عورتوں کو ان کے سامنے زینت ظاہر کرنے کی۔ ان کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ. (۲)

عورتوں کے پاس آنے جانے سے پرہیز کرو۔

---

(۱) صحيح البخاري: كتاب المغازي، باب غزوة الطائف في شوال سنة ثمان، ج۵ ص۱۵٦، رقم الحديث: ۴۳۲۴ (۲) صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب لا يخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم، ج۷ ص۳۷، رقم الحديث: ۵۲۳۲

شوہر کے عزیز واقارب سے اجتناب

شوہر کے رشتہ داروں سے بے پردگی اور مذاق کرنے کا جو رواج ہندوستان میں ہے وہ بھی شریعت کی تعلیمات کے خلاف ہے، وہ شوہر کا بھائی ہو یا کوئی اور عزیز۔ محرم میں صرف شوہر کا باپ داخل ہے دوسرا کوئی نہیں۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شوہر کے عزیز واقارب (جیسے بھائی وغیرہ) کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَمُوُ الْمَوُتُ. ❶ شوہر کے (رشتہ دار عزیز) بھائی موت ہیں۔

یعنی ان سے تو اور بھی پرہیز کرنا چاہئے جو غیر محرم ہیں اور قرابت دار ہیں ان کے نزدیک جانا بھی نہیں چاہئے، اس لئے کہ اقارب سے فتنہ کا خوف بہت زیادہ ہے اور فتنہ میں پڑنے کا زیادہ امکان ہے کیونکہ یہ تو بے دھڑک آئیں جائیں گے۔

کسی مرد سے تنہائی میں نہ ملے

اسلام ان تمام خطروں سے عفت وعصمت کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے جن سے عفت پر حرف آسکتا ہے۔ کسی مرد کا عورت سے تنہائی میں ملنا جس قدر خطرہ کا باعث ہوسکتا ہے وہ ظاہر ہے پھر مزید اس سے تہمت جو خواہ مخواہ لگے گی وہ پوشیدہ نہیں۔ اس لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ. ❷

کوئی مرد کسی عورت سے تنہائی میں نہیں ملتا ہے مگر تیسرا شیطان موجود رہتا ہے۔

ایسی حالت میں شیطان جانبین کی شہوت کو ابھارنے کی کوشش کرتا ہے اور مرد وعورت دونوں کے دل میں برائی کا وسوسہ ڈالتا ہے۔ یہاں کامیابی نہیں ہوتی تو کسی تیسرے

❶ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب لا يخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم، ج۷ ص۳۷، رقم الحديث: ۵۲۳۲ ❷ سنن الترمذي: أبواب الرضاع، باب ما جاء في كراهية الدخول على المغيبات، ج۳ ص۴۶۶، رقم الحديث:

کو بہکاتا ہے کہ ان کے حق میں سوئے ظن کا اظہار کرے۔

اس مہذب زمانہ میں برائی کا سبب اکثر یہی ہے کہ عورتیں بے باکانہ تنہائی میں اجنبی مردوں سے ملتی ہیں اور باتوں باتوں میں مرد عورت پر اپنی محبت کا غلط سکہ بٹھانا چاہتا ہے۔

جن کے شوہر گھر میں نہیں ان سے بچو

ایک حدیث میں ہے کہ ان عورتوں کے پاس ملنے کے لئے نہ جایا کرو جن کے شوہر گھر میں نہیں ہیں اور اس ممانعت کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ شیطان خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شہوت میں تحریک پیدا کردے:

إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ. ❶

اس لئے کہ شیطان تم میں خون کی گردش کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔

اسی حدیث میں ہے کہ راوی نے خود ذات بابرکت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق استفسار کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا بھی یہی حال تھا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے شیطان پر مجھے غلبہ حاصل ہوگیا اور اب اس سے ہر طرح محفوظ ہوں:

نَعَمْ، وَلَكِنْ رَبِّي أَعَانَنِي عَلَيْهِ حَتَّى أَسْلَمَ. ❷

ہاں! (میرا بھی یہی حال تھا) مگر اللہ تعالیٰ نے اعانت فرمائی، اب وہ تابع ہوگیا ہے۔

ان احادیث کی روشنی میں مرد وعورت کی باہمی کشش کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، موجودہ دور میں جو کچھ فتنے پیدا ہوتے رہتے ہیں، ان سے بھی اس کی پوری تائید ہوتی ہے اور ہر ذی عقل حدیث کے اس نقطۂ نظر کے ماننے پر مجبور ہے۔

حضرت ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

❶صحيح البخاري: كتاب الاعتكاف، باب زيارة المرأة زوجها في اعتكافه، ج٣ ص٥٠، رقم الحديث: ٢٠٣٨ ❷صحيح مسلم: كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب تحريش الشيطان وبعثه سراياه لفتنة الناس، ج٤ ص٢١٦٨، رقم الحديث: ٢٨١٥

معتکف تھے، میں ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے گئی، چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کی، پھر اٹھی کہ واپس جاؤں۔ میرے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تاکہ مجھے گھر تک پہنچادیں۔ ہم دونوں جارہے تھے کہ دو انصاری بزرگ گزرے اور جب ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اور جلدی سے چل دئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: اطمینان سے جاؤ، یہ میرے ساتھ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یارسول اللہ! یعنی کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی بدگمانی ہوسکتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَرًّا أَوْ قَالَ شَيْئًا. ❶

آدمی میں شیطان خون کی طرح دوڑتا پھرتا ہے، میں ڈر گیا کہ کہیں وہ تم دونوں کے دل میں کوئی بات نہ ڈال دے۔

جدید تحقیقات ہماری تائید میں

اب تک اس باب میں قرآنِ پاک، احادیث اور عقل انسانی کی روشنی میں بحث کی گئی، مگر کچھ لوگوں کو اس وقت تک تسکین نہیں ہوتی جب تک وہ اہلِ یورپ کی رائے نہیں ملاحظہ کرلیتے۔ چنانچہ ایسے روشن خیال طبقہ کے لئے انسائیکلو پیڈیا وغیرہ کے حوالہ سے کچھ اقوال نقل کئے جاتے ہیں جن سے ہمارے مطمح نظر کی تائید ہوتی ہے۔

رومن ایمپائر جو تمام یورپ کی ماں ہے اور جو حکومت تہذیب وتمدن کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھی، یہاں رومن ایمپائر میں بھی عروج وترقی کے زمانہ میں عورتیں پردہ ہی میں رہتی تھیں، ان کو باہر کے کاموں سے کوئی مناسبت نہ تھی۔ انیسویں صدی کے انسائیکلو پیڈیا میں مذکور ہے:

رومانیوں کی عورتیں بھی اسی طرح کام کاج پسند کرتی تھیں جس طرح مرد پسند

---

❶ صحيح مسلم: كتاب السلام، باب بيان أنه يستحب ...... إلخ، ج۴ ص ۱۷۱۲، رقم الحديث: ۲۱۷۵

کرتے ہیں اور وہ اپنے گھروں میں کام کرتی رہتی تھیں، ان کے شوہر اور باپ کے کاموں سے فراغت پانے کے بعد، عورتوں کے اہم کام یہ تھے کہ وہ سوت کاتیں اور اون کو صاف کر کے اس کے کپڑے بنائیں، رومانی عورتیں سخت پردہ کیا کرتی تھیں یہاں تک کہ ان میں جو عورت دایہ گری کا کام کرتی تھی وہ بھی اپنے گھر سے نکلتے وقت بھاری نقاب سے اپنا چہرہ چھپا لیتی اور اس کے اوپر ایک موٹی چادر اوڑھتی جو ایڑی تک لٹکتی رہتی، پھر اس چادر پر بھی ایک اور عبا اوڑھتی جاتی جس کے سبب سے اس کی شکل کا نظر آنا تو کیا جسم کی بناوٹ کا بھی پتہ لگنا مشکل ہوتا تھا۔ ❶

عورتوں کی بے پردگی کا نتیجہ

اس دور میں اس ملک اور قوم کی ترقی وعروج کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ تمام شعبہ ہائے زندگی میں سب سے فائق تھے، مگر ٹھیک یہی زمانہ تھا کہ ان کو عیش پرستی اور لہو ولعب کا شوق پیدا ہوا اور پھر اس سلسلہ میں مردوں نے اپنی ہر مجلس نشاط میں عورتوں کو شریک کرنا چاہا کہ ان کے بغیر مجلس سونی اور بے رونق معلوم ہو رہی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عوتوں کو پردہ کی قید سے باہر نکالا اور ان کے دامنِ عصمت کو داغدار کرنے کی کوشش کی اور کچھ ہی دنوں میں ان کی عورتیں ناچ ورنگ کی محفلوں میں کھل کر آ گئیں۔ پھر رومانی حکومت کا کیا حشر ہوا؟ بربادی شروع ہو گئی اور ساری شان وشوکت کی عمارت زمین بوس ہو گئی اور بلاشبہ اس بربادی کا بڑا سبب عوتوں کی آزادی ہی تھا۔ تاریخ کی روشنی میں علامہ فرید وجدی تحریر فرماتے ہیں:

مگر بات یہ ہوئی کہ جب انہیں بے پردہ بنایا گیا تو باقتضائے فطرت مردان پر مائل ہونے لگے اور اس کے لئے آپس میں کٹنا مرنا شروع کر دیا، یہ ایک ایسی سیاسی حقیقت ہے جس کے ماننے میں کوئی شخص بحث ہی نہیں کر سکتا ہے۔ ❷

علامہ لوئس پیرول نے ریویو آف ریویوز جلد نمبر ۱۱ میں ''پولیٹکل فساد'' کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے۔ اس میں لکھتا ہے:

❶ مسلمان عورت: ص ۱۵۶ ❷ مسلمان عورت: ص ۱۵۸

اعلی درجہ کے اخلاق کی بنیادیں منہدم کرنے میں سب سے زبردست کردار کی حامل عورت ہی رہی ہے۔ ❶

پھر آگے چل کر رقمطراز ہے:

رومانی جمہوری حکومت کے پچھلے دور میں مدبرانِ سلطنت اور اعیانِ مملکت نازک مزاج اور عیش پسند عورتوں کی صحبت بہت پسند کرنے لگے تھے اور ایسی عورتیں ان دنوں بکثرت پائی جاتی تھیں۔ ❷

مرد عورت کے آزادانہ میل جول کا انجام

پھر عورتوں کے بے پردہ ہونے اور آزادی پانے کے بعد ملک کی کیا حالت ہوئی؟ تاریخ میں پڑھیے۔ عورتوں کی آزادی کی وجہ سے ملک کے اخراجات بہت زیادہ بڑھ گئے، فتنہ وفساد کے چشمے ابلنے لگے، ان کے اخلاق واعمال نے تعفن پیدا کر دیا اور پھر ہوا یہ کہ:

مرد اور عورت کے اس آزادانہ میل جول کی وجہ سے روما والوں میں ایسی کمینہ عادتیں اور گندی خصلتیں پیدا ہوگئیں تھیں میرا قلم ان کے لکھنے سے شرماتا ہے، جن سے ان کی ہمتیں مردہ ہوگئیں، ارادے پست ہوگئے اور طبیعتوں میں کمینہ پن آ گیا۔ پھر تو ان میں باہمی چشمک اور خون ریزی وخانہ جنگی کا زور ہوا اور یہ فساد اس قدر بڑھا کہ انسانیت کا ان میں نام تک نہیں رہا۔ ❸

یہ ایک تاریخی واقعہ تھا جو آپ کے سامنے پیش کیا گیا، مگر عرض یہ کرنا ہے کہ عورتوں کے متعلق حجاب کا جو الٰہی قانون ہے، تجربات کی روشنی میں اہلِ یورپ کے بڑے بڑے علماء نے بھی اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیا ہے۔ چنانچہ فلسفہ حسی کا مؤسس اگسٹ کونٹ اپنی مشہور تصنیف ''**النظام السیاسة علی حسب الفلسفة الحسیة**'' میں لکھتا ہے:

جس طرح ہمارے زمانہ میں عورتوں کی سوشل حالت کے متعلق خیالی گمراہیاں پیدا ہو رہی ہیں اسی طرح تغیر نظام تمدن اور آداب معاشرت کے ہر ایک دور میں پیدا ہوتی رہی

❶ مسلمان عورت: ص ۱۵۸ ❷ مسلمان عورت: ص ۱۵۹ ❸ مسلمان عورت: ص ۷۹

ہیں۔ مگر وہ لاء آف نیچر جو جنس محبّ (عورت) کو منزلی (گھریلو) زندگی کے لئے مخصوص رکھتا ہے، اس میں کبھی کوئی اہم تغیر واقع نہیں ہوا، یہ قانون الٰہی اس درجہ صحیح اور محقق ہے کہ گو اس کی مخالفت میں سینکڑوں باطل خیالات قائم ہوتے رہے مگر یہ بغیر کسی نقصان یا تغیر کے سب پر غالب آتا رہا، مردوں کے مشاغل میں عورتوں کی کثرت سے جو خوفناک نتائج اور فساد پیدا ہو رہے ہیں، ان کا علاج یہی ہے کہ دنیا میں جنس عامل (مرد) پر جنس محبّ (عورت) کے جو مادی فرائض ہیں، ان کی حد بندی اور تعیین کر دی جائے، مرد پر واجب ہے کہ عورت کے طعام و رہائش کا انتظام کرے۔ یہی وہ قانون طبعی اور ناموس الٰہی ہے جو جنس محبّ (عورت) کی اصلی زندگی کو گھر کی چار دیواری میں محدود کرتا ہے، یہی وہ قاعدہ ہے جو ہیئت اجتماعی کے خوفناک اور مہیب اشکال کو احسن و اکمل کر دیتا ہے۔ یہی وہ قانون ہے جو عورت کو اپنے طبعی جذبات سے ترقی نوع انسانی جیسے شریف فرض کی بجا آوری پر آمادہ کرتا ہے۔ ❶

علوم مادیہ کا ایک ماہر ژول سیمان اپنے ایک مضمون میں لکھتا ہے:

عورت کو چاہئے عورت رہے، ہاں بے شک عورت کو چاہئے عورت رہے، اسی میں اس کے لئے فلاح ہے اور یہی وہ صفت ہے جو اس کو سعادت کی منزل تک پہنچا سکتی ہے۔ قدرت کا یہ قانون ہے اور قدرت کی یہ ہدایت ہے، اس لئے جس قدر عورت اس سے قریب ہو گی اس کی حقیقی قدر و منزلت بڑھے گی اور جس قدر دور ہو گی اس کے مصائب ترقی کریں گے۔ بعض فلاسفہ انسان کی زندگی کو پاکیزگی سے خالی سمجھتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ انسان کی زندگی دلفریب، پاک اور بے حد پاکیزہ ہے بشرطیکہ ہر مرد اور ہر عورت اپنے ان مدارج سے واقف ہو جائے جو قدرت نے اس کے لئے قرار دئے ہیں اور اپنے ان فرائض کو ادا کرے جو قدرت نے اس کے متعلق کر دئے ہیں۔ ❷

عورت اپنے جنسی فرائض سے آگے

اسی حد تک نہیں بلکہ تجربات نے ثابت کر دیا ہے اور یورپ کے اسکالروں کو اس

---

❶ مسلمان عورت: ص ۵۸، ۵۹ ❷ مسلمان عورت: ص ۵۸، ۵۹

بات کے ماننے پر مجبور کر دیا ہے جو عورت اپنے جنسی فرائض انجام نہیں دیتی وہ عورت نہیں ہے۔ چنانچہ یہی ژول سیمان ایک اور موقع پر لکھتا ہے:

جو عورت اپنے گھر سے باہر کی دنیا کے مشاغل میں شریک ہوتی ہے اس میں شک نہیں کہ وہ ایک عامل بسیط کے فرائض انجام دیتی ہے مگر افسوس کہ عورت نہیں رہتی۔ ❶

سماج کا فریضہ

آج بہت سے مسلمانوں کو اسلامی پردے کی شکایت ہے۔ وہ مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر اپنے دین کی ان ہدایات پر چراغ پا ہوتے ہیں مگر غور کیجئے کہ خود یورپ کے اسکالر اس سلسلہ میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ اگسٹ کونٹ ''النظام السیاسی'' میں لکھتا ہے:

شوہر یا کسی قریبی رشتہ دار کی عدم موجودگی میں سوسائٹی کا فرض ہے کہ عورت کی ضروریات کا اپنی دولت سے انتظام کرے تاکہ معاش کی ضرورت سے مجبور ہو کر اسے گھر سے باہر کی زندگی میں اپنے آپ کو مبتلا نہ کرنا پڑے۔ کیونکہ حتی الامکان عورت کی زندگی کو گھر کی چاردیواری میں محدود رہنا چاہئے اور ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ عورت خارجی زندگی کے مصائب اور تکلیفوں سے محفوظ رہے اور قدرت نے اسے جس دائرہ میں محدود کر دیا ہے اس سے باہر نکلنے پر مجبور نہ ہو۔ ❷

آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کے لئے جو قانون اول مرتب کیا تھا آج دنیا پھر پھرا کر اسی پر آ رہی ہے۔ اسلام نے بے کس و مجبور عورت کا بوجھ مسلمانوں کے بیت المال پر ڈالا تھا، کچھ لوگ سمجھ رہے تھے کہ ملک پر بوجھ ہے جو نہیں ہونا چاہئے مگر اسے کیا کہئے کہ خود یورپ کے اسکالر اس حد تک آ گئے ہیں کہ مجبور عورتوں کا بوجھ معاشرے پر ڈالتے ہیں۔

عورتوں کی آزادی......خود ان کے حق میں

کون نہیں جانتا کہ عورتوں کی آزادی ملک کو تباہ کر ڈالتی ہے، قوم کی ریڑھ کی ہڈی توڑ

❶ مسلمان عورت: ۵۹ ❷ مسلمان عورت: ص ۷۹

ڈالتی ہے اور خود عورتوں کو جنت سے جہنم میں پہنچا دیتی ہے۔ عورت اس بیسویں صدی میں خوش ہے کہ اسے حقوق مل رہے ہیں، وہ ہر محکمہ میں ملازمت حاصل کر رہی ہے مگر اسے پتہ نہیں کہ مردوں نے اسے گائے بیل کی طرح استعمال کرنا شروع کر دیا ہے، اسے ذرہ برابر چین نہیں۔ اپنے قدرتی فرائض سے دن بدن دور ہوتی چلی جا رہی ہے۔ مردوں کی تفریح کے لئے عورتوں کو سینما کے پردے پر آنا پڑا۔ مردوں کی دل بستگی کا سامان مہیا کرنے کے لئے ان کو کلب اور ناچ گھروں میں ناچنا پڑا اور حد یہ ہے کہ محض مردوں کی شہوت پرستی کے سلسلہ میں عورتوں کو عریاں کلب بنانا پڑا۔ مگر اب تک عورت یہی سمجھ رہی ہے کہ مردوں کی غلامی سے ہمیں نجات مل گئی۔

برین عقل و دانش بباید گریست

عورتوں کی آزادی...... مردوں کے حق میں

مرد نہیں سوچتا کہ عورت کی آزادی سے اس کو کیا نقصان ہو رہا ہے، کتنی شریف زادیاں سینما اور تھیٹر وغیرہ کی نمائش بن گئیں۔ کتنے شریف خاندانوں کی بہو بیٹیاں گھر سے نکالی گئیں اور کتنی پاک دامن عورتوں کی عصمت دری ہو رہی ہے۔ کالج، یونیورسٹی اور کلبوں میں کیا کچھ ہوتا ہے، اس کے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، ہر پڑھا لکھا جانتا ہے۔

اسلام نے عورتوں کی قدم قدم پر اسی وجہ سے عصمت کے معاملہ میں رہنمائی کی ہے کہ نظام تمدن برقرار رہے اور مرد و عورت دونوں اپنے فرائض منصبی بحسن وخوبی انجام دے سکیں، جہاں شریعت کی بتائی ہوئی راہ کے خلاف مرد و عورت کا اجتماع ہوتا ہے وہاں یقینی طور پر جلد یا تاخیر سے فتنے اٹھتے ہیں اور دونوں ہی اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہ اور کاہل ثابت ہوتے ہیں۔

عورت کہاں سے کہاں پہنچتی ہے؟

ہمیں جناب ماہر القادری صاحب کی اس رائے سے پورا اتفاق ہے:

ذوق تبرج اور شوق بے حجابی صرف چہرہ کی بے نقابی ہی پر قناعت نہیں کرتا، پہلے نقاب اٹھتا ہے، پھر جھکی ہوئی نگاہیں آہستہ آہستہ بلند ہوتی ہیں، پھر لباس میں تخفیف ہونا شروع ہوتی ہے، پھر آرائش اور بناؤ سنوار میں یہ جذبہ کارفرما ہوتا ہے کہ لوگ دیکھیں اور شوق و قدردانی کی نگاہ سے دیکھیں، ہوسنا کیوں، بے اعتدالیوں اور برائیوں کا یہ سلسلہ شاخ درشاخ ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ جو عورت پہلی بار چہرہ کو بے نقاب کرتے ہوئے فرط شرم اور غیرت سے پسینا پسینا ہوگئی تھی وہ آگے چل کر کلب گھروں میں غیر مردوں سے بغل گیر ہو کر ناچتی اور تھرکتی ہے۔ ❶

پردہ میں ضعفِ اعصاب کا شکوہ غلط ہے

جو لوگ پردہ کے نقصانات میں اعصاب کی کمزوری، شہوت کا ابھار اور تعلیم وغیرہ سے محرومی بتاتے ہیں وہ سراسر غلط ہے۔ خودکشی کے اعداد وشمار نے ثابت کر دیا ہے کہ اعصاب کس کے کمزور ہوتے ہیں۔ شہوت پرستی کا مسئلہ بھی مغرب و مشرق کی بدکاری وزنا کاری کے واقعات نے عیاں کر دیا ہے۔ تعلیم کے سلسلہ میں عرض ہے کہ اسلام میں اہلِ علم عورتوں کی تاریخ پڑھیں جو لوگ کہتے ہیں کہ پردہ میں رہ کر جو شادی ہوتی ہے اس میں طلاق کی نوبت بکثرت آتی ہے تو اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ یورپ و ایشیا یا پردہ دار اور غیر پردہ والے ملک کے طلاق کے اعداد وشمار جمع کر لئے جائیں۔ ❷

ہمیں تو صرف یہ بتانا ہے کہ عفت و عصمت کی حفاظت پردہ ہی میں ہے جس کی اسلام نے ہدایت کی ہے، جس کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ یورپ کے بیشتر ممالک میں پردہ سے متعلق عام چرچا شروع ہو گیا۔ جرمنی میں ''عورتیں گھروں کی طرف واپس ہوں'' کی تحریک شروع ہوئی، امریکہ میں ہر سال ایک لاکھ خودکشی کے واقعات ہوتے ہیں جن میں کامیابی سترہ ہزار کو ہوتی ہے اور اس میں پیش پیش عورتیں ہی ہیں جو عشق و محبت کی ناکامی کا نتیجہ ہے۔

❶ فاران دسمبر ۱۹۵۱ء۔ ❷ اس سلسلہ میں ''المرأة المسلمة'' از فرید وجدی کا مطالعہ کریں، اس کا اردو ترجمہ ''مسلمان عورت'' کے نام سے ہو چکا ہے۔

غیر عورت کی حالت مرد سے بیان نہ کی جائے

اسلام نے ان راستوں پر بھی پہرا بٹھا دیا ہے جو غیر محسوس طور پر عفت وعصمت کے لئے خطرناک ہیں۔ مثلاً رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت جب عورت سے ملے اوراسے دیکھے تو وہ جا کر دوسری عورت کی زیب وزینت اپنے شوہر سے بیان نہ کرے کہ ممکن ہے اس کے شوہر کے دل میں دوسری عورت کی خوبی اوراس کا حسن و جمال گھر کر جائے اور وہ اس کے پیچھے پڑ جائے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

لَا تُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ، فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا. ❶

عورت عورت کے ساتھ اس طرح نہ رہے سہے کہ وہ اپنے شوہر سے اس کی حالت اس طرح کھل کر بیان کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔

اس طرح شہوت میں ابھار پیدا ہونے کا امکان اور بلا شبہ پھر اس سے فتنہ کے برپا ہونے کا امکان ہے۔

مرد اپنی بیوی کا راز ظاہر نہ کرے

اسی طرح رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو بھی منع کیا ہے کہ وہ زوجین کی باہمی راز کی بات کسی غیر مرد سے بیان کرے، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الرَّجُلَ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ، وَتُفْضِي إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا. ❷

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدتر وہ شخص ہے کہ وہ اور اس کی بیوی یکجا ہوں اور پھر مرد اس بھید کو کھول دے۔

عورت کو جس طرح دوسری عورت کی ہیئت جسمانی وغیرہ کے بیان سے روکا گیا ہے

❶ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب لا تباشر المرأة المرأة فتنعتها لزوجها، ج۷ ص۳۸، رقم الحديث: ۵۲۴۰ ❷ صحيح مسلم: كتاب النكاح، باب تحريم إفشاء سر المرأة، ج۲ ص۱۰۶۰، رقم الحديث: ۱۴۳۷

اسی طرح یہاں مرد کو روکا گیا ہے کہ اپنی بیوی کی راز کی باتوں کو کسی کے سامنے بیان کرے۔ یہاں بھی اور باتوں کے ساتھ ایک بات یہ ہے کہ دوسرے کے جذبات کو برانگیختہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ انسانی شہوت کا حال یہ ہے کہ جہاں کہیں اس طرح کی کوئی بات ہوتی ہے فطرتاً اس میں تلاطم کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے اور تھوڑی ہی دیر کے لئے سہی انسانی دماغ کہاں کہاں کے چکر لگانے لگتا ہے، اس لئے عقل وشعور کا تقاضا یہ ہے کہ اس طرح کی بے ہودہ باتوں سے پرہیز کیا جائے اور شہوت انگیز باتوں سے مکمل اجتناب برتا جائے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بلا فائدہ مجملاً جماع کا تذکرہ بھی مکروہ ہے، ہاں ضرورت کی بات اور ہے، جیسے کوئی یہ سمجھے کہ جماع پر اس کو قدرت نہیں ہے تو البتہ ایسے موقع پر جماع کا تذکرہ مکروہ نہ ہوگا اور تفصیل ہر حال میں حرام اور بری چیز ہے۔ ❶

ہیجانی کیفیت پیدا کرنے والی باتوں سے اجتناب

شریعت نے اسی وجہ سے ہر اس طریقہ سے منع کیا ہے جو انسانی طاقت میں ہیجان پیدا کرسکتا ہے اور جس سے کسی فتنہ وفساد یا گناہ اور معصیت کا اندیشہ سامنے آسکتا ہے۔ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے دواعی پر کڑی نگرانی فرمائی ہے، کوئی بھی داعیہ جو عقل وشعور میں معصیت کا موجب ہوسکتا ہے اس کو عمل میں لانے سے منع فرمادیا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا:

لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ. ❷

کوئی مرد دوسرے مرد کا ستر نہ دیکھے اور نہ عورت دوسری عورت کا ستر دیکھے۔

انسانی فطرت ہے کہ ستر کے دیکھنے سے شہوت میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ مرد مرد کا ستر دیکھے یا عورت عورت کا، یا یہ شکل ہو کہ مرد عورت کا ستر دیکھے اور عورت مرد کا ستر دیکھے،

---

❶ المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج: كتاب النكاح، باب تحريم إفشاء المرأة، ج١٠، ص٨ ❷ صحيح مسلم: كتاب الحيض، باب تحريم النظر إلى العورات، ج١ ص٢٦٦، رقم الحديث: ٣٣٨

شہوت میں جب ہیجان پیدا ہوتا ہے تو خطرہ منڈلانے لگتا ہے، انسانی طبیعت بے قرار ہو جاتی ہے اور پھر ایک غلط جذبہ اس کے دل میں گھر کر لیتا ہے، کبھی مرد کو مرد سے عشق ہو جاتا ہے اور طبیعت میں گندگی ہے تو موقع پا کر گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے، کبھی اس کی شہوت کا زور اسے کسی اجنبی عورت کی طرف مائل کر دیتا ہے اور کم وبیش یہی حال عورت کا ہوتا ہے کہ کبھی وہ آپس میں عشق ومحبت کی داستان چھیڑ دیتی ہے اور کبھی کسی غیر مرد سے نظر لطف وکرم کی متمنی ہوتی ہے اور یہ دونوں ہی طریقے غلطی میں بلکہ معصیت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ ستر پوشی اسلام میں ضروری ہے اور دیکھنا اس کے خلاف ہوتا ہے یوں بھی رسم ورواج میں ستر پوشی ایک ضروری چیز سمجھی جاتی ہے اور اس کے خلاف کرنا ذلت کی بات ہے۔

ایک ساتھ دو مرد یا دو عورتیں نہ لیٹیں

اور انسانی طبیعت اور اس کی قوت شہوت ہی کے پیش نظر اسلام نے اس بات سے بھی روکا ہے کہ دو مرد ایک ساتھ ایک کپڑے میں سوئیں یا لیٹیں، اسی طرح دو عورتیں ایک کپڑے میں لیٹیں یا سوئیں۔ اسی حدیث کا آخری حصہ ہے:

وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ. ❶

کوئی مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے اور نہ کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں سوئے یا لیٹے۔

ایک ساتھ دو مرد یا دو عورتوں کا لیٹنا نفسیات نے بھی غلط ثابت کر دیا ہے کیونکہ اس کا نتیجہ خوشگوار نہیں ہوتا۔ یہ چیز شہوت میں بہت ہیجان کا باعث ہو جایا کرتی ہے، جس سے کبھی کبھی مشت زنی کی رغبت ہوتی ہے اور کبھی اغلام کی، جو نہایت مبغوض فعل ہیں۔

---

❶ صحيح مسلم: كتاب الحيض، باب تحريم النظر إلى العورات، ج ١ ص ٢٦٦، رقم الحديث: ٣٣٨.

ستر اور اس کی پردہ پوشی

مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے، جس کا چھپائے رکھنا مرد کے لئے ضروری ہے، سوائے بیوی کے اور کسی پر ظاہر نہیں کر سکتا، اور آزاد عورت کا ستر چہرہ اور ہتھیلی چھوڑ کر سارا جسم ہی ہے مگر عورت کا ستر عورت کے لئے بھی ناف سے لے کر گھٹنے تک ہی ہے۔ اتنا حصہ عورت کا عورت بھی نہیں دیکھ سکتی سوائے بچہ کی پیدائش کے موقع کے، جس میں معذوری ہے یا پھر شوہر کے لئے۔

انسانی فطرت میں بڑی حد تک یہ بھی داخل ہے کہ اپنی شرمگاہ دیکھنے سے بھی شہوت بھڑکتی ہے، اس لئے اسلام نے اس سے بھی روکا ہے کہ آدمی تنہائی میں بھی ننگا نہ ہو، پھر یہ مروت کے خلاف بھی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَالتَّعَرِّيَ فَإِنَّ مَعَكُمْ مَنْ لَا يُفَارِقُكُمْ إِلَّا عِنْدَ الْغَائِطِ وَحِينَ يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى أَهْلِهِ، فَاسْتَحْيُوهُمْ وَأَكْرِمُوهُمْ. ❶

ننگے ہونے سے بچو، اس لئے کہ تمہارے ساتھ وہ بھی ہیں جو جدا نہیں ہوتے مگر قضائے حاجت کے وقت یا جماع کے وقت، لہٰذا ان سے شرم کرو اور ان کی عزت کرو۔

دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا:

اِحْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ ...... قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِذَا كَانَ أَحَدُنَا خَالِيًا؟ قَالَ: اللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَا مِنْهُ مِنَ النَّاسِ. ❷

اپنے ستر کی دیکھ بھال کر، ہاں اپنی بیوی یا لونڈی کے پاس ہو تو اور بات ہے ...... تو میں نے پوچھا اگر کوئی تنہا ہو تو؟ فرمایا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ لوگوں سے زیادہ حقدار ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔

---

❶ سنن الترمذي: أبواب الأدب، باب ما جاء في الاستتار عند الجماع، ج۵ ص۱۱۲: رقم الحديث: ۲۸۰۰ ❷ سنن أبي داؤد: كتاب الحمام، باب في التعري: ج۴ ص۴۰، رقم الحديث: ۴۰۱۷

ادب کا تقاضا تو بلاشبہ یہی ہے کہ تنہائی میں کراماً کاتبین فرشتے اور خود رب العزت کی موجودگی کا تصور وخیال غالب ہو اور شرم وحیاء کا پاس باقی رہے مگر ساتھ ہی بالکل ننگا ہونے میں جذباتِ نفس میں بھی کبھی ہیجان کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ بہر حال ادب اور حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ جب بالکل مجبور نہ ہو ننگا ہونے کی جرأت نہ کی جائے اور اس طرح بے حیائی کو راہ نہ دی جائے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا لَا يَبِيتَنَّ رَجُلٌ عِنْدَ امْرَأَةٍ ثَيِّبٍ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ نَاكِحًا أَوْ ذَا مَحْرَمٍ. ❶

خبردار! کسی شادی شدہ عورت کے پاس کوئی غیر مرد رات نہ گزارے مگر یہ کہ وہ نکاح کرنے والا ہو یا محرم ہو۔

یہ سب حفظ ما تقدم کے طریقے ہیں اور کوئی شبہ نہیں سب ہی خطرات کے مقام ہیں۔ اس لئے اجتناب بہت ضروری ہے اور عفت پر حرف آنا اور معصیت میں مبتلا ہونا بڑی حد تک ممکن ہے۔

عورت تنہا سفر نہ کرے

اسلام نے عفت وعصمت کو کہیں بھی بے سہارا نہیں چھوڑا، ہر جگہ گنجائش پر اس کے تحفظ کی کوشش کی ہے۔ زندگی میں اگر کبھی عورت کو سفر کی ضرورت پیش آتی ہے تو اسلام سفر میں بھی اس کی عصمت کا سامان کرتا ہے۔ چنانچہ قانونِ الٰہی ہے کہ عورت سفر میں اس وقت تک نہیں جاسکتی جب تک کوئی محرم اس کے ساتھ نہ ہو۔ حج جو عبادات میں داخل اور اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے، اس کی ادائیگی بھی وہ بغیر محرم کے نہیں کرسکتی۔ ظاہری احتیاط کو بھی اسلام نے اس بات میں فراموش نہیں کیا ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ

❶ صحيح مسلم: كتاب السلام، باب تحريم الخلوة بالأجنبية والدخول عليها، ج ۴ ص ۱۷۱۰، رقم الحديث: ۲۱۷۱

لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ. ❶

مومنہ عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر محرم کو ساتھ لئے ایک دن اور ایک رات کی مسافت کا سفر تنہا کرے۔

محرم وہ شخص ہے جس سے کبھی بھی اس کی شادی جائز نہ ہو، جیسے اپنا بھائی باپ وغیرہ یا شوہر ساتھ ہو۔ بغیر محرم کے تنہا عورت کا سفر حرام ہے، محرم کے علاوہ کوئی غیر محرم ساتھ ہو اس کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے، عقل میں بھی بات آتی ہے کہ گھر چھوڑ کر عورت جب باہر جاتی ہے تو اسے خطرات سے ہوکر راستہ طے کرنا پڑتا ہے۔ راستہ میں نیک وبد ہر طرح کے آدمیوں سے ہوکر راستہ طے کیا جاتا ہے، خلقتاً عورتیں کمزور ہوتی ہیں، جذبات کی نازک ہوتی ہیں، ان کے عقل وشعور میں نسبتاً پختگی نہیں ہوتی جو ہونی چاہئے۔ اس لئے ایسے موقع پر کسی خاص آدمی (جیسے شوہر، باپ، بھائی وغیرہ) کا ہی ساتھ ہونا ضروری ہے جو اس کی ہر موقع پر مناسب امداد کر سکے اور کبھی رفیق سفر سے امداد واعانت سے متاثر ہو تو کوئی غلط جذبہ ابھارنے والا نہ ہو۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اِمْرَأَتِي خَرَجَتْ حَاجَّةً، وَاكْتُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: اِرْجِعْ فَحُجَّ مَعَ اِمْرَأَتِكَ. ❷

کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے اِلّا یہ کہ ساتھ محرم ہو، تو ایک آدمی نے کھڑے ہوکر کہا یا رسول اللہ! میری بیوی حج کے لئے گئی ہے اور میرا نام فلاں غزوہ میں لکھ لیا گیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو لوٹ جا اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے اس سے عورتوں

❶ صحيح البخاري: كتاب الجمعة، باب في كم يقصر الصلاة، ج٢ ص٤٣، رقم الحديث: ١٠٨٨ ❷ صحيح البخاري: كتاب النكاح، باب لا يخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم، ج٧ ص٣٧، رقم الحديث: ٥٢٣٣

کے متعلق قانونِ الٰہی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، ان کی عفت وعصمت اور دوسری ضروریات کا کتنا لحاظ اور پاس ہے۔ جہاد کے مقابلہ میں اس بات کو ترجیح دی گئی ہے کہ مرد اپنی بیوی کے ساتھ سفر حج میں جائے، عورت بغیر محرم سفر نہ کرے، جہاد میں شرکت سے بھی ضروری اس وقت عورت کے ساتھ جانا ہے۔

سفر میں جاتے ہوئے گھر کی حفاظت

مرد سفر میں جاتا ہے تو وہاں بھی عورتوں کو فراموش نہیں کرسکتا، اپنی اور بیوی دونوں کی عفت وعصمت اور دوسری ضرورتوں کا لحاظ و پاس کرنا ضروری ہے، سفر کے لئے گھر سے نکلتا ہے تو اس کے لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ ایسی دعائیں پڑھے جس میں اپنے اور اپنے بال بچوں کے تحفظ اور آرام کی درخواست ہو۔ خود رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کے لئے نکلتے تو دعا پڑھتے، جس کا ایک حصہ یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ، وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ. ❶

اے اللہ! تو سفر میں مالک ہے اور اہل وعیال میں خلیفہ، اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں کہ سفر کی مشقت اور برا منظر پیش آئے اور اس سے کہ مال اور عیال میں برائی دیکھوں۔

اور امت کو بھی یہ ہدایت ہے کہ نکلتے ہوئے یہ پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اے اللہ! دوسری چیزوں کے ساتھ ساتھ تو میرے بیوی بچوں کی حفاظت کرنا، الٰہ العالمین اس بات سے پناہ مانگتے ہیں کہ سفر سے واپسی پر مال اور بیوی بچوں میں کوئی ناگوار بات دیکھنے میں آئے۔ گویا اس طرح وہ اپنے بال بچوں کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی محافظت میں دیتا ہے، یوں تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی محافظ ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جہاں سفر کی

---

❶ صحيح مسلم: كتاب الحج، باب ما يقول إذا ركب إلى سفر الحج وغيره، ج ٢ ص ٩٧٨، رقم الحديث: ١٣٤٢

ضرورت پوری ہو جائے فوراً اپنے بیوی بچوں میں واپس آ ؤ۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ، يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَنَوْمَهُ، فَإِذَا قَضَى نَهْمَتَهُ، فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ. ❶

سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے، تم کو کھانے پینے اور سونے سے روک دیتا ہے،
لہٰذا جونہی سفر کی ضرورت ختم ہو جلدی سے بیوی بچوں میں پلٹ آ ؤ۔

مجاہدین کے گھروں کی عفت کا خیال

مجاہدینِ اسلام کی بیویاں جو شوہروں کے جہاد میں چلے جانے کے بعد تنہا رہ جاتی ہیں، ان کے درجہ اور ان کی حرمت کو عام مسلمانوں کی عورتوں سے بہت بڑھا کر رکھا گیا ہے۔ ان کو ماں کا درجہ دیا گیا ہے اور ان کی عفت وعصمت کا لحاظ ہر مسلمان پر ضروری قرار دیا گیا ہے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حُرْمَةُ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ كَحُرْمَةِ أُمَّهَاتِهِمْ، وَمَا مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْقَاعِدِينَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِّنَ الْمُجَاهِدِينَ فِي أَهْلِهِ إِلَّا نُصِبَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَقِيلَ لَهُ: فَخُذْ مِنْ حَسَنَاتِهِ مَا شِئْتَ، فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا ظَنُّكُمْ. ❷

مجاہدین کی بیویوں کی عزت گھر پر رہنے والوں کے لئے ان کی ماں کے برابر ہے، کوئی گھر میں رہنے والا مجاہدین میں سے کسی کے اہل میں خیانت کا ارتکاب کرے گا تو قیامت کے دن اس مجاہد کو لایا جائے گا تو اس کو حکم ہوگا کہ اس کے اعمال (نیکیوں) میں سے جو چاہو لے لو، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور کہا تو تمہارا کیا خیال ہے؟ (کہ وہ کچھ چھوڑے گا)۔

---

❶ صحيح البخاري: كتاب الحج، أبواب العمرة، باب السفر قطعة من العذاب، ج۳ ص۸، رقم الحديث: ۱۸۰۴ ❷ سنن أبي داؤد: كتاب الجهاد، باب في حرمة نساء المجاهدين على القاعدين: ج۳ ص۹، رقم الحديث: ۲۴۹۶

قوانینِ استئذان

اسلام نے جہاں تمام جزئی وکلی امور کے لئے قوانین وضع کئے اور ضابطے مقرر کئے وہاں یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ گھروں کے داخلہ کے لئے کوئی باضابطہ دستور نہ بناتا، چنانچہ اس نے عفت عصمت کے تحفظ اور دوسری حکمتوں کے پیش نظر یہ ضابطہ قرار دیا کہ کوئی غیر کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو اور پھر حصولِ اجازت کا طریقہ یہ بتایا کہ اسے عمل میں لاکر اجازت طلب کرے۔

گھروں میں داخلہ

سوائے اس گھر کے جو رہن سہن کے لئے نہیں ہے یا ہے مگر وہ عام ہے آنے کی کسی کو رکاوٹ نہیں، جیسے خانقاہ کا وہ حصہ جو عوام وخواص ہر ایک کے لئے برابر ہے، مدرسہ جہاں کسی کو ممانعت نہیں، سرائے جو ہر شخص کے لئے برابر ہے۔ دروازہ اور دالان جو بنایا ہی عام لوگوں کے لئے گیا ہے یا وہ گھر جس میں کوئی نہیں رہتا ہے بلکہ اس میں سامان وغیرہ ہے۔ اس طرح کے گھر میں تو بلاشبہ بغیر اجازت بھی آسکتا ہے کہ یہ تو بنائے ہی عوام الناس کے لئے گئے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ. (النور: ۲۹)

اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان گھروں میں داخل ہو جس میں سامان ہے، کوئی نہیں رہتا اور جو کچھ تم ظاہر کرتے اور چھپاتے ہو اللہ کو معلوم ہے۔

ہاں جن لوگوں کو ایسے عام گھروں سے روک دیا گیا ہے وہ البتہ نہیں جاسکتے ہیں۔

گھروں میں بغیر اجازت داخلہ ممنوع

ان کے علاوہ گھروں کا حکم یہ ہے کہ بغیر اجازت داخل نہ ہو، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ. (النور: ۲۷)

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا کسی گھر میں داخل نہ ہو جب تک
اجازت نہ لے لو اور اس گھر والے کو سلام نہ کرلو، یہ تمہارے حق میں بہتر
ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

غیر کے گھر میں داخل ہونا چاہے تو پہلے شرعی طریقہ سے اجازت حاصل کرلی جائے، یہ گھر خواہ اس کی ملکیت ہو یا وہ کرایہ پر رہتا ہو اور یا وہ عاریتاً اس میں گزر بسر کرتا ہو۔ پھر اس گھر میں محارم ہوں یا غیر محارم، مرد رہتے ہوں یا عورتیں، تمام شکلوں میں جو مختار خانہ ہے اس سے اجازت لینی چاہئے، اس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔ خود گھر والا اجازت دے یا اس نے جس کو اجازت دینے کا اختیار دیا ہے وہ اجازت دے۔

طلبِ اجازت کا شرعی طریقہ

حصولِ اجازت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ وہاں پہنچ کر سلام کرے اور پوچھے کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ اندر جانے کی اجازت مل جائے تو اندر جائے، اجازت نہ ملے یعنی گھر کے مختار نے کہا کہ ابھی نہیں آسکتے تو ایسی حالت میں فوراً پلٹ آئے، اصرار نہ کرے اور نہ زبردستی کرے۔ اور اگر آواز دی جواب نہیں ملا تو تین مرتبہ اجازت کے لئے شرعی طریقہ اختیار کرے، تیسری مرتبہ بھی کوئی جواب نہ ملے تو پلٹ آئے، اور ایسا گھر جس کے متعلق صراحت کے ساتھ معلوم نہیں ہے کہ اس میں کوئی ہے یا نہیں تو اس طرح کی مشکوک حالت میں بھی بغیر اجازت اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ ارشاد رب العالمین ہے:

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَا اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ. (النور: ۲۸)

پھر اگر اس میں کسی کو نہ پاؤ تو اس میں داخل نہ ہو جب تک تم کو اجازت نہ
مل جائے اور اگر جواب دیا جائے کہ لوٹ جاؤ تو پھر پلٹ جاؤ۔ اس میں
تمہارے لئے پاکیزگی ہے اور جو تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

فرض کرلیا جائے کہ گھر میں کوئی نہیں ہے تو سوال ہے کہ تم دوسرے کے گھر جانے کا

کیا حق رکھتے ہو جب کہ وہ گھر ایسا ہے جہاں جانے کی عام اجازت نہیں اور گھر والے نے جب کھل کر کہہ دیا کہ واپس جائے تو پھر کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔اس کے بعد زبردستی جانا کسی کو ایذا دینا ہے اور ایذا دینا سخت جرم ہے۔ دوسرے اپنی رسوائی بھی ہے کہ خواہ مخواہ دوسرے کے یہاں گھس گئے۔اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ جب کہہ دیا گیا کہ واپس جاؤ تو اجازت کے حصول کے لئے اصرار نہ کیا جائے، اور نہ دروازہ پر کھڑے ہوکر انتظار کیا جائے، کیونکہ یہ ساری شکلیں کراہت سے خالی نہیں ہیں، نیز آداب حسنہ کے خلاف ہیں بلکہ واپس لوٹ جائے، دروازہ پیٹنے کی اجازت نہیں ہے۔صاحبِ کشاف نے اس آیت کے ضمن میں اس کی صراحت کی ہے۔ (۱)

اجازت طلب کرنے کی حکمت

اجازت طلب کرنے میں بڑی حکمت اور بہت سے فائدے ہیں۔پہلی بات تو یہ ہے کہ طلبِ اذن جس کو حدیث کی اصطلاح میں ''استیذان'' کہتے ہیں، واجب ہے اور واجب پر عمل ضروری ہے۔دوسرے یہ کہ کیا معلوم دفعتاً (یکبارگی) جانے سے نظر ایسی جگہ پر پڑے جہاں دیکھنا ناگوار خاطر ہو، خود جانے والے کے لئے بھی اور گھر والوں کے لئے بھی۔کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دفعتاً کسی ناپسندیدہ یا ناجائز چیز پر نظر پڑ جانے سے زندگی کو روگ لگ جاتا ہے، اس لئے عقل وخرد کا تقاضا یہی ہے کہ کسی کے گھر میں اجازت حاصل کئے بغیر گھسنے کی جرأت نہ کی جائے۔

ایسی حویلی میں جہاں ایک باپ کی متعدد اولاد ہو اور وہ سب یا کچھ ان میں سے شادی شدہ ہوں تو ایسی حالت میں بھی اپنا خیال ہے کہ اصول کے مطابق اجازت کے حصول کی ضرورت ہے، اس لئے کہ غیر محرم عورتیں ہیں، یا کم از کم ایسی صورت اختیار کی جائے کہ گھر کی عورتیں داخل ہونے سے پہلے خبردار ہوجائیں اور وہ اپنے آپ کو سنبھال لیں اور یہ طریقہ ہر زنانہ گھر میں جاتے وقت اختیار کرنا چاہیئے۔

---

(۱) الکشاف: سورۃ النور، آیت نمبر ۲۹ کے تحت، ج ۳ ص ۲۲۸

طلبِ اذن کی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تعلیم

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت طلب کرنے کی تعلیم عملی طور پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دی، اس لئے اس سے متعلق واقعات حدیث کی کتابوں میں بکثرت آئے ہیں۔ طلبِ اذن کے باب میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْاِسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ، فَإِنْ أُذِنَ لَکَ، وَإِلَّا فَارْجِعْ. ❶

طلبِ اذن تین مرتبہ ہے، اگر اجازت مل جائے تو خیر ورنہ واپس ہوجانا چاہئے۔

بنی عامر کے ایک شخص کا بیان ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ گھر کے اندر تھے، دروازہ پر پہنچ کر درخواست کی کہ داخل ہونے کی اجازت ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آواز پہنچی تو خادم سے فرمایا: باہر جو شخص آیا ہے اس کے پاس جاؤ اور اس کو اجازت طلب کرنے کا شرعی طریقہ سکھاؤ، اسے بتانا کہ تم اس طرح کہو ''السلام علیکم'' کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ دروازہ پر جو شخص آیا تھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خادم کو دے رہے تھے، سن لیا اور اب دوبارہ کہا: السلام علیکم! اندر حاضر ہوسکتا ہوں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شرعی طریقہ سے اجازت طلب کرنا سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دے دی اور وہ شخص اندر آیا۔ ❷

حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور بغیر سلام کئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگیا، یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واپس جاؤ اور یہ کہو: السلام علیکم! کیا میں اندر آسکتا ہوں۔ ❸

---

❶ صحیح مسلم: کتاب الآداب، باب الاستئذان، ج۳ ص ۱۶۹۴، رقم الحدیث: ۲۱۵۳ ❷ سنن أبي داؤد: کتاب الأدب، باب کیف الاستئذان، ج۴ ص ۳۴۵، رقم الحدیث: ۵۱۷۷ ❸ سنن أبي داؤد: کتاب الأدب، باب کیف الاستئذان، ج۴ ص ۳۴۵، رقم الحدیث: ۵۱۷۶

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اجازت جب لینی ہو تو پہلے سلام کیا جائے پھر اندر حاضر ہونے کی اجازت طلب کرے، بغیر سلام اجازت طلب کرنا ناپسندیدہ طریقہ ہے۔ اوپر والی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اجازت کے لئے تین مرتبہ آواز دی جائے گی۔ تیسری مرتبہ بھی جب جواب نہ ملے تو واپس ہو جائے۔

حدیث میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، تین مرتبہ شرعی طریقہ کے مطابق اجازت طلب کی، کوئی جواب نہیں ملا، پلٹ آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کام میں مصروف تھے۔ اطمینان ہوا تو فرمایا کہ ان (حضرت ابوموسیٰ) کو بلالو۔ آدمی ان کو بلانے باہر آیا تو دیکھا حضرت ابوموسیٰ جا چکے ہیں۔ جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی، پھر دوبارہ جب کسی کام سے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ اس وقت کیوں واپس چلے گئے۔ جواب دیا کہ تین مرتبہ میں نے اجازت چاہی، اجازت ملنے کی آواز نہیں آئی، چلا گیا کیونکہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ. ❶

تم میں سے کوئی تین بار اجازت طلب کرے اور اس کو اجازت نہ دی جائے تو اس کو پلٹ آنا چاہئے۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ ہے کہ آپ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے یہاں تشریف لائے اور اجازت چاہی، تین مرتبہ سلام کے ساتھ اجازت طلب کی، کوئی جواب نہیں ملا تو تیسری مرتبہ کے بعد واپس ہو گئے۔ اتنے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر لے گئے۔ ❷

---

❶ صحيح البخاري: كتاب الاستئذان، باب التسليم والاستئذان ثلاثا، ج۸ ص ۵۴، رقم الحديث: ۶۲۴۵ ❷ مسند أحمد: مسند أنس بن مالك، ج۱۹ ص۳۹۷، رقم الحديث: ۱۲۴۰۶. قال شعيب الأرنؤوط: إسناده صحيح (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دروازے پر تاک جھانک کی ممانعت

اجازت کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کہ اچانک گھر والوں کو دیکھ نہ لے، خود سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ ہے کہ آپ ایک مرتبہ اپنے حجرہ میں بیٹھے ایک چھری لئے سر کھجلا رہے تھے کہ کوئی آیا اور جھانکنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ اگر مجھے علم ہوتا تو اس کی آنکھیں پھوڑ ڈالتا، کیا اس کو معلوم نہیں کہ

إِنَّمَا جُعِلَ الِاسْتِئْذَانُ مِنْ أَجْلِ الْبَصَرِ. ❶

دیکھ لینے ہی کی وجہ سے اجازت طلب کرنے کا قانون بنایا گیا ہے۔

اسی وجہ سے حکم ہے کہ اصولی طور پر اس کو دروازہ سے علیحدہ ہو کر کھڑا ہونا چاہئے۔ دائیں بائیں جدھر مناسب ہو کھڑا ہو جائے، دروازہ کے بالکل مقابل نہ کھڑا ہو۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی دروازہ پر آتے تو دروازہ کے مقابل نہیں کھڑے ہوتے تھے بلکہ دائیں جانب کھڑے ہوتے یا بائیں جانب اور فرماتے: السلام علیکم، السلام علیکم۔ راوی کا بیان ہے کہ عہد نبوی میں دروازوں پر پردہ لٹکانے کا رواج نہیں تھا۔ اس کا منشا یہ ہے کہ اگر پردہ ہو تو دروازہ کے سامنے کھڑا ہونا بھی ناجائز نہیں ہے مگر اصول کے پیش نظر اب بھی مناسب یہی ہے کہ دروازہ کے بالکل مقابل کھڑے ہو کر اجازت طلب نہ کی جائے کیونکہ بسا اوقات پردہ اٹھا کر کوئی اندر سے نکلتا ہے تو سامنے سے گھر کے آدمی پر نظر پڑ جاتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر حاضر ہوا اور اجازت طلب کی، وہ شخص دروازہ کے مقابل تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ ایسے (یعنی دائیں) یا ایسے (بائیں) کھڑے ہو اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ طلبِ اذن

(بقیہ صفحہ گزشتہ) على شرط الشيخين. / قال الهيثمي في مجمع الزوائد "رواه أحمد والبزار ورجالهما رجال الصحيح" ۸/ ۳۴، رقم: ۱۲۷۵۳

❶ صحيح البخاري: كتاب الاستئذان، باب الاستئذان من أجل البصر، ج۸ ص ۵۴، رقم الحديث: ۶۲۴۱

نگاہ ہی کی وجہ سے ہے۔ ❶

پھر دروازہ پر پہنچ کر تاک جھانک نہیں کرنی چاہئے، یہ تاک جھانک دروازے کی چوکھٹ سے ہو یا کھڑکی وغیرہ سے کیونکہ اس سے مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ پھر اس لئے کہ آپ ابھی پڑھ چکے کہ نگاہ ہی سے بچنے کے لئے یہ قاعدے وضع کئے گئے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سختی سے منع کیا ہے۔ صحیحین میں یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوْ أَنَّ امْرَأً اِطَّلَعَ عَلَيْكَ بِغَيْرِ إِذْنٍ فَخَذَفْتَهُ بِعَصَاةٍ فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ، لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ جُنَاحٌ. ❷

اگر کوئی بغیر اجازت تم کو جھانکے اور تم اس کو کنکری اٹھا کر مارو، جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

جس جرم کی سزا رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں اتنی سخت ہو، اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فی نفسہ یہ جرم کتنا بڑا ہوگا۔

طلبِ اذن کے وقت اپنا مشہور نام بتائے

سلام کے بعد طلب اذن کے لئے جب آواز دے اور گھر سے کوئی پوچھے کہ تو کون ہے؟ تو اجازت چاہنے والے کو اپنا مشہور نام بتانا چاہئے، جواب میں یہ نہیں کہنا چاہئے ''میں ہوں'' اس لئے کہ اس سے پتہ نہیں چلتا کہ کون آیا ہے۔ نام بتانے کی صورت میں گھر والے کو اجازت دینے میں سہولت ہو جاتی ہے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مبہم جواب کو ناپسند بھی فرمایا ہے۔

ایک دفعہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے،

---

❶ صحيح البخاري: كتاب الاستئذان، باب الاستئذان من أجل البصر، ج٨ ص ٥٤، رقم الحديث: ٦٢٤١ ❷ صحيح البخاري: كتاب الديات، باب من اطلع في بيت قوم ففقئو عينه فلا دية له، ج٩ ص ١٠، رقم الحديث: ٦٩٠٢

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر سے فرمایا: کون ہیں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہوں۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب سن کر ناپسند فرمایا اور کہا: یہ انا، انا (میں میں) کیا ہے؟ ❶

اجازت طلب کرنے کے اس طریقہ کی بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی تعلیم فرماتے رہے اور خود بھی برابر عمل کرتے رہے اور دوسروں کو بھی عمل کرنے کی تاکید کی۔

محرم بھی اجازت حاصل کرے

یہ استئذان (اجازت چاہنا) اپنے لوگوں سے بھی چاہئے یعنی اپنی ماں بہن وغیرہ ہوں تو ان سے بھی اجازت لے کر اندر داخل ہونا چاہئے، بلکہ بڑی حد تک ضروری ہے۔ استئذان والی آیت کے شانِ نزول میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک انصاری عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور شکوہ کرنے لگی کہ کبھی میں اس حال میں ہوتی ہوں کہ میں پسند نہیں کرتی کہ کوئی مجھے دیکھے، خواہ باپ ہو، خواہ بیٹا اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ میں اسی حال میں ہوتی ہوں اور گھر والے آتے جاتے ہیں تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا ......﴾ ❷

حدیث میں متعدد واقعات اس طرح کے آئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم بھی اندر آئیں تو اجازت لے کر آئیں، اس لئے کہ معلوم نہیں گھر میں عورتیں کس حال میں ہوں، عموماً جانبین میں کوئی پسند نہیں کرتا کہ عورتوں کو اس حالت میں دیکھے کہ وہ آزادانہ بیٹھی ہوں جو عورتوں میں خاص نشست ہوتی ہے، اپنا تو خیال ہے کہ گھر میں صرف بیوی ہو تو بھی خبر دے کر داخل ہونا چاہئے کیونکہ طبعاً آدمی اپنی بیوی کو بھی بے پردگی میں دیکھنا پسند نہیں کرتا اور نہ عورت ہی اسے گوارا کرتی ہے۔

---

❶ صحيح البخاري: كتاب الاستئذان، باب إذا قال من ذا؟ فقال أنا، ج۸ ص۵۵، رقم الحديث: ۶۲۵۰ ❷ تفسير ابن كثير: سورة النور، آیت نمبر۲۷ کے تحت، ج۶ ص۳۶

ماں سے بھی طلبِ اذن

ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اپنی ماں سے بھی اجازت طلب کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اجازت طلب کرنا ماں سے بھی ہے۔ اس نے کہا کہ میں تو ان کے ساتھ گھر میں رہتا ہوں۔ مقصد کہنے کا یہ تھا کہ ماں کا مجھ سے پردہ نہیں ہے پھر طلب اذن کی کیا ضرورت ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان سے بھی اجازت لے لیا کرو۔ اس شخص نے کہا کہ میں ان کی خدمت کرتا ہوں یعنی اس وجہ سے برابر آنا جانا ہوتا ہے پھر طلبِ اذن کی کیا ضرورت ہے، دشواری بڑھ جائے گی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھاتے ہوئے فرمایا: اپنی ماں کی خدمت میں بھی حاضر ہونا ہے تب بھی اجازت حاصل کرلیا کرو، کیا تم ماں کو ننگی دیکھنا پسند کرو گے؟ اس نے کہا نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پھر اسی وجہ سے کہتا ہوں کہ اجازت حاصل کر کے جاؤ۔ ❶

سلفِ صالحین کا طریقہ

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب کسی ضرورت سے اندر آتے تو پہلے دروازہ پر آ کر رک جاتے، کھانستے، تھوکتے اور اس کے بعد اندر آتے، اچانک بغیر اطلاع آنا پسند نہیں کرتے تھے۔ یہ زینب رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ ❷

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب گھر آتے تو اجازت طلب کرتے، دروازہ پر آ کر زور سے آواز دیتے۔ ❸

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آدمی جب اپنے گھر میں داخل ہونے لگے تو دروازہ پر آ کر زور سے کھانسے یا زور سے اپنا جوتا زمین پر مارے جس سے اندر

---

❶ مؤطا مالک: کتاب الاستئذان، باب الاستئذان، ج ۲ ص ۹۶۳ ❷ تفسیر ابن کثیر: سورۃ النور، آیت نمبر ۲۷ کے تحت، ج ۳ ص ۳۷ ❸ تفسیر ابن کثیر: سورۃ النور، آیت نمبر ۲۷ کے تحت، ج ۳ ص ۳۷

خبر ہو جائے کہ مرد آ رہا ہے۔ ❶

استئذ ان میں تین سلام جو رکھے گئے ہیں ان کا مقصد یہی ہے کہ پہلا گھر والے سن لیں، دوسرے سلام کی آواز پر سنبھل جائیں اور تیسرے کی آواز پر اجازت دیں یا روک دیں۔

امام ابن العربی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ غیر کے گھر میں اذن حاصل کرنا ضروری ہے اور اپنا گھر ہو تو طلب اذن واجب نہیں ہے، مگر گھر میں اگر ماں بہن وغیرہ بھی رہتی ہوں تو جانے کے لئے کھانسے، اس کے بعد اندر داخل ہو اور دروازہ پر پہنچ کر پاؤں مارے جس سے اندر عورتوں کو آنے کی خبر ہو جائے کیونکہ کبھی ماں بہن بھی ایسی حالت میں ہوتی ہیں کہ جس حالت میں دیکھنا ہم پسند نہیں کرتے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ماں بہن کی خدمت میں حاضر ہونا ہو تو بھی اجازت لے لی جائے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھنے والوں نے بار بار پوچھا کہ اپنی ماں بہن جس گھر میں رہتی ہوں اس میں جائے تو اجازت لی جائے گی؟ آپ نے ہمیشہ فرمایا کہ ہاں لی جائے گی، تکرار کرنے پر سمجھایا کہ کوئی بھی اپنی ماں بہن کو بے پردہ دیکھنا پسند نہیں کرتا، پھر تم کو خواہ مخواہ اصرار کیوں ہے؟ ❷

عفت کا اسلام میں لحاظ

یہ جو کچھ عرض کیا گیا اس میں غور کیا جائے اور دیکھا جائے کہ اسلام نے اپنے قوانین میں دوسری حکمتوں اور مصلحتوں کے ساتھ ساتھ عفت وعصمت کا بھی کتنا عمدہ تحفظ کیا ہے، ان تمام بنیادی باتوں میں عفت وعصمت کا کس اہمیت کے ساتھ لحاظ کیا ہے۔

موجودہ دور میں غفلت

مگر افسوس یہ ہے کہ یہ سارے طریقے اور آداب جو اسلام نے گھر میں داخل ہونے کے لئے مقرر کئے ہیں، جن کو قرآن پاک نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے،

---

❶ تفسير ابن كثير: سورة النور، آیت نمبر ۲۷ کے تحت، ج ۳ ص ۳۷ ❷ أحكام القرآن لابن العربي: سورة النور، آیت نمبر ۲۷ کے تحت، المسألة الثامنة، ج ۳ ص ۳۷۳

حدیثوں میں جس کی تاکید آتی ہے، خود رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن پر عمل کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جن کی تعلیم فرمائی اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جن پر زندگی بھر عمل کیا۔ یہ احکام آج مسلمانوں میں متروک ہیں، مسلمانوں کے گھرانوں میں ان پر عمل نہیں کیا جاتا۔ ضرورت ہے کہ ان آداب و احکام کو عمل سے بھی زندگی بخشی جائے۔

حق یہ ہے کہ عفت و عصمت کے تحفظ کا جو سامان قوانینِ الٰہی میں ہے اور کہیں نہیں مل سکتا، اس سلسلہ میں اہتمام کا یہ حال ہے کہ بالغوں اور قریب البلوغ کا حکم بیان کرنے کے بعد قرآن نے ان کا حکم بھی بیان کیا ہے جو ابھی بچے ہیں اور وہ سوچ سمجھ کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ غیر محارم کے متعلق معلوم ہو چکا کہ ان سے مکمل پردہ کیا جائے گا، صرف ضرورت کے وقت چہرہ اور ہتھیلیوں کے کھولنے کا حکم ہے مگر یہ بھی اس وقت جب فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ محارم کا حکم بھی بیان ہو چکا کہ ان سے بھی تمام اعضاء وجوبی طور پر چھپائے جائیں گے۔ صرف ان حصوں کے سوا جو عام طور پر کھولے جاتے ہیں یا کھلے رہتے ہیں جیسے چہرہ ہتھیلیاں، بازو، سر اور پنڈلی وغیرہ۔ مگر مطلب یہ نہیں ہے کہ خواہ مخواہ ان اعضاء کو کھولے۔ غلام، عورت کے لئے غیر محرم کے حکم میں ہے، اس سے مکمل پردہ ضروری ہے۔ کافرہ لونڈی کا حکم بھی محرم کا سا ہے۔

خاص اوقات میں سب کے لئے استئذان

یہاں یہ بتانا ہے کہ چھوٹے نابالغ لڑکے اور لونڈیاں جو محرم کے حکم میں ہیں خاص وقتوں میں ان کو بھی پرہیز کا حکم دیا گیا ہے، اگر ان مخصوص وقتوں میں یہ نابالغ لڑکے اور لونڈیاں آنا چاہیں تو یہ سب بھی اجازت حاصل کریں کہ یہ اوقات عموماً بے پردگی کے ہیں اور آدمی کے کھل کر رہنے سہنے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ

طَوَّافُونَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ. (النور: ۵۸)

اے ایمان والو! تم میں سے اجازت لے کر آئیں لونڈی اور غلام اور تم میں کے وہ جو بلوغ کو نہیں پہنچے ہیں تین اوقات میں، فجر کی نماز سے پہلے اور جس وقت تم دو پہر میں اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تین اوقات تمہارے لئے بدن کھلنے کے ہیں، ان وقتوں کے بعد نہ تم پر تنگی ہے اور نہ ان پر۔ (کیونکہ) تمہارے بعض بعض کے پاس آتے جاتے ہی رہتے ہیں، اللہ یونہی کھولتا ہے باتوں کو تمہارے لئے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

اس آیت میں تین مخصوص وقتوں کا ذکر ہے، ایک نماز فجر سے پہلے، جو آدمی کے لئے خوشگوار وقت ہے اور سو کر بیدار ہونے کا وقت ہے، رات بے خبری میں عموماً اس وقت ستر کھلے رہ جاتے ہیں، گہری نیند کی وجہ سے ستر پوشی کا زیادہ اہتمام نہیں ہوتا۔ دوسرا وقت دوپہر کا بیان کیا گیا ہے، جس وقت آدمی دن کا کھانا کھا پی کر قیلولہ کرتا ہے اور تھوڑی دیر کے لئے آرام کرتا ہے، گرمی کے زمانہ میں عام طور پر لوگ اس وقت بے خبر اپنے کمروں میں سوتے ہیں اور بعض لوگ گرمی سردی دونوں زمانوں میں دوپہر کے وقت سوتے ہیں، اس لئے کھلی بات ہے کہ نیند اور غفلت میں بے خبری کا غالب قرینہ ہے، تیسرا وقت عشاء کے بعد کا ہے۔ یہ بھی آرام کا وقت ہے، آدمی دن بھر کی تھکان لئے بستر پر آتا ہے اور یہ سمجھ کر کہ سب آرام کر رہے ہیں بڑی بے پروائی سے لیٹتا اور سوتا ہے۔ مزید یہ کہ ان تین وقتوں میں کم وبیش شادی شدہ اپنی بیوی سے وابستگی کرتا ہے، بوس و کنار کی نوبت آتی ہے، اس لئے حق ہے بچے اور لونڈیاں بھی اطلاع دے کر اندر داخل ہوں، بغیر اجازت گھس جانے کی ہمت ہرگز نہ کریں۔ کیونکہ اگر موقع شرم وحیاء کا ہوا تو آدمی شرم وحیاء کی وجہ سے دلی رنج وتکلیف محسوس کرتا ہے۔ لونڈی اور خادمہ چونکہ بالغ ہوتی ہے، اس لئے وہ خود بھی بعض

موقعوں پر شرمندہ ہوئے بغیر نہیں رہے گی۔ ان کے علاوہ وقتوں میں چونکہ یہ کیفیتیں عموماً نہیں ہوتیں اس لئے کوئی خاص پابندی نہیں ہے۔ پھر بچوں کو روکنا بھی مشکل ہے، وہ آنے جانے کے عادی ہوتے ہیں۔ یہی حال لونڈی اور خادمہ کا ہے، وہ کام کاج کے لئے آمد ورفت پر مجبور ہے، ان کو کہاں تک روکا جائے گا۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلی آیتوں میں جو استیذ ان کا حکم آیا ہے وہ اجنبی اور غیروں کے لئے ہے اور اس آیت میں استیذ ان کا حکم قرابت داروں کے لئے ہے۔ یعنی ان لوگوں کے لئے ہے جو محارم میں داخل ہیں۔ بعض علماء لکھتے ہیں کہ پہلی آیت میں استیذ ان کا حکم عام تھا اور تمام وقتوں کے لئے تھا اور اس آیت میں خاص لوگوں کو طلبِ اذن کا حکم ہے اور خاص وقتوں میں ہے اور صحیح ہے۔

اس آیت میں ''مَلَکَتْ'' سے مراد صرف لونڈی ہے کیونکہ عبد (غلام) غیر محرم میں داخل ہے، یہ مردوں میں آئیں گے مگر عورتوں کے سامنے جانے کی ان کو اجازت نہیں ہے۔ پردہ کے خاص وقتوں میں ان پر بھی پابندی عائد کردی گئی ہے جن کے آنے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہ احتیاطی تدبیر اختیار کی گئی ہے اور عقلاً بہت مناسب ہے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اس کا تفسیری ترجمہ لکھتے ہیں:

اے ایمان والو! تمہارے پاس آنے کے لئے تمہارے مملوکوں کو اور تم میں جو بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہئے، ایک تو نماز صبح سے پہلے اور دوسرے جب سونے کے لئے دوپہر کو اپنے بعض کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور تیسرے نماز عشاء کے بعد۔ یہ تین وقت تمہارے پردے کے وقت ہیں یعنی یہ اوقات چونکہ عادتاً اور غالباً تخلیہ واستراحت کے ہیں، ان میں اکثر آدمی بے تکلفی سے رہتے ہیں، اس لئے اپنے مملوکین اور نابالغ بچوں کو سمجھا دو کہ بغیر اطلاع اور بغیر اجازت لئے ہوئے تمہارے پاس نہ آیا کریں کہ وجوبِ استئذ ان کی علت اس میں پائی جاتی ہے اور ان اوقات کے سوا نہ تو بلا اجازت آنے دینے میں اور منع نہ کرنے میں تم پر کوئی الزام ہے نہ بلا اجازت چلے آنے میں ان پر کچھ

الزام ہے، کیونکہ وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں، کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس۔ اس کا مطلب موافقِ مذہب حنفیہ کے یہ ہے کہ غلام تو تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں نہ کہ عوتوں کے پاس، کیونکہ غلام کا حکم غیر محرم مرد کا سا ہے اور لونڈیاں عورتوں کے پاس بھی اور اسی طرح نابالغ بچے سب جگہ نظر آتے ہیں۔ پس ہر وقت اجازت لینے میں دقت ہے اور چونکہ یہ وقت پردے کے نہیں ہیں، اس لئے ان میں اعضاء مستورہ کو چھپائے رکھنا کچھ مشکل نہیں۔ پس مرد تو غلام کے سامنے ناف زانو تک چھپائے رکھے اور عورت کافر لونڈی سے بجز مواقع زینت کے سب چھپائے رکھے اور مرد کو لونڈی سے اگر وہ اس کے لئے حلال ہے کسی بدن کا چھپانا ضروری نہیں، اور اگر حرام ہے تو ناف سے زانو تک چھپائے رکھے اور عورت مسلمان لونڈی سے صرف ناف سے زانو تک چھپائے رکھے۔ سو اس استثناء میں کوئی دشواری نہیں، لہٰذا بغیر اجازت آنا جانا جائز ہوا اور نابالغ بچہ کے روبرو مرد صرف زانو سے ناف تک اور عورت باستثناء مواقع ہے کیونکہ اس کی آمد و رفت بھی بہت ہے اور ان تینوں وقتوں کے ماسوا بھی اگر کوئی عارض مانع ہو تو بھی استئذان واجب ہوگا۔ پس تخصیص باعتبار اس قت کی عادت کے ہے۔ اسی طرح جیسا کہ یہ حکم صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے، پس سب مصالح اور حکمتوں پر اس کی نظر ہے اور احکام میں ان کی رعایت فرماتا ہے۔ ❶

نابالغ بعد بلوغ اجازت لیں

ان نابالغ بچوں پر بھی بعد بلوغ اسلام نے عام وقتوں میں استئذان کی پابندی عائد کی ہے جن پر بلوغ یا قریب البلوغ ہونے سے پہلے صرف مخصوص وقتوں میں ہی تھی۔ ہندوستان میں جو یہ رواج ہو گیا ہے کہ بچپن سے جو آتا رہا ہے بلوغ کے بعد بھی ان کو اندر آنے کی اجازت رہتی ہے اور عورتیں بلوغ کے بعد بھی ان سے پردہ نہیں کرتیں، بالکل غلط اور شریعت کے خلاف ہے۔ پردہ دار گھرانوں میں یہ غلط رسم بھی رائج ہے، حالانکہ اسلام

❶ بیان القرآن: سورہ نور آیت نمبر ۵۸ کے تحت، ج ۲ ص ۵۸۷

نے شدت کے ساتھ اس کی روک تھام کی ہے اور صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ بچے جب بالغ ہوجائیں تو ان کو بھی اجازت لینا ہوگی، بلوغ سے پہلے والی آزادی باقی نہیں رہے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ. (النور: ۵۹)

اور جب تم میں کے لڑکے بلوغ کی حد کو پہنچیں تو ان کو ایسی ہی اجازت لینی چاہئے جیسے تمہارے اگلے لیتے رہے ہیں۔ اللہ یوں کھول کر تم کو اپنی باتیں سناتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

یعنی اب تک ان بچوں کو تین ہی مخصوص وقتوں میں طلبِ اذن کا حکم تھا مگر اب جب بالغ ہو چکے تو اب کسی وقت بھی بغیر اجازت اندر نہ جائیں۔ جس طرح دوسروں کو استئذان کا حکم ہے ان کے لئے بھی استئذان ضروری ہے، کیونکہ پہلے عدمِ بلوغ کی وجہ سے پردہ کی باتوں کا ان کو علم نہ تھا، نہ خود ان کے لئے کوئی ذات پر کشش تھی اور نہ غیر کے لئے ان کے اندر کوئی کشش تھی۔ مگر اب ان کی حالت بدل چکی ہے، اب احساس پیدا ہو چکا ہے، خود یہ اپنے اندر ایک انقلاب محسوس کرتے ہیں اور دل جذبات سے معمور پاتے ہیں اور دوسروں کو بھی ان کی طرف کشش ہوسکتی ہے، اس لئے فطرتاً حکم بدلنا بھی ضروری ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اس آیت کا تفسیری ترجمہ لکھتے ہیں:

اور جس وقت تم میں سے یعنی احرار (آزاد) میں کے وہ لڑکے جن کا اوپر حکم آیا ہے حد بلوغ کو پہنچیں یعنی بالغ یا قریب البلوغ ہوجائیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینا چاہئے جیسا کہ ان کے اگلے یعنی ان سے بڑی عمر کے لوگ اجازت لیتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا، حکمت والا ہے۔ اس لئے اس کو مکرر لایا گیا کہ قانونِ استئذان کی مصلحتیں نہایت واضح اور اس کے احکام نہایت قابل رعایت ہیں، تکریر سے اہتمام ظاہر ہوگیا۔ ❶

❶ بیان القرآن: سورہ نور آیت نمبر ۵۹ کے تحت، ج ۲ ص ۵۸۷۔

مَا ظَهَرَ کی تفسیر

اوپر بیان کیا گیا ہے کہ عورتوں کا تمام بدن ستر ہے اور اس کا چھپانا ضروری ہے، سوائے چہرہ اور کفین (ہتھیلیوں) کے، جس کی طرف قرآن پاک نے ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ﴾ سے اشارہ کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کسی کو وہاں ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ﴾ کے مفہوم کے سمجھنے میں غلط فہمی ہو اور وہ اپنے ماحول کے مطابق یہ سمجھے کہ ان کا ہمیشہ کھلا رکھنا جائز ہے، اس لئے یہاں آ کر اللہ تعالیٰ نے ﴿مَاظَهَرَ﴾ سے غلط فہمی کا معجزانہ طور پر ازالہ کردیا ہے۔ چہرہ اور کفین جو ﴿مَا ظَهَرَ﴾ میں داخل ہے بالذات تو ستر نہیں ہے مگر یہ بھی مطلب نہیں ہے کہ خواہ مخواہ کھلا رکھیں بلکہ وہ بھی ضرورت کے علاوہ وقتوں میں اجنبی سے واجب الستر ہیں تاکہ فتنہ وفساد کی آگ مشتعل نہ ہوسکے، ہاں بوڑھی عورتیں جو اپنی عمر کی انتہا کو پہنچ چکی ہیں وہ ان اعضاء ﴿مَا ظَهَرَ﴾ کو کھلا رکھ سکتی ہیں، گو بہتر چھپانا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الّٰتِیْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ. (النور: ٦٠)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو گھروں میں بیٹھ رہی ہیں۔ جن کو نکاح کی کوئی توقع نہیں، ان کو سر سے کپڑے اتارنے میں گناہ نہیں مگر اس طرح کہ اپنا سنگھار نہ دکھاتی پھریں اور اس سے بھی بچیں تو ان کے لئے بہتر ہے اور اللہ سب باتیں سنتا جانتا ہے۔

چہرہ چھپانے کا حکم

یہاں بوڑھی سن یاس کو پہنچی ہوئی عورتیں ہیں، ان کو حکم ہے کہ مواقع زینت نہ کھولیں، اسی سے جانا جاسکتا ہے کہ جوان عورتوں کو ﴿مَا ظَهَرَ﴾ کے خواہ مخواہ کھلے رکھنے کی اجازت کیوں کر مل سکتی ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ایک بات جاننا چاہئے کہ چہرے اور کفین کو وجوب استتاء سے مستثنیٰ کیا ہے اس کا

مطلب صرف یہ ہے کہ بالذات ستر نہیں، نہ یہ کہ عورتیں کھلی مہار اپنی صورت غیر مردوں کو دکھاتی پھریں، کیونکہ فتنہ کے احتمال سے بالغیر وہ بھی واجب الستر ہے، البتہ جہاں فتنہ کا احتمال نہ ہو مثلاً جو زیادہ بوڑھی عورتیں ہیں، جن کو کسی کے نکاح میں آنے کی کچھ امید نہ رہی ہو، یعنی اصلاً محلِ رغبت نہیں رہیں ان کو البتہ اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے زائد کپڑے جس سے چہرہ وغیرہ چھپا رہتا ہے، غیر محرم کے روبرو اتار رکھیں، بشرطیکہ زینت کے مواقع کا اظہار نہ کریں جن کا ظاہر کرنا نامحرم کے روبرو بالکل ہی ناجائز ہے۔ صرف چہرہ اور دونوں کف اور ایک قول کے مطابق دونوں پاؤں کا بھی اظہار جائز ہے، بخلاف جوان عورت کے کہ بوجہ احتمالِ فتنہ کے اس کو چہرہ وغیرہ کا پردہ بھی ضروری ہے مگر بہ عذر شرعی اور ہر چند کہ عجائز کو کشف وجہ کی اجازت ہے، لیکن اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے۔ ❶

امام ابن العربی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَإِنَّمَا خَصَّ الْقَوَاعِدَ بِذَلِكَ دُونَ غَيْرِهِنَّ لِانْصِرَافِ النُّفُوسِ عَنْهُنَّ، وَلَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ بِالتَّسَتُّرِ الْكَامِلِ خَيْرٌ مِنْ فِعْلِ الْمُبَاحِ لَهُنَّ مِنْ وَضْعِ الثِّيَابِ. ❷

اس سے بوڑھیوں کو مخصوص کیا اوروں کو چھوڑ دیا، اس وجہ سے کہ نفس ان بوڑھیوں کی طرف سے پھرا رہتا ہے اور اگر یہ مکمل پردہ کریں تو بلاشبہ یہ اس فعل مباح سے بہتر ہے کہ کپڑا اتار دیں۔

فقہائے کرام لکھتے ہیں کہ چہرہ گو ستر میں داخل نہیں ہے مگر پھر بھی عورتوں کو لوگوں میں چہرہ کھولنے سے روکا جائے گا تاکہ کوئی فتنہ برپا نہ ہونے پائے، قدرت نے عورت کے چہرہ میں کچھ ایسی جاذبیت اور کشش رکھی ہے کہ مرد عورت کے اس حصہ کو دیکھ کر اس کی طرف مائل ہوتے ہیں اور مردوں کے دل میں فطرتِ شہوت کروٹیں لینے لگتی ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

❶ بیان القرآن: سورہ نور آیت نمبر ۶۰ کے تحت، ج۲ص ۵۸۷، ۵۸۸ ❷ أحكام القرآن للعربي: سورة النور آیت نمبر ۶۰ کے تحت، ج۳ص ۴۱۹

وَالْمَعْنَى تُمْنَعُ مِنَ الْكَشْفِ لِخَوْفِ أَنْ يَّرَى الرِّجَالُ وَجْهَهَا فَتَقَعُ الْفِتْنَةُ لِأَنَّهُ مَعَ الْكَشْفِ قَدْ يَقَعُ النَّظَرُ إِلَيْهَا بِشَهْوَةٍ. ❶

عورت کو چہرہ کے کھولنے سے روکا جائے گا تا کہ مرد دیکھنے نہ پائے کیونکہ کھلنے کی صورت میں کبھی نگاہ شہوت کے ساتھ پڑتی ہے۔

باریک کپڑے کا استعمال احادیث کی روشنی میں

اوپر کی آیت کے ﴿غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِيْنَةٍ﴾ کے جملہ سے یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ عورتیں اتنا باریک کپڑا استعمال نہ کریں جو جسم کو چھپانے والا نہ ہو بلکہ اس سے حسن چھنتا ہو۔ امام ابن العربی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مِنَ التَّبَرُّجِ أَنْ تَلْبَسَ الْمَرْأَةُ ثَوْبًا رَقِيقًا يَصِفُهَا. ❷

تبرج میں سے یہ بھی ہے کہ عورت اتنا باریک کپڑا استعمال کرے جو چغلی کھاتا ہو۔

اسی سلسلہ میں انہوں نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ، رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا. ❸

بہت سی پہننے والی عورتیں ننگی ہونے کے حکم میں ہیں، جو خود بختی اونٹوں کے مائل ہونے کی طرح مائل ہوتی ہیں یا دوسروں کو مائل کرتی ہیں، لیکن ایسی عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی نہ اس کی خوشبو پائیں گی۔

اس حدیث کو نقل فرما کر لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں ''کاسیات'' کے بعد ''عاریات'' اسی لئے فرمایا کہ وہ اتنا باریک کپڑا زیب تن کرتی ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ اتنا باریک کپڑا

---

❶ رد المحتار: كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب في ستر العورة، ج۱ ص۴۰۶

❷ أحكام القرآن لابن العربي: ج۳ ص۴۱۹ ❸ صحيح مسلم: كتاب اللباس والزينة، باب النساء الكاسيات العاريات المائلات المميلات، ج۳ ص۱۶۸۰، رقم الحديث: ۲۱۲۸

پہننا جس سے ستر کامل نہ ہو حرام ہے۔ ❶

پہلے ہم یہ آیت نقل کر چکے ہیں:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْأُوْلٰی. (الأحزاب: ۳۳)

اور عورتیں اپنے گھروں میں قرار پکڑیں اور جاہلیت کی زیبائش کے ساتھ نہ پھریں۔

حضرت ام علقمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت حفصہ بنت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا باریک دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب دیکھا تو ان سے دوپٹہ لے لیا اور اسے پھاڑ ڈالا اور اس کے بدلے ایک موٹے کپڑے کا دوپٹہ ان کو مرحمت فرمایا۔ ❷

حضرت حفصہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھتیجی تھیں۔

ایک دوسرا واقعہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا یعنی ان کی بہن، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں تشریف لائیں، یہ باریک کپڑا اوڑھے ہوئے تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یَا أَسْمَاءُ، إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا بَلَغَتِ الْمَحِیضَ لَمْ تَصْلُحْ أَنْ یُرَی مِنْهَا إِلَّا هٰذَا وَهٰذَا وَأَشَارَ إِلَی وَجْهِهِ وَكَفَّیْهِ. ❸

اے اسماء! عورت جب بالغ ہو جاتی ہے تو اس کے چہرہ اور ہتھیلیوں کے سوا کا دیکھنا درست نہیں ہے۔

ابوداؤد میں ایک حدیث آئی ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خُذْ عَلَیْکَ ثَوْبَکَ وَلَا تَمْشُوا عُرَاةً. ❹

اپنے اوپر کپڑا لازم کرلو، ننگے مت پھرو۔

❶أحكام القرآن لابن العربي: ج۳ ص ۱۹ ۴ ❷مؤطا مالک: کتاب اللباس، باب ما يكره للنساء لبسه من الثياب، ج۲ ص۳ ۱ ۹ ❸سنن أبي داؤد: كتاب اللباس، باب فيما تبدي المرأة من زينتها، ج۴ ص ۶۲، رقم الحديث: ۴۱۰۴ ❹سنن أبي داؤد: كتاب الحمام، باب في التعري، ج۴ ص ۴۰، رقم الحديث: ۴۰۱۶

یہ اور اسی طرح کی دوسری روایات بتاتی ہیں کہ عورت اور مرد دونوں کو ایسا کپڑا استعمال کرنا چاہیے جو بدن کو ڈھانپ سکے اور آدمی کا حسن و جمال عام طرح سے رسوا نہ ہو۔ جس کا بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ پاکدامنی اور عفت بے داغ رہے گی اور حکماً یا حقیقتاً کوئی دھبہ دامنِ عصمت پر نہیں پڑ سکے گا۔

عورتوں کے پردے سے متعلق جو کچھ اختصار سے عرض کیا گیا، آپ غور کریں گے تو ان میں بڑی بڑی حکمتیں اور مصلحتیں پائیں گے اور اگر آپ کی نظر میں یورپ کا اخلاق اور بے پردہ لڑکیوں کے دن رات کے واقعات آئیں گے تو سمجھنے میں اور بھی سہولت رہے گی۔

دشمنانِ عفت و عصمت اسلام کی نظر میں

اسلام کی نظر میں عفت و عصمت اور اخلاق و اعمال دینِ حنیف اور دنیا کی بڑی دولت ہیں اور کوئی شبہ نہیں کہ دنیا سے امن و امان اور سکون و اطمینان ناپید ہو جائے۔ اگر ''عفت و عصمت'' کے قوانین ناہموار ہوں، اور ''اخلاقِ اعمال'' کی مٹی پلید ہو جائے، اگر بدکاری اور عصمت فروشی پر پابندی عائد نہ ہو۔

دنیا کی تاریخ کا ''بابِ اخلاق'' پڑھیے اور غور کیجیے کہ انسانوں کے اعمال و اخلاق کو سب سے زیادہ کس چیز سے نقصان پہنچا بلکہ ساتھ ہی اس کا تجزیہ بھی کیجیے کہ قوم اور ملک کی بربادی کی بنیادی وجہ کیا تھی؟ اپنا خیال ہے کہ آپ کو یہ ماننا پڑے گا کہ یہ تمام خرابیاں اس لئے پیدا ہوئیں کہ عفت و عصمت کے تحفظ کا کوئی استوار قانون نہ تھا۔

تہمت لگانا

اسلام نے اسی وجہ سے اس شعبۂ زندگی کے قوانین میں کہیں سے کوئی رعایت نہیں کی ہے۔ آپ زنا اور زنا کار کے متعلق اسلام کا نقطۂ نگاہ شروع کتاب میں پڑھ آئے ہیں، یہاں یہ بتانا کہ اسلام نے ان لوگوں کے متعلق کیا احکام دئے ہیں جو عفت و عصمت کو داغدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا کسی کی عزت و آبرو اور عفت و عصمت پر حرف لاتے ہیں۔

اسلام کی نظر میں وہ شخص ملعون ہے جو کسی پاکدامن عورت یا مرد پر برائی کی تہمت لگاتا ہے۔رب العزت کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡغٰفِلٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ لُعِنُوۡا فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ یَّوۡمَ تَشۡهَدُ عَلَیۡهِمۡ اَلۡسِنَتُهُمۡ وَاَیۡدِیۡهِمۡ وَ اَرۡجُلُهُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ.

(النور: ۲۳ . ۲۴)

جو لوگ ان عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں جو ایسی باتوں سے پاکدامن ہیں، بے خبر ہیں، ایمان والیاں ہیں، ان پر دنیا وآخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کو بڑا عذاب ہوگا جس روز ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کاموں کی گواہی دیں گے جو یہ لوگ کرتے تھے، اس روز اللہ تعالیٰ ان کو واجبی بدلا پورا پورا دے گا اور ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ ہی ٹھیک فیصلہ کرنے والا، بات کھول دینے والا ہے۔

اس آیت میں بار بار غور کیا جائے، غیظ وغضب اور وعید اور تہدید کس قہر آمیز انداز کا ہے، دنیا میں بھی ایسا شخص ملعون قرار دیا گیا اور آخرت میں بھی۔

تہمت لگانے کی سزا

کسی پاکدامن پر زنا کی تہمت لگائی اور چار عینی گواہ پیش نہ کرسکا تو اس کی سزا یہ ہوگی کہ اسے اسی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں گے اور آئندہ کے لئے ایسا شخص مردود الشہادۃ (جس کی گواہی قابل قبول نہیں) قرار دے دیا جائے گا، ارشاد ربانی ہے:

وَالَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَاۡتُوۡا بِاَرۡبَعَۃِ شُهَدَآءَ فَاجۡلِدُوۡهُمۡ ثَمٰنِیۡنَ جَلۡدَۃً وَّلَا تَقۡبَلُوۡا لَهُمۡ شَهَادَۃً اَبَدًا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ. (النور: ۴)

اور جو لوگ پاکدامن عورتوں کو تہمت لگائیں اور چار گواہ نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کو اسی (۸۰) درے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور یہ لوگ فاسق ہیں۔

اسی آیت سے عفت وعصمت کی اسلام میں جو قدر و منزلت ہے اس پر روشنی پڑتی ہے۔ایک جرم کی وجہ سے اس قاذف پر قرآن پاک نے تین دفعات قائم کیں۔یعنی اگر وہ اور گواہ نہ لا سکا تو:

ا......اسی کوڑے لگواؤ۔ ❶

۲......اس کی گواہی آئندہ کے لئے غیر معتبر قرار دو، گویا یہ سب سے بڑا جھوٹا ہے۔

۳...... یہ کہ اس پر فسق کا عیب چپک گیا۔

مسلمان کی عزت اسلام کی نظر میں

کسی پاکباز مسلمان کی آبروریزی کوئی معمولی نہیں ہے۔جتنی قیمت ایک مسلمان کے خون کی ہے کم وبیش اسی درجہ میں اس کی عزت وآبرو کی بھی ہے، حجۃ الوداع کے موقع پر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کی اہمیت بتائی ہے اس میں ایک عزت وآبرو بھی ہے، جو درجہ مکہ مکرمہ کے اندر ماہ ذی الحجہ کے یومِ عرفہ کو حاصل ہے ایسا ہی درجہ مسلمان کی عزت وآبرو کو حاصل ہے۔

ایک حدیث ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، عِرْضُهُ وَمَالُهُ وَدَمُهُ. ❷

مسلمان کا مسلمان پر عزت وآبرو اور اس کا مال اور خون حرام ہے۔

اور تہمت لگانے والے کا یہ فعل اس آیت کے ضمن میں بھی آجاتا ہے:

اِنَّ الَّـذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ. (النور: ١٩)

---

❶ جس پر زنا کی تہمت لگائی گئی ہے اگر اس میں پانچ شرطیں جمع ہوں اور تہمت لگانے والے میں تین شرطیں ہوں تو حد واجب ہے۔جس پر زنا کی تہمت لگائی ہے اس کی شرطیں یہ ہیں کہ وہ بالغ ہو، مسلمان ہو، عاقل ہو، آزاد ہو اور پاکدامن ہو۔اور جس نے تہمت لگائی ہے اس کی شرطیں یہ ہیں کہ وہ بالغ ہو، عاقل ہو اور آزاد ہو۔

❷ سنن الترمذي: أبواب البر والصلة، باب ما جاء في شفقة المسلم على المسلم، ج۴ ص ۳۲۵، رقم الحديث: ١٩٢٧

جو لوگ چاہتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو، ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک سزا ہے۔

اگر فرض کر لیجئے کہ تہمت لگانے والا سچا ہے مگر جبکہ اس کو معلوم ہے کہ میں شرعی گواہ پیش نہیں کر سکتا اور یہ کہ بغیر شرعی گواہ حد قائم نہیں ہو سکتی ہے تو ایسی حالت میں بھی اس کو تہمت لگانے سے اجتناب کرنا چاہے، کیونکہ ایسی شکل میں جس کو تہمت لگا رہا ہے اس کی بلا وجہ رسوائی ہے اور اپنی اذیت اور سزا۔ اس لئے اچھا ہے کہ چشم پوشی کی جائے، ہاں خود بدکار کو سمجھانا چاہئے اور عذاب الٰہی سے ڈرانا چاہئے۔ اس طرح ثواب بھی مل جائے گا اور ممکن ہے کہ مجرم اپنے جرم سے توبہ کر لے۔ لیکن اگر اس سے چار شرعی گواہ پیش کر دئے اور شرعی طور پر اس کا جرم ثابت ہو گیا تو پھر کوئی طاقت اسے قانون کی زد سے نہیں بچا سکتی اور شرعاً اس پر حد جاری ہوگی، اگر محصن شرعی ہے تو اس کی سزا رجم ہے ورنہ سو کوڑے۔

اسلام میں سزا کی نوعیت

اس سزا پر گفتگو کرنے سے پہلے یہ بات سمجھنے کی ہے کہ اسلام نے جرائم کی سزا عموماً اس کی نوعیت کے اعتبار سے مقرر کی ہے، یعنی جرم کی جیسی نوعیت ہوتی ہے اسی طرح کی سزا بھی اس کو دی جاتی ہے۔ مثلاً چور کی سزا یہ ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے کہ اس کام میں ہاتھ کو بڑا دخل ہے، ڈاکو کی سزا شریعت نے یہ مقرر کی ہے کہ ایک پاؤں اور ایک ہاتھ کاٹا جائے۔ کیونکہ اس کا جرم چور سے بڑا ہے۔

پھر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے سزا کی دو قسمیں مقرر کی ہیں، ایک کا نام ''حد'' ہے اور دوسری کو تعزیر کہتے ہیں۔ آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ ''حدود'' میں ان جرائم کو رکھا گیا ہے جن کی طرف طبیعت کو رغبت اور ان میں سزا کے اندر رغبت اور طبعی رجحان کے انداز سے شدت بڑھ گئی ہے۔ حدود میں چوری، ڈکیتی، شراب نوشی اور زنا وغیرہ ہیں۔

کوئی شبہ نہیں کہ زنا ایک ایسا فعل ہے جس کی طرف طبیعت کا میلان جلد ہوتا ہے

اوراس میں انسانی طبیعت کے لئے بڑی کشش اور ظاہری طور پر بڑی لطف اندوزی ہے، اس لئے اسلام نے اسے ''حدود'' میں شمار کیا ہے اوراس جرم کی سزا میں بڑی شدت اور سخت گیری سے کام لیا، نرمی کا کوئی نام ونشان نہیں اور طرز سزا بڑا ہی عبرت انگیز اور دردناک ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوگا۔

زنا کی سزا اور جرم کی نوعیت

اوپر جس اصول کی طرف اشارہ کیا گیا، اس کے مطابق زنا کار مرد اور عورت کی سزا یہ ہونی چاہئے تھی کہ ان کی شرم گاہیں کاٹ دی جاتیں اور زنا کار کے اس حصہ کو خصوصیت سے اذیت پہنچائی جاتی جس سے یہ فعل صادر ہوتا ہے، مگر اسلام نے ایسا نہیں کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ زنا میں وطی ہوتی ہے اور یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ وطی اور جماع میں لذت صرف خاص اعضاء کو ہی نہیں ملتی بلکہ اس سے سارا جسم لذت محسوس کرتا ہے۔ اس لئے اسلام نے مناسب یہی سمجھا کہ سزا بھی اسی طرح کی تجویز کی جائے جس کی وجہ سے اذیت ظاہری طور پر بھی تمام جسم کو پہنچے۔

عضو خاص کے کاٹ دینے کی صورت میں سزا کا جو منشا ہے وہ پورا نہیں ہوتا کیونکہ سزا سے تکلیف کے ساتھ یہ بھی مقصد ہے کہ مجرم کی رسوائی اور زجر وتوبیخ ہو۔ ہر شخص دیکھے کہ یہ سزا فلاں جرم کی ہے اور یہ معلوم ہے کہ اس حصہ کا مقام پردہ میں ہے، جس پر کسی طرح نگاہ پڑسکتی ہی نہیں، مثلاً چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے تو اس پر ہر شخص کی نگاہ پڑتی ہے مگر شرم گاہ پر کس کی نظر پڑسکتی ہے؟

دوسری بات یہ ہوئی کہ سزا جرم سے بڑھ جاتی کیونکہ ''عضو خاص'' کے کاٹ دئے جانے سے قطع نسل لازم آتی ہے پھر یہ کہ قطع عضو کی صورت میں ہلاکت کا یقین نہیں تو ظنِ غالب بہر حال ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اسی وجہ سے زنا کی سزا اسلام نے قطع ''عضو خاص'' مقرر نہیں کی۔

پھر تھوڑے سے تامل سے یہ بات بھی سمجھ میں آسکتی ہے کہ جس طرح چور اور ڈاکو

کی سزا میں تفاوت ہے اسی طرح اس شخص کی سزا میں بھی تفاوت ہونا چاہئے جو ''محصن شرعی'' ہے اور جو ''محصن شرعی'' نہیں۔ چنانچہ اسلام نے اس کا بھی پورا لحاظ رکھا ہے اور دونوں کی سزا میں نمایاں فرق ملحوظ رکھا ہے۔

زناکار کی سزا

اتنی بات جب آپ معلوم کر چکے تو آیئے بتائیں کہ اسلام نے زنا کی سزا کیا مقرر کر رکھی ہے، ارشاد ربانی ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ. (النور: ۲)

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد سوان میں سے ہر ایک کو سو (۱۰۰) درے مارو اور تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ان دونوں پر ذرا رحم نہ آنا چاہئے، اگر تم اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔

اللہ اکبر! لب ولہجہ پر غور کر کے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے یہاں اپنی ساری نرمی اٹھا رکھی ہے اور اس کے غضب کی تلوار بے نیام ہے، وہ ظاہر ہے مگر حاکم کو بھی تنبیہ اور تہدید ہے اور اس کو ہدایت دی جارہی ہے کہ ترحم اور ترس کھانا یہاں بھول جاؤ۔

اس شخص پر کیسے ترس کھایا جائے جس کے سامنے اسلام نے عفت وعصمت کی اہمیت کھول کر رکھی، ساتھ زنا کے مفاسد اور اس کے دینی ودنیوی نقصانات اس پر ظاہر کئے اور جائز طریقے سے جنسی میلان کی تکمیل کی اجازت مرحمت کی اور پھر بایں ہمہ اس نے حدود اللہ کو توڑا۔

اس موقع پر عدمِ رافت کی تکمیل غالباً اس وجہ سے بھی ہے کہ عموماً ایسے موقع پر آدمی کو یہ سوچ کر رحم آجاتا ہے کہ یہ انسان کی فطری خواہش ہے جس سے کبھی وہ مغلوب ہوجاتا ہے اور یہ بھی خیال گزرتا ہے کہ جو کچھ ہوا دونوں کی رضا مندی سے ہوا۔ آیت میں اس شیطانی وسوسہ کی بھی مدافعت مقصود ہے۔

زنا کار کی سزا کی تشہیر

بے رحمی سے کوڑے مارے جانے کے علاوہ یہ بھی قرآنی ہدایت ہے کہ جب زنا کار نے اپنی عفت کو داغ لگایا اور اس کی شرم وحیاء کو زمین وآسمان نے جذب کرلیا تو پھر اس کی سزا پردہ میں کیوں ہو، بلکہ اس سزا کے وقت ایمان والوں کا ایک ہجوم ہو کہ سزا کی خوب تشہیر ہو اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی یہ عبرت وبصیرت بن سکے:

وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ. (النور: ۲)

اور دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہئے۔

شاید لوگوں کی موجودگی سے یہ بھی مقصود ہو کہ عوام کو اس کا علم ہو جائے کہ اس مجرم نے عذابی کیڑوں کو جذب کرلیا ہے جو ممکن ہے کسی موقع پر اس کو دوبارہ جرم پر آمادہ کردیں، اس لئے اس سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ قرآن پاک کی یہ آیت:

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً وَالزَّانِیَةُ لَا یَنْکِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ. (النور: ۳)

زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا سوائے زانیہ کے یا مشرکہ کے اور زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا سوائے زانی یا مشرک کے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو زنا کار ہوتا ہے اس کی اول نظر زنا پر ہی جاتی ہے اور اس فعل کی وجہ سے بطور عذاب زنا کا خیال اس کی طبیعت میں رس بس جاتا ہے، اس لئے ایسے شخص سے ہوشیار رہنا بہت ضروری ہے۔

بے حیاء عورت پر پابندی

بے حیاء عورت کے متعلق قرآن ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اس کی بے حیائی ظاہر ہو چکی ہو تو اس پر پابندی عائد کردی جائے اور خیال رکھا جائے کہ وہ گھر کی چاردیواری سے نکلنے نہ پائے، کیونکہ اس کا نکلنا ہر اعتبار سے نقصان دہ ہے، یا عورت خود پھر بے حیائی کے کام کا موقع ڈھونڈ نکالے گی یا برے مرد اس کو خوہ مخواہ چھیڑیں گے۔ گو وہ نہ بھی چاہے کیونکہ

یہ بات بڑی حد تک درست ہے کہ جس نے ایک مرتبہ زنا کا ارتکاب کیا اس سے دوبارہ اس جرم کا ارتکاب لوگ بعید نہیں سمجھتے۔ ہاں شادی کے ذریعہ اگر شادی نہیں ہوئی ہے تو اصلاح کی امید کی جاتی ہے۔ جس آیت سے پابندی عائد کرنے کا حکم سمجھ آتا ہے، یہ ہے:

وَالّٰتِیۡ یَاۡتِیۡنَ الۡفَاحِشَةَ مِنۡ نِّسَآئِکُمۡ فَاسۡتَشۡهِدُوۡا عَلَیۡهِنَّ اَرۡبَعَةً مِّنۡکُمۡ فَاِنۡ شَهِدُوۡا فَاَمۡسِکُوۡهُنَّ فِی الۡبُیُوۡتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الۡمَوۡتُ اَوۡ یَجۡعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیۡلًا.

(النساء: ۱۵)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں بے حیائی کا کام کریں، تو تم لوگ ان پر اپنے میں سے چار آدمی گواہ کرلو، سو اگر وہ گواہی دے دیں تو تم ان کو گھروں کے اندر قید رکھو یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کردے یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی راہ تجویز کردیں۔

گو علماء کی ایک بڑی جماعت کا خیال ہے کہ زانیہ عورت کی شروع میں یہی سزا تھی اب باقی نہیں رہی اور اس طرح یہ آیت منسوخ ہے مگر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہ ہو بلکہ زنا کی سزا تو وہی ہو جو اوپر کی آیت میں سو کوڑے بیان کی گئی اور اس آیت کا منشاء یہ ہو کہ اجرائے حد کے بعد عورت پر پابندی لگادی جائے کہ گھر سے نہ نکلنے پائے، تاکہ اس کی عصمت کو خطرہ لاحق نہ ہو۔ چنانچہ صاحب کشاف کے قول سے میرے اس خیال کی تائید ہوتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

ویجوز أن تكون غير منسوخة بأن يترك ذكر الحدّ لكونه معلوما بالكتاب والسنة، ويوصى بإمساكهن في البيوت، بعد أن يحددن صيانة لهن عن مثل ما جرى عليهن بسبب الخروج من البيوت والتعرض للرجال. ❶

یہ بھی جائز ہے کہ یہ آیت منسوخ نہ ہو اور ''حد'' کا ذکر یہاں اس لئے چھوڑ دیا گیا ہو کہ یہ کتاب وسنت سے معلوم ہے اور یہاں اس کی تاکید کی جارہی ہو کہ زنا کار عورتوں پر حد کے اجراء کے بعد گھروں کے اندر رہنے

❶ الکشاف: سورة النساء آیت نمبر ۱۵ کے تحت، ج ۱ ص ۴۸۷

کی پابندی لگادی جائے کہ وہ اب سزا سے محفوظ رہیں، جو گھر سے نکلنے اور مردوں کی چھیڑ چھاڑ کا نتیجہ ہے۔

بہر حال اتنی بات ضرور ہونی چاہئے کہ زنا کار مرد اور عورت کے ساتھ سلوک اس طرح ہو کہ وہ محسوس کرے کہ جو کچھ میں نے کیا، اتنا برا کیا کہ سماج اور معاشرہ بھی اسے برداشت نہیں کرسکتا ہے اور اس طرح وہ اپنے کئے پر پچھتائے، کسی لفظ سے اس کے اس برے فعل پر تائید کا پہلو نہ ہونے پائے، تاکہ دوسرے پر بھی معاملہ اثر انداز ہو۔

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حد زنا کی عملی مثال موجود ہے، کتبِ احادیث میں واقعات پڑھے جاسکتے ہیں، اوپر جو سزا بیان کی گئی ہے وہ اس شخص کی ہے جو آزاد، عاقل، بالغ اور غیر محصن ہو، یعنی غیر شادی شدہ ہو اور اس شخص نے بخوشی زنا کا ارتکاب کیا ہو تو اس کی سزا سو کوڑے ہیں، جو تمام بدن کے متفرق حصوں پر لگائے جائیں گے، صرف چہرہ اور ان اعضاء کو کہ جن پر ضرب لگنے سے انسان مرجاتا ہے محفوظ رکھیں گے۔

اسلام کا قانونِ رجم

اور یہ شخص مکلّف اگر آزاد ہونے کے ساتھ محصن بھی ہو یعنی نکاح کرکے اپنی بیوی سے جماع کرچکا ہو تو اس کی حد ''رجم'' ہے یعنی ایسے زنا کار مرد اور عورت کا سنگسار کیا جائے گا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ قبیلہ اسلم کا ایک شخص خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا، اس نے بیان کیا کہ میں نے زنا کیا ہے اور اس کی چار بار اپنے اوپر شہادت دی، یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رجم (سنگسار) کرنے کا حکم فرمایا جو محصن تھا۔ (1)

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ان کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے آپ کو

(1) صحيح البخاري: كتاب الحدود، باب رجم المحصن، ج۸ ص۱۶۵، رقم الحديث: ۶۸۱۴

پکار کر کہا کہ یا رسول اللہ! مجھ سے زنا کا ارتکاب ہو گیا۔ یہ سن کر پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا، لیکن اس نے یہ بات چار مرتبہ کہی۔ اس کی چار گواہیوں کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور پوچھا کہ تو پاگل ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے پوچھا ''هَلْ اَحْصَنْتَ'' کیا تو شادی شدہ ہے؟ اس نے کہا ''نعم'' (ہاں) اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو لے جاؤ اور رجم کرو۔ ❶

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے رجم کا واقعہ کتبِ حدیث میں بہت مشہور ہے کہ انہوں نے خود آ کر خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جرم کا اعتراف کیا۔ آپ نے پہلے ٹالنے کی کوشش کی مگر چار بار انہوں نے اس کا اقرار کیا۔ اس طرح جب یقین ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ''رجم'' کا حکم جاری فرمایا اور وہ سنگسار کیے گئے۔ ❷

رجم کی حقانیت

یہ بالکل درست ہے کہ قرآن میں رجم کا حکم صراحتاً مذکور نہیں ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا انکار کر دیا جائے جبکہ صحیح حدیثوں میں بکثرت اس طرح کی مثالیں موجود ہیں اور خود ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی صراحتاً رجم کا حکم مذکور ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بہت پہلے اپنے زمانہ میں اس خدشہ کا اظہار فرما کر اس کی تردید فرمائی تھی۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَطُولَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ، حَتَّى يَقُولَ قَائِلٌ: لَا نَجِدُ الرَّجْمَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللّٰهُ، أَلَا وَإِنَّ الرَّجْمَ حَقٌّ عَلَى مَنْ زَنَى وَقَدْ أَحْصَنَ إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ أَوْ كَانَ الحَبَلُ أَوِ الِاعْتِرَافُ. ❸

---

❶ صحيح البخاري: كتاب الحدود، باب لا يرجم المجنون والمجنونة، ج٨ ص١٦٥، رقم الحديث: ٦٨١٥ ❷ صحيح البخاري: كتاب الحدود، باب هل يقول الإمام للمقر لعلك لمست أو غمزت، ج٨ ص١٦٧، رقم الحديث: ٦٨٢٤.
❸ صحيح البخاري: كتاب الحدود، باب الاعتراف بالزنا، ج٨ ص١٦٨، رقم الحديث: ٦٨٢٩

مجھے خوف ہے کہ ایک عرصہ دراز کے بعد کہنے والے یہ نہ کہنے لگیں کہ ہم کتاب اللہ میں ''رجم'' کا حکم نہیں پاتے ہیں، اگر ایسی بات ہوئی تو وہ اس ایک فریضہ کے ترک کی وجہ سے گمراہ ہوجائیں گے، سن رکھو! شادی شدہ زانی پر رجم حق ہے، جب حمل واضح ہوجائے یا اعتراف پایا جائے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ خدشہ درست ثابت ہوا اور بعد کے زمانہ میں کچھ لوگوں نے وہی کہا جس کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیشین گوئی کی، مگر الحمد للہ ان کی یہ بات انہی تک محدود رہی اور امت اس گناہ سے محفوظ رہ گئی، جمہور علماء کے ہاں ''رجم'' کا حکم بالکل بجا ہے اور امت میں یہی حکم رائج ہے۔

عقل سے بھی رجم کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی سزا میں ضرور فرق ہونا چاہئے اور اس کی یہی صورت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ غیر شادی شدہ کے راہ راست پر آجانے کی کافی امید ہے کہ شادی سے جنسی میلان کا راستہ کھل جائے گا اور اس میں بری عادت باقی نہ رہے گی، مگر شادی شدہ سے جب یہ جرم سرزد ہوتا ہے تو خطرہ ہے کہ اس کا وجود متعدی مرض کی حیثیت اختیار نہ کرلے، اس لئے اچھا ہے کہ اس کے وجود سے معاشرہ پاک ہوجائے۔

رجم کا طریقہ

بہرحال اگر شادی شدہ مرد اور عورت سے زنا ہوجائے اور ثابت ہوجائے تو ان کو سنگسار کیا جائے گا۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ ایک کھلے میدان میں مجرم کو لے جایا جائے گا، جہاں قاضی اور گواہ ہوں گے اگر اعتراف جرم سے یہ فیصلہ ہوا ہے تو حاکم ابتداء کرے گا، اور گواہی سے جرم ثابت ہوا ہے تو گواہ پہل کریں گے، یعنی پہلے یہ پتھر اٹھا کر اس پر ماریں گے، پھر عام لوگ اور اس طرح پتھر مارتے مارتے اس کو ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا کردیا جائے گا۔ عورت کو رجم کرنا ہوگا تو اس کے لئے گڑھا کھودا جائے گا اور نصف بدن اس میں گاڑ دیا جائے گا تاکہ بے ستری کا خوف نہ رہے۔

غلام اور لونڈی کے احکام میں نے قصداً چھوڑ دئے ہیں، بس یوں سمجھئے کہ ان کے لئے ''رجم'' نہیں ہے اور کوڑوں میں آزاد سے آدھے ان کو لگائے جائیں گے، یعنی حد قذف میں چالیس کوڑے اور حد زنا میں پچاس کوڑے مارے جائیں۔

زبردستی زنا اور اس کا حکم

اگر کسی عورت سے زبردستی زنا کیا گیا ہے تو اس پر حد نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں ایک باب باندھا ہے ''اس عورت پر حد نہیں ہے جس سے زبردستی زنا کیا گیا ہو'' اور اس باب کے تحت پہلے یہ آیت نقل کرتے ہیں:

وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (النور: ۳۳)

اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔

پھر یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک غلام نے ایک لونڈی سے زبردستی زنا کیا، یہ مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں پیش ہوا تو آپ نے ثبوت کے بعد غلام پر حد جاری کی مگر لونڈی کو بری کر دیا، کیونکہ اس سے زبردستی کی گئی تھی۔ ❶

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک خاتون نماز کے لئے نکلیں، راستہ میں ایک مرد سے ان کی ملاقات ہوگئی، مرد نے اس خاتون کو پکڑ لیا اور زبردستی اس کے ساتھ زنا کیا، یہ خاتون چیخی چلائی تو لوگ دوڑے اور زانی کو گرفتار کرلیا۔ پھر یہ زانی دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش ہوا، چنانچہ اس شخص نے جرم کا اعتراف کرلیا، عورت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذْهَبِي فَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكِ. تو جا اللہ تعالیٰ نے تجھ کو بخش دیا۔ ❷

اور زانی کے لئے رجم کا فیصلہ فرمایا۔

---

❶ صحيح البخاري: كتاب الإكراه، باب إذا استكرهت المرأة على الزنا فلا حد عليها، ج ۹ ص ۲۱، رقم الحديث: ۶۹۴۹ ❷ سنن أبي داود: كتاب الحدود، باب في صاحب الحد يجيء فيقر، ج ۴ ص ۱۳۴، رقم الحديث: ۴۳۷۹

پاگل کا حکم

پاگل کا حکم بھی یہی ہے یعنی اس پر بھی حد نہیں ہے:

رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَشِبَّ، وَعَنِ الْمَعْتُوهِ حَتَّى يَعْقِلَ. ❶

تین (قسم کے لوگوں) سے قلم اٹھالیا گیا ہے، سونے والے سے جب تک بیدار نہ ہو، اور بچہ سے جب تک وہ عاقل نہ ہو، پاگل سے جب تک جنون کے مرض سے اچھا نہ ہو جائے۔

کسی مرد نے دباؤ کی وجہ سے زنا کیا ہو، اس کے متعلق اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر حد ہے مگر جب دباؤ ڈالنے والا خود سلطان ہو تو حد نہیں ہے اور صاحبین اور امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کسی کے بھی زبردستی کرنے سے اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہو، بہر حال اس پر حد نہیں ہے۔

اس بحث کو ختم کرتے ہوئے عرض کرنا ہے کہ اسلام کے ان قوانین سے عفت وعصمت کی جو اہمیت سمجھ میں آتی ہے اس پر بار بار غور کیا جائے اور انصاف کیا جائے کہ اگر اسلام کا یہی قانون پوری دنیا میں نافذ کر دیا جائے تو کیا یقین نہیں ہے کہ دنیا سے بدکاری (جو وبا کی طرح پھوٹ پڑی ہے) ختم ہو جائے گی؟ دنیا چاہتی ہے کہ اخلاق واعمال کی بلندی اور عفت وعصمت کا تحفظ عمل میں آئے تو اسے اسلام کے ان قوانین پر غور کرنا چاہئے۔

قومِ لوط کا عمل

شروع کتاب میں گزر چکا ہے کہ اغلام حرام ہے، اپنی بیوی کے ساتھ ہو یا کسی دوسری عورت یا مرد کے ساتھ۔ یہ ایسی برائی ہے جس پر تقریباً تمام اہل علم سلیم الطبع کا اتفاق ہے۔ غالباً کچھ شیعی علماء میں ایسے ہیں جو اپنی بیوی سے اغلام کو جائز کہتے ہیں اور وہ اپنی

---

❶ سنن الترمذي: كتاب الحدود، باب ما جاء فيمن لا يجب عليه الحد، ج ۴ ص ۳۲، رقم الحديث: ۱۴۲۳

دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں:

نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ. (البقرة: ۲۲۳)

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں پس تم اپنی کھیتی میں آ ؤ جس طرف سے چاہو۔

وطی فی الدبر

مگر تعجب ہے کہ وہ اس آیت کو اپنی دلیل میں پیش کرتے ہیں، یہ آیت تو ان کی تردید کرتی ہے۔ کیونکہ ''حرث'' کا لفظ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ موضع کاشت عورت کے آگے کا مقام ہے نہ کہ پیچھے کا، کیا کوئی مثال ہے کہ پیچھے کے حصہ (دبر) سے کسی عورت کے کوئی بچہ پیدا ہوا ہو یا کوئی ڈاکٹر اپنے فن کے اعتبار سے اس کی کاشت کو ثابت کرسکتا ہے۔ جب یقینی طور پر ایسی بات نہیں تو پھر کوئی ذی عقل اور سمجھدار اس آیت سے کیونکر ثابت کرسکتا ہے۔ پھر یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ وطی فی الدبر کو جائز قرار دیا جائے تو مقاصد نکاح کا کیا حشر ہوگا۔

اگر فرض محال کوئی بدطینت مرد اپنی جنسی خواہش عورت کے پچھلے حصہ سے پوری کر بھی لے تو سوال یہ ہے کہ عورت کیا کرے گی؟ قرآن میں اس کی تفسیر خود موجود ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهَ. (البقرة: ۲۲۲)

سو تم ان کے پاس آ ؤ جاؤ جس جگہ میں اللہ تعالیٰ نے تم کو اجازت دی ہے۔

کتبِ احادیث میں بیسیوں حدیثیں صراحتاً بتاتی ہیں کہ عورت کے ساتھ بھی وطی فی الدبر حرام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَتَى النِّسَاءَ فِي أَعْجَازِهِنَّ فَقَدْ كَفَرَ. [1]

عورتوں سے جس نے وطی فی الدبر کی اس نے کفر کیا۔

---

[1] المعجم الأوسط للطبراني: ج۹ ص۷۸، رقم الحديث: ۹۱۷۹

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی:

مَنْ أَتَى حَائِضًا، أَوِ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا، أَوْ كَاهِنًا، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ. ❶

جو شخص حائضہ سے یا اس کے دبر سے جنسی میلان پورا کرے یا کاہن کے پاس آئے اس نے دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے انکار کیا۔

کا مطلب بھی یہی ہے کہ عورت کے ساتھ اغلام کسی حال میں جائز نہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں کوئی بھی اس کی حلت کا قائل نہیں ہے، ائمہ اربعہ بھی اغلام کو (عورت کے ساتھ بھی) حرام کہتے ہیں۔

جس حدیث میں یہ ہے کہ عورت کے پیچھے سے آ سکتے ہیں اس کا مطلب خود صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ بیان کیا ہے کہ پیچھے کی طرف سے استمتاع کرے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَاتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ الَّذِينَ يُعْتَدُّ بِهِمْ عَلَى تَحْرِيمِ وَطْءِ الْمَرْأَةِ فِي دُبُرِهَا حَائِضًا كَانَتْ أَوْ طَاهِرًا لِأَحَادِيثَ كَثِيرَةٍ مَشْهُورَةٍ. ❷

بہت سی احادیث مشہورہ کے پیش نظر قابلِ اعتماد علماء کا اتفاق ہے کہ عورت سے وطی فی الدبر کرنا خواہ حائضہ ہو، خواہ پاک ہو حرام ہے۔

بہر حال یہ مسئلہ ثابت شدہ ہے عقلی طور پر بھی اور نقلی لحاظ سے بھی۔

استلذاذ بالمثل

مرد کا مرد سے اپنے جنسی میلان کا پورا کرنا یہ اپنے پیچھے ایک لمبی تاریخ رکھتا ہے، قرآن پاک کی شہادت یہ ہے کہ اس فعل بد کی ابتداء قوم لوط نے کی اس قوم سے پہلے کوئی

❶ سنن الترمذي: كتاب الطهارة، باب ما جاء في كراهية إتيان الحائض، ج ١ ص ٢٤٢، رقم الحديث: ١٣٥ ❷ المنهاج في شرح صحيح مسلم بن الحجاج: كتاب النكاح، باب جواز جماعة امرأته في قبلها من قدامها، ج ١٠ ص ٦

اس کا مرتکب نہ تھا۔ قوم لوط کے اس فعل بد کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلُوطًا اِذْقَالَ لِقَوْمِهٖ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَاءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ.

(الأعراف: ۸۰، ۸۱)

> اور ہم نے لوط علیہ السلام کو بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو، جس کو تم سے پہلے دنیا جہاں میں کسی نے نہیں کیا۔ کیا تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو، عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم حد سے گزر گئے ہو۔

اس معنی کی اور بھی متعدد آیتیں قرآن میں مذکور ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ''استلذاذ بالمثل'' مردوں میں قوم لوط سے شروع ہوا یہی قوم اس کی موجد ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے لب ولہجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی قوم نے اس فعل کو اس طرح شروع کیا کہ ان کی قوم کے سامنے اس طرح کی کوئی مثال نہ تھی۔

قرآن ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قوم لوط کی خباثت اس سلسلہ میں بہت بڑھی ہوئی تھی، اس برائی پر ان کو ذرہ برابر ندامت محسوس نہ ہوتی تھی بلکہ قوم علی الاعلان اس برائی کا ارتکاب کرتی تھی۔ ان کی شیطنت کا یہ حال تھا کہ جہاں کسی خوبصورت لڑکے کو دیکھا لوگ ٹوٹ پڑے، مہمان کی بھی اس سلسلہ میں پروا نہ تھی۔

قومِ لوط اور اس کا انجام

سورۂ ہود کے ساتویں رکوع میں رب العزت نے اس وقت کا نقشہ کھینچا ہے جب عذاب کے فرشتے نوجوان انسان کی صورت میں مہمان بن کر لوط علیہ السلام کے یہاں پہنچے ہیں اور قوم لوط ان مہمانوں کی بے حرمتی کے لئے آمادہ ہوگئی، یعنی چاہا گیا ہے کہ ان سے اپنی جنسی پیاس بجھائیں۔

لوط علیہ السلام کی پریشانی کا عجیب عالم ہے، قوم کو سمجھا رہے ہیں کہ عورتوں سے اپنی جنسی تسکین چاہو، اس غیر فطری فعل پر تم کیوں مصر ہو، پھر درد کے ساتھ فرما رہے ہیں اور اللہ

کا واسطہ دے رہے ہیں کہ یہ میرے مہمان ہیں، تم نے کوئی برا کام کیا تو میری رسوائی ہوگی مگر ملعون قوم ہے کہ ایک نہیں سنتی۔

بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور بری طرح سے قوم لوط تہ وبالا ہوئی، زمین کو الٹ کر اس قوم پر دے مارا اور پھر پتھر کی بارش بھی ہوئی، عذاب کا نقشہ قرآن میں کھینچتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ. (هود: ۸۲، ۸۳)

سو جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے اس زمین کا اوپر کا حصہ تو نیچے کر دیا اور اس سرزمین پر کنکر کے پتھر برسانا شروع کئے جو لگاتار گر رہے تھے، جن پر ان کے رب کے پاس خاص نشان بھی تھا۔

قومِ لوط کے بعد

قوم لوط کے بعد بھی اس فعل کا وجود ثابت ہوتا ہے۔ لوگوں نے لکھا ہے کہ اغلام کا وجود قبل از مسیح بھی تھا، یونان اور رومہ کے متعلق بیان ہے کہ یہاں یہ ذوق انتہائی عروج پر تھا۔ اس تلذذ بالمثل یا امرد پرستی کے سلسلہ میں لوگوں نے سقراط، ارسطو، سکندر اعظم اور جولیس سیزر وغیرہ کا نام بھی لیا ہے۔

فرانس کے متعلق لکھا ہے کہ تیرہویں صدی عیسوی میں ''امرد پرستی'' اور ''تلذذ بالمثل'' کا بڑا زور تھا اور حکومت کو اس سلسلہ میں ۱۲۱۲ء میں یہ قانون پاس کرنا پڑا کہ اس فعل کی سزا قتل ہے۔ اسی طرح چودہویں اور اٹھاریں صدی کے متعلق بھی بیان ہے کہ فرانس میں بڑی کثرت تھی، جرمنی کا بھی یہی حال تھا۔

آپ یہ سن کر حیرت زدہ رہ جائیں گے کہ نازی دور سے پہلے ایک صاحب ڈاکٹر ماگنوس ہرشفیلڈ تھے جو دنیا کی مجلس اصلاح صنفی کے صدر رہ چکے ہیں، انہوں نے عمل قوم لوط کے حق میں چھ سال پروپیگنڈا کیا، آخر کار جمہوریت کا الٰہ اس حرام کو حلال کر دینے پر راضی

ہو گیا اور جرمن پارلیمنٹ نے کثرت رائے سے طے کر دیا کہ اب یہ فعل جرم نہیں ہے بشرطیکہ فریقین کی رضا مندی سے اس کا ارتکاب کیا جائے اور معمول (جس سے فعل قوم لوط کیا جائے) کے نابالغ ہونے کی صورت میں اس کا ولی ایجاب وقبول کی رسم ادا کرے۔ ❶

مشرقی ممالک میں ایران کا نام بدنام ہے، فارسی کی شاعری سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں کراچی کا نام بھی لیا گیا ہے کہ ۱۹۴۵ء میں تین اڈے ایسے پائے گئے جہاں ہیجڑے لڑکے عصمت فروشی کیا کرتے تھے۔ افغانستان کے متعلق بھی بعض مصنفوں کا ایسا ہی بیان ہے۔ ❷

مغربی ممالک میں جیسا کہ کنسے رپورٹ کے تذکرے سے معلوم ہو چکا ہے کہ اب تک اس کا چرچا ہے اور کافی ہے۔ ہندو پاک کو بھی اس سلسلہ میں پاک نہیں کہا جا سکتا مگر یہاں عوام میں نہیں ہے بلکہ تعلیم یافتہ اور مہذب طبقہ میں ہے۔ اسکول، کالج، یونیورسٹی اور مدارس بھی اس لعنت میں گرفتار ہیں۔

استلذاذ بالمثل اسلام کی نظر میں

اسلام نے دوسری برائیوں کے ساتھ اس برائی سے بھی سختی کے ساتھ روکا اور اس فعل بد کی سزا سخت سے سخت تجویز کی۔ ذرا سی بھی رعایت ملحوظ نہیں رکھی۔ اول تو قرآن پاک میں قوم لوط کا واقعہ تفصیل سے متعدد مقامات پر ذکر کیا گیا ہے، اس برائی کے سلسلہ میں حضرت لوط علیہ السلام نے جس جس طرح اپنی قوم کو سمجھایا اسے نقل کیا گیا، اس طرف اشارہ کیا کہ جس قوم کو تلذذ بالمثل اور امرد پرستی کی عادت ہو جاتی ہے اس کی اخلاقی حالت کس قدر پست اور ذلت آمیز حد تک پہنچ جاتی ہے، پھر قوم کی عبرت انگیز سزا کا نقشہ پیش کیا، تا کہ قرآن کے پڑھنے والے اس برائی کے انجام سے اچھی طرح واقف ہو جائیں اور اس طرح اپنے آپ کو اس غیر فطری فعل سے محفوظ رکھیں۔

قرآن وحدیث میں اس امت کے لئے اس غیر فطری فعل کی سزا بھی بیان کی گئی

❶ پردہ: ص ۴۵ ❷ تفصیل کے لئے دیکھئے ''اسلام اور جنسیات''

اوراس سے روکنے اور امت کو بچانے کے لئے بڑا مواد فراہم کردیا گیا ہے۔شروع میں قرآن میں اس غیر فطری فعل کے کرنے والوں کے متعلق ارشاد ہوا:

وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنكُمْ فَاٰذُوْهُمَا. (النساء: ١٦)

تم میں سے جو دو مرد بدکاری کریں ان کو ایذا دو۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دلنشیں پیرایہ میں اس غیر فطری فعل کی برائی ذہن نشیں کرانے کی کوشش فرمائی، طرح طرح سے روکا، اس کی سخت سے سخت سزائیں بیان کیں۔ایک دفعہ آپ نے اس خطرہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي عَمَلُ قَوْمِ لُوطٍ. ❶

مجھے اپنی امت میں سب سے زیادہ خطرہ قوم لوط کے عمل کا ہے۔

گویا یہ پیش بندی تھی کہ قوم کا رخ ادھر نہ ہونے پائے اور امت محسوس کرے کہ یہ ایسی برائی ہے جس کا اندیشہ ظاہر کر کے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم روک چکا ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص اپنا جنسی میلان مرد سے پورا کرتا ہے یعنی اغلام کرتا ہے، رب العزت اس کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرے گا۔ ❷

لوطی نقل وعقل کی روشنی میں

خالقِ کائنات کو مغلم (اغلام کرنے والا) سے شدید نفرت ہے اور اس پر نہایت غیض وغضب ہوگا۔واقعہ ہے کہ قوم لوط کا عمل دنیا میں سب سے بدترین عمل ہے، بالکل غیر فطری ہے، جو حیوانوں اور جانوروں میں بھی نہیں پایا جاتا، اس عمل کا ارتکاب کر کے انسان انسانیت کی مٹی پلید کرتا ہے اور یہی نہیں بلکہ عورتوں کی تباہی وبربادی بھی اس میں مضمر ہے۔

❶ سنن الترمذي: كتاب الحدود، باب ما جاء في حد اللوطي: ج۴ ص۵۸، رقم الحديث: ۱۴۵۷ ❷ سنن الترمذي: كتاب الرضاع، باب ما جاء في كراهية إتيان النساء في أدبارهن، ج۳ ص۴۶۱، رقم الحديث: ۱۱۶۵

خود اس کرنے والے مجرم کی بھی ہلاکت ہے اپنے کو طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا کرتا ہے کیونکہ اس کے اعضائے رئیسہ مضمحل ہو جاتے ہیں، چہرہ کی رونق جاتی رہتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عورتوں کے کسی کام کا نہیں رہتا۔ یہ محروم القسمت انسان اولاد جیسی نعمت اور عفت جیسی عظیم الشان دولت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتا ہے۔

لوگوں کا بیان ہے کہ جو اس غیر فطری برائی میں مبتلا ہوا، دنیا میں بھی عذابی کیڑے ہمیشہ کے لئے اس سے چپک گئے، یعنی پھر اس لت اور عادت کا دور ہونا قریب قریب ناممکن ہے۔ فاعل اور مفعول بہ دونوں کا یہی حال ہوتا ہے، موت ہی اس بری عادت کو چھڑا سکتی ہے، اس سے پہلے کوئی امید نہیں۔ بوڑھے ہونے کے بعد بھی اس برے فعل میں مبتلا رہتے ہیں، یعنی فاعل بڑھاپے تک کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور مفعول بہ کروانے کی۔

لوطی کی سزا

غالباً یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سزا قتل بیان فرمائی:

مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ فَاقْتُلُوا الفَاعِلَ وَالمَفْعُولَ بِهِ. ❶

تم قوم لوط کے عمل میں جس کو بھی مبتلا دیکھو قتل کر ڈالو، فاعل (کرنے والے کو بھی) اور مفعول بہ (جس کے ساتھ کیا جائے) کو بھی۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث شرط بخاری پر صحیح الاسناد ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے۔ ❷

اس حدیث کی بنیاد پر جمہور کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص اغلام کا مرتکب ہو اس کو قتل کر دیا جائے، خواہ محصن ہو یا غیر محصن۔ یہ ایسا جرم ہے جس میں معافی کی کوئی صورت ہی نہیں، کیونکہ اس غیر فطری فعل کو زنا سے بھی بدتر سمجھا گیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت خالد بن ولید، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عباس، خالد بن زید،

---

❶ سنن الترمذي: كتاب الحدود، باب ما جاء في حد اللوطي، ج ۴ ص ۵۷، رقم الحديث: ۱۴۵۶ ❷ الجواب الكافي: فصل: عقوبة اللواط، ص ۱۷۰

عبداللہ بن معمر رضی اللہ عنہم، پھر امام زہری، امام ربیعہ بن عبدالرحمٰن، امام مالک، اسحاق بن راہویہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ ان تمام بزرگوں کا یہی قول ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی ایک قول یہی ہے۔ ❶

ایک جماعت کہتی ہے کہ جوزانی کی سزا شریعت میں مقرر ہے وہی مغلم کی بھی ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس کے قائلین میں امام عطاء بن ابی رباح، حضرت حسن بصری، حضرت سعید بن مسیّب، امام ابراہیم نخعی، حضرت قتادہ، امام اوزاعی، امام ابو یوسف اور امام شافعی رحمہم اللہ (اپنے ظاہر قول میں) ہیں، ایک روایت امام احمد رحمہ اللہ سے بھی ہے۔ ❷

اس کے خلاف دوسری جماعت کہتی ہے کہ زنا اور اغلام میں بڑا فرق ہے، زنا پر حد مقرر ہے اور اغلام پر کوئی حد مقرر نہیں۔ اس لئے مغلم کی بعینہ وہی سزا نہ ہوگی جو زنا کار کی ہے۔ ہاں حاکم کو البتہ اختیار ہے کہ اس سے بھی زیادہ سخت اور دردناک سزا دے، مغلم کو ہاتھی کے پاؤں میں باندھ کر کچلوا دیا جائے، پہاڑ کے اوپر سے گرا کر مار ڈالا جائے یا آگ میں جلا کر مار دیا جائے۔ حضرت ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام حاکم رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔ ❸

پس معلوم ہوا کہ اجماع صحابہ اسی پر ہے کہ قتل کر دیا جائے اور یہی جمہور کا مذہب ہے اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ زنا والی حد جاری کی جائے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ جس طریقہ سے بھی مغلم کو مارا جائے جائز ہے۔ بہرحال اتنی بات مشترک ہے کہ مغلم کو موت کے گھاٹ اتارنے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، قتل کی نوعیت میں البتہ اختلاف ہے۔

سزا......عقل کی روشنی میں

مغلم کی سزا کے متعلق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ دین کے فیصلے پڑھ کے تعجب نہیں ہونا چاہیئے قوم لوط کا جو حشر ہوا اس کو سامنے رکھنے کے بعد کسی سختی کو سختی نہیں کہا جا سکتا، مغلم کی خباثت وشیطنت کو مدنظر رکھا جائے تو کہنا ہوگا کہ درست ہے، اگر آسمان اس پر

❶ الجواب الكافي: فصل: عقوبة اللواط، ص ۱۶۸ ❷ الجواب الكافي: فصل: عقوبة اللواط، ص ۱۶۸ ❸ الجواب الكافي: فصل: عقوبة اللواط، ص ۱۶۸

ٹوٹ پڑے، پہاڑ گر جائے، زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں دھنسا دیا جائے۔

مفعول بہ (جس نے فعل بد کروایا) یہ تو اس درجہ میں ہے کہ اس کا قتل ہو جانا ہی بہتر ہے کیونکہ جب اس کی رضا سے اس سے اغلام کیا گیا تو اس پر ایسی موت طاری ہوگئی جس میں زندگی کی کوئی رمق نہیں، زمین پر متعفن زندہ لاش ہے، بے گناہ قتل ہوتا تو اچھا تھا کہ لوگوں میں محبت وشفقت سے یاد کیا جاتا اور مظلوم شہید کا درجہ حاصل کرتا، مگر اس (وطی فی الدبر) کے بعد اس کے حق میں کوئی رحم نہیں، نہ شریعت کی نظر میں اور نہ انسانی معاشرہ میں۔ سوچئے تو کہ قاتل کو اگر مقتول کا وارث چاہے بچا سکتا ہے، مگر اغلام کرنے والے اور کروانے والے کے لئے بچنے کی کوئی گنجائش ہے؟ یقیناً نہیں۔

عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک واقعہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی کہ ایک ایسا شخص ہے جو اغلام کراتا پھرتا ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ خلیفۃ المسلمین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا اور مشورہ طلب کیا، چونکہ یہ نئی طرح کا واقعہ تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجلس مشاورت بلائی اور یہ مسئلہ پیش کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رائے دیتے ہوئے فرمایا کہ اس عمل کا تعلق قوم لوط کے عمل سے ہے، سزا بھی اسی نوعیت کی مناسب ہے۔ میری رائے ہے اس شخص کو جلا ڈالا جائے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ رائے پسند آئی اور آپ نے یہی سزا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجی۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جب یہ فرمان ملا تو آپ نے اسے گرفتار کیا اور آگ میں جلوا ڈالا۔ [1]

یہ وہ ملعون فعل ہے جس کے ارتکاب کرنے والے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی۔

بچنے کی تدبیر

اسلام چاہتا ہے کہ اس غیر فطری فعل سے انسان اپنے آپ کو محفوظ رکھے، اس کی

[1] الجواب الكافي: فصل: عقوبة اللواط، ص ۱۶۹

صورت یہی ہے کہ خوبصورت لڑکوں سے اجتناب کیا جائے اور جو اس کے دواعی ہو سکتے ہیں ان سے الگ تھلگ رہنے کی کوشش کی جائے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

مالداروں کے لڑکوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ اپنی شکل وصورت اور لباس و پوشاک سے سراپا فتنہ ہیں، ایسا فتنہ کہ بسا اوقات عورتوں سے بڑھ کر ثابت ہوتے ہیں۔

پھر انہوں نے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک دن حضرت سفیان رحمہ اللہ غسل خانہ میں داخل ہوئے، اتفاق سے اسی وقت ایک لڑکے نے بھی غسل خانہ میں داخل ہونا چاہا، آپ نے دیکھا تو فرمایا: اسے یہاں سے نکالو اور جلدی نکالو اور وجہ یہ بیان فرمائی:

فَإِنِّي أَرَى مَعَ كُلِّ امْرَأَةٍ شَيْطَانًا وَمَعَ كُلِّ صَبِيٍّ بِضْعَةَ عَشَرَ شَيْطَانًا. ❶

عورت کے ساتھ مجھے ایک ہی شیطان دیکھائی دیتا ہے مگر امرد کے ساتھ دس سے زیادہ شیطان۔

امرد سے پرہیز

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت امام احمد رحمہ اللہ کا لکھا ہے کہ امام موصوف کی خدمت میں ایک شخص کسی ضرورت سے حاضر ہوا، اس شخص کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا، اسے دیکھ کر آپ نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اس شخص نے بتایا بھانجا ہے، یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ دیکھو اب دوبارہ اسے ہمارے یہاں نہ لانا اور تم کبھی اس کو ساتھ لے کر بازار میں چکر نہ لگانا تاکہ تمہارے متعلق کسی کو بدگمانی کرنے کا موقع نہ ملے۔ ❷

---

❶ الزواجر عن اقتراف الكبائر: الكبيرة التاسعة والخمسون والستون بعد الثلاثمائة، ج ۲ ص ۲۳۳ ❷ الزواجر عن اقتراف الكبائر: الكبيرة التاسعة والخمسون والستون بعد الثلاثمائة، ج ۲ ص ۲۳۳

یہ ان بزرگوں کی رائے ہے جو اپنے علم وعمل اور زہد وتقویٰ میں مسلم ہیں، پھر کیا یہ رائے بلا وجہ ہے۔ ان بزرگوں نے جو ہدایت فرمائی وہ بالکل درست ہے اور قابلِ عمل بھی۔ ہمارے زمانہ کے ان حضرات کے لئے ان واقعات میں عبرت وبصیرت ہے جو تنہائی میں ''امرد لڑکوں'' سے پاؤں دبواتے ہیں اور بے تکلفی سے ان کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان کی نیتوں میں فساد ہے، بلکہ آگاہ یہ کرنا ہے کہ فتنہ کے دواعی سے اپنی حفاظت ایک ضروری فریضہ ہے۔

امرد کا چہرہ دیکھنا

فقہاء شہوت کے اندیشہ کے پیشِ نظر امرد کے چہرہ کو دیکھنا حرام کہتے ہیں:

فَإِنَّهُ يَحْرُمُ النَّظَرُ إِلَى وَجْهِهَا وَوَجْهِ الْأَمْرَدِ إِذَا شَكَّ فِي الشَّهْوَةِ. ❶

جنسی میلان کا خطرہ ہو تو اس وقت عورت اور امرد کے چہرہ پر نگاہ ڈالنا حرام ہوتا ہے۔

''امرد'' اس لڑکے کو کہتے ہیں جس کی داڑھی ابھی نہ نکلی ہو، مونچھ آ رہی ہو، بعض علماء تو لکھتے ہیں کہ امرد اگر حسین ہو تو عورت کے حکم میں ہے۔ یعنی سر سے پاؤں تک اس کا جسم ستر ہے، اس کی طرف دیکھنا تو جائز نہیں مگر اس کا اندیشہ نہ ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں خلاصہ یہ ہے کہ تلذذ مقصود ہو تو حرام ہے ورنہ نہیں۔

قَالَ ابْنُ الْقَطَّانِ: أَجْمَعُوا عَلَى أَنَّهُ يَحْرُمُ النَّظَرُ إِلَى غَيْرِ الْمُلْتَحِي بِقَصْدِ التَّلَذُّذِ بِالنَّظَرِ وَتَمَتُّعِ الْبَصَرِ بِمَحَاسِنِهِ، وَأَجْمَعُوا عَلَى جَوَازِهِ بِغَيْرِ قَصْدِهِ اللَّذَّةَ وَالنَّاظِرُ مَعَ ذَلِكَ آمِنُ الْفِتْنَةَ. ❷

ابن القطان فرماتے ہیں امرد جس کی داڑھی نہیں نکلی ہے، تلذذ اور اس کی خوب صورتی سے متمتع ہونے کے ارادہ سے ایسے لڑکوں کو دیکھنا بالاجماع حرام ہے، اور تلذذ مقصد نہ ہو اور دیکھنے والا فتنہ سے مامون ہو تو بالاجماع جائز ہے۔

❶ الدر المختار: كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج ۱ ص ۴۰۷ ❷ رد المحتار: كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب في ستر العورة، ج ۱ ص ۴۰۷

شہوت کس کو کہتے ہیں، اس کی تفسیر میں مختلف قول ہیں، مگر زمانہ کے لحاظ سے علامہ شامی کی یہ تفسیر زیادہ صحیح ہے کہ:

أَنَّهَا مَيْلُ الْقَلْبِ مُطْلَقًا. شہوت نام ہے دل کے میلان کا۔ ❶

دو مردوں کا ایک ساتھ لیٹنا اور سونا

اس سلسلہ میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ اسی فتنہ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک چادر میں دو مرد نہ سوئیں۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ. ❷

ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ آئے۔

ایک کپڑے میں لیٹنے اور سونے سے اس لئے روکا گیا ہے کہ اس سے جسمی میلان میں ہیجانی کیفیت پیدا ہوتی ہے، جس سے کبھی کبھی لواطت کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ اس حدیث کو دلیل بنا کر امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَلَا يَجُوزُ لِلرَّجُلِ مُضَاجَعَةُ الرَّجُلِ، وَإِنْ كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي جَانِبٍ مِنَ الْفِرَاشِ. ❸

دو مردوں کا ایک ساتھ سونا جائز نہیں ہے گو دونوں بستر کے کنارے کنارے ہی کیوں نہ ہوں۔

یہ حکم نفسیات کے بالکل مطابق ہے، دو شخصوں کا یکجا سونا کسی حال میں ضرر سے خالی نہیں اور غالباً اور وجوہ کے ساتھ یہ وجہ بھی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ. ❹

---

❶ رد المحتار: ج ۱ ص ۴۰۷ ❷ صحيح مسلم: كتاب الحيض، باب تحريم النظر إلى العورات، ج ۱ ص ۲۶۶، رقم الحديث: ۳۳۸ ❸ التفسير الكبير: سورة النور آیت نمبر ۳۰ کے تحت، ج ۲۳، ص ۳۶۰۔ ❹ سنن أبي داؤد: كتاب الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة، ج ۱ ص ۱۳۳، رقم الحديث: ۴۹۵

تمہارے بچے سات سال کے ہوجائیں تو ان کو نماز کا حکم کرو اور دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر انہیں مارو اور ان کو الگ الگ بستر پر سلاؤ۔

عمر کے اس حصے میں بچوں کا بستر علیحدہ کر دینے سے نفسیاتی طور پر بھی بڑا فائدہ ہوگا اور صحت کے اعتبار سے بھی بچے فائدہ میں رہیں گے۔ عمر کے اس حصہ سے انسان میں جنسی میلان کی سوجھ بوجھ شروع ہونے لگتی ہے۔

ہمارے اس دور میں خصوصیت سے اس پر عمل کرنا چاہئے کہ اس دور میں ایسی چیزوں کی کثرت ہے جو جنسی میلان کو مشتعل کرتی رہتی ہیں اور کم وبیش ہر شخص پر اس کا اثر بھی پڑتا رہتا ہے۔

پھر یہ بھی واضح رہنا چاہئے کہ جس طرح یہ حرام ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کے ان حصوں کو دیکھے جن کو ''ستر'' سے تعبیر کرتے ہیں، اسی طرح یہ بھی حرام ہے کہ بغیر ضرورت دو مردوں کے جسم اس طرح مل جائیں کہ بیچ میں کوئی چیز حائل باقی نہ رہے، ہاں اس حکم سے مصافحہ ومعانقہ وغیرہ کی طرح کی چیزیں مستثنیٰ ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی بھی صراحت فرماتے ہیں:

وَيَحْرُمُ لَمْسُ عَوْرَةِ غَيْرِهِ بِأَيِّ مَوْضِعٍ مِنْ بَدَنِهِ كَانَ بِالْاِتِّفَاقِ. ❶

غیر مرد کے ستر کو ہاتھ لگانا حرام ہے، اس میں کوئی فرق نہیں کہ بدن کے جس حصہ سے بھی ''ستر'' چھوئے سب حرام ہے۔

ہمارے اس دور میں ان لوگوں کے لئے عبرت وبصیرت کا سبق ہے، جو لڑکوں کے سامنے گھٹنے کھولنا اور تیل کی مالش کرانا عیب نہیں سمجھے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ. ❷

ایک مرد دوسرے مرد کا ستر نہ دیکھے۔

---

❶ فتح الباري: كتاب النكاح، باب ما يحل من الدخول والنظر إلى النساء، ج ٩ ص ٣٣٩ ❷ صحيح مسلم: كتاب الحيض، باب تحريم النظر إلى العورات، ج ١ ص ٢٦٦، رقم الحديث: ٣٣٨

فحاشی اور عریانی کے اس دور میں ہمہ وقت اللہ تبارک وتعالیٰ سے یہ مسنون دُعا کرنی چاہئے:

اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَسْأَلُکَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی. ❶

اے اللہ! میں آپ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور غنا کا سوال کرتا ہوں۔

❶صحیح مسلم: کتاب الأذکار والدعاء، باب في الأدعیة، ج۴ ص۲۰۸۷، رقم الحدیث: ۲۷۲۱

مؤلف کی کاوشوں پر ایک طائرانہ نظر

Designed & Printed By: Shafaq Urdu Bazar Karachi. 0321-2037721

اسٹاکسٹ

ادارۃ المعارف کراچی (احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی، کورنگی انڈسٹریل ایریا۔ کراچی)
021-35123161,021-35032020,0300-2831960

مولانا محمد ظہور صاحب (جامعہ سراج الاسلام، پارہوتی، مردان)
0334-8414660,0313-1991422

مولانا محمد نعمان صاحب کے علمی و تحقیقی بیانات و دروس کے لئے اس وٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں: 03112645500